فتاویٰ مفتی محمود

جلد نہم

فقیہ ملت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

جلد نہم

فقیہِ ملت مفکرِ اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان۔

متصل مسجد پائیلٹ ہائی سکول، وحدت روڈ، لاہور۔ فون : ۰۴۲_۵۴۲۷۹۰۱_۲

Fatawa Mufti Mahmood Vol.9
By
Maulana Mufti Mahmood
ISBN : 978-969-8793-661

قانونی مشیر : سیّد طارق ہمدانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

ضابطہ

نام کتاب : فتاویٰ مفتی محمود (جلد نہم)
اشاعتِ اوّل : جولائی ۲۰۰۷ء
اشاعتِ دوم : اگست ۲۰۰۹ء
ناشر : محمد ریاض درانی
بہ اہتمام : محمد بلال درانی
سرورق : جمیل حسین
کمپوزنگ : التمش مبین
جمعیۃ کمپوزنگ سنٹر' اردو بازار' لاہور
مطبع : اشتیاق اے مشتاق پریس' لاہور
قیمت : -/300 روپے

فہرست

☆ شکار اور حلال حرام جانوروں کا بیان ۵۷

☆ حدود اور جنایات کا بیان ۸۱

☆ ہبہ، عاریہ اور قرض کا بیان ۲۲۷

☆ رھن کا بیان ۴۱۱

☆ غصب کا بیان ۴۳۳

☆ شفعہ کا بیان ۴۵۷

عرضِ ناشر

ہمارے وہم وگمان اور دل و دماغ کے کسی گوشے میں بھی نہیں تھا کہ ہم فقیہ ملت، مفکر اسلام حضرت اقدس مولانا مفتی محمود قدس سرہ کی فقہی خدمات، فقہ وفتاویٰ پر مشتمل ان کی تحقیقاتِ علم وعرفان کا یہ لازوال خزانہ اُمت تک پہنچا سکیں گے۔

بلاشبہ یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان، فقیہ الملت والدین، قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے خلوص واخلاص کی برکت اور ہمارے مخدوم ومحبوب دوست حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید کی انتھک محنت وکوشش، ان کی حضرت فقیہ الملتؒ سے عشق ومحبت کا ثمرہ ہے کہ اتنا بڑا خزانہ کتابی صورت میں مدون ہوکر آ گیا، بہرحال اس علمی سرمایہ کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے بہت زیادہ محنت وجدوجہد فرمائی۔ چنانچہ جب انہوں نے نہایت کٹھن اور مشکل کام کو انجام دینے کا بیڑہ اُٹھانے کا تہیہ کرلیا تو مجھ جیسے کوتاہ ہمت اور طباعت واشاعت کی لائن سے چنداں ناآشنا کو بھی اس پر آمادہ کرلیا۔

بلا مبالغہ مجھے خوب اندازہ ہے کہ انہوں نے کس طرح اس خزانہ عامرہ کے مسودہ کے حصول کے لیے جتن کیے؟ اس پر کس کس کی منتیں کیں؟ کہاں کہاں کا سفر کیا؟ اور کتنا عرصہ تک اس کی فکر میں گھلتے رہے؟ بالآخر قاسم العلوم ملتان کے ریکارڈ سے حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاویٰ کی نقول حاصل کی گئیں۔ اس پر کام کرنے والے افراد کو تلاش کیا گیا۔ ان کو اس کے لیے تیار کیا گیا۔ اس کی ترتیب وتبویب کرائی گئی اور مسودہ تیار ہونے کے بعد کمپوزنگ شروع کرائی گئی۔ اکابر علمائے اُمت سے اس سلسلہ میں دعائیں کرائی گئیں اور اصحاب علم وتحقیق سے اس پر تقریظات لکھوائی گئیں اور سب سے آخر میں مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ نے اس پر نہایت تحقیقی اور جاندار مقدمہ لکھا جو اپنی جگہ ایک مستقل علمی سرمایہ ہے۔

چنانچہ جن حضرات نے اس مقدمہ کا مطالعہ کیا ہوگا ان کو اندازہ ہوگا کہ اس میں بعثت نبوت کے مقاصد اربعہ سے شروع کرکے فقہ وفتویٰ کی تاریخ، صحابہ کرام کا ذوق، حزب اللہ اور حزب الشیطٰن کے درمیان فرق وامتیاز، خیر کثیر کا مصداق، خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں فقہ وفقہاء کی اہمیت، انسان کی فطری خصوصیات اور تفقہ، اجتہاد وفقہ کا دائرہ، صحابہ کرامؓ اور فقہ، فقہیہ وغیر فقہیہ کے فہم وادراک میں فرق، وحی الٰہی کی چھتری سے محروم فقہ کے نقصانات، اولی الامر کا مصداق، علم اور اہل علم کی اہمیت، فقہ اسلامی کے پہلے معلم، تدوین فقہ کی ضرورت، تدوین فقہ اور حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مقام، امتیازی شان، امام ابوحنیفہؒ امام اعظم کی حیثیت سے، ماہرین فن کی جماعت، تدوین فقہ میں احتیاط، تدوین فقہ کا طریقہ کار، حضرت الامام کا طرز استنباط اور استدلال کا انداز، کتاب وسنت کا مرتبہ ومقام، ممکنہ انسانی

غلطی کا تدارک، حضرت امام اعظم کے ہاں فقہ کے مقابلہ میں کتاب وسنت کا مقام، فقہ کی بنیاد ودلائل پر، اختلاف میں احتیاط، تعصب وضد سے اجتناب کی تلقین اور اس کی مثالیں، کتاب وسنت کے مقابلہ میں رائے کی مذمت، اصحاب الرائے کا حاصل، تدوین فقہ میں اوّلیت کا شرف واعزاز، امام اعظمؒ محدث وفقیہ، فقہاء کے بارے میں غلط پروپیگنڈا کی اصلیت، فقہ کی برکت، فتویٰ اور اس کی اہمیت، فقہاء اور ان کے مقلدین پر تنگ نظری کے الزام کی حقیقت، فقہ وفتویٰ کے لیے مخصوص جماعت کی ضرورت کیوں، ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسائل کی تعلیم، عجلت پسندی سے اجتناب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فتاویٰ، منصب افتاء اور صحابہ کرام، اصحاب فتویٰ صحابہ کرام کی تعداد، صحابہ کے بعد کے فتویٰ، فقہ حنفی، دار العلوم دیوبند کا دار الافتاء، افتاء کی اہمیت، افتاء کے لیے علم وفہم کی ضرورت، مفتی کا فریضہ، مفتی اور خوفِ خدا، امام ابوحنیفہؒ اور تحریف دین کا سد باب، حفاظت دین اور دار العلوم دیوبند، تاریخ دار العلوم دیوبند، دار العلوم الہامی مدرسہ، دار العلوم سے متعلق بشارتیں، دار العلوم اور اس کے قیام کا پس منظر، دار العلوم کا آفاقی فیض، دار العلوم کی ملی خدمات، دار العلوم اور تردید باطل، دار العلوم کے اصول ومقاصد، سند واسناد اور مفتی محمودؒ کی جامعیت وغیرہ ایسے بیسیوں عنوانات پر مشتمل ۱۱۲ صفحات کا جاندار وقیع اور عالمانہ مقدمہ لکھ کر اس عظیم علمی خدمت کو چار چاند لگا دیے۔

چنانچہ اس کی برکت تھی کہ اس فتویٰ کی جلد اوّل آتے ہی ہاتھوں ہاتھ لے لی گئی۔ اس کی دوسری اشاعت سے ابھی ہم فارغ نہیں ہوئے تھے کہ دوسری جلد کا مطالبہ سر پر تھا۔ دوسری جلد تکمیل تک پہنچ کر منصۂ شہود پر آئی ہی تھی کہ تیسری کا مطالبہ شروع ہو گیا۔

غرض اس کتاب کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا قبول عام نصیب ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کی آٹھ جلدیں منظر عام پر آ گئیں۔ اب اس سلسلہ کی نویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ **بحمد اللہ!** اس کی دسویں اور گیارہویں جلدوں پر بھی کام تکمیل کے مراحل میں ہے۔

بلاشبہ آج مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ ہمارے درمیان نہیں مگر ان کا خلوص واخلاص اور ان کا دیا ہوا عزم وحوصلہ ہمارے ساتھ ہے جس کی بدولت روز بروز ان کی حسنات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اعلیٰ اللہ درجاتہ۔

خدا کرے کہ ہم فتاویٰ مفتی محمود کی باقی ماندہ جلدوں کو بھی منظر عام پر لانے کی سعادت سے بہرہ ور ہو سکیں۔

اے اللہ! ہماری اس ادنیٰ سی سعی وکوشش کو شرفِ قبول عطا فرما اور اپنے ان باخدا مخلصین کی برکت سے اس خدمت کو ہماری نجات آخرت اور اُمت کی ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ بنا۔ آمین۔

فقط

محمد ریاض درانی

جامع مسجد پائلٹ ہائی سکول وحدت روڈ، لاہور

تقریظ

قرآن کریم میں ہے:

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ (الانبیاء ۷)

ترجمہ: ''سو اگر تم کو معلوم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو''

اسی طرح دوسری جگہ ہے:

''**فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين**'' (التوبہ ۱۲۲)

ترجمہ: ''سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں۔''

ایسے ہی حدیث شریف میں ہے:

''**من يرد الله به خيرًا يفقه في الدين۔**'' (صحیح بخاری، ص ۱۶، ج ۱)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ جس سے خیر اور بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو دین میں سمجھ بوجھ اور فقاہت عطا فرما دیتے ہیں۔''

دوسری جگہ ہے:

''**انما شفاء العي السؤال**'' (ابوداؤد، ص ۴۹، ج ۱)

ترجمہ: ''بے شک عاجز کی شفا سوال کرنے اور پوچھنے میں ہی ہے۔''

کارخانہ کائنات کا یہ فطری دستور اور ابدی قانون ہے کہ ضرورت مند، غنی و مال دار کے پاس اور لاعلم و ناخواندہ باخبر و عالم کے پاس ہی جاتا ہے اور اسی میں ہی اس کی عافیت ہے۔

چنانچہ اگر دیکھا جائے تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا وحی الٰہی سے راہنمائی حاصل کرنا، صحابہ کرام کا مشکوٰۃ نبوت سے فیضیاب ہونا، تابعین وائمہ مجتہدین کا اپنے اکابر و مشائخ سے اخذ واستفادہ وغیرہ اسی تسلسل کی کڑیاں ہیں۔ اس سے ذرا نیچے آیئے تو اندازہ ہوگا کہ دنیا بھر میں علم وآگاہی کی تمام شکلیں، قرآن وسنت اور اس کے متعلقہ علوم کے چراغوں کی روشنی، عصری اور دینی تعلیم گاہوں کی رونقیں، نشر واشاعت اور تصنیف وتالیف کی اہمیت، وعظ وتلقین اور بحث و تحقیق کا وجود، غرض دنیا میں تعلیم وتعلم کی جتنی اور جو بھی صورتیں ہیں، وہ سب کی سب اسی اصول و دستور کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔

اس لیے کہ اگر اس کرۂ ارض سے اخذ واستفادہ اور سیکھنا سکھانا ہی معدوم و مفقود ہو جائے تو بتلایا جائے کہ ان

عالیشان اسکولوں، کوہ قامت جامعات اور یونیورسٹیوں ضخیم وفخیم کتب، دنیا جہاں کے موسوعے اور انسائیکلو پیڈیے کیونکر وجود میں آتے؟ اگر تعلیم وتعلّم، سیکھنے سکھانے، سوال وجواب اور فقہ وفتویٰ کا دنیا میں وجود نہ ہوتا تو حضرات انبیاء کرام کی بعثت کیونکر ہوتی؟ آسمانی ہدایات افراد اُمت تک کیونکر پہنچتیں؟ انسانیت ضلالت وگمراہی کی دلدل سے نکل کر ایمان و ہدایت کی شاہراہ پر کیسے گامزن ہوتی؟ اور جہالت ولاعلمی کے بادل کیونکر چھٹتے؟

لہٰذا فقہ وفتویٰ تعلیم وتعلّم اور سیکھنے سکھانے کا عمل، اسی کارِ نبوت کا تسلسل ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔

بلاشبہ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے صحابہ کرامؓ تابعینؒ تبع تابعینؒ اور آج تک علمائے اُمت اسی فریضہ کو نبھاتے چلے آتے ہیں جو ان کو اللہ تعالیٰ، ان کے نمائندوں اور ان کے جاں نثار صحابہ کرامؓ اور اسلاف اکابر سے وراثت میں ملا تھا۔

موجودہ دور کے عربی، اُردو فتاویٰ اور ان کے مرتبین اکابر واساطین اُمت دراصل اسی سلسلہ کی سنہری کڑیاں ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یہ کوئی معمولی کام نہیں بلکہ یہ اُمتِ مسلمہ اور انسانیت کی دینی، ایمانی حیات اور روحانی بقا کا ذریعہ ہے۔

بلاشبہ فتاویٰ مفتی محمودؒ بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے جو دراصل حضرت مفتی محمود قدس سرہ کی علمی تحقیقی زندگی کے تجربات کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ، مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ اور جمعیت پبلی کیشنز لاہور کے روحِ رواں مولانا محمد ریاض درانی کو جنہوں نے اس خوانِ یغما کو اُمت کے سامنے پیش کر کے ایک بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔

بلاشبہ فتاویٰ مفتی محمودؒ جہاں طلبہ، علماء، اربابِ تحقیق کے لیے بہترین دستاویز ہے، وہاں عوام الناس کی ہدایت و راہنمائی کا بھی بہترین ذریعہ ہے۔

ہمارے خیال میں اس علمی اور تحقیقی فتاویٰ کا ہر کتب خانہ اور لائبریری میں ہونا از حد ضروری ہے اور کسی عالم دین اور مفتی کو اس سے مستغنی نہیں ہونا چاہیے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

(مولانا) سعید احمد جلالپوری

خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

مدیر ماہنامہ بینات، کراچی

۷ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

بنجر زمینوں کو آباد کرنے کا بیان

مندرجہ ذیل صورت میں زمین مالک کی ہوگی یا آباد کرنے والے کی

چوری کا اونٹ اگر کسی نے خرید لیا تو واپس کر کے قیمت لے لے

﴿س﴾

(۱) فما قولکم رحمکم اللہ۔ ایک بنجر اور پتھریلی غیر آباد زمین ہے جو کہ بغیر مشقت ومحن کثیرہ کے قابل انتفاع اور زراعت نہیں ہے۔ اس میں اور پہاڑ اور جنگل میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو وہ سنگریزہ ہے زراعت اور کاشتکاری کی اُمید نہیں کی جاسکتی، اس کے ساتھ ساتھ یہ زمین شور بھی ہے۔ اب یہ زمین شیر دل خان کی ہے اور داؤد خان اس کو اُلٹ بندی کے مروجہ طریقہ کے مطابق اس کی آبادکاری کا ذمہ اُٹھاتا ہے کہ میں اس میں لٹھ بناؤں گا۔ ایک بندکی وجہ سے زمین میں پانی آجاتا ہے تو پانی کے ذریعہ سے اس میں مٹی سال بسال جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر وہ کاشتکاری کے قابل بن جاتی ہے۔ داؤد خان اور شیر دل خان نے اس وقت فیصلہ کیا تھا کہ اگر داؤد نے زمین خرابہ کو بند بنایا اور قابل کاشتکاری ہوئی تو وہ زمین تیرے اور میرے شیر دل کے درمیان نصف ہوگی۔ نصف اب داؤد خان کی ہوگئی اور نصف مالک یعنی شیر دل کی ہوگئی۔ جب تک یہ دونوں مذکورہ زمین کو تقسیم نہ کریں تو حق زراعت اور آبداری وغیرہ داؤد خان کے ہاتھ میں ہوگی۔ شیر دل خان صرف اپنے حصہ کی بٹائی کا مالک ہے۔ یعنی نصف سے اخراج مزارعت کے بعد اس کا حصہ وہ حسب عادت ہوتا ہے۔ اس طریقہ کے عقود کو لٹھ بندی کہتے ہیں۔ کیا یہ ازروئے کتب حنفیہ جائز ہے یا نہ؟ اگر جائز ہے تو صحیح یا فاسد یا صحیح اجارہ کے تحت داخل ہوگی یا بیع ہوگی۔ اگر صورت ثانی ہے (عدم صورت) تو اس کا حکم کیا ہے۔ اجر مثل ہے یا نصف مسمّٰی۔

بلوچستان خصوصاً ریاستی حصہ کی بعض اراضیات میں نادر الوقوع کوئی نہ کوئی ایسی جگہ مل جائے کہ اس عقد پر کاربند نہ ہوں۔ اکثر اراضی لٹھ بندی پر دی گئی ہیں۔ بعضے نئے بنجر ہوتے ہیں بعض قدیم سے ہیں۔ حتیٰ کہ ہمیں سات آٹھ پشت تک کاغذات ملتے ہیں۔ یہ سلسلے چلے آرہے ہیں۔ ان میں وراثت تقسیم اور بیع وفروخت متعدد واقع ہے ان پر قضاۃ کے مہر بھی ثبت ہیں اور بعض پر نہیں۔ دو تین سال سے پہلے سارے قضاۃ اور اہل عرف صحیح جانتے تھے۔ عوام اب تک بھی کرتے رہتے ہیں لیکن اب نئے دار القضاء سے معلوم ہوا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ اب علماء کی حیرانی اور غرباء کی ویرانی ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۲) رسول خان ایک مشہور ڈاکو ہے۔ ہر وقت ڈاکہ زنی کا کام کرتا ہے۔ کبھی کہیں سے اونٹ چوری کر کے لاتا ہے اور کبھی روپیہ وغیرہ سرقہ سے لاتا ہے۔ اب اس نے مدد خان سے ایک اونٹ جو اس نے حرام کمائی سے خریدا تھا رسول خان سارق کے مسروقہ معلومہ اونٹ (جو کہ اس نے کہیں سے چوری کیا تھا) سے مبادلہ کرتا ہے۔ اور وہ مسروقہ اونٹ مدد خان کے حوالہ کرتا ہے اور اس کا مملوکہ اونٹ خود بدلہ میں لیتا ہے۔ پھر اس اونٹ کو جو مسروقہ بدلہ میں لایا تھا ملا عبدالرزاق کے ہاتھ فروخت کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ عبدالرزاق کے لیے اونٹ خریدشدہ حلال ہیں یا نہیں۔

رسول خان جس کا مال مشتبہ ہے اس نے اپنے نقد روپیہ سے ایک بیل خرید لیا اور ملا عبدالرزاق کے ہاتھ بیچ دیا۔ اب ملا عبدالرزاق کے لیے یہ بیل حلال ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ اور ما قبل میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں معلوم تھا کہ اونٹ مسروقہ کے بدلہ جو اونٹ ہے وہ اگرچہ حلال تھا۔ مگر چونکہ بدلہ میں اس مسروقہ سے مشروط تھا ملا عبدالرزاق نے اس کو اپنی رقم سے خرید لیا۔ ثانی صرف میں صرف شبہ ہے شاید کہ اس کا مال حرام کا ہو۔ لہٰذا دونوں کا حکم بتایا جائے۔
المستفتی عبدالرزاق محمد افضل از مستونگ بلوچستان

﴿ج﴾

(۱) یہ ایک مسلم اصل اور قاعدہ ہے کہ غیر آباد زمین جسے شرعاً اراضِ موات کہتے ہیں کسی کی ملکیت نہیں ہوتی جب تک اس کا احیاء نہ کیا جائے اور احیاء فقط تحجیر سے یا نشان بنانے سے نہیں ہوتا۔ اب مختط لہ کو اگرچہ حکومت نے دے دی ہے لیکن چونکہ اس کا اس نے احیاء نہیں کیا اس لیے وہ اس زمین کا مالک نہیں ہے۔ اگرچہ قانون الوقت میں اس کو مالک کہا جاتا ہے۔ اب جب دوسرے کسی شخص نے اس کو آباد کیا۔ اگر وہ اس کا اجیر یعنی نوکر ہوتا مبادلۃً یا مشاہرۃً یا مسابلۃً تو چونکہ اس کے کل منافع اس کے مملوک ہیں۔ اب اس کی مشقت، محنت، آبادکاری اس کی آبادی شمار ہوگی اور یہی مختط لہ اس کا مالک ہوگا اور اس کو مزارعت سے بے دخل کر سکتا ہے لیکن صورت مسئولہ میں اس شخص کے منافع اپنے نہیں۔ یہ اس کا نوکر نہیں ہے اور زمین مملوکہ مختطلہ کی شرعاً نہیں ہے اور بموجب قانون شرعی من احیا ارضاً میتۃ فھی لہ (الحدیث رواہ ابوداؤد ص ۸۱ ج ۲) یہ آباد کرنے والا اس کا شرعاً مالک ہو گیا اور مختط لہ کا زمین سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ باقی احیاء کے لیے اگرچہ اذن امام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ضروری ہے لیکن موجودہ ائمہ جور کے زمانے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دینا چاہیے۔ نیز جب امام کی اجازت مختط لہ کو حاصل تھی اور اس نے اپنی مرضی سے دوسرے کو اجازت دی تو یہ بھی ایک قسم کی اجازت احیاء کی ہو گئی اور احیاء کے بعد ملک خود بخود آ ہی جاتی ہے۔ اس لیے ایسی زمینوں کے مالک آباد کرنے والے ہیں۔ مختط لہ کا اس میں شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

(۲) اونٹ اگر معلوم ہے کہ چوری کا مال ہے اور بعینہٖ اس کو چوری کیا گیا ہے تو اس کا لینا ملا عبدالرزاق کے لیے

جائز نہیں۔اس کو واپس کر کے اپنا ثمن مدد خان سے لے لے اور مدد خان رسول خان سے اپنا اونٹ یا اس کی قیمت اگر وہ ہلاک ہو گیا ہو واپس لے لے اور بیل چونکہ روپیہ سے خریدا گیا تھا اور روپیہ تعیین قبول نہیں کرتا اس لیے بیل بہر حال رسول خان کی ملک ہے۔اس لیے ملا عبدالرزاق کا خریدنا صحیح ہے۔اس کو استعمال کرنا حلال ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ رجب ۱۳۷۵ھ

مشترکہ زمین سے جو حصہ آباد کیا گیا ہے وہ آباد کرنے والوں ہی کا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مدت قدیم سے کچھ زمین پڑی رہی جس کو کاغذات سرکاری میں بنجر قدیم شمار کیا گیا ہے۔اگر کچھ حصہ داروں نے جو زیادہ حصہ داری رکھتے تھے آباد کر کے اپنے قبضہ میں لے کر اس میں درخت اور کھیتی وغیرہ کاشت کرنا شروع کر دیا ہے کم حصہ کے مالکوں نے مطالبہ شروع کر دیا ہے کہ ہمیں بھی حصہ دیا جائے۔کیونکہ مالک ہم بھی تو ہیں۔حالانکہ بنجر قدیم اور بھی پڑی ہے جو ان کے حصہ سے زائد غیر آباد زمین پڑی ہے ہم نے جو آباد کی ہے اپنے حصہ سے کم آباد کی ہے۔دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو زمین ہم نے آباد کی ہے اس میں سے دوسرے حصہ دار لے سکتے ہیں؟ شرعی حکم کیا ہے۔جبکہ انہوں نے آباد نہیں کیا۔مطالبہ آباد کا کرتے ہیں۔آباد شدہ زمین سے حصہ دیا جائے حالانکہ ہم نے بڑی محنت سے آبادی کی ہے۔بینوا توجروا

فاضل محمد تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

قال علیہ السلام من احیا ارضا میتة فھی لہ ولیس لعرق ظالم حق فیھا رواہ ابوداؤد ص ۸۱ ج ۲

(جس نے بھی بے آباد زمین کو آباد کیا وہ زمین اس کے لیے ہے اور جابر ظالم کا اس میں کوئی حق نہیں ہے) پس پیغمبر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق آباد کرنے والے ہی اس کے مالک ہیں۔کسی اور کا حصہ اس میں نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

جنگلات اور غیر آباد زمین کا کون مالک ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کی وضاحت میں کہ ایک وطن یا علاقہ میں جیسے کوہستان ہو گیا تین قسم کے گروہ

تقریباً تین چار سو سال سے مستقل سکونت پذیر ہوں۔ایک قوم ایسی ہو جنہوں نے غیر آباد علاقہ کو آباد کیا ہو۔

(۲) دوسری قوم ایسے ہوں جنہوں نے غیر آباد علاقہ پہلے قوم سے قیمتاً خرید کر کے پھر آباد کیا ہو۔

(۳) تیسرا گروہ ایسا ہو جن کا جائیداد اور زمینوں سے کوئی تعلق نہ ہو گزشتہ زمانہ میں گائے بکریوں یا تجارت وغیرہ پر زندگی بسر کی ہو۔اس وطن میں آباد شدہ علاقے کے علاوہ غیر آباد پہاڑ جنگلات چراگاہ ہو تقریباً تیس چالیس میل کے فاصلے پر واقع ہو۔پہلے ان جنگلات کی کوئی وقعت قیمت نہ تھی۔ہر ایک فائدہ لے سکتا تھا۔اب وہ قیمتی ہو گئے۔جنگلات پر حکومت نے قبضہ کر لیا ہے اور باشندگان وطن کو جنگلات میں حصہ دیتی ہے۔اس وجہ سے ایک گروہ ذاتی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا گروہ استحقاق فی الشرکتہ کا دعویٰ کرتا ہے۔شریعت میں کیا حکم ہے کیا غیر آباد پہاڑ، جنگلات، چراگاہ کسی کی ذاتی ملکیت ہو سکتی ہے یا نہیں۔کیا تینوں گروہ مستحقین فی الملکیت ہیں یا بعض۔اگر ملکیتاً مستحقین نہ ہوں تو پھر سب گروہ شریک فی المنافع ہیں یا بعض اور پہاڑوں کے قدرتی جنگلات مباح الاصل اشیاء میں داخل ہیں یا خارج اور یہ حدیث کہ الناس شرکاء فی ثلاثة الماء والنار والکلاء الخ الکلاء میں جنگلات داخل ہیں یا خارج۔الناس کا مصداق عوام الناس ہیں یا خواص۔بینوا توجروا۔اجرکم علی اللہ تعالیٰ

المعلم فضل الرحمٰن کوہستانی دار العلوم اسلامیہ سیدو شریف ضلع سوات تحصیل سیدو شریف

﴿ج﴾

قال علیه السلام من احیا ارضا میتة فهی له ولیس لعرق ظالم حق فیها (الحدیث رواہ ابوداؤد ص ۸۱ ج ۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جس نے بھی بے آباد زمین کو آباد کیا وہ زمین اس کے لیے ہے اور جابر ظالم کا اس میں کوئی حق نہیں ہے)۔پس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق صورت مسئولہ میں جس نے افتادہ زمین کو آباد کیا وہی اس کا مالک قرار دیا جائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ جمادی الاخری ۱۳۹۰ھ

جس شخص نے بنجر زمین آباد کی وہی مالک ہے دوسرے کو اپنے نام منتقل کرانا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرا ملکیتی رقبہ صرف ۲۱ کنال ہے اور حکومت کی طرف سے ۶ ایکڑ رقبہ عارضی کاشت کے لیے دس سال کے لیے الاٹ ہوا تھا۔جس کو میں نے گورنمنٹ بلڈوزر کرایہ پر حاصل کر کے اور اپنی گرہ سے زر کثیر خرچ کر کے آباد کیا اور قابل کاشت بنایا لیکن اس کے بعد جان محمد ولد دریام اور اس کا پسر مشتاق احمد وغیرہ اس

میں سے ۳ ایکڑ پر غلط طریقہ یعنی پٹواریوں سے ساز باز کر کے گرداوری اپنے نام کروا کر مزارع بن گئے اب ان کو ۲ سال سے مزارع تصور کرتے ہوئے از روئے شریعت فیصلہ دیں کہ کیا مشتاق یا جان محمد وغیرہ ہمارے اس رقبہ کے حقوق میں شامل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ حکومت مذکورہ رقبہ کو مزید ۵ سال کے لیے عارضی کاشت کے لیے الاٹ کرنا چاہتی ہے یا حقوق ملکیت دینا چاہتی ہے۔ دو سال سے مزارع کی کیا حیثیت ہے۔ جبکہ جان محمد اور مشتاق خود بھی ساڑھے تیرہ ایکڑ اراضی کے مالک ہیں۔ بینوا توجروا

بشیر احمد تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ اگر یہ زمین بالکل غیر آباد (بنجر) تھی اور اس شخص نے محنت مزدوری وغیرہ سے اس کو آباد کیا اور قابل کاشت بنایا تو شرعاً یہ مالک ہے۔ بحدیث من احیا ارضا میتة فھی لہ۔ احیاء الموات کا پورا حصہ اس پر دال ہے۔ حکومت کے لیے اس کا کوئی حصہ کسی اور کے نام الاٹ کرنا اور منتقل کرنا جائز نہیں۔ شرعاً آباد کار ہی مالک ہے۔ دوسرے مزارع کو ملکیت حاصل نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ

سرکاری زمین کو آباد کاری کے لیے گورنمنٹ سے لے کر دوسروں کو آباد کرنے کے لیے دینا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے سرکاری رقبہ بشرائط آباد کاری پر لے کر قبضہ اراضی حاصل کیا ہے۔ شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) موضع یا چک جس میں اراضی حاصل کی ہے رہائش و مکان رہائش تیار کرے گا۔

(۲) حاکم دہی کا کمشنر یا تحصیلدار کی حاضری کا پابند ہوگا۔ حاضری ہر ششماہ ہوتی رہے گی۔

(۳) اراضی ہموار و آباد کرنی ہوگی۔ اقساط مقرر ہر ششماہی کے فصل پر مطالبہ سرکاری کے ساتھ ادا کرے گا۔ فیس واقساط تیس سال تک ہوں گی۔ بعد گزرنے فیس واقساط انتقال زید کے نام درج ہو کر منظور ہوگا۔ اگر اقساط ادائیگی میں تاخیر ہوگئی تو بھی رقبہ ضبط کر لیا جائے گا۔ حاضری موجودگی نہ ہوئی تو کسی عذر معقول کے بغیر تو پھر بھی رقبہ زید سے ضبط کر لیا جائے گا۔ رہائش بھی وہاں رقبہ میں نہ ہوئی تو پھر رقبہ ضبط کر لیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد زید نے یہ رقبہ حسب بالا شرائط

پر لے کر نقد مبلغ چار صد روپیہ منافع کے ساتھ بکر کو رقبہ نصف دے دیا ہے۔ کوئی تحریر و رسید رقم بھی نہ لی۔ اب بکر نے بغیر موجودگی زید کے اپنے دو نصف کا نصف حصہ عمرو کو بر شرائط خود یعنی رقم مبلغ دو صد روپیہ بصیغۂ آبادکاری بشمولیت خود یعنی بکر و عمرو دونوں شامل ہو کر کام کریں گے اور اس میں موجود رہیں گے۔ شرائط بالا کے دونوں کا پابند رہنے کے وعدہ پر بکر نے عمرو کو زمین دے دی۔ زید کو جس وقت بکر کے عمرو کو اراضی دینے کا علم ہوا تو اُس نے پہلے دن بکر کو بتلایا کہ میرا عمرو سے کوئی معاہدہ نہیں ہے نہ ہوگا تو اس کا ذمہ دار ہوگا اور میں اس کی کوئی تحریر یا رسید یا انتقال نہیں درج کروں گا ان باتوں کا عمرو کو کوئی علم نہ ہوا جو زید نے بکر سے کی تھی۔ عرصہ دو سال کے گزرنے کے بعد بکر اور عمرو کے اتفاق میں گڑبڑ ہوگئی۔ تو بکر نے آ کر عمرو کو کہا کہ اراضی اگر تم رکھو تو رقم مبلغ دو صد روپیہ مجھ کو دے دو اور اگر اراضی چھوڑ دو تو مبلغ دو صد مجھ سے لے لو۔ عمرو نے جواب دیا کہ اب زید نے کوئی رسید یا تحریر قبضہ کی نہیں کر دی۔ پہلے چل کر اس سے تحریر کرا لیں بعد میں حصہ کا چناؤ کر لیں۔ بعد میں بکر اس کو کہتا ہے اگر تمہارے حصہ میں اراضی آ گئی تو مجھے پیسہ یعنی رقم تحریر کے بعد دے دینا میں جا کر تحریر قبضہ رسید رقم لے آؤں گا۔ اگر خود میرے حصہ میں تم نے اراضی چھوڑ دی تو صرف آپ مجھ سے رقم لے لینا پھر میں تحریر کرواؤں۔ یا نہ کرواؤں اس کے بعد عمرو حصہ اراضی لے لیتا ہے اور دو صد روپیہ کا وعدہ کرتا ہے کہ تحریر کرا دیں تو رقم لے لیں۔ عمرو کو اراضی پر بدستور خود قابض رہتے ہوئے چھ ماہ گزر جاتے ہیں فصل کی پختگی کے وقت زید اس کو فصل دینے سے انکاری ہو جاتا ہے لیکن وہ اپنی زبردستی سے فصل اٹھا لیتے ہیں۔ زید اس کے پاس آ کر نصف حصہ وصول کر جاتا ہے۔ اندریں عرصہ بکر ایک یا دو یا تین بار آ کر عمرو کو کہتا ہے کہ میں زید کے ساتھ وعدہ مقرر کرتا ہوں اب چل کر اس سے تحریر کرا دیتا ہوں اور رقم مبلغ دو صد روپیہ لے لوں گا۔ یہاں سے چل کر وہاں زید کے پاس دونوں بکر و عمرو پہنچے تو اُس نے کہا میں نے بکر کو زمین دی تھی نہ کہ عمرو کو دی ہے بکر اراضی پر مقیم رہے تو تحریر کر دیتا ہوں ورنہ میں تحریر نہیں کرتا۔ اب بکر اراضی پر قبضہ نہیں کرتا نہ جاتا ہے۔ عمرو کو زید قابض ہونے نہیں دیتا۔ عمرو بکر کو کہتا ہے کہ مجھے تم رقم واپس دو اور بکر بھی عمرو کو کہتا ہے کہ رقبہ تم کو ملے یا نہ ملے مجھے تم رقم ادا کرو۔ اب یہ بتلایا جائے کہ شرعاً بیع صحیح ہے یا باطل یا فاسد۔ نیز رقم کے لیے بھی شرعی حکم صادر فرمایا جائے کہ رقم بکر کے ذمہ ہوگی یا عمرو کے ذمہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہ تمام عقود باطل ہیں۔ بکر عمرو سے کچھ لینے کا حقدار نہیں ہے اور نہ عمرو زمین کی آبادکاری کا شرعاً مجاز ہے۔ اس طرح بکر بھی زید کو کچھ نہ دے۔ اگر دے چکا تو شرعاً لے سکتا ہے۔ زمین کی آبادکاری وہ بھی نہیں کر سکتا۔ صرف زید خود اگر چاہے تو آباد کرے ورنہ چھوڑ دے۔ واللہ اعلم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

حاکم وقت اگر بعض لوگوں سے بنجر زمین لے کر غریب لوگوں کو دے دے تو وہ مالک بن جائیں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت پاکستان کے سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے جب زمینداروں سے کچھ زمینیں چھین کر مساکین میں تقسیم کی تھیں اور حکومت نے ان غرباء سے زمینوں کی قیمت بھی وصول کی تھی مگر زمین کے اصل مالک زمینداروں کو وہ پیسے نہیں دیے تھے۔ وہ زمینیں آج بھی ان مساکین کے قبضہ میں ہیں۔ تو کیا از روئے شریعت ان زمینوں سے وہ مساکین کھا سکتے ہیں اور اس کی آمدنی سے حج کر سکتے ہیں یا نہیں۔ مسجد یا مدرسہ تعمیر کرا سکتے ہیں یا نہیں۔

عبدالقادر مدرسہ عربیہ انوار العلوم باہوکھوسہ تحصیل ٹھل ضلع جیکب آباد (سندھ)

مذکورہ زمینوں کے یہ لوگ مالک بن گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے لیے ان زمینوں کی پیداوار حلال ہے اور دیگر تمام ضروریات میں ان زمینوں کو استعمال کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۴ صفر ۱۳۹۶ھ

دو شخصوں کی مشترکہ زمین تھی ایک مسلمان ہو کر یہیں رہا دوسرا انڈیا چلا گیا اس زمین پر مسجد کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ نقل آبادی کے بعد جب مہاجرین پاکستان میں آباد ہوئے تو ایک فارغ زمین پر انہوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی بعد میں وہ زمین دو شخصوں کی معلوم ہوئی۔ ایک تو یہیں مسلمان ہو کر بیٹھ گیا۔ دوسرا ہندوستان چلا گیا۔ اب مسلمان اس مسجد کو زیادہ بڑھانا چاہتے ہیں۔ زمین کا مالک جو یہیں مسلمان ہو کر بیٹھا ہے وہ اجازت دے سکتا ہے۔ دوسرے شخص سے اجازت مشکل ہے اور اس زمین کا کوئی مالک نہیں۔ اب کس طریقہ پر مسجد کو بڑھایا جائے جو شخص ہندوستان چلا گیا وہ یہاں کے باشندہ مسلمان کا رشتہ دار تھا۔ بینوا توجروا

جناب مستری ہاشم علی مقام موڈا کے خانہ ماہڑہ تحصیل مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جو زمین مسلمان اور ایک دوسرے شخص کی (جو ہندوستان چلا گیا وہ) مشترک ہے تو اس صورت میں حکومت کو درخواست دے کر زمین تقسیم کروا کر مسلمان کے حصہ میں اس کی اجازت سے مسجد تعمیر کروائی جائے۔ مزید زمین کی ضرورت پڑے تو دوسرے شریک کا حصہ بھی حکومت کی اجازت سے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ محرم ۱۳۹۱ھ

پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی، ٹیکس اور آبیانہ دینے سے خراجی ہوجائیں گی یا نہیں۔

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) پاکستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ اگر عشری ہیں تو عشر مہاجرین وانصار دونوں پر واجب ہیں یا کہ ان کا آپس میں فرق ہے، اور اگر عشری ہیں تو آبیانہ ٹیکس وغیرہ سے وہ زمینیں خراجی ہوجائیں گی یا نہ، اگر نہیں تو عشر ٹیکس وغیرہ سے ادا ہوجاتا ہے یا نہ، اگر نہیں تو کل ما اخرجته الارض ففیه العشر پر عمل کرنا ضروری ہے یا کہ مستحب، اگر واجب ہے تو نہ ادا کرنے کا جرم گناہ کبیرہ ہے اور سنین ماضیہ کا ادا کرنا بھی ضروری ہے جبکہ عمداً باوجود فرض ہونے کے ادا نہیں کیا۔

(۲) ایک آدمی ایسا ہے کہ مسجد کا خادم ہے اور مکمل خدمتگار ہے اور ظاہری شکل بصورۃ لحیۃ بھی درست ہے لیکن بغیر شراب کے تمام مسکرات استعمال کرتا ہے اور بزرگان دین اہل السنۃ والجماعۃ خصوصاً علماء دیوبند کو برا بھلا کہتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی قدیم اور خدا تعالیٰ کے نور کا جز ہے۔ بایں معنی کہ جیسے آٹے کے بڑے پیڑے سے تھوڑا سا آٹا لیا جاتا ہے۔ اور فی الواقع مذہب کا بھی مکمل وصحیح پتہ نہیں لگتا کہ اس کا مذہب کیا ہے۔ کبھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتا ہے اور کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل کہتا ہے نہ اس کے شیعہ اور سنی ہونے کا پتہ لگتا ہے بلکہ شیعہ کی طرف راغب ہے ایسے آدمی کو مسجد کا خدمتگار و موذن بنانا درست ہے یا نہیں اگر نہیں تو دوسرا آدمی ایسا خدمتگار مشکل ملے گا بلکہ عادۃً متعذر بھی ہے۔

(۳) بعض قوموں کا رواج ہے کہ جب ان کی کوئی عورت زنا کرے یا کہ ان کو شبہ زنا ہوجائے تو ایسی عورت کو گھر میں نہیں رکھتے اور دوسرے کو دے دیتے ہیں اور اس سے پیسے لے لیتے ہیں اور اپنے منہ سے طلاق نہیں دیتے۔ بعض علماء نے اسے عرفاً طلاق کہا ہے تو اس کا حکم کیسا ہے۔ بینوا عما فی کتب الحنفیة توجروا یوم القیٰمة

المستفتی فیض محمد متعلم مدرسہ نور الہدیٰ مراد پور متعلقہ تحصیل خوضلع جیکب آباد

﴿ج﴾

(۱) جو زمین اس زمانہ کی آباد زمین ہے۔ جس زمانہ میں مسلمان پہلی مرتبہ یہاں حملہ آور ہوئے تھے اور وہ آباد زمین ہندو کی ملکیت تھی اور جہاد کر کے قہراً ہندوؤں کو مغلوب کر دیا گیا تھا اور پھر وہ زمین ہندوؤں کے پاس ان کی ملکیت میں چھوڑ کر ان پر اسلامی حکومت نے خراج مقرر کیا تھا یا اس کے بعد آباد شدہ ہیں لیکن اس نہر کے پانی سے آباد کی گئی جو ہندوؤں کی نہر تھی اور حسب سابق مسلمانوں نے قہراً اسے لے لیا تھا۔ یہ زمین خراجی ہے اور اس کے بعد مسلمانوں کی آباد شدہ زمین جو سابق ہندو نہروں سے آباد نہ کی گئی ہو بلکہ دریاؤں یا اسلامی زمانہ کی نہروں یا کنوؤں یا کاریزوں یا بارانی پانی سے آباد کی گئی ہوں وہ سب عشری ہیں۔ غرض یہ کہ خراج ابتداء میں صرف کفار کی زمین پر لگ سکتا ہے تو اگر مسلمان حکومت نے ہندو کی اراضی پر خراج مقرر کر دیا ہو خواہ بعد میں وہ مسلمانوں کی طرف منتقل بھی ہو جائے وہ خراجی ہیں اور اب تک خراجی رہیں گی۔ اس کے علاوہ اراضی عشری ہیں جن کی تاریخ معلوم نہ ہو۔ وہ احتیاطاً عشری ہوں گی۔ موجود ٹیکس آبیانہ عشر کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے زمانہ گزشتہ کا عشر بھی عشری اراضی میں ضروری ہے۔

(۲) یہ شخص موذن بننے کا اہل نہیں ہو سکتا یہ عقیدہ کفر ہے۔ والعیاذ باللہ اسے سمجھا کر صحیح العقیدہ بنانے کی کوشش کی جائے۔

(۳) طلاق کے لیے الفاظ ضروری ہیں۔ اس طرح طلاق نہیں ہوتی۔ البتہ اگر بیع کے لفظ سے طلاق مراد لی جائے تو صحیح ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی رئیس کے زیر اثر آباد ہونے والوں نے اگر جنگل کاٹ کر زمین آباد کی تو کیا وہ رئیس بھی شریک ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مہر خان، مصری خان وغیرہ کے آباؤ اجداد نے ۱۸۶۸ء سے قبل ایک علاقہ میں جنگل کاٹ کر زمین ہموار کر کے خود قابل کاشت بنا کر آباد کی اور اس کی پیداوار اٹھانے لگے۔ اس طائف الملوکی کے زمانہ میں ایک غریب خاندان کسی رئیس اعظم کے سہارے کے بغیر یہاں پر اقامت پذیر نہیں ہو سکتے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد نے بوڑھا خان رئیس اعظم کی پناہ لے کر رہائش اختیار کی اور اس کی پناہ داری کے عوض رئیس اعظم کو اس زمین کی پیداوار کا $\frac{1}{9}$ حصہ دینے لگے اور بقیہ $\frac{8}{9}$ خود اٹھانے لگے۔ مہر خان کے آباؤ اجداد نے وہاں اپنا شہر، مکانات، مسجد اور

تالاب وغیرہ بنائے اور سرسری بندوبست ۱۸۶۸ء میں کیا۔ اس بوڑھا خان نے اس زمین میں اپنی ملکیت کی بنیاد رکھنے کی خاطر خفیہ طور پر خود کو مالک زمین اور اُن کے آباؤ اجداد کو موروثی مزارعان درج کروایا۔ پھر بندوبست اول میں غیر موروث اور بندوبست دوم میں غیر مغلکا ر مزارعان لکھوایا اور بندوبست سوم میں مزید گڑ بڑ کو ملا کر پیداوار میں سے اپنا $\frac{1}{3}$ اوران کا $\frac{2}{3}$ تحریر کروایا۔ یہ ردوبدل، یہ ہیر پھیر اور جعلسازی اس لیے کی گئی تا کہ وہ بعد میں مہر خان وغیرہ کے آباؤ اجداد کو بے دست و پا کر کے نکال دے۔ مگر ان تمام واقعات حالات میں وہ رئیس بوڑھا خان بدستور وہی $\frac{1}{9}$ حصہ پیداوار بطور معاوضہ لیتا رہا اور مہر خان وغیرہ کے آباؤ اجداد کی کمزوری اور سادگی سے یہ غلط اندراج کے فائدے اُٹھاتا رہا۔ ابھی عوامی حکومت کے اقتدار کے وقت میں اس کی اولاد میں سے ظفر اقبال وغیرہ نے بے دخلی وغیرہ مقدمات دائر کر کے ڈگریاں حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں اور ایک پیر صاحب کی حمایت حاصل کر کے فریق قابض کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا۔ مگر قبضہ اب تک بحال ہے کہ وہی ایک حصہ نو حصوں میں سے لے رہے ہیں۔ اب اس صورت حال میں حل طلب امر یہ ہے کہ شرعاً مالک زمین اور حقیقی قابض مہر خان وغیرہ ہیں یا مالک ظفر اقبال وغیرہ۔ شرعاً اس غیر شخصی ملکیت موات زمین کی پوزیشن کیا ہے اور یہ لوگ جو $\frac{1}{9}$ حصہ پیداوار میں سے بوجہ کمزوری کے اب تک برداشت کرتے آئے ہیں اس کی حیثیت کیا ہوگی اور جو مقدمات طاقت کے ذریعے اپنے حق میں کروائے وہ کیسے ہوں گے۔ بینوا توجروا

مولوی حق نواز اعوان عربی مدرس گورنمنٹ فاران ہائی سکول سکھر سندھ

﴿ج﴾

بر تقدیر صحت واقعہ جن لوگوں نے جنگل کاٹ کر زمین کو آباد کیا ہے مالک بھی وہی ہوں گے اور اُن کے مرنے کے بعد ملکیت اُن کی اولاد کی ہوگی۔ جس رئیس کی پناہ میں یہ لوگ آباد ہو گئے تھے پیداوار میں سے $\frac{1}{9}$ حصہ ادا کرنا اُن کے جبر و استبداد سے بچنے کے لیے ہے اس سے وہ مالک نہیں بن سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

نصف نصف پر زمین کسی کو آباد کرنے کے لیے دینا یہ معاملہ فاسدہ ہے

﴿س﴾

چہ میفر مایند علماء شریعت اندریں مسئلہ کہ مسمی امام بخش ولد خدا بخش قوم کھجر سکنہ موضع ٹبہ شرقی تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ نے اراضی برقبہ پچاس بیگھہ آباد کرنے کے لیے مسمی گامن ولد محمد بخش قوم بھٹہ معروف درکھا بموضع ٹبہ شرقی کو دے اس شرط پر کہ گامن مذکور اس پچاس بیگھہ میں کنواں لگائے گا اور اس کا خرچ اپنی طرف سے کرے گا اور جب آباد ہو

جائے گا تو کل زمین کا نصف حصہ یعنی پچاس میں سے پچیس بیگھہ کا حقدار ہوگا۔ جب گانمن مذکور نے زمین آباد کر لی تو اس نے پچیس بیگھہ کا مطالبہ کیا تو امام بخش مذکور نے کہا کہ میں بیس بیگھہ دیتا ہوں باقی پانچ بیگھہ سے انکار کر دیا۔ گانمن مذکور نے کہا کہ جب تک وہ پانچ بیگھہ نہ دے گا اتنے تک میں بیس بیگھہ نہیں لیتا تو کسی نے کہا کہ اب یہ بیس بیگھہ کا انتقال کرالے جب اشتمال ہوگی تو سالم زمین تجھے مل جائے گی۔ مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ گانمن مذکوران بقایا پانچ بیگھہ کا حقدار شرعاً ہے یا نہیں اور اس کا مطالبہ صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

نوٹ: مسمی گانمن کے پاس امام بخش کا لکھا ہوا اشٹام بھی موجود ہے۔

تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ پناہ غلام حسین لوہار

﴿ج﴾

شرعاً ابتداءً یہ معاملہ ہی فاسد ہے اور مالک و آباد کنندہ کا آپس میں طے کرنا (کہ پچاس بیگھہ زمین آباد کرنے پر وہ زمین نصف و نصف ہوگی) غلط و ناجائز تھا۔ اب شرعاً اس مسئلہ میں آباد کنندہ کے لیے مالک پر اتنی اجرت و مزدوری لازم ہے جتنی کہ ایک آباد کرنے والے کو لوگ عرف میں پچاس بیگھے کے آباد کرنے پر دیتے ہیں۔ لہٰذا شرعاً اس صورت میں مالک پر زمین دینا لازم ہی نہیں ہے۔ اب بہتر یہ ہوگا کہ اس معاملہ میں فریقین کسی دیندار اور معاملات میں سمجھدار شخص کو ثالث مقرر کر کے اس کے ذریعے سے آپس میں مصالحت و فیصلہ کر لیں۔ چاہے وہ ثالث اس محنت کی مزدوری میں بیس بیگھہ زمین دینا مناسب سمجھے یا پچیس دینا یا رقم پر مصالحت کرادے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد صاحب عفا اللہ عنہ
نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

حکومت نے جن لوگوں کو موروثی کاشت کار قرار دے کر زمین کا مالک بنایا ہے کیا وہ غاصب ہیں

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی گراں قدر تحریر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عمر مالک زمین نے زید کاشتکار کو حق کاشت لکھ کر دیا اور وہ بعض محنتوں یا عوض کے بدلہ میں موروثی کاشتکار قرار پایا۔ بعد میں حکومت نے موروثی کاشتکاروں کو زمین کے ایک حصہ کا مستقل مالک قرار دیا۔ چنانچہ اب وہ کئی سالوں سے اعلیٰ، ادنیٰ مالک ہونے کی حیثیت سے زمین پر قابض ہیں۔ اس کے متصل زمین کا ایک ٹکڑا فروخت ہوا۔ زید اس پر شفعہ کا حق رکھتا ہے یا نہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ امداد یہ اور فتاویٰ دار العلوم

دیوبند میں موروثی کے قبضہ کو غاصبانہ قبضہ لکھا گیا ہے۔ کیا حکومت کے مالک قرار دینے کے بعد بھی ملک کے ہزاروں مسلمان اسی طرح غاصب ہیں اور اس زمین سے ناجائز نفع اُٹھا رہے ہیں یا استیلاء کی وجہ سے حکومت مالک ہوگئی اور یہ لوگ اب شرعاً زمین کے مالک ہوگئے ہیں۔ بینوا توجروا

عبدالرحمٰن بستی مرادوالی ڈاک خانہ ترمن تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

کاشتکار دو قسم کے ہیں۔ جو محض زمین کاشت کرتے ہیں اور زمین پر اتنی ہی محنت کرتے ہیں جو پیداوار کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ اس قسم کے کاشتکار جتنے سال بھی زمین پر کاشت کرتا رہے صرف کاشت کرنے کی وجہ سے اسے حق کاشت نہیں مل سکتا۔ بایں طور کہ زمیندار نہ چاہے تو بھی اس پر قابض رہے بلکہ زمیندار جب بھی چاہے فصل کاٹ لینے کے بعد اس کو زمین سے بے دخل کر سکتا ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ امدادیہ یا فتاویٰ دارالعلوم میں جس موروثی کاشتکار کے قبضہ کو غاصبانہ کہا گیا ہے وہ اس قسم کا کاشتکار معلوم ہوتا ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو سلیجہ و بنجر زمین (اگرچہ کسی کی مملوکہ بھی ہو) محنت کر کے قابل کاشت بنا دیتا ہے یا قابل کاشت زمین میں ترقیاتی کام کرتا ہے اور فصل کاٹ لینے کے بعد بھی اس کی وہ محنت اور اس کے عمل کے اثرات ظاہری طور پر باقی رہتے ہیں مثلاً بڑے بڑے لٹھیاں باندھتا ہے بند پانی حاصل کرنے کے لیے باندھتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے کاشتکار کو حق مسکہ حاصل ہو جاتا ہے اور جب تک وہ زمین جان بوجھ کر غیر آباد نہ کرتا ہو مالک زمین اس کو بے دخل نہیں کر سکتا بلکہ بعد الموت بھی اس کا وہ حق مسکہ باقی رہتا ہے۔ مختلف صورتوں میں صرف بیٹوں کو یا مطلق ورثاء کو وہ حق منتقل ہو سکتا ہے۔ شامی جلد رابع اور تنقیح الفتاوی حامدیہ مستقل باب شد المسکہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ شامی نے ص ۵۱۹ ج ۴ سے ص ۵۲۵ تک اس بحث کو لیا ہے۔ اس کے چند جملے یہ ہیں۔

(۱) تنبیہ: ما قلنا فی حق الفراغ عن الوظیفة یقال مثله فی الفراغ عن حق التصرف فی مشد مسكة الاراضی ص (۵۲۰)

(۲) سمیت مسكة لان صاحبها صارله مسكة بها بحیث لا تنزع من یده بسببها .. ولها احكام مبنیة علی اوامر سلطانیة منها انها لا تورث وانما توجه للابن القادر علیها ص ۵۲۴

(۳) واذا زرع اجنبی فیها بلا اذن صاحب المسكة یومر بقلع الزرع ویسقط حق صاحبها منها بتركها ثلاث سنوات اختیارا ... یعنی ان المسكة لما لم تكن مالاً متقوماً لا یمكن بیعها فاذا اراد صاحبها النزول عنها لغیره بعوض جعلوا ذلک بطریق الفراغ كالنزول عن الوظائف وقد منا

عن المفتی ابی السعود انه افتی بجوازه ص ۵۲۴

(۴)**واستدل بعضهم للجواز بنزول سیدنا الحسن بن علی رضی الله عنهما عن الخلافة لمعاویة رضی الله عنه علی عوض وهو ظاهر ایضاً ص ۵۲۰۔**

اور ص ۵۲۰ میں حق شفعہ اور حق الخدمۃ بالوحیۃ وغیرہ کا فرق لکھ کر پہلے پر عوض لے سکنا اور دوسری پر عوض لے سکنے کو اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ **هذا حق جعله الشرع لدفع الضرر وذلک حق فیه الصلة الی آخره** ۔ غالباً سن ۶۹ ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے زیر اہتمام مشرقی ومغربی پاکستان کے علماء کا جو اجتماع ترتیب منشور کے لیے ہوا تھا احقر نے شامی اور تنقیح الفتاوٰی حامدیہ کی ان عبارات کو علماء کے سامنے پیش کیا تھا اور کافی بحث وتمحیص کے بعد اس قسم کے کاشتکار کے لیے جس کو نمبر ۲ میں ذکر کیا گیا ہے حق مسکہ سب حضرات نے تسلیم کر لیا تھا۔ جس کو منشور میں بھی درج کیا گیا ہے اور مشرقی ومغربی پاکستان کے علماء کے دستخط اس پر موجود ہیں۔ منشور کی اشاعت اور تشہیر کے بعد بھی میرے علم میں نہیں آیا کہ کسی نے ازروئے فقہ حنفی اس پر نکیر کی ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس حق مسکہ کا عوض لے کر اس حق کو چھوڑ دینا شامی نے مقام مذکورہ بالا میں اعتیاض عن الحقوق کے عنوان میں جائز قرار دیا ہے۔ سیدی حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی دامت برکاتہم نے بھی اس کی توثیق فرمائی ہے کہ مسئلہ اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن اوامر سلطانیہ کے باعث اس شق پر عمل کرایا جا سکتا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب گزارش یہ ہے کہ زید کاشتکار کو مالک زمین نے خاص محنت وغیرہ کے باعث اگر موروثی کاشتکار تسلیم کر لیا ہے اور حکومت نے بھی ان ترقیاتی اعمال اور محنتوں کے ذریعہ اس کا حق مسکہ مان لیا ہے تو اس کا حق کاشت شرعاً بھی حسب تصریح شامی اور تنقیح فتاوٰی حامدیہ ثابت ہو گیا ہے اور بحکم مقدمہ ثالث اعتیاض عن الحق کے ماتحت وہ اس کو چاہے تو عوض لے کر چھوڑ بھی سکتا ہے۔ اب حکومت نے اگر زید کو حق کاشت کے عوض میں اس زمین کا ایک حصہ دلا دیا ہے اور اُس نے اس حصہ کے حق کاشت کو چھوڑ دیا جو زمیندار کو دیا گیا ہے تو ازروئے کتب فقہ اس کی کافی گنجائش ہے۔ بناء علیہ زید حکومت کے مالک قرار دینے سے اس کا مالک بن گیا ہے اور اب اس کے متصل جو زمین فروخت ہو گی اس میں اس کا بشرائط حق شفعہ ثابت ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم

قاضی عبدالکریم مہتمم مدرسہ عربی نجم المدارس کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ھوالمصوب﴾

قسم اول سے متعلق حکم واضح ہے کہ کاشت کار غاصب ہے۔ وہ شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ قسم دوم میں دو شقیں ہیں۔ شق اول یہ کہ زمین آباد کر لی گئی تھی اور عمرو آبادکاری کی وجہ سے مالک بن گیا تھا لیکن پھر زید کو مزارعت پر دی اور اس نے اتنی

محنت کی کہ اس کی محنت کے آثار و برکات عرصہ تک قائم ہیں۔ اس میں حق مسکہ کا حصول کاشتکار کے لیے اور پھر اعتیاض عن الحقوق کی بنیاد پر اس حق کے عوض میں زمین کا کچھ حصہ اس کو دیا جائے جائز ہے۔ جیسا کہ مجیب نے تحریر فرمایا۔ شق دوم یہ ہے کہ زمین بالکل غیر آباد ہے اور کبھی آباد نہیں ہوئی۔ عمرو صرف کاغذات سرکار میں اس کے نام مندرجہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو مالک سمجھتا ہے لیکن اس صورت میں وہ مالک نہیں ہے۔ شرعاً آباد کرنے سے ہی ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ حدیث من احیا ارضا میتة فهی له ۔ شاہد عدل ہے احیاء الموات کا پورا حصہ اس پر دال ہے۔ سرکاری کاغذات میں اندراج زیادہ سے زیادہ تحجیر کہلائی جا سکتی ہے۔ جو سبب ملک بالاتفاق نہیں ہے۔ لہٰذا زمین غیر مملوک شرعی کو مزارعت پر دینا عقد فاسد ہے۔ محل غیر مملوک پر وہ عقد کا انشاء نہیں کر سکتا۔ لہٰذا زمین مباح ہے۔ جب کاشتکار نے اس کو آباد کیا تو آباد کرنے کی وجہ سے وہ شرعاً اس زمین کا واحد مالک ہے۔ اس صورت میں بھی وہ شفعہ کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

جن لوگوں نے بنجر زمین آباد کی کیا گورنمنٹ واپس لے سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت کی قدیم بنجر اراضی فوجی سکیم کے تحت لے کر غیر آباد کو آباد کیا اور حکومت کا کل مطالبہ بابت اراضی متذکرہ بالا بھی ادا کر دیا ہے۔ اس اراضی پر شرعاً کس شخص کا حق ہے اور ملکیت کس کی تصور ہوگی۔

غلام مصطفیٰ ولد غلام غوث ذات راجپوت تحصیل میلسی ضلع وہاڑی

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو لوگ غیر آباد (بنجر) زمین کو آباد کریں وہی مالک ہو جاتے ہیں۔ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ من احیا ارضاً میتةً فهی له ۔ جس نے افتادہ (بنجر) زمین کو آباد کیا وہی اس کا مالک قرار دیا جائے گا۔ پس صورت مسئولہ میں جن لوگوں نے حکومت کی اجازت سے بنجر زمین کو خود آباد کیا تو یہی آباد کار ہی شرعاً مالک ہیں۔ قال فی الهدایه، ص ۴۷۶ ج ۴ ثم من احیاه باذن الامام ملکه وان احیاه بغیر اذنه لم یملکه عند ابی حنیفة وقالا یملکه الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ

غیر آباد زمین جب آباد کی گئی تو کسی کا بلا دلیل شرعی دعویٰ کرنا درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمین ہے آبادی کو دوسو سال ہو گئے ہیں۔ پہلے یہ بستی تھی اور لوگ اس میں سکونت پذیر تھے۔ پھر دوبارہ دریا برد ہو گئی۔ اب یہ مزروعہ بن چکی ہے۔ عرصہ تیس سال ہو گئے ہیں۔ غلام حیدر قریشی عرصہ ۲۰ سال سے اس میں کاشت کرتا چلا آ رہا ہے۔ متمول لوگ سیدان مسمی گلجن شاہ وغیرہ کہتے ہیں یہ زمین ہمارے آباؤ اجداد کی ہے۔ مسمی غلام حیدر نے کہا اگر تمہارے آباؤ اجداد کی ہے تو میں شرعاً چھوڑ دوں گا تم ثبوت کاغذات لے آؤ۔ پھر نقول اس زمین کے تلاش کیے گئے۔ بندوبست اول یعنی ۱۸۷۲ء والی میں یہ تھا کہ یہ زمین مقبوضہ باشندگان کی ہے کسی کی مملوکہ نہیں۔ اس مذکورہ سوال کے موافق یہ زمین شرعاً کس کی ہے۔ بینوا تو جروا

ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ شریف ضلع سبی

﴿ج﴾

حسب صحت سوال یہ زمین بندوبست ۱۸۷۲ء میں مقبوضہ باشندگان تحریر ہے تو متمول لوگوں کا دعویٰ بغیر ثبوت (کہ ہمارے آباء اجداد کی ہے) غلط ہے اور ان متمول لوگوں کی کوئی حق شرعاً نہیں ہے کہ ایک کاشتکار پر ظلم کریں اور اُس سے محصول مطالبہ کریں۔ یہ زمین موات قسم کی ہے۔ جو شخص حکومت کی اجازت سے آباد کرے اور حکومت کو ٹیکس وغیرہ ادا کرے اور شرعی عشر بھی ادا کرتا ہے وہ اس کا مالک ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۱ صفر ۱۳۹۴ھ

مشترک زمین جو کبھی زیر آب آجاتی ہے کبھی نکل جاتی ہے سے فائدہ کیسے اُٹھایا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زمین مشترکہ زمینداران علاقہ بیٹ والی جو کہ کسی وقت دریا برد ہو جاتی ہے اور کبھی نکل پڑتی ہے تو ریگستانی ٹکڑے ہوتے ہیں جس میں کاشت نہیں ہو سکتی اور کئی مرتبہ لائق کاشت بھی ہوتے ہیں اور مالک جس کا تھوڑا حصہ ملکیت ہو اور بہت علاقہ پر قبضہ کاشت وغیرہ کر لے تو حکومت اس سے آباد رقبہ کا مالیہ وصول کر لیتی ہے اور تمام حاصل وہی شخص اٹھا لیتا ہے۔ اگر کوئی شخص حقوق کا مطالبہ کرے تو کہتے ہیں کہ تقسیم کر کے علیحدہ کر لو لیکن تقسیم کرانا بذریعہ حکومت بھی بہت مشکل ہے۔ اب اگر کوئی مالک جس کا حصہ کافی ہو لائق زمین قبضہ کرے یا ریگستانی ٹکڑے

پر اور اس کی صفائی (یعنی جنگل کاٹ کر) کرا کے کاشت کر لے اور قبضہ کاشت شدہ اس کی ملکیت سے کم ہو وہ رقبہ زیادہ ہو تو شرعاً اس مالک مشترکہ زمین کی آمدنی کو اٹھالینا جائز ہے یا نہ اور بعض مالکان میں سے یتیم اور بیوگان بھی ہیں۔ بینوا توجروا
مقام خاص ماہڑاں ڈاکخانہ ایضاً تحصیل وضلع ڈیرہ اسماعیل خان معرفت مفتی حافظ اللہ داد

﴿ج﴾

واضح رہے کہ مشترکہ زمین سے نفع لینے کا طریقہ یہ ہے کہ بذریعہ حکومت تقسیم کرالی جائے اور تب اس سے نفع حاصل کرلیا جائے اور یا حصہ داران آپس میں مل کر خود حصص کے مطابق تقسیم کرلیں اور ہر ایک حصہ دار کو جو قطع اراضی آ جائے اس سے نفع حاصل کر لے اور یا حصہ داران اس زمین کو کرایہ پر دے دیں یا کسی کو مزارعت پر دے دیں اور محاصل آ جائیں اس کو اپنے حقوق کے مطابق تقسیم کرلیں یا اس مشترکہ زمین کے منافع کو باری باری کے ساتھ ہر ایک حصہ دار حاصل کرتا رہے اور اگر ان سب صورتوں میں سے کوئی صورت نہ بن سکے تب اگر ان حصہ داروں میں سے کوئی حصہ دار اپنی ملکیت کے برابر یا اس سے کم رقبہ کو کاشت کردے تو اس کے محاصل اس کے لیے جائز ہیں اور اپنی ملکیت سے زائد رقبہ کو کاشت کر کے اس کے محاصل اس کے لیے ناجائز ہیں۔ ہاں اگر بالغ شرکاء اس کی اجازت دے دیں تب ان کے حصہ کے برابر ان کی اجازت سے مزید محاصل اُٹھانے بھی اس کے لیے جائز ہیں۔ **کما قال فی العالمگیریة ص ۳۷۰ ج ۵ الباب التاسع والعشرون فی الانتفاع بالاشیاء المشترکة روی ابن ابی مالک عن ابی یوسف عن ابی حنیفة رحمهم الله فی الارض انه لیس للحاضر ان یزرع بقدر حصته وفی الدارله ان یسکن وفی نو ادر هشام ان له ذلک فی الوجهین. کذا فی المحیط۔**

وفی البزازیة علی هامش العالمگیریة ص ۴۲۲ ج ۲ (نوع فی الانتفاع بالمشترک) کرم اوارض بین حاضر و غائب او بالغ و یتیم یرفع الحاضر او البالغ الامر الی الحاکم فان لم یرفع ففی الارض لو زرع طاب له حصته وفی الکرم یقوم علیه فاذا ادرکت الثمرة باعها واخذه حصته ویوقف حصة الغائب ویسع له ذلک ان شاء الله تعالیٰ فاذا قدم الغائب ان شاء ضمنه القیمة او اجازه وان ادی الخراج فهو مقطوع ۔ ہاں اگر دوسرے شرکاء تقسیم کرنے کا مطالبہ کرلیں یا باری باری سے استعمال کرنے کا مطالبہ کریں اور شخص مذکور اس پر آمادہ نہ ہو بلکہ یوں کہہ کرٹالتا رہے کہ بذریعہ حکومت تقسیم کرالو۔ بطور برادری ان کے ساتھ تقسیم نہیں کرتا بے جا ان کو پریشان کرتا ہے تب اس کے لیے اپنے حصہ کے برابر انتفاع لینا بھی زمین مشترکہ سے ناجائز ہے۔ **وهکذا کما قال فی العالمگیریة ص ۲۵۶ ج ۵ اراضی مشاعة بین قوم عمد بعضهم الی شیٔ منها فزرعه جبذره وسان البعض الماء المشترک بینهم وشترک الارض علی**

هذه الصفة سنين وذلك كله بغير امر شركائه ان كان الذى اشتغل من الارض هو مقدار حصته لو جمل على المهاياة وكانوا قبل ذلك يتهيّا ولم يكن شركاء طلبوا القسم فلا ضمان عليه فيما اشتغل ولا يشركه شركاؤه فيما اشترک من ذلك كذا فی خزانة المفتين۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کنواں دوسرے شخص کے کنواں سے کتنے فاصلہ پر ہونا چاہیے

﴿س﴾

علماء کرام وفقہاء اسلام دریں مسئلہ شرعیہ چہ میفر مایند کہ دربعض مما لک برائے آب دادن زمین قنات است مطابق حکم اللہ حریم کاریز چہ اندازہ است ودیگر آیا شخص میتو انددر پہلوئی قنات سابق قنات جدید میکشد یا نیست۔ واگر قنات جدید در پہلوئی آن کشید مالکین قنات سابق اورامیتو اند ممانعت نمایند یا نیست۔ حکم اللہ رابیان فرمایند مع حوالہ جات منقولہ ودلائل عقلی۔

﴿ج﴾

وفى الدرالمختار ص ۲۸۹ ج ۵ وللقناة هى مجرى الماء تحت الارض (حريم بقدر مايصلحه لا لقاء الطين ونحوه وعن محمد كالبئر الى قوله فوضه لرأى الامام اى لوباذنه والا فلا شئ ذكره البر جندى۔

ازروایت مذکورہ معلوم شد کہ درحریم برائے کاریز مقدار معین ثابت نیست۔ پس اولی اینست کہ دریں ملک قانون برائے حریم درعرف تمام است مطابق وے درحریم دادن وقنات جدید کشادن عمل کردن جائز باشد۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ رمضان ۱۳۹۱ھ

شراب کا بیان

بھنگ، افیون اور چرس کا استعمال کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ آیا بھنگ، چرس، افیون وغیرہ اتنی مقدار میں استعمال کریں کہ جس سے نشہ پیدا نہ ہو تو وہ جائز ہے یا حرام ہے۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

محمد سلیم قریشی اکبر بازار خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جملہ منشی اشیاء میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ منشی چیز پینے والی ہے خواہ شراب ہو یا کچھ اور، اور اس کے زیادہ پینے سے نشہ ہو جاتا ہے تو اس کا ایک قطرہ بھی حرام ہے۔ اگر چہ اس قلیل مقدار سے نہ ہوتا ہو اسی طرح اس کا دواء میں استعمال کرنا خواہ پینے میں ہو یا لیپ کرنے میں بہر حال ممنوع ہے اور خواہ وہ نشہ دار چیز اپنی اصلی حالت پر رہے خواہ کسی تصرف سے دوسری ہیئت میں ہو جائے ہر حال میں ممنوع ہے۔ اور اگر نشہ دار چیز پتلی نہ ہو بلکہ اصل سے منجمد ہو جیسے تمبا کو، افیون وغیرہ تو اس میں اتنی مقدار جو بالفعل نشہ پیدا کرے یا اس سے ضرر شدید ہو تو وہ حرام ہے۔ نیز ایسے ہی مقدار منشی سے کم بلا ضرورت استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ البتہ جو مقدار نشہ نہ لائے نہ اس سے کوئی ضرر پہنچے اس کا دواءً استعمال کرنا جائز ہے اور ضماد وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو کچھ بھی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

کیا شراب بنانے والا، اُنڈیلنے والا، پینے والا سب برابر ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ شراب خریدنے والے، انڈیل کر دینے والے اور دیکھنے والے اور پینے والے سب کو برابر گناہ ہوتا ہے۔ کیا یہ درست ہے۔ وضاحت فرمادیں۔

محمد اسلم جان نزد عبدالرشید خان بھنگواں تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائل پور

﴿ج﴾

شراب کے خرید نے والا ، انڈیل کر دینے والا اور پینے والا تینوں سخت مجرم اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں۔ البتہ ان کو دیکھنے والا ان کے برابر گناہگار نہیں ہوگا۔ اگر چہ اُن لوگوں کو نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھنا بھی گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

شکار اور حلال وحرام جانوروں کا بیان

بندوق سے مارے ہوئے پرندے اگر ذبح سے پہلے مرجائیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ درخت پر کبوتر بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس وقت ایک آدمی بندوق سے شکار کرتا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ فوراً جا کر اس کو ذبح کر دیا جائے لیکن اس کے قریب جانے سے پہلے وہ مرجاتا ہے۔ کیا اس وقت اس کا کھانا جائز ہے۔

﴿ج﴾

بندوق سے کیا ہوا شکار بغیر ذبح کیے حلال نہیں ہوتا اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۴۷۱ ج ۲ (او بندقة ثقيلة ذات حدة) لقتلها بالثقل لا بالحدولو كانت خفيفة بها حدة حل لقتلها بالجرح ولو لم يجرحه لا يوكل اتفاقاً.

وقال الشامي تحته. ولا يخفى ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنيف اذ ليس له حدفلايحل وبه افتى ابن نجيم. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ محرم ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح واللہ اعلم محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ محرم ۱۳۸۷ھ

فصلوں کو نقصان سے بچانے کے لیے سور کو شکار کرنا
سور کی کھال، بال اور گوشت فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سور کے فصلوں کو ضائع کرنے سے روکنے کے لیے ان کو شکار کرنے پر محکمہ جنگلات ۵ روپے دیتا ہے لینا جائز ہے یا نہیں۔ یہ معاوضہ نہیں انعام ہے۔ شکاری کے کارتوس کا خرچہ ہے اور حوصلہ افزائی ہے۔

(۲) سور کو مار کر اس کی کھال، بال کی فروخت کی رقم کیسی ہے۔
(۳) اس کا گوشت بند کر کے دوسرے ملکوں کو بھیجنا کیسا ہے۔

اختر علی

﴿ج﴾

(۱) فصلوں کو تضیع سے بچانے کے لیے سور کا شکار جائز ہے اور انعام لینا بھی جائز ہے۔ **فی الهداية ويجوز اصطياد مايؤكل لحمه من الحيوان وما لا يؤكل (الى قوله) لان صيده سبب للانتفاع بجلده او شعره او ريشه اولاستدفاع شره وكل ذلك مشروع (هداية ص ۵۱۲ ج ۴)**

(۲) سور کے تمام اجزاء نجس ہیں۔ **کما فی الشامية ص ۲۰۴ ج ۱ تحت قوله (فلا يطهر) اى لانه نجس العين بمعنى ان ذاته بجميع اجزائه نجسة حياً وميتاً** الخ۔

خنزیر کے بال، گوشت وغیرہ فروخت کرنا جائز نہیں۔ **ولا يجوز بيع شعر الخنزير لانه نجس العين فلا يجوز بيعه اهانة له** (ہدایہ ص ۵۸ ج ۳)

(۳) جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

بندوق سے کیا ہوا شکار اگر ذبح سے پہلے مرجائے تو مردار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی شکار کو رائفل یا بندوق کے ساتھ شکار کیا جس سے وہ شکار مر گیا ہے کیا وہ شکار حلال ہے یا حرام۔ اس کا استعمال کرنا کیسا ہے۔ اس کا جواب مع حوالہ تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

بندوق کا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مرجائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ کھانا اس کا حلال نہیں ہے۔ درمختار میں ہے **او بندقة ثقلية ذات حدة لقتلها بالثقل لا بالحد** الخ اور شامی میں ہے۔ **قال قاضی خان لايحل صيد البندقة والحجر والمعراض والعصا وما اشبه ذلک وان جرح لانه لا يخرق. الى ان قال فاما**

الجرح الذی یدق فی الباطن ولا یخرق فی الظاہر لا یحل لانہ لایحصل بہ انہار الدم الخ.
والاصل ان الموت اذا حصل بالجرح بیقین حل وان بالثقل او شک فیہ فلا یحل حتما واحتیاطاً
اہ ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما ہو بالاحراق والثقل بواسطۃ اندفاعہ العنیف اذ لیس لہ حد
فلا یحل وبہ افتی ابن نجیم (ص ۴۷۱ ج ۶)

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ

خرگوش کو شکاری کتے سے چھڑا کر درانتی سے ذبح کیا اُس نے حرکت کی نہ خون نکلا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چند آدمی خرگوش کو شکار کر کے پکڑنا چاہتے ہیں۔ جب خرگوش تھک جاتا ہے تو اس کو کتا غیر معلم پکڑ لیتا ہے اور کھانے کی کوشش کرتا ہے۔ شکاری اس کے منہ سے زبردستی چھڑا لیتے ہیں اور ذبح کرنے لگتے ہیں۔ زبان سے تکبیر کہہ کر درانتی کے ساتھ ذبح کرنے لگتے ہیں۔ درانتی کے کند ہونے کی وجہ سے درانتی نہیں چلتی اور تیز زور سے ذبح کر دیتے ہیں۔ درمیان ذبح کے خرگوش کوئی حرکت نہیں کرتا اور نہ بعد الذبح کرتا ہے اور نہ خون نکلتا ہے۔ کیا یہ حلال ہے یا حرام ہے تو جو اس کو کھاتا ہے اس پر کیا حد ہوگی اور جو صاحب یہ کہے کہ تکبیر پڑھتے وقت زندہ ہو بعد میں اگرچہ مر بھی جائے حلال ہے۔ یہ فتویٰ دینا درست ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کا کیا کفارہ دینا ہوگا۔ بینوا توجروا

حافظ محمد یٰسین مظفر گڑھی

﴿ج﴾

اگر رگیں کاٹتے وقت اس میں حیات موجود ہو تو حلال ہے۔ ورنہ حرام۔ اگر ذبح کے وقت حیات کے آثار نہیں پائے جاتے اور بعد میں نہ کوئی حرکت کی اور نہ خون دھار کے ساتھ نکلا تو حرام سمجھا جائے گا۔ اگر کسی نے کھا لیا ہے تو اس پر استغفار اور توبہ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

طوطا حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

جناب مفتی صاحب السلام علیکم! مہربانی فرما کر طوطے کے متعلق تحریر کریں کہ وہ حلال ہے یا حرام کتاب کے حوالے دے کر مشکور فرمائیں۔ اگر حلال ہے تو کس امام کے نزدیک اور اگر حرام ہے تو کس کے۔

جناب اعراب دین تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

ہر اس پرندے کا کھانا حرام ہوتا ہے جو کہ پنجہ کے ساتھ شکار کرتا ہو اور درندہ پرندہ ہو۔ طوطا چونکہ اس قسم کا پرندہ نہیں ہے لہٰذا اس کا کھانا حلال ہے۔ جیسا کہ **کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه** ص۲ ج۲ پر ہے **ویحل من ایطر اکل العصا فیربا والسمان والقنیز والزرزور والقطا والکروان والبلبل والببغاء والعامه والطاؤس وقال فی حاشیة نمبر ۱۱ الشافیعة. قالوا لایحل اکل البغاء.** ہاں امام شافعی کے نزدیک طوطے کا کھانا جائز نہیں ہے اور فتاویٰ دار العلوم امداد المفتین ص ۷۵ اج ۱-۲ پر ہے۔ طوطا بلاشبہ حلال ہے اور زید جو حرمت پر استدلال کرتا ہے صحیح نہیں۔ کیونکہ ذی مخلب جس کو حدیث میں حرام فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پنجہ سے پکڑ کر کسی چیز کو کھائے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ جانور جو پنجہ سے شکار کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ طوطا شکاری جانور نہیں اور نہ پنجہ سے جانوروں کا شکار کرتا ہے الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

جس بھینس سے بدفعلی کی گئی ہو اس کے دودھ اور گوشت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکا جس کی عمر دس سال تین ماہ ہے۔ اس نے متعدد بار ایک بھینس کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ یعنی زنا کیا ہے جبکہ ایک دفعہ ایک شخص نے اس کو موقعہ پر پکڑ لیا ہے اور اس لڑکے نے اپنے فعل کا اقرار بھی کیا ہے۔ کیا اس بھینس کا دودھ پینا یا گوشت کھانا بنی نوع انسان کے لیے حلال ہے یا حرام اگر حرام ہے تو اس کو کیا کیا جائے اور اس کی تعزیر کیا ہے۔ واپسی جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

مقام چوک اعظم تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ ڈاک خانہ خاص محمد صدیق انڈا فروشتہ

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مولانا رشید احمد صاحب احسن الفتاویٰ ص ۵۰۳ ج ۵ پر فرماتے ہیں اس شخص پر تعزیر ہے جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے اور بھینس کو ذبح کر کے ضائع کر دینا یا جلا دینا مندوب ہے اور بدفعلی کرنے والا شخص بھینس کی قیمت کا مالک کے لیے ضامن ہوگا۔ ذبح کر کے دفن کرنا ضروری اور واجب نہیں۔ صرف اس لیے مندوب ہے کہ گناہ کی یادگار کو ضائع کر کے بدفعلی کرنے والے سے عار زائل کر دیا جائے۔ پس اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بھی بلاشبہ حلال ہے۔ زمانہ موجودہ میں عوام ذبح کو واجب سمجھتے ہیں اور ایسے جانور کے گوشت اور دودھ کو حرام تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا اس زمانہ میں ذبح کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ مندوب کو ضروری سمجھنا یا حلال کو حرام قرار دینا سخت گناہ ہے۔ ایسے موقع پر مندوب پر عمل کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ کہیں دور دراز علاقہ میں فروخت کرے اور چونکہ اس کا گوشت اور دودھ حلال ہے اس لیے اگر مالک بدستور اپنے استعمال میں لائے یا دور دراز جا کر فروخت کرے تو بدی کرنے والا شخص مالک کے لیے قیمت کا ضامن نہیں ہوگا۔ وقال في الشامية (قوله تذبح ثم تحرق) اي لقطع امتداد التحدث به كلما رويت وليس بواجب كما في الهداية وغيرها وهذا اذا كانت مما لا يوكل فان كانت توكل جاز اكلها عنده وقالا تحرق ايضاً فان كانت الدابة لغير الواطي يطالب صاحبها ان يدفعها اليه بالقيمة ثم تذبح هكذا قالوا ولا يعرف ذلك الا سماعا فيحمل عليه زيلعي ونهر وفي احسن الفتاوىٰ ايضاً نقلا عن جواهر الفتاوىٰ للمخدوم محمد هاشم التتوى. وما ذكر في بعض المواضع انها اذا كانت للفاعل ذبحت فالوجه فيه ان البهيمة له وقد جنى فجاز اتلاف ماله بجنايته انكارا عليه وتقبيحا لفعله وان كانت بغيره لايجوز اتلاف ملك انسان بجناية غيره اه. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الاوّل ۱۳۹۹ھ

کچھوا اگر کنویں میں مر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس صورت مسئولہ میں اگر کنویں میں کچھوا مر جائے اور اس کو نکال کر پھینک دیا جائے تو کنویں کا پانی پاک ہے یا ناپاک۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

کچھوا اگر بری ہوتو کنواں پاک نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حلال جانور کے خصیے حلال ہیں یا نہیں

﴿س﴾

ذبح کیے ہوئے جانور کے خصیے کھانا جائز اور حلال ہے یا حرام اور کن کن صورتوں میں حلال اور حرام ہوسکتا ہے۔

﴿ج﴾

حلال جانور کے خصیہ کھانا مکروہ تحریمی ہے۔ بدائع صنائع میں ہے۔ **فصل واما بیان مایحرم اکلہ من اجزاء الحیوان الماکول فالذی یحرم اکلہ منہ سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان و القبل والغدہ والمثانة والمرارة لقولہ عزشانہ ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث وهذہ الاشیاء السبعة مما تستخبثه الطبائع السلیم فکانت محرمة وروی عن مجاهد رضی اللہ عنہ انہ قال کرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الشاة الذکر والانثیین والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم. فالمراد منہ کراهة التحریم بدلیل انہ جمع بین الاشیاء الستة وبین الدم فی الکراهة والدم المسفوح محرم الخ بدائع صنائع ص ۶۱ ج ۵ کنز الدقائق ص ۴۹۲ مسائل شتی.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ شوال ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ شوال ۱۳۹۵ھ

کسی کے درختوں پر سے شہد نکالنا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے حق میں کہ پاکستان میں کسی کے درختوں سے شہد اتارنا جائز ہے یا نہیں۔ جو درخت اس کی زمین مملوکہ مزروعہ یا غیر مزروعہ میں ہیں اور وہ درخت شہد کے لیے نہیں بوئے گئے بلکہ اتفاقاً شہد کی مکھیاں وہاں بیٹھ جاتی ہیں۔ نیز بعض ایسے مقامات ہیں کہ مالک اتارنے سے منع نہیں کرتا کیا وہ اتارنا جائز ہے یا نہیں اور بعض ایسے مقامات ہیں کہ مالک منع کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ مذکورہ بالا صورتوں میں بلا اجازت شہد اتارنا جائز ہے یا نہیں بالدلیل تحریر کریں۔

﴿ج﴾

زمین مملوکہ میں سے جو شہد نکلتا ہے وہ مالک زمین کا ہوتا ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے اس کا اُتارنا جائز نہیں۔ البتہ غیر مملوکہ جنگلات اور پہاڑوں سے حاصل کیا ہوا شہد اُتارنے والے کی ملک میں آ جاتا ہے۔ عالمگیری کتاب الصید ص ۴۲۱ ج ۵ کے اخیر میں ہے۔ وفی المنتقی داود بن رشید عن محمد نحل اتخذت کوارات فی ارض رجل فخرج منها عسل کثیر کان ذلک لصاحب الارض ولا سبیل لاحد علی اخذه قال ولا یشبه هذا الصید وبیضه الخ واللہ اعلم۔

جو مچھلی پانی میں اپنی موت مرجاتی ہیں حلال ہیں یا حرام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو مچھلی حتف انف اپنی موت مرجاتی ہے۔ حلال ہے یا حرام یا کسی بیماری یا سردی وغیرہ کی وجہ سے مرجاتی ہے اس کا کیا حکم ہے اور مچھلی طافی کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اگر صورت مسئولہ میں حرام ہے تو کھانے والے کا کیا حکم ہے۔ بالتفصیل بحوالہ کتب آگاہ فرما دیں۔

﴿ج﴾

جو مچھلی اپنی موت مرجاتی ہے بغیر آفت کے اور پیٹ اوپر ہو۔ اس کو طافی کہتے ہیں اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اگر پشت اوپر ہو اس کو طافی نہیں کہتے۔ اس کا کھانا حلال ہے۔ اگر کسی آفت سے یا دوسری وجہ سے مرجائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ ولا یحل حیوان مائی الا السمک الذی مات بآفة ولو متولداً فی ماء نجس طافیة مجروحة غیر الطافی علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وهو ما بطنه من فوق فلو ظهره من فوق فلیس بطاف فیؤکل کما یؤکل ما فی بطن الطافی ومامات بحر الماء او برده او بربطه فیه او القاء شی فموته بآفة ص ۳۹۶ ج ۶ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

گوہ کھانا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گوہ کا کھانا شرعاً حلال ہے یا حرام بینوا توجروا

﴿ج﴾

گوہ (ضب) کا کھانا مکروہ تحریمی ہے۔مکروہ تحریمی فقہاء حنفیہ کی اصطلاح میں حرام کے قریب ہوتا ہے جس کی تعریف فقہاء نے یہ کی ہے ما ثبت بدلیل فیه شبهة جس کا حکم یہ ہے کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا اور حرام وہ ہوتا ہے ما ثبت بدلیل قطعی لا شبهة فیه جو ایسی دلیل سے ثابت ہو جس میں شبہ نہ ہو۔یعنی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہو جیسے زنا، چوری، قتل مومن وغیرہ ہے جس کا منکر کافر ہوتا ہے۔لہٰذا گوہ اس معنی میں حرام نہیں ہے کہ اس کو حلال سمجھنے والا معاذ اللہ کافر کہلائے اور اگر اس پر حرام کا اطلاق بمعنی مکروہ تحریمی کے کیا جائے تو درست ہے۔ **کما قال فی الهدایة ص ۴۳۹ ج ۴ قال ویکره اکل الضبع الخ وفی الحدیث عن عبدالرحمن بن شبل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن اکل لحم الضب (ابو داؤد ص ۱۷۶ ج ۲ کتاب الاطعمة)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رجب ۱۳۸۹ھ

ہمارے ہاں جو کوے ہیں یہ حلال ہیں یا حرام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو کوا ہمارے گھروں میں آ جاتا ہے اور بچوں سے روٹی چھین کر لے جاتا ہے حلال ہے یا حرام یا مکروہ ہے۔

صوفی محمد صادق

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہاء کرام نے غراب (کوا) کی تین قسمیں ذکر کی ہیں اور تینوں کے احکام علیحدہ ہیں۔ایک وہ غراب ہے جو صرف نجاست اور مردار چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا ناجائز ہے اور ایک وہ ہے جو محض غلہ جات دانے اور پاک چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا حلال ہے اور ایک وہ ہے جو مردار چیزیں اور دانے دونوں قسمیں کھاتا ہے اس میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اسے حلال اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اُسے مکروہ کہتے ہیں اور امام اعظمؒ کے قول کو اصح کہا ہے۔ **کما قال فی البحر ص ۱۷۱ ج ۸ تحت قول الکنز (وحل غراب الزرع) لانه یأکل الحب ولیس من سباع الطیر ولا من الخبائث (لا الابقع الذی یأکل الجیف والضبع والضب والزنبور والسلحفاة والحشرات والحمر الاهلیة والبغل) یعنی هذه الاشیاء لا توکل اما الغراب الا بقع**

فلانه یأکل الجیف فصار کسباع الطیر والغراب ثلاثة انواع نوع یأکل الجیف فحسب فانه لا یوکل ونوع یأکل الحب فحسب فانه یوکل ونوع یخلط بینهما وهو ایضًا یوکل عند الامام وهو العقعق لانه یاکل الدجاج وعن ابی یوسف انه یکره اکله لانه غالب اکله الجیف والاول اصح۔

وهکذا فی الفتاویٰ العالمگیریة ص ۲۹۰ ج ۵ والشامیة ص ۳۰۸ ج ۶

آپ اپنے کوے کا حکم اس تفصیل سے معلوم فرما سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ صفر ۱۳۹۵ھ

مچھلی شکار کرنے کے لیے زندہ کیڑوں کو کنڈوں میں لگانا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مچھلی کا شکار کھیلتا ہے۔ مچھلی کیڑے کے مارنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کیڑے کو لوگ سانپ کہتے ہیں اُس کیڑے کو مار کر یا زندہ کنڈی کے منہ پر لگا دیا جاتا ہے۔ جس سے مچھلی جلدی شکار ہوتی ہے۔ کیا شریعت میں کیڑے کو مارنے کا گناہ ہوگا یا نہیں۔ یہ بھی بتائیں کہ سانپ مچھلی شرعاً حرام ہے یا حلال۔

محمد یار ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

شکار کے لیے زندہ کیڑوں کو کنڈی پر لگانا درست نہیں۔ البتہ مارنے کے بعد درست ہے سمک یعنی مچھلی بجمیع انواعہ حلال ہے اور مار ماہی بھی سمک ہے۔ فی الدر المختار کتاب الذبائح (۳۰۷ ج ۶) الا الجریث اسود والمار ماهی سمک فی صورة الخ۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ شوال ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۷ شوال ۱۳۹۴ھ

بکری کے جس بچے کی پرورش عورت کے دودھ سے ہوئی ہو حلال ہے یا حرام

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بکری نے بچہ دیا۔ اتفاقاً بکری مر گئی اس بکری کے بچہ کو ایک عورت

نے اپنے پستانوں سے دودھ پلایا اور تقریباً دو ماہ تک دودھ پلاتی رہی۔ اس بچہ کا کیا حکم ہے جس نے بنی نوع انسان کے دودھ سے پرورش پائی اس کو ذبح کرنا اور کھانا جائز ہے یا ناجائز۔ اس وقت بکری کا بچہ اور عورت دونوں زندہ ہیں۔

ضلع ملتان تحصیل کبیروالہ موضع چراغ بیلہ
حکیم مولوی محمد فاضل

﴿ج﴾

اس بکری کے بچہ کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بکری کا بچہ ہی تو ہے اور جو دودھ انسان کا پی چکا ہے وہ فنا ہو کر ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس بچہ کا کھانا بعد از ذبح شرعاً جائز ہے۔ **کما قال فی فتاوی قاضیخان علی هامش العالمگیریة ص ۳۵۹ ج ۳ روی ان جدیاً غذی بلبن الخنزیر لا بأس باکله لان لحمه لا یتغیر وما غذی به یصیر مستهلکا لا یبقی له اثر. وفی الفتاویٰ العالمگیریة ص ۲۹۰ ج ۵ الجدی اذا کان یربی بلبن الاتان والخنزیر ان اعتلف ایاماً فلا بأس لانه بمنزلة الجلالة والجلالة اذا جست ایاماً فعلفت لا بأس لها فکذا هذا کذا فی الفتاویٰ الکبری۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ شوال ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ذی القعدہ ۱۳۸۶ھ

بیمار شخص کی وجہ سے جانور کو ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بیمار ہے۔ کیا اس پر جانور خدا کے واسطے ذبح کیا جا سکتا ہے اور نیت خاص فی سبیل اللہ کی ہے اور باقی کوئی رسوم نہیں کی گئیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جانور خدا کے نام سے ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کر لیا جائے یہ جائز ہے۔ کسی طرح کی اس میں قباحت نہیں ہے۔ البتہ ثواب صدقہ کا ملے گا۔ ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی ثواب علیحدہ نہیں۔ ذبح کرنے کا اور خون بہانے کا ثواب یا تو زمین حرم میں ہوتا ہے یا بقر عید کے موقع پر قربانی کا۔ عام طور پر خون بہانا کوئی زائد ثواب نہیں رکھتا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ صفر ۱۳۸۸ھ

چور اگر جانور کو ذبح کر کے بھاگ جائے تو حلال ہے

حلال جانوروں اور پرندوں کی کیا علامات ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی کا حلال جانور گم ہو جائے اور پھر وہ جانور مالک کو اس طرح ملے کہ چور ذبح کر کے بھاگ جائے اور جانور مالک کے ہاتھ آ جائے تو کیا مالک اپنا چور کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتا ہے یا نہیں۔ مدلل تحریر فرمادیں۔

(۲) حلال چوپائے جانوروں اور پرندوں وغیرہ کی کیا علامت ہوتی ہے کہ یہ حلال ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد گل زمان معرفت محمد سلطان کریانہ اسٹور

﴿ج﴾

چور نے اگر شرعی طریقہ سے جانور کو ذبح کیا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔

(۲) جو پرندے پنجے سے شکار کرتے ہیں وہ حرام ہیں۔ اس طرح جو جانور مردار کھاتے ہیں اور کمزور جانوروں کو شکار کر کے کھا جاتے ہیں جیسے شیر، چیتا، لومڑ، گیدڑ وغیرہ یہ حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حلال جانور کے کپورے حرام ہیں

﴿س﴾

جناب مفتی صاحب مزاج گرامی! پچھلے دنوں تونسوی صاحب نے یہاں تقریر کی جس میں مسئلہ بیان فرمایا کہ بکرے کے یا کسی حلال جانور کے (کپورے) کھانا حرام ہے چونکہ یہ دیہات ہے یہاں یہ مسئلہ نہ کسی عالم نے پہلے بیان کیا نہ ہی ہم لوگوں نے سنا تھا۔ لہٰذا ان کا استعمال یہاں کوئی کوئی مشقوں سے کرتا ہے۔ یہ مسئلہ سننے کے بعد یہاں لوگوں میں بے چینی اور بحث مباحثہ شروع رہتے ہیں۔ لہٰذا یہاں کے ایک اسلامیات کے پروفیسر صاحب سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ مسئلہ ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ لہٰذا ہم اُسے حرام نہیں کہتے جس سے اختلافات اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ لہٰذا آپ اس کے [illegible] فیصلہ فرمادیں۔

جاوید احمد خان دکاندار بستی دورسٹہ

﴿ج﴾

یہ درست ہے کہ حلال جانور کے کپورے کھانا حرام ہے۔ **کما فی العالمگیریة ص ۲۹۰ ج ۵ واما بیان ما یحرم اکله من اجزاء الحیوان سبعة. الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة کذا فی البدائع**۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ شوال ۱۳۹۶ھ

کراہت کی جو علت مثانہ میں ہے وہی اوجھڑی میں ہے فرق کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جانور کی اوجھڑی جہاں گوبر ٹھہرتی ہے۔ اس کی کراہت کے متعلق حضرت امام صاحب سے کوئی روایت آئی ہے یا نہیں اور یہ مکروہ ہے یا نہیں۔ جبکہ الجوہرۃ النیرۃ والے نے کتاب الذبح میں نقل کیا ہے کہ ذبیحہ سے سات چیزیں مکروہ ہیں۔ ان میں مثانہ بھی شمار کیا ہے اور دلیل پیش کی ہے کہ نفس ان اشیاء کو خبیث سمجھتا ہے اور جو علت مثانہ میں ہے یعنی پیشاب جو کہ نجاست حقیقی ہے یہی علت اوجھڑی میں ہے۔ کیونکہ وہاں بھی نجاست حقیقی ٹھہرتی ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے اس کو مکروہ کہنا چاہیے۔ بینوا توجروا

غلام محی الدین فاروقی

﴿ج﴾

اوجھڑی کی حلت اس لیے ہے کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں۔ فقہاء نے جن اعضاء کو حرام شمار کیا ہے۔ یہ اُن کے علاوہ ہے۔ یہ شارِ درمختار کے مسائل میں مذکور ہے۔ **الحیاء والخصیة والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذکر** اھ **درمختار علی هامش ردالمختار ص ۴۹۷ ج ۶** اوجھڑی سے طبائع سلیمہ نفرت نہیں کرتی بخلاف مثانہ کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی مزار پر منت کا بکرا ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی پیر یا ولی کے مزار پر منت مان کر مویشی یا نر بکرا ذبح کر سکتا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں ٹھوس دلائل سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

اس میں تفصیل ہے ایک یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے غیر اللہ کے نامزد کوئی جانور کر دیا اور اس نیت سے اس کو ذبح کیا گو وقت ذبح بسم اللہ بھی کہے۔ یہ صورۃ بالا تفاق وبالا جماع حرام ہے اور یہ جانور میتہ ہے اس کے کسی جز سے انتفاع جائز نہیں اور آیتہ کریمہ **وما اھل لغیر اللہ** میں اس کا داخل ہونا متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے اور کتب فقہ درمختار وغیرہ میں صریحاً مذکور ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام محض تعبیر عنوان ہے نیت میں ان کا تقرب وترضی مقصود نہیں جیسے حدیث میں عقیقہ کے وقت یہ کہنا وارد ہے۔ **ھذا عقیقة فلان** یہ بلاشبہ حلال ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

بدفعلی کی گئی بچھڑی سے متعلق متعدد مسائل

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے ایک بچھڑی سے بدفعلی کی۔ جس کا وہ خود اقرار کرتا ہے۔ بکر اس کے بھائی نے وہ بچھڑی فروخت کر دی۔ بے خبری میں کچھ لوگوں نے اس بچھڑی کا گوشت کھایا۔ اب اس بارے میں مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) زید پر شرعی حد ہے یا تعزیر۔

(۲) موطوءۃ بچھڑی کا گوشت حلال ہے یا حرام۔ اگر حرام ہے تو اس میں کس قسم کی حرمت ہے۔

(۳) بے خبری میں جن لوگوں نے وہ گوشت کھایا ہے ان پر کوئی مواخذہ ہے یا نہ۔

(۴) اگر کوئی جان بوجھ کر اس بچھڑی کا گوشت کھالیتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

(۵) بکر جس نے وہ بچھڑی فروخت کی وہ اپنی اس مذموم حرکت پر واجب تعزیر ہے یا محض اس پر توبہ لازم ہے۔

(۶) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایسے جانور کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) زید پر حد نہیں ہے۔ تعزیر ہے۔

(۲) اس کا گوشت حلال ہے۔ امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ اس کو مکروہ کہتے ہیں۔

(۳) ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(۴) اس پر بھی شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

(۵) بکر پر کوئی تعزیر نہیں ہے۔

(۶) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے جانور کا حکم یہ ہے کہ اُسے ذبح کر کے جلا دیا جائے۔ استحباباً تا کہ اس بدفعلی کی یادگار ختم ہو جائے اور اگر ایسا جانور حلال گوشت والا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا گوشت کھانا بھی جائز ہے اور صاحبین بہر حال اس کے جلانے کا حکم دیتے ہیں۔

والدليل على ذلك كله ما قال في الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۲۶ ج ۴

(و) لايحد بوط (بهيمة) بل يعزر و تذبح ثم تحرق ويكره الانتفاع بها حية وميتة مجتبى وقال الشامي تحته (قوله وتذبح ثم تحرق) اى لقطع امتداد التحدث به كلما رؤيت وليس بواجب كما في الهداية وغيرها. وهذا اذا كانت مما لا يؤكل فان كانت تؤكل جازا كلها عنده وقالا تحرق ايضاً الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

کتے نے جن انتڑیوں کو سونگھا ہو اُن سے حاصل ہونے والی چربی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جانور ذبح کیا گیا ہے۔ اس کی انتڑیوں کو ایک طرف رکھ دیا ہے۔ انتڑیوں کو کتے نے سونگھ لیا ہے۔ جو آدمی گوشت بنا رہے تھے ان کو معلوم نہیں ایک آدمی دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آدمی کسی کام چلا گیا جو آدمی گوشت بنا رہے تھے انہوں نے ان انتڑیوں سے تین چار سیر چربی اتاری تو بعد میں وہ آدمی آیا اور اس نے کہا ان انتڑیوں کو کتا سونگھ گیا ہے۔ اب اس چربی کا کیا کیا جائے۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اگر اس آدمی کا بیان یہ ہے کہ کتے نے چربی کو محض سونگھا ہے منہ اور زبان نہیں لگا تب چربی پاک ہی ہے۔ محض سونگھنے سے نجاست نہیں آتی اور اگر اس کا بیان اور مطلب یہ ہو کہ کتے نے منہ لگایا ہے اور اس کا لعاب چربی کو لگ گیا ہے تب چربی کو منہ لگانے کی جگہ اگر معلوم ہو تو اس کو کاٹ کر جدا کر دیا جائے اور اگر نا معلوم ہے تو ساری چربی نجس

ہوگئی۔اب اس کو کھانے کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔ہاں اس کو اگر پاک وصاف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس چربی پگھلائی ہوئی میں اس کے برابر یا اس سے زیاد پانی ڈال کرگرم کریں اس پانی کے بعد چربی کو اوپر سے نتھار لیں۔ دوبارہ اتنا پانی اس چربی میں ڈال دیں اور پھر گرما کر چربی اُتارلیں اسی طرح تیسری دفعہ کرلیں تب چربی پاک ہے اور کھانے وغیرہ کے لیے استعمال کرسکتے ہیں۔ **کما قال فی الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۲۲۲ ج ۱ ویعتبر سؤربمسئر اسم فاعل من اسأر ای ابقی لا ختلاطه بلعابه۔**

وفی العالمگیریة ص ۴۸ ج ۱ لو استنجی بالماء ولم یمسحه بالمندیل حتی فساعامتهم علی انه لا یتنجس ماحوله۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف عفی عنہ مدرسہ قاسم العلوم
۷ محرم ۱۳۸۷ھ

طوطا، بگلا، ہدہد، لالی حلال ہیں یا نہیں
ذبح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے، بغیر وضو اذان دینا

﴿س﴾

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ طوطا حلال ہے یا حرام۔

(۲) بگلا ہر دو رنگ کا سرخ وسفید آبی جانور ہے۔مچھلی کے شکار میں مصروف کار رہتا ہے حلال ہے یا حرام۔

(۳) ہدہد حلال ہے یا حرام ہے۔

(۴) شارک ملتانی زبان میں لالی کو بولتے ہیں یا جانور عام پھرتا ہے حلال ہے یا حرام۔

(۵) ذبح فوق العقدہ حلال ہے یا حرام ہے۔باحوالہ نقل فرمادیں۔

(۶) اذان بغیر وضو درست ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

مولوی محمد حیات وہاڑی ملتان

﴿ج﴾

(۱) جو جانور اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں یا ان کی غذا فقط گندگی ہے ان کا کھانا ناجائز ہے۔جیسے شیر، بھیڑیا، کتا، باز، گدھ وغیرہ اور جو ایسے نہ ہوں جیسے طوطا، بگلا، مینا، فاختہ، چڑیا، مرغابی، ہدہد وغیرہ سب جائز ہیں۔ **کما فی الهدایه ص ۴۳۸ ج ۴ ولا یجوزا کل ذی ناب من السباع ولا ذی مخلب من الطیور. لان النبی علیه السلام نهی عن اکل کل ذی مخلب من الطیور و کل ذی ناب من السباع الخ.**

(۲) ذبحہ فوق العقدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض حرمت کے قائل ہیں اور بعض نے حلت کا فتویٰ دیا ہے اور اس اختلاف کا مبنی صرف یہ امر ہے کہ ذبح کی رگیں جو کہ چار ہیں۔ حلقوم، ودجان، مری، ذبح فوق العقدہ سے منقطع ہوتی ہے یا نہیں۔ محرمین کا زعم یہ ہے کہ چونکہ ذبح ما فوق العقدہ سے اکثریت جو کہ حلت ذبح کے لیے شرط قطع ہے، نہیں ہوتے اس لیے کہ حلقوم اور مری کی انتہا عقدہ پر ہے۔ ذبح اگر عقدہ سے روبرو ہو جائے تو یہ دورہ جاتی ہیں تو اکثر قطع نہیں ہوتی اور حلت کے لیے تین کا قطع ہونا شرط ہے۔ لہٰذا وہ جانور حرام ہے اور مستحلین کی تحقیق یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے عروق منقطع ہو جاتی ہیں لہٰذا حلال ہے۔ تو یہ بات مشاہدہ اور اہل تجربہ سے متعلق ہے۔ شامی نے بھی کافی بحث کے بعد قول فیصل یہی لکھا ہے کہ اہل تجربہ سے دریافت کرنا چاہیے یا خود مشاہدہ کرنا چاہیے کہ عروق منقطع ہوئی ہے یا نہیں۔ چنانچہ شامی ص ۲۹۵ ج ۶ پر لکھتے ہیں **اقول والتحرير للمقام ان يقال ان كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ماقال شراح الهداية تبعا للرستغفي والافالحق خلافه اذ لم يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ويظهر ذلك بالمشاهدة او سوال اهل الخبرة الخ.**

اب یہ بات ثقات سے متحقق ہے کہ ذبح فوق العقدہ سے بھی عروق منقطع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ذبیحہ فوق العقدہ حلال ہوگا۔ چنانچہ اس کے متعلق مولانا عزیز الرحمٰن مفتی دار العلوم دیوبند کے فتویٰ (**اقول و بالله التوفيق حل المذبوه فوق العقدة هو الراجح رواية و دراية. عزيز الفتاوی ص ۶۷۴ ج ۱**) اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی تحقیق اس مسئلہ میں مجھ کو سالہا سال سے تحقیق کا اتفاق ہوا ہے اور میں نے اس کی تحقیق کے لیے خود گائے کا سر منگا کر دیکھا ہے۔ میرے نزدیک محرمین جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ذبحہ فوق العقدہ ہوگا تو حلقوم اور قطع نہیں ہوں گے صحیح نہیں ہے۔ منشاء اس کا عدم تجربہ ہے (محولہ بالا) سے اور اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے فتویٰ (چونکہ مشاہدہ قطع کا روایت ثقات سے محقق ہو چکا۔ اس لیے حلت کا حکم دیا جائے گا۔ امداد الفتاویٰ ص ۵۳۹ ج ۳) سے یہ حکم واضح ہوا کہ ذبیحہ فوق العقدہ حلال ہے۔ البتہ بہتر یہ ہوگا کہ ذبح فوق العقدہ نہ کیا جائے۔ بلکہ تحت العقدہ ہوتا کہ باتفاق فقہاء حلال ہو جائے۔

(۳) بے وضو اذان کہنا درست ہے۔ البتہ باوضو اذان کہنا افضل اور مستحب ہے۔ **كما في الهداية ص ۷۴ ج ۱ وينبغي ان يؤذن ويقيم على طهر فان اذن على غير وضوء جاز لانه ذكر وليس بصلوة فكان الوضوء استحباباً الخ.**

حررہ محمد انور شاہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۶ صفر ۱۳۸۸ھ

بیمار کی طرف سے خدا کے نام پر جانور ذبح کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بیمار ہے۔ کیا اس پر جانور خدا کے واسطے ذبح کیا جا سکتا ہے اور نیت خاص فی سبیل اللہ کی ہے اور باقی کوئی رسوم نہیں کی گئی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جانور خدا کے نام سے ذبح کر کے اس کے گوشت کو صدقہ کر لیا جائے یہ جائز ہے۔ کسی طرح کی اس میں قباحت نہیں ہے۔ البتہ ثواب صدقہ کا ملے گا۔ ذبح کرنے اور خون بہانے کا کوئی ثواب علیحدہ نہیں۔ ذبح کرنے کا اور خون بہانے کا ثواب یا تو زمین حرم میں ہوتا ہے یا بقر عید کے موقع پر قربانی کا عام طور پر خون بہانا کوئی زائد ثواب نہیں رکھتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم ۱۳۸۸ھ

بندوق یا تیر کا شکار اگر ذبح سے پہلے مر جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شکار کردہ وحشی جانور خواہ پرندہ بھی ہو اگر بندوق وغیرہ کی گولی یا ہاتھ کے پتھر پھینکنے یا کسی اور آلہ سے مارا جائے اور اس جانور کا سانس اگر پکڑ کر چاقو یا چھری وغیرہ کے ذریعہ ذبح کرنے سے پہلے نکل جائے تو کیا اس کا کھانا شرعاً مذہب حنفیہ میں جائز ہے یا نہیں۔ نیز بعض لوگ کہتے ہیں کہ بندوق میں گولی رکھنے کے وقت اگر تسمیہ وتکبیر پڑھی جائے تو اس کا کھانا جائز ہے۔ بہر حال یہ مسئلہ کچھ الجھن پیدا کنندہ ہے۔ لہٰذا برائے کرم اس مسئلہ کو دلائل قطعیہ سے مبرہن فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

السائل محمد عبداللہ بلوچستانی متعلم مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

جانور مذکور کا کھانا دریں صورت درست نہیں ہے کیونکہ یہ بدوں ذبح کے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر آلہ تیز دھار ہو اور اس پر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر مارا جائے اور جانور اس سے زخمی ہو کر مر جائے تو وہ درست ہوتا ہے۔ ثقل آلہ سے مرا ہوا شکار بسم اللہ پڑھ کر بھی حلال نہیں ہوتا اور تیز دھار کا مرا ہوا شکار بھی بدون بسم اللہ کے حلال نہیں ہوتا اور جو شکار زخمی تیز دھار کا ایسی حالت میں پکڑا گیا کہ اس کے اندر مذبوح سے زیادہ زندگی موجود ہے اور ذبح نہیں کیا گیا وہ بھی حلال نہیں

ہوتا۔ بندوق کا مرا ہوا شکار بھی حلال نہیں ہے۔ اگرچہ گولی رکھنے اور چلانے کے وقت تسمیہ اور تکبیر پڑھی جائے کیونکہ یہ از قبیل مثقل کے ہے اور مثقل میں بدون ذبح کے درست نہیں ہے اور یہ شرط بھی ہے کہ تیز دھار سے مار کر اس کی طلب میں تاخیر نہ کرے۔ اگر تاخیر کرے گا تو پھر بھی اس کا کھانا درست نہ ہوگا۔ یہ احکام کتب فقہ حنفی میں مفصل مذکور ہیں بوجہ تطویل سے عبارات کو نقل کرنا ترک کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

عبدالرشید مفتی مدرسہ دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی
۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ

﴿ہوالمصوب﴾

بدون ذبح کے اگر شکار بندوق کی گولی سے مرجائے تو حرام ہے قال الشامی ص ۴۷۱ ج ۶ فی کتاب الصید ولا یخفی ان الجرح بالرصاص انما هو بالاحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف اذ لیس له حد فلایحل وبه افتی ابن نجیم قال قاضی خان لایحل صید البندقة والحجر المعروض والعصا وما اشبه ذلک الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ رجب ۱۳۸۹ھ

جو گائے سور سے حاملہ ہوئی ہو اس کے دودھ، گھی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی گائے کو خنزیر سے حاملہ کرایا گیا ہو تو اس کا دودھ گھی استعمال کرنا حرام ہوگا یا نہیں۔

قاری محمد عیسیٰ مدرسہ اشرف المدارس محلہ گوروتا نک پورہ

﴿ج﴾

اس گائے کے دودھ گھی وغیرہ کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں حلال ہوگا۔ البتہ اس سے جو حمل پیدا ہوگا اس کی حلت و حرمت میں تفصیل ہے۔ کما فی الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار وان ینز کلب فوق عنز فجاء ها نتاج له رأس ککلب فینظر فان اکلت لحمًا فکلب جمیعها. وان اکلت تبناً فلا الرأس یبتر ویوکل باقیها وان اکلت لذا، وذا فاضربنها والصباح بخیر. وان اشکلت فاذبح فان کرشها بدا فعتر والا فهو کلب فیطمر ص ۳۱۱ ج ۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

محرم شریف کے شکار کا کیا حکم ہے
بندوق سے کیا ہوا شکار اگر ذبح کے بعد تڑپ نہ سکے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ
(۱) کیا محرم شریف کے ماہ میں شکار کھیلا جا سکتا ہے۔
(۲) بندوق سے شکار ہونے والے پرندہ کے گلے سے ذبح کے وقت خون صرف اس قدر نکلے کہ اس کا گلہ سرخ ہو جائے اور وہ تڑپ نہ سکے تو کیا وہ حلال ہے یا حرام؟

ایم سید مرزا آ گاہی روڈ ملتان شہر

﴿ج﴾

(۱) محرم شریف کے مہینہ میں شکار کھیلنا جائز ہے محرم اور دیگر مہینوں میں شکار کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کلام پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ **واذا حللتم فاصطادوا الآیۃ** ۔یعنی جب احرام حج سے حلال ہو جاؤ تب شکار کھیلو سوائے حرم کے اور سوائے حالت احرام کے شکار کھیلنا کسی وقت بھی شرعاً ممنوع نہیں ہے۔
(۲) اگر ذبح کرتے وقت شکار زندہ ہو یعنی جس وقت اس کے گلے پر چھری رکھے اس وقت شکار زندہ ہو تب ذبح کرنے کے بعد تڑپ جائے یا نہ جائے، خون نکلے یا نہ نکلے بہر حال حلال ہے اور ذبح کرتے وقت اس کی حیات معلوم نہ ہو تب اگر حرکت کرے اس قسم کی جو شکار کی حیات کی علامت ہو مثلاً منہ بند کرلے یا آنکھ بند کرلے یا ٹانگ سمیٹ لے تب حلال ہے اور اگر اس قسم کی حرکت کرے جو موت کی علامت ہو مثلاً منہ کھول دے یا آنکھ کھول لے یا ٹانگ پھیلا دے تو ایسی صورت میں حلال شمار نہیں ہوگا یا حرکت نہ کرے لیکن اس سے خون نکل جائے اس قسم کا جو کہ زندہ سے نکلتا ہے۔ تیز ہو تب شکار حلال ہے۔

کما قال فی التنویر ذبح شاۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیاته وان علم حلت وان لم تتحرک ولم یخرج الدم ذبح شاۃ لم تدر حیاتها وقت الذبح ان فتحت فاها لاتوکل وان ضمته اکلت وان فتحت عینها لا توکل وان ضمتها اکلت وان مدت رجلها لاتوکل وان قبضتها اکلت وان نام شعرها لاتوکل وان قام اکلت وان علمت حیاتها وقت الذبح اکلت مطلقاً۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۳۰۸ ج ۶)

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ محرم ۱۳۸۷ھ

پیر کے نام منت کیے ہوئے بکرے کو اللہ کے نام پر ذبح کرنا، طعام پر فاتحہ اور میلاد کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ایک شخص نے پیر کے نام بکرا مقرر کیا۔ یعنی منت مانی کہ یہ بکرا فلاں پیر کا ہے۔ کسی دوسرے کام کے لیے خرچ نہیں کرنا چاہتا ہے اور ذبح کے وقت تکبیر پڑھی کیا یہ بکرا حلال ہے یا حرام؟

(۲) طعام آگے رکھ کر پڑھنا کیسا ہے

(۳) میلاد شریف کے وقت یا بعد نماز السلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے۔

(۴) قبر پر اذان دینا کیسا ہے۔

(۵) گیارہویں کرنا کیسا ہے۔ ان جملہ امور کا جواب قرآن وحدیث اور قرن اولیٰ کے طرز عمل سے عنایت فرما دیں۔

سائل فتح محمد لوہاری گیٹ ملتان

﴿ج﴾

(۱) ما اہل لغیر اللہ کے تحت داخل ہے۔ اس لیے حرام ہے۔ اگر چہ ذبح کے وقت تکبیر بھی کہی جائے۔ البتہ اگر ذبح سے پہلے اس عقیدہ فاسدہ سے رجوع کر لیا تو حیوان حلال طیب ہے۔ پھر خدا کے نام سے ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔

(۲) یہ رسم بدعت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام وتابعین سے عام حالات میں منقول نہیں اور نہ صدقہ مالیہ کے لیے پڑھنا ضروری ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کے بغیر ثواب میت کو نہیں پہنچے گا صحیح نہیں۔ میت کو بغیر کچھ پڑھنے کے بھی پہنچ جاتا ہے۔

(۳) یا رسول اللہ کہنا اگر اس عقیدہ کے تحت ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت دور سے سنتے ہیں تو ناجائز ہے ورنہ جائز۔

(۴) قبر پر اذان دینا بدعت سیئہ ہے۔ سلف الصالحین سے بالکل منقول نہیں ہے۔

(۵) اگر غوث اعظم رحمہ اللہ کے نام منت مانی ہے تو حرام ہے۔ ورنہ کھانا اس کا جائز ہے۔ البتہ اس خاص دن کا تعین بدعت سیئہ ہے۔ اس سے بچنا لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ

کھال کی خاطر بھیڑ کے چھوٹے بچوں کو ذبح اور فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقے میں بھیڑ کے چھوٹے بچے تازہ بتازہ کھال کی قیمت گراں کے واسطے بیچے جاتے ہیں۔ گوشت وغیرہ تو کسی خاص کام میں نہیں آتا محض کھال کا منافع پیش نظر ہوتا ہے۔ مالک محض حصول زر کے لیے دے دیتے ہیں اور تاجر پیشہ لوگ ایک چالو چیز کو حاصل کرتے ہیں بھیڑ بیچاری پریشان رہ جاتی ہے۔ دودھ کم دیتی ہے۔ دلائل سے واضح فرمادیں کہ اس قسم کی خرید وفروخت جائز ہے یا نہ۔ پوری وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ نیز گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی غلام حیدر عبدالغنی مرید احمد علی صاحب

﴿ج﴾

ذبح کرنا اس کا جائز ہے اور کھال فروخت کرنا بھی جائز ہے اور گوشت کھانا اس کا جائز اور حلال ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ رجب ۱۳۸۱ھ

جس مرغی کا سر بلی نے الگ کیا ہو وہ ذبح کرنے سے حلال ہو گئی یا نہیں، پانی خشک ہونے کی وجہ سے جو مچھلی مر جائے حلال ہے یا نہیں، کافر نے مچھلی پکڑ لی اور مر گئی مسلمان کے لیے حلال ہے یا نہیں، اونٹ کو مروّجہ طریقہ سے ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) مرغی کا سر تک بلی نے جدا کر لیا اور مرغی تڑپ رہی ہے۔ اگر مرغی کے سانس نکلنے سے پہلے جب قاعدہ شرعیہ تکبیر کہہ کر گردن کا کچھ حصہ قطع کر دیا جائے تو مرغی مذکورہ حلال ہے یا اب مکروہ ہے یا قطعاً حرام ہے۔

(۲) مچھلی پانی کے گڑھا میں زندہ موجود ہے پانی خشک ہو جاتا ہے۔ مچھلی مر جاتی ہے لیکن ابھی بو بالکل نہیں پڑی یا بو پڑ گئی ہے۔ جاری ندی یا دریا میں مر کر ایسے ہی جا رہی ہے بو بالکل نہیں پڑی یا اس صورت میں بو پڑ گئی۔

کافر نے مچھلی پکڑی اس کے ہاتھ میں مر گئی وہ مسلمان کو دیتا ہے پانچوں صورت میں مچھلی کی حلت وحرمت کا کیا حکم ہے؟

(۳) اُونٹ کے ذبح کا طریقہ تحریر کریں۔ موجودہ وقت میں نہ نیزے ہیں اور نہ ہی تیر کا رواج ہے بلکہ بخلاف اور جانوروں کے اونٹ کا گلا دو جگہ ذبح کے وقت کاٹا جاتا ہے۔ ایک حلقوم کے موقع پر دوسرا گردن اور دھڑ کے اتصال کے قریب یہ صورت جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

صدر مدرسہ عربیہ سنجر ڈاکخانہ سنجر براستہ بغداد الجدید تحصیل وضلع بہاولپور

﴿ج﴾

(۱) مرغی کا سر اگر ایسا ہے کہ گردن کی رگیں یعنی دو شہ رگ اور ایک حلقوم یا مری باقی تھیں تو حلال ہے اور اگر بالکل تینوں کو کاٹ ڈالا ہے تو حرام ہے۔ شامی ص ۳۰۸ ج ۶ **شاة قطع الذئب او داجها وهی حیة لاتذکی لفوات محل الذبح ولو انتزع رأسها وهی حیة تحل بالذبح بين اللبة واللحيين انتهٰی**

(۲) مچھلی پانی میں اگر خود بخود مر جائے تو حرام ہے اور اگر کسی آفت کی وجہ سے مر جائے تو حلال ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر پیٹ اوپر کو تھا تو خود بخود مر گئی ہے اور یہ حرام ہے اور اگر پیٹھ اوپر تھی تو آفت کی وجہ سے ہے اور یہ حلال ہے۔ در المختار ص ۳۰۶ ج ۶ **ولا یحل حیوان مائی الا السمک الذی مات بآفة ولو طافية مجروحة وهبانية (غير الطافی) علی وجه الماء الذی مات حتف انفه وهو ما بطنه من فوق فلو ظهره من فوق فليس بطاف فيؤکل انتها۔** مچھلی بدبودار حرام ہے اور کافر کے ہاتھ اگر زندہ مچھلی مر جائے تو حلال ہے۔

(۳) اونٹ کے ذبح کا طریقہ مسنونہ نحر یہ ہے۔ البتہ ذبح بھی جائز ہے۔ (**درمختار وحب نحر الابل وکره ذبحها) وینبغی ان تکون الکراهية تنزيها انتهٰی** اور اونٹ کا گلا دو جگہ سے کاٹنا ظلم ہے۔ شامی ص ۳۰۳ ج ۶۔ واللہ اعلم

نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر عبدالرحمٰن

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۷ ذی العقد ۱۳۷۸ھ

ناقل فتویٰ محمد امین ضلع ڈیرہ اسماعیل خان متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا خرگوش میں ایسی چیزیں ہیں جو حلت کے منافی ہیں

﴿س﴾

خرگوش (سیہڑ) کے متعلق بعض اہل سنت کہتے ہیں کہ اس کے اندر چند اوصاف ایسے ہیں کہ ان کے حلت کے منافی ہیں۔ مثلاً اوپر اور نیچے کے دانت ہونا اور کتے بلی کی طرح اس کا پنجہ ہونا۔ نیز پچھلی طرف سے خون آنا اور مونچھوں کا ہونا ان علامات کے ہوتے ہوئے یہ کیسے حلال ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

خرگوش کے متعلق بعض لوگوں کی مذکورہ باتیں بے اصل ہیں۔ کیونکہ فقہا نے جو ذی انیاب جانوروں اور ذی مخلب پرندوں کو حرام لکھا ہے محض ان کے ذی انیاب اور ذی مخلب ہونے کو حرمت کا مدار نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ جانور ذی انیاب ہونے کے ساتھ پھاڑتا بھی ہو اور پرندہ ذی مخلب ہونے کے ساتھ اس سے شکار بھی کرتا ہو۔ نیز خون آنا بھی کوئی حرمت کی وجہ نہیں بن سکتی اور خرگوش کے حلال ہونے کا ثبوت احادیث سے ہے۔ ترمذی شریف ص ا ج ۲ عن هشام بن زيد قال سمعت انساً يقول انفجنا ارنبا بمر الظهران فسعى اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم خلفها فادركتها فاخذتها فاتيت بها اباطلحة فذبحها بمروة فبعث معي بفخذها او وركها الى النبي صلى الله عليه وسلم فاكله فقلت اكله قال قبله الحديث اس حدیث سے واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کے ران کو قبول کیا اور اگر حرام ہوتا تو آپ قبول بھی نہ فرماتے اور اس کی حرمت کے متعلق ضرور فرماتے۔ کیونکہ آپ شارع ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرگوش کے گوشت کو قبول فرمانا اس کے گوشت کی حلت کا واضح ثبوت و دلیل ہے اور نیز کسی جانور کی حلت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود طعام فرمانا بھی ضروری نہیں۔ لہٰذا خرگوش کی حلت میں کوئی شبہ نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

حدوداور جنایات کا بیان

بچھڑی سے بدفعلی کرنے والے کی کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص جو عاقل و بالغ مسلمان ہے نے ایک گائے کی بچھڑی کے ساتھ زنا کیا ہے جس کی صرف دو عورتیں گواہ ہیں۔ان دو عورتوں کے سوا کسی بالغ مرد نے نہیں دیکھا اور وہ ملزم بھی انکار کرتا ہے لہٰذا عرض ہے کہ اس ملزم پر کیا سزا عائد ہوتی ہے۔مسلمانوں کو ایسے شخص سے کیا سلوک کرنا چاہیے جبکہ صرف دو عورتیں گواہ ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حجت تامہ (دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں) نہ ہونے کی وجہ سے اس شخص پر کوئی سزا عائد نہیں ہوتی۔مسلمانوں کو ایسے شخص کے ساتھ دوسرے مسلمان بھائی جیسا سلوک کرنا چاہیے۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

صرف ایک عورت کی گواہی سے کسی پر جرم ثابت نہیں ہو سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمات جنت بی بی کی لڑکی مسماۃ اللہ وسائی کو حیض ماہواری بند ہو گیا ہے۔ پہلے بھی بوجہ بیماری بند ہو جاتا تھا لیکن بغیر علاج کیے تندرست ہو جاتی تھی لیکن جو ماہواری بند ہوئی اور دائی کو دکھایا گیا تو دائی نے جواب دیا کہ حمل نہیں ہے یہ بوجہ بیماری ہے لیکن مسماۃ جنت بی بی اپنے خاوند لالو خان پر الزام لگاتی ہے کہ میرے خاوند مذکورہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حرام کاری کی ہے لیکن خاوند حلفاً انکار کرتا ہے اور مدعی جنت بی بی کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور لڑکی حلفاً کہتی ہے کہ میرے والد نے حرام کاری نہیں کی اور لڑکی نابینی اور بیمار ہے۔ازروئے شریعت کیا حکم ہے کہ آیا والد صاحب پر جرم ثابت ہوتا ہے یا نہیں اور عورت جو اس افواہ کو پھیلانے والی ہے مسماۃ جنت بی بی اس کے لیے ازروئے شرع کیا تعزیرات ہیں۔توبہ کرے یا نہیں بصورت عدم ثبوت۔ بینوا توجروا

حافظ محمد بخش موضع گھنوری بلوچ تحصیل میلسی

﴿ج﴾

مسئولہ صورت میں بشرط صحت سوال والد کو شرعاً مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مسماۃ جنت بی بی کے پاس جب ثبوت نہیں تو اس تہمت لگانے کی وجہ سے وہ گنہگار بن گئی ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ناشزہ عورت نے اگر جنین کا اسقاط کرایا ہو تو دیت کا کیا حکم ہے اور شوہر ناشزہ عورت کا مہر روک سکتا ہے یا نہیں، ناشزہ عورت کو گھر لے آنے کے لیے عدالت میں جو شوہر نے خرچہ کیا، کیا وہ بیوی سے لے سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی بیوی کو زید کا حمل تھا زید کی بیوی نے بوجہ بغض و عداوت اپنے بھائیوں کے جو اُن کو زید کے ساتھ تھا بھائیوں کے ایما پر روبہ اسقاط دایہ وغیرہ لوگوں سے حاصل کر کے حمل کو ضائع کر دیا اور خود میکے چلی گئی۔ زید نے تقریباً دو سال سے زائد عرصہ تک مختلف علماء و شرفاء کے وفود لے کر بیوی کو واپس گھر آباد کرنے کی سعی کی مگر انہوں نے ایک نہ مانی بلکہ بیوی نے زید پر جھوٹا دعویٰ طلاق کا کر دیا اور بصورت متبادل تنسیخ کا دعویٰ عدالت حاکم عیسائی ایک مرزائی وکیل رکھ کر دائر کر دیا۔ زید کو کافی خرچ کر کے ایک سال بعد نجات ملی اور بیوی کو گھر لانے میں کامیاب ہوا مگر زید کی بیوی اس وقت تک اپنے بھائیوں کے کہنے پر زید کو برباد کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔

(۱) تو کیا زید اندریں حالات اپنی بیوی سے حمل کے اسقاط کی دیت وصول کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو تفصیل فرمائی جائے کہ پاکستانی وزن کتنا وزن چاندی ہوگی۔

(۲) زید نے جتنا روپیہ اپنے حقوق کے بچاؤ پر خرچ کیا ہے چونکہ اس کے اتلاف کا باعث زید کی بیوی ہوئی ہے کیا اس روپیہ کو زید اپنی بیوی سے وصول کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) زید کی بیوی زید سے مہر طلب کرتی ہے کہ مہر میرے قبضہ میں دے دے مگر زید کو بحالات موجودہ یقین ہے کہ اگر میں مہر کا روپیہ اس کے حوالہ کرتا ہوں تو مثل سابق اپنی عزت مال خطرہ میں ڈالتا ہوں اور بیوی تا حال نشوز پر قائم ہے۔ تو کیا زید اس کے مہر کا روپیہ اپنے قبضہ میں رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ حالانکہ زید کہتا ہے کہ جس قدر روپیہ تجھے ضرورت ہو مجھ سے لیتی رہنا مگر وہ کہتی ہے روپیہ میرا ہے میں جو چاہوں کروں۔ تجھے اس کا کوئی حق نہیں۔

ایک مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ زید اگر دیت جنین معاف نہ کرے جائز ہے۔ اگر معاف کر دے تو اولیٰ ہے

اور مہر کو روک رکھنا تا کہ زوجہ نشوز اور نافرمانی زوج وتعدی علی الزوج کے اثم (سے) بچ جائے شرعاً حق المقدور ضروری ہے۔ارشاد ہے کہ **انصرا خاک ظالماً او مظلوماً ومن رأی منکم منکرًا الخ** کیا مولوی صاحب کے یہ جوابات اسلامی روشنی میں صحیح ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا فقط والسلام

﴿ج﴾

جنین جب چار ماہ کا ہو جائے اور اس کے بعد اس کی ماں قصداً بغیر اذن زوج کے دوائی وغیرہ سے اسقاط کر لے اب اگر اس کے خارج ہونے کے بعد اس پر علامات حیات پائی گئی اور پھر مر گیا تو دیت کاملہ عورت عاقلہ پر واجب ہوگا اور اگر مرا ہوا ساقط ہوا تو غرہ واجب ہوگا۔ جس کو نصف عشر یعنی مردہ کی دیت کے بیسواں حصہ (پانچ سو درہم) کے برابر فقہاء نے تحریر کیا ہے۔ موجودہ وقت میں ۳ ماشہ ۱۳۱ تولہ چاندی ہوتا ہے۔ یہ عورت کے عاقلہ پر واجب ہوگا۔ اگر اس کا عاقلہ نہیں تو خود اس پر واجب ہے درمختار ص ۵۸۸ ج ۶ میں ہے۔ **شربت دواء لتسقطه عمداً فان القته حيا فمات فعليها الدية والكفارة وان ميتاً فالغرة** اس سے قبل تحریر ہے **اسقطته ميتاً بدواء او فعل بلا اذن زوجها الخ** اس سے قبل ہے۔ **وجب علے العاقلة غرة نصف عشر الدية اى دية الرجل وقال الشامى تحت هذا القول دية الرجل ونصف عشرها هو خمسمائة درهم وذلك هو غرة الجنين.**

(۲) زوج مدعیٰ علیہ پر جب عورت نے دعویٰ طلاق کر دیا تو زوج پر اس کا جواب لازم ہے۔ ہر دعویٰ پر مدعا علیہ پر جواب کا وجوب مصرح ہے۔ اگر جواب مخاصمہ کے لیے وکیل کو کھڑا کر دیا ہے تو وہ بھی اس کے ذمہ واجب ہے وجوب جواب کے لیے دعویٰ صادقہ وکاذبہ کی کوئی قید نہیں ہے۔ البتہ دعویٰ صحیحہ ہو باقی موجودہ حکومت کے اخراجات اگر اس پر لازم آئے ہیں جو ظلماً کیے گئے ہیں یا کسی کو اگر رشوت دی ہے وہ بھی مدعا علیہ سے وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر چہ مدعیہ مسببہ اس رشوت یا ظلم کی بن چکی ہے۔ ایسا تاوان مباشر پر ہوتا ہے مسبب پر نہیں۔ مباشر (ظالم وراشی) عاقل بالغ مکلف ہے وجوب ضمان خود اس پر ہوگا مسبب پر نہیں **كما هو مبين فى اصول الفقه۔**

(۳) خلوت صحیحہ کے بعد مہر کامل واجب ہو جاتا ہے۔ معجّل کا ادا کرنا زوج کے ذمہ لازم ہے۔ اگر عند المطالبہ باوجود قادر علے الاداء ہونے کے ادا نہ کرے گا تو زوج گنہگار رہے گا۔ (**مطل الغنى ظلم الحديث**) زوج کو زوجہ کے مال پر نہ ولایت شرعاً ثابت ہے نہ اس کو عورت مہجورۃ عن المال اختیار کرنے کی تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے جائز حق کو روک دے۔ اگر چہ عورت بوجہ نشوز کے غایت درجہ کی گنہگار ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مصالحت کی صورت میں ظالم سے تاوان لینا جائز ہے

﴿س﴾

واقعہ ایسا ہوا کہ موجودہ وقت میں دین کے لین دین پر دو آدمیوں کا تنازعہ ہوا۔ آخر کار ایک شخص نے دوسرے شخص کو مارا بعد میں مظلوم نے دوسرے وقت ظالم کو مارا۔ بعد نمائندگان ملت نے فریقین کا فیصلہ کر دیا اور چار سو روپے بھی دیے۔ یعنی اپنا بدلہ لے لیا۔ اس کے بعد وہی شخص جس نے چار سو روپے بدلہ لیا پھر کسی وقت آ گیا وہی بدلہ لینے کے لیے رات کے وقت اس کے راستے میں آ کے ان پر حملہ کیا پہلے سر پر مارا بعد میں اپنی جان بچانے کے لیے چاقو مارا اور زخمی کیا۔ آخر کار وہ ہسپتال میں لے گیا اور پرچہ کرایا پرچے میں دو آدمی لکھائے ایک تو وہ شخص جس نے چاقو مارا تھا اور ایک کو بے گناہ گرفتار کرا دیا اور اس وقت تک جیل میں ہے۔

اب جو ناحق گرفتار کیا گیا ہے اس کا دعویٰ ہے کہ ہم کو بے گناہ کیوں گرفتار کیا اور کہتے ہیں کہ میں حق چاہتا ہوں یہ کہ میرے کتنے روپے کا نقصان ہے اور میں جیل میں بند ہوں۔

اور جو کہ چاقو مارا گیا اور ہسپتال میں داخل کر دیا گیا وہ بھی اپنے روپے جو خرچ ہوئے ہیں مانگتا ہے اور وہ شخص جو ابھی جیل میں ہے کہتا ہے کہ ہم نے تمہاری کوئی رقم نہیں دینی اس وجہ سے کہ تم بغیر حق کے بدلہ لیتے تھے۔ ہم نے اپنی جان بچانے کے لیے مارا۔

گل محمد خان ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو

﴿ج﴾

اگر مصالحت ہو جائے اور زخموں کے بدلے وہ تاوان دینا چاہے تو لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

بکری سے برا فعل کرنے والے کی کیا سزا ہے اور بکری دینی مدرسہ کو دینا ٹھیک ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے بکری سے بدفعلی کی اب بکری کو کیا جائے کیا بکری والا فاعل سے ضمان لے سکتا ہے یا نہیں۔ بعد ضمان بکری کس کو دی جائے گی۔ بعد ضمان تہدیداً بلا رضا فاعل بکری کو مساکین اور طلبہ مدارس کے حوالے کر دیا جائے تو صحیح ہے تا کہ دوسروں کو بھی تہذیب ہو۔ بینوا توجروا

المستفتی عبدالرؤف

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں مفتی رشید احمد صاحب احسن الفتاوی ص ۵۰۳ ج ۵ میں لکھتے ہیں کہ اس شخص پر تعزیر ہے جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے اور بکری کو ذبح کر کے دفن کر دینا یا جلا دینا مندوب ہے اور بدفعلی کرنے والا شخص بکری کی قیمت کا مالک کے لیے ضامن ہوگا۔ ذبح کر کے دفن کرنا ضروری اور واجب نہیں صرف اس لیے مندوب ہے کہ گناہ کی یادگار کو ختم کرنے سے بدفعلی کرنے والے سے عار زائل ہو جائے بس اگر ذبح نہ بھی کیا جائے تو کوئی حرج نہیں اس کا گوشت اور دودھ وغیرہ بھی بلاشبہ حلال ہے۔ زمانہ موجودہ میں عوام ذبح کو ضروری اور واجب سمجھتے ہیں اور ایسے جانور کے گوشت اور دودھ کو حرام تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا اس زمانہ میں ذبح کرنا مناسب نہیں اس لیے کہ مندوب کو ضروری سمجھنا یا حلال کو حرام قرار دینا سخت گناہ ہے۔ ایسے موقعہ پر مندوب پر عمل کرنا بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔ باقی ضمانی بکری کس کو دی جائے گی اس کے متعلق احقر کو حوالہ کی تصریح نہیں مل سکی اور علماء سے تحقیق کی جائے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

کسی بے گناہ پر زنا کا الزام لگانے والے کو کیا سزا دینی چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص نے امام مسجد وخطیب جامع مسجد پر ناجائز زنا کا الزام لگایا ہے اور جب روبرو پنچایت کے دریافت کیا گیا تو امام مسجد اس الزام سے بالکل بے گناہ ثابت ہوا اور گواہوں نے حلفیہ بیان دے کر یہ کہا کہ یہ الزام بالکل جھوٹا ہے۔ امام مسجد اس الزام سے پاک ہے۔ اب جھوٹا الزام لگانے والے پر پنچایت کی طرف سے کوئی سزا لگائی جائے پنچایت جملہ کی طرف سے یہ آواز آئی کہ جو سزا شریعت کی طرف سے ہوگی وہی درست ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اب قرآن وحدیث کی روشنی میں جھوٹا الزام لگانے والے پر کیا سزا ہے۔ جبکہ پنچایت میں الزام لگانے والا جھوٹا ثابت ہو چکا ہے۔ برائے مہربانی اس چیز سے آگاہ فرمایا جائے پنچایت میں فیصلہ کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔ عبدالغفور بی ڈی ممبر کونسل نمبر ۲۴۸، چوہدری محمد اسماعیل، چوہدری امام الدین، غلام نبی، فجر علی، عبدالستار، محمد یوسف، محمد شریف، شہاب الدین اور جملہ پنچایت عامہ۔

سائل حافظ محمد اصغر مدرسہ کوٹ تحصیل ضلع ملتان

﴿ج﴾

جھوٹا الزام لگانا سخت گناہ ہے۔ اس وجہ سے یہ شخص سخت گنہگار بن گیا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ تائب ہو جائے اور معافی مانگ لے۔ اس کے علاوہ مالی جرمانہ لگانا شرعاً جائز نہیں۔ اس لیے پنچایت کو مالی جرمانہ لگانے کا حق حاصل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

کسی طالب علم کا مہتمم کی اجازت کے بغیر دوسرے مدرسہ کے اسباق میں شریک ہونا اور سابقہ مدرسہ سے کھانا کھانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مدرسہ میں ایک طالبعلم نے فارم داخلہ لے کر پڑھنے کے بعد داخلہ لیا بعد میں جبکہ اسباق شروع ہو جاتے ہیں تو اطمینان فی الاسباق نہ ہونے کے باعث دوسرے مدرسہ میں اپنے اسباق دیکھنے کی خاطر ہفتہ یا دو دن زیادہ جاتا رہا اور ساتھ ہی اپنے مدرسہ میں ضروری اسباق میں شامل بھی ہوتا رہا لیکن مدرسہ کی شرائط میں سے (جو فارم میں درج ہے) ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہاں کا طالبعلم دوسرے مدرسہ میں بغیر اجازت مہتمم کے نہیں پڑھ سکے گا۔ مدرسہ ثانیہ کے اسباق تین دن دیکھنے کے بعد مدرسہ کے اسباق سے پوری تسلی ہوئی اور داخلہ لیا لیکن انتقال اور مکمل طور پر اس مدرسہ میں آنا ایک خط پر موقوف ہے۔ اگر اُس میں اجازت ملے تو مکمل طور پر انتقال ہوگا ورنہ نہیں تو کیا اس ہفتہ یا زیادہ دن کی روٹی جو سابقہ مدرسہ میں طالب علم نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کھائی ہے حرام ہوگی یا نہیں۔ اگر حرام کھایا ہے تو پھر طالب علم کو اس کے تدارک کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ اگر رقم اس کے عوض دی جائے تو کیا حرام کی وصفیت ختم ہو کر اس حرام کی سزا سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا اور اگر مدرسہ سابقہ کے کسی عالم دین کو یہ معلوم بھی ہے کہ یہ طالبعلم اُدھر جاتا ہے لیکن مہتمم صاحب کو بتایا نہیں تو اس پر کوئی شرعاً اخذ ہوگا یا نہیں۔

صورت مسئولہ میں طالبعلم کو چاہیے کہ اتنے دنوں کے کھانے کے پیسے مدرسہ میں داخل کر دیں تو انشاء اللہ تلافی ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی شخص سے جرمانہ میں روپے اور نابالغہ لڑکی لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص سے کوئی خطا سرزد ہوگئی تھی۔ بعد میں اہل برادری کے بڑے لوگوں نے فیصلہ کیا کہ شخص مجرم پر ایک ہزار نقد اور ایک سالہ لڑکی کا نکاح جرمانہ دینا ہے۔ بعد میں مجرم کی بیوی کو زبردستی لے کر میکے بٹھا دیا اور کہا کہ جب یہ فیصلہ کیا ہوا جرمانہ دے گا تب بیوی واپس دیں گے۔ پھر مجرم مجبور ہو کر ایک ہزار نقد اور اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح دے کر اپنی بیوی کو لے آیا۔ اب وہ لڑکی بالغہ ہو کر فوراً انکار کر رہی ہے کہ میرا والد میرے نکاح دینے میں سیئ الاختیار ہے اور ظلماً وقہراً اپنے جرم میں دیا ہے۔ میں اس نکاح کو باقی نہیں رکھتی۔ کیا اس لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا شرعی حق حاصل ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ محمد نواز سرکی پوسٹ ضلع جیکب آباد سندھ

﴿ج﴾

برادری کا یہ فیصلہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ مالی جرمانہ شریعت میں ناجائز ہے اور شریعت کے خلاف فیصلہ کر شریعت سے بغاوت ہے۔ یہ ہزار روپے اس شخص کو واپس کرنا ضروری ہیں۔ درمختار ص ۶۱ ج ۴ میں تعزیر کے متعلق ہے۔

لایاخذ مال فی المذهب الخ وفی المجتبیٰ انه کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ وفی الشامی والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ الاموال وکذا فی عالمگیریة ص ۱۶۷ ج ۲۔

(۲) اگر یہ نکاح اپنے کفو میں کیا گیا اور باپ معروف بسوء الاختیار نہ ہو تو نکاح صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ محرم ۱۳۹۲ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۹ محرم ۱۳۹۲ھ

بغیر ثبوت شرعی کے کسی پر الزام تراشی کرنا گناہ کبیرہ ہے

﴿س﴾

(۱) کیا حکم ہے شریعت حقہ کا ان مسلمانوں کے بارے میں جو زنا کا ایک ایسے مسلمان و ملزم کو کھلم کھلا مجرم قرار دیتے ہیں جسے شریعت شرعی شہادت کی عدم موجودگی میں بری کر چکی ہے۔ مندرجہ بالا معاملہ میں شریعت کے اس فیصلہ کے باوصف کہ ملزم مذکور پر حد جاری نہیں کی جا سکتی۔ ملزم مذکور کو اسی کیس میں مجرم گردانے والے اس کے نام نہاد جرم پر

اصرار کرنے والے اور اس کا چرچا کرنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۲) کیا مندرجہ بالا کیس میں بری شدہ ملزم مذکور کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔

(۳) اگر نکاح فسخ نہیں ہوا تو ان مسلمانوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جو کہتے ہیں کہ نکاح ٹوٹ گیا۔

اللہ بخش کلیار صدر بازار

﴿ج﴾

بغیر کسی شرعی ثبوت کے کسی پر تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے اور جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے اور عاصی ہے توبہ کرے۔ **یاایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم و لا تجسسوا الآیه.** (سورۃ الحجرات) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ شوال ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۱ شوال ۱۳۹۳ھ

قرآن کریم کو جلانے والے کی کیا سزا ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی زوجہ سے کہتا ہے کہ میں قرآن شریف آپ کے پڑھنے کے لیے خرید لایا ہوں اور تم وظیفہ کلام پاک کیوں نہیں کرتی۔ زوجہ کہتی ہے کہ میں بیمار ہوں جب تندرست ہو جاؤں تب پڑھوں گی اور اس وقت ایک قریبی عورت ان کے گھر آئی۔ زوج کہنے لگا زوجہ کو کہ جب آپ نہیں پڑھتی تو اس عورت کو دے دینا دریں اثنا زوج اور زوجہ کا تنازع ہوا زوجہ کہتی ہے کہ قرآن شریف میں نہیں دیتی خود پڑھوں گی۔ تو زوج اُٹھ کر قرآن شریف کو آگ لگا دیتا ہے کہ نہ آپ پڑھتی ہو اور نہ ان کو دیتی ہو ضرور جلاؤں گا۔ تو شہر سے مولوی ان کو پکڑ کر لے آئے اور گدھے پر منہ سیاہ کر کے بازار میں اور پیچھے لڑکے پتھر مار رہے تھے۔ سزا دے کر تجدید نکاح بھی کر دیا اور توبہ بھی کرائی تو بعض مولوی صاحبان کہنے لگے کہ یہ کچھ نہیں بلکہ سزا اس کی اور ہے اور یہ ہے کہ مجرم کو زمین میں نصف حصہ دبا کر پتھر سے مارا جائے۔ یعنی قتل کیا جائے۔ بینوا توجروا

محمد سعید شہر کھوئی بہارہ ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اس شخص کی یہی سزا کافی ہے۔ بعض مولوی صاحبان کا یہ کہنا کہ اس کو نصف زمین میں دبا کر پتھروں سے مارا جائے غلط ہے۔ کیونکہ اس شخص نے اگر چہ کافی قرآن پاک کی بے ادبی کی ہے۔ اس کا غصہ و ناراضگی اس کی حالت ہے لیکن درحقیقت اس کا غصہ قرآن پاک پر نہیں بلکہ اس کا غصہ و ناراضگی زوجہ کی نافرمانی کرنے پر ہے۔ لہٰذا اس کی یہی سزا کافی ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے کہ آئندہ کے لیے ایسا اقدام نہیں کرے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

آٹھ ماہ نکاح کے بعد جو بچہ پیدا ہوا اس کے نسب میں شک نہیں کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ہماری مسجد میں امام صاحب کے پاس پہلے شادی شدہ ایک عورت تھی۔ جس کے شکم سے صرف ایک لڑکی تھی۔ پھر ان کو دوسری شادی کی خواہش ہوئی تو امام صاحب نے ایک منکوحہ عورت کے خاوند کو دو ہزار روپیہ نقد دے کر اس کے خاوند سے طلاق لے کر اسی روز عورت کو اپنے گھر میں لے آیا۔ یہ پچھلے رمضان المبارک کے پندرہویں روزے کو طلاق حاصل ہوئی تھی۔ پھر عید سے اگلے ماہ کے اخیر میں عقد کیا گیا۔ جس سے تین حیض گزر جانے کی مشہوری تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اس دو ماہ پندرہ دن میں تین حیض غالباً آ گئے ہوں گے۔ اب نکاح کے بعد آٹھویں ماہ کے دوران ان کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں شک ہے کہ بچہ نو ماہ سے پہلے جو پیدا ہوا ہے ہوسکتا ہے کہ جب بغیر نکاح کے عدت کے دوران عورت کو گھر رکھا ہوا تھا اس وقت کا حمل ہوا ہو۔ لہٰذا اس شک کو رفع کرنے کے لیے فتویٰ صادر فرما دیں تا کہ ہم ان کو پیش امام رکھیں یا نہ رکھیں۔

شاہ نواز خان مقام گلاب گورمانی تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

مطلقہ عورت کے ذمہ لازم ہے کہ جس منزل میں اسے طلاق ملی ہوا یام عدت وہاں گزارے۔ امام صاحب کا حالت عدت میں اس کو اپنے گھر لانا ناجائز اور گناہ ہے۔ توبہ کرنی ضروری ہے۔ باقی وقت نکاح سے آٹھویں مہینہ کے دوران بچی کے پیدا ہونے میں شک وشبہ کرنا شرعاً بالکل ناجائز ہے۔ کیونکہ کم از کم مدت حمل جس سے نسب ثابت شمار ہوتا ہے وہ شرعاً چھ ماہ ہے اور یہاں تو وقت نکاح سے ولادت تک چھ ماہ سے زیادہ عرصہ گزرا ہے لہٰذا محض اس وجہ سے امام صاحب کو

مہتم کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔قال فی شرح الوقایة ص ١٢٦ ج ١ واکثر مدت الحمل سنتان واقلها ستة اشهر ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸رجب ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفااللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی کو ایسا کاری زخم لگانا کہ وہ مرجائے تو قاتل سے کیا بدلہ لیا جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دو بڑے آپس میں لڑ پڑے مسمی فدا خان اور دین محمد۔ دین محمد نے فدا خان کو سوٹیوں کے ساتھ مارا کوئی زخم نہیں ہوا تھا۔اس کے بعد دین محمد کے گھر والے فدا خان کے ساتھ صلح کرنے کے لیے اس کے گھر چلے گئے تو گھر میں صرف فدا خان اور اس کی والدہ موجود تھی تو دین محمد کے گھر والوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے ساتھ صلح کرنے کے لیے اور اس لیے آئے ہیں کہ آپ دین محمد کو معاف کرو گے تو فدا خان نے کہا کہ میں نے معاف کیا ہے لیکن فی الحقیقت معاف کرنا مقصود نہیں تھا۔صرف اس وجہ سے یہ کہا کہ وہ اپنی والدہ کے سامنے دین محمد کو مارنا نہیں چاہتا ہے۔ بعد میں کچھ عرصہ کے بعد فدا خان نے دین محمد کو دو پتھروں سے گردن پر مارا اور وہ وہاں گر پڑا لیکن کوئی زخم یا نشان وغیرہ اس پر نہیں تھا اور وہاں سے چارپائی پر گھر لایا گیا۔پھر اس کا علاج کیا گیا علاج ہونے کے بعد بالکل درست ہو گیا۔اس کے بعد فدا خان اور اس کا والد صاحب اور دیگر معززین صلح کرنے کے لیے دین محمد کے گھر چلے گئے تو دین محمد نے کہا کہ میں صلح کرتا ہوں لیکن فدا خان پر نشانی کروں گا۔تو فدا خان کے والد صاحب یہ شرط قبول کرتے ہوئے فدا خان کا بازو پکڑا اور دین محمد کو کہا کہ اس پر نشانی کرو تو دین محمد نے تیز استرہ سے قصداً اس کو زور سے مارا حتیٰ کہ اُسترا بازو کی ہڈی تک پہنچ گیا۔اس کے بعد اس پر علاج کیا گیا اور زخم تندرست ہو گیا لیکن ہاتھ معذور ہو گیا یعنی منڈا ہو گیا اور اس کے بعد تقریباً دس مہینے کے بعد فدا خان بقضاء الٰہی فوت ہوا۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دین محمد نے جو ظلم کر کے حق سے زیادہ بدلہ لیا ہے از روئے شریعت اس کا کیا حکم ہے اور کیا فدا خان کا والد صاحب اس سے بدلہ لے سکتا ہے یا نہیں۔اگر لے سکتا ہے تو بدلہ کیا ہوگا۔بینوا توجروا

المستفتی فیروز خان بلوچستان

﴿ج﴾

اس صورت میں فدا خان اور اس کے والد نے چونکہ دین محمد کو صرف زخم کرنے کی اجازت دی تھی ہاتھ کے کاٹنے یا

منفعت ہاتھ کے فوت کرنے کی اجازت نہیں دی تھی اور اس کو پتھر مارنے کی وجہ سے اسے حق قطع ہاتھ شرعاً حاصل نہیں تھا۔ لہٰذا دین محمد پر شرعاً ہاتھ کی دیت واجب ہوگی۔ جو کل نفس کی دیت کا نصف ہوتا ہے۔ کل نفس کی دیت دراہم میں سے دس ہزار درہم شرعی ہوتا ہے جس کا نصف پانچ ہزار درہم شرعی ہے۔ **قال في العالمگيرية ص ۳۰ ج ٦ ولو قال اقتل اخي فقتله والآمر وارثه قال ابو حنيفة رحمه الله تعالى استحسن ان اخذ الدية من القاتل ولو امره ان يشجه فشجه فلا شئ عليه فان مات كان عليه الدية كذا في الظهيريه. وفي الهداية ص ۵۸٦ ج ۴ ومن ضرب عضوًا فاذهب منفعته ففيه دية كاملة كاليد اذا شلت والعين اذا ذهب ضوءها لان المتعلق تفويت جنس المنفعة لافوات الصورة. وفيها ايضاً ص ۵۸۱ ج ۴ قال ومن العين الف دينار ومن الورق عشرة آلاف درهم.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ صفر ۱۳۸۵ھ

نابالغ کی گواہی سے کسی پر جرم عائد نہیں کیا جا سکتا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ:

مدعی کا بیان:

(۱) غلام حسن، مجھے معلوم نہیں۔ (۲) گواہ رب نواز ولد قادر بخش یہ کہتا ہے میں نے دیکھا ہے کہ اس نے پانی میں دوپہر کے وقت بھینس کی بچی کے ساتھ برا فعل کیا ہے۔ بھینس کا منہ جنوب کی طرف تھا اور فاعل کا منہ بھی جنوب کی طرف تھا۔

(۳) محمد نواز ولد حسین بخش کا یہ لڑکا نابالغ ہے یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ یہ آدمی بھینس کی بچی کے ساتھ برا فعل کر رہا تھا۔ بھینس کا منہ جنوب کی طرف تھا اور وقت دوپہر سے کچھ قبل تھا اور تھا بھی پانی میں۔

(۴) اللہ دتہ ولد غلام رسول یہ لڑکا نابالغ ہے یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ بھینس کی بچی کے ساتھ برا فعل کر رہا تھا پانی میں۔ بھینس کی بچی کا منہ جنوب کی طرف تھا دوپہر سے قبل کا وقت تھا۔

بیان مدعی علیہ۔ خادم حسین مدعا علیہ حلفیہ بیان کرتا ہے کہ میں نے بھینس کی بچی کے ساتھ برا فعل نہیں کیا لیکن چادر دھو رہا تھا ننگا کھڑا تھا میرا ایک قدم پھسلا اور چادر کیچڑ سے لپٹ گئی اس لیے صاف کر رہا تھا۔ بینوا توجروا

بتاریخ ۲۴ جولائی یہ بیانات ہوئے ہیں۔

بمقام یوسف شاہ عربی مدرسہ حقانیہ یوسف شاہ عریب براستہ بہل تحصیل بھکر ضلع میانوالی

المرسل محمد امیر صدر مدرس مدرسہ ہذا

۱۳۹۲ھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں محمد نواز اور اللہ دتہ کی گواہی بوجہ نابالغی کے مقبول نہیں اور صرف ایک گواہ رب نواز کی گواہی سے اس واقعہ کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا شرعاً خادم حسین کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بھینس کی بچی کا گوشت اور دودھ بلاشبہ حلال ہے۔ قال فی الدر المختار مع شرحہ ردالمحتار ۴۷۶ ج ۵ لاتقبل من اعمٰی (الی قولہ) وصبی ومغفل ومجنون الخ.

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ

جس شخص نے بکری سے برافعل کیا ہو تو اس شخص اور بکری کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی نے نابالغ بکری کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔ شریعت میں آدمی اور بکری کے متعلق کیا حکم ہے؟

﴿ج﴾

جس شخص نے برافعل جانور کے ساتھ کیا ہے اس کو اجر وزجر وتوبیخ کی جائے اور مناسب سزا مار پٹائی جوتے لگانا وغیرہ بھی ضروری ہے اور بکری کا گوشت اور دودھ حرام نہیں ہے۔ اس کو ذبح کر کے دفن کردیا جائے۔ یہ مندوب ہے۔ مگر مالک بکری کو پورا معاوضہ دینا ضروری ہے۔ چاہے چندہ کر کے دیا جائے یا اس شخص سے وصول کیا جائے۔ دوسری صورت آسان یہ ہے کہ اس بکری کو کسی دور دراز مقام پر جاکر فروخت کردیا جائے۔ اصل مقصد یہ ہے کہ فعل بد کا چرچا نہ ہو۔ دور علاقہ میں فروخت کرنے کے بعد اس فعل بد کا ذکر اور چرچا ختم ہوجائے گا۔ بکری کا دودھ اور گوشت حرام نہیں ہوتا اور لوگوں میں بھی زیادہ اس فعل کا ذکر اور چرچا کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ تمام درمختار اور ردمختار سے ماخوذ ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ

مصر علی الزنا سے زجراً تعلقات کاٹ دینے چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید مدت ۳۰ سال سے زائد عرصہ ہوا کہ اُس نے ایک عورت اغوا کر کے اپنے پاس رکھی۔ اس عرصہ میں بلا خوف وخطرہ وہ اس عورت کے ساتھ فعل زنا کرتا رہا۔ اب بھی وہ مصر ہے اور اس

عورت سے اس کے بال بچے بھی موجود ہیں۔لڑکے اورلڑکیاں زنا سے اس کے پاس موجود ہیں۔کیا اس شخص کے بارے میں شریعت اس کو مصر علی الزنا کا حکم دے کر کافر کہہ سکتی ہے یا نہ؟ اور ایسے شخص کو نکاح خوانی اور امامت کی۔شریعت اس کو اجازت دے سکتی ہے یا نہ؟ بغرض تقدیر کسی کا نکاح وہ پڑھے تو وہ نکاح شرعاً منعقد و نافذ ہوتا ہے۔

﴿ج﴾

ایسا شخص جو اس طرح سے مصر علی الزنا ہے ہرگز ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اُسے علاقہ کا نکاح خواں بنایا جائے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ زجراً و توبیخاً ایسے فاسق سے بالکلیہ بائیکاٹ کردیں۔جب تک توبہ نہ کرے۔واللہ اعلم

بندہ عبداللہ غفرلہ مفتی مدرسہ خیرالمدارس ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

بدفعل کی گئی اونٹنی اور مجرم کا کیا حکم ہے، کیا جبراً نکاح ہوسکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص نے اونٹنی سے زنا کیا ہے۔اب بتائیں کہ اونٹنی کے ساتھ کیا کیا جائے۔رکھی جائے یا نہیں اور اس شخص کی کیا سزا ہے۔

(۲) ایک عورت کے ساتھ جبراً نکاح ہوا ہے اس کا کیا مطلب ہے لڑکی بھی کنواری ہے۔اب شریعت کیا بتاتی ہے۔

(۳) ایک شخص نے ایک عورت نکاحی ہے اور بعد میں اس کی رضامندی کے ساتھ اس کے ماں باپ کی عدم موجودگی میں یہ نکاح جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) اونٹنی پر مستحب یہ ہے کہ اسے ذبح کر کے اُس کا گوشت جلا دیا جائے اس کو ذبح نہ کرنا اور رکھنا بھی جائز ہے مگر خلاف مستحب ہے۔اس شخص کو مناسب سزا دی جاسکتی ہے۔

(۲) اگر لڑکی بالغہ ہو اور نکاح کسی رذیل پیشہ والے کے ساتھ نہ ہوا ہو تو نکاح صحیح ہے۔اگرچہ جبر سے ہو نکاح ہوا ہو۔

(۳) نکاح اگر رذیل پیشہ والے کے ساتھ نہیں ہوا تو نکاح صحیح ہے۔باپ یا دیگر ولی کی اجازت بالغہ کے لیے ضروری نہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ صفر ۱۳۷۶ھ

مرد عورت کا محض جھاڑی میں جانا اور نکلنا ثبوت جرم کے لیے کافی نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک مسلمان عاقل و بالغ غیر شادی شدہ کے بارے میں جس پر چار سے زیادہ عاقل و بالغ پڑوسی اور رشتہ دار مسلمان (جن میں سے ایک ملزم کا سگا بھائی ہے) پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے ملزم کو اپنی ایک محرم شادی شدہ عورت کے ساتھ دوپہر کے وقت تقریباً نصف فرلانگ کے فاصلے پر ایک جھاڑی میں داخل ہوتے اور پھر اتنی دیر کے بعد جتنی کہ فعل بد کے لیے کافی تھی نکلتے دیکھا ہے۔ پھر ایک مسلمان کھوجی پاؤں کے نشانات اور ان کے جماع کے آثار دیکھ کر تصدیق کرتا ہے۔ پھر یہ کم از کم چار مسلمان حلفیہ طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگرچہ ان میں سے کسی نے بھی ملزمان کو عین حالت جماع میں نہیں دیکھا۔ مگر یقین ان کو اتنا ہے جتنا کہ عین حالت جماع کے عینی شاہدوں کو ہوتا ہے اور ان کی گواہی کو اس علاقہ اور اُس برادری کے چار معزز ین گواہی کے علاقائی اور رواجی معیارات پر پورا پاتے ہیں جبکہ ملزم قسم کے پورے آداب کے ساتھ حلفیہ طور پر اس الزام سے اپنی برات کا اظہار کر چکا ہے۔

چند معززین کے روبرو جس مسلمان ملزم پر شرعی قانون شہادت کی رو سے زنا کا الزام ثابت ہو جائے مگر وہ حلفیہ طور پر اپنی برات کا اظہار کرے لیکن شرعی حد جاری ہونے کی صورت میں اُسے برداشت کرنے کو تیار بھی ہو کیا حکم ہے شریعت کا جبکہ حکومت نہ شرعی حد جاری کرتی ہے اور نہ معاشرہ کو اس کی اجازت ہے۔

اللہ بخش حیدر بلڈنگ موہنی روڈ لاہور

﴿ج﴾

شرعاً زنا کا ثبوت اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ چار گواہ جو شرعاً معتبر ہوں عین حالت جماع میں دیکھنے کی شہادت دیں۔ صورت مسئولہ میں چونکہ عینی شہادت موجود نہیں اس لیے صرف گواہوں کو یقین ہونے سے زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور نہ اس پر زنا کی حد لگائی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

جب کتی سے برا فعل کیا گیا ہو وہ بھینس کے تھنوں سے دودھ پی سکتی ہے

﴿س﴾

آج رات کو ۲ بجے کے قریب ایک شخص کو کتی کے ساتھ برا فعل کرتے ہوئے پکڑا گیا اور اس کتی کے لیے کیا کرنا چاہیے کتی کو بھینس کے نیچے چھوڑ کر دودھ نکالیں یا نہ نکالیں کیا حکم ہے۔

﴿ج﴾

اس شخص پر تعزیر ہے۔جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے۔کٹی کا گوشت شرعاً حلال ہے۔کٹی کو بھینس کا دودھ پلانا اور اس کے ساتھ بھینس کا دودھ نکالنا شرعاً حلال اور جائز ہے۔کذا فی الشامی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷صفر ۱۳۹۳ھ

اگر زنا کے چار عینی شاہد موجود ہوں تو غیر شادی شدہ مرد کے لیے سو کوڑے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زانی مرد اور زانیہ عورت آپس میں رشتہ کے لحاظ سے ماموں اور بھانجی ہیں اور ان کے زنا کرنے پر شرع محمدی کا کیا جرم وسزا ہے۔

وضاحت کریں کہ طرفین شادی شدہ ہیں یا غیر شادی شدہ نیز ثبوت زنا کے لیے چار مردوں کی عینی شہادت ضروری ہے۔کیا اس قسم کی شہادت موجود ہے ان امور کی وضاحت کر کے جواب حاصل کریں۔(از دارالافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان)

جواب تنقیح: مرد غیر شادی شدہ ہے اور عورت شادی شدہ ہے اور اس واقعہ کے تقریباً ایک ماہ بعد عورت فوت ہو چکی ہے۔نیز مرد زندہ ہے۔

چار آدمی بلکہ اُس سے بھی زیادہ آدمی تصدیق حلفیہ کرتے ہیں جو کہ رشتہ کے لحاظ سے قریبی اور سکونت کے لحاظ سے پڑوسی ہیں اور واقعہ دن کا ہے(تقریباً بارہ بجے)۔مرد کی عمر تقریباً چالیس سال اور عورت کی عمر تقریباً بتیس سال ہے۔گواہان میں سے ایک زانی کا چھوٹا بھائی تقریباً جس کی عمر تیس سال ہے۔حلفیہ تصدیق کرتا ہے اور صحت کے لحاظ سے تندرست ہے اور باقی بھی صحت مند ہے اور زانی کے ساتھ کوئی رنج یا غصہ نہیں ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب چار مرد زنا کی عینی شہادت دیں تو غیر شادی شدہ کی سزا سو کوڑے ہیں جو کہ برسر مجمع لگائے جائیں لیکن حدود جاری کرنا مسلم حاکم کا کام ہے۔عوام المسلمین اس سزا کے جاری کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸صفر ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸صفر ۱۳۹۳ھ

متہم شخص سے اچھے تعلقات رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی تقریباً رات کے گیارہ بجے ایک گائے کے مسکن میں جاتا ہے اس کے جانے سے آواز ہوتی ہے۔ اس آواز کی وجہ سے تین آدمی بیدار ہو کر اندر جاتے ہیں اور جا کر جب دیکھتے ہیں تو گائے اپنی جگہ کے اردگرد چکر لگا رہی ہے اور اس آدمی کے کپڑے بھی ساتھ پائے جاتے ہیں اور آدمی غائب ہے۔ پھر تھوڑی دیر تلاش کرنے کے بعد وہ آدمی مل جاتا ہے۔ اس آدمی کے اس وقت کپڑے بدن پر موجود نہیں یعنی بالکل ننگا ہے۔ اس آدمی سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ آپ ادھر کیوں آئے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں ایک عورت کے لیے یہاں آیا تھا۔ پھر ان آدمیوں نے عورت کو تلاش کیا تو وہاں پر کوئی عورت وغیرہ موجود نہ تھی۔ اس وقت اس آدمی کو چھوڑ دیا گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد جب مسمی غلام محمد نے اس سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میں گیا تو عورت کے پیچھے تھا لیکن عورت کے گھر والے اس وقت جاگ رہے تھے۔ تو پھر میرا ارادہ اس گائے پر ہو گیا لیکن وہ گائے میرے قابو میں نہ آ سکی۔ اس کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے گائے کے ساتھ برا فعل نہیں کیا۔ اب اس آدمی کے نکاح وغیرہ میں ہم شرکت کریں یا نہ۔ وہاں کھانا مکروہ ہے یا نہیں۔ اب اس کے یہاں سے رشتہ داروں کو تسلی نہیں۔

غلام محمد ہراج

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں شرعاً اس شخص کو مجرم نہیں قرار دیا جا سکتا اس کے نکاح میں شرکت کرنا اس کے ساتھ برادری کے تعلقات قائم کرنا تمام امور شرعاً جائز ہیں۔ گائے کا گوشت دودھ وغیرہ بلاشبہ حلال ہے اور استعمال کرنا جائز ہے جب شرعی طریقہ سے دو عادل گواہوں سے اس کے برا فعل کرتے وقت دیکھنے کا ثبوت نہیں تو محض سوال میں مندرجہ باتوں کی وجہ سے اس شخص کو مجرم ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ

مری ہوئی گائے ذبح کر کے لوگوں کو کھلانے والے کے لیے تعزیر ہے مالی جرمانہ نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گائے جو بیمار تھی محمد عمر لیسین نے دو سو اسی روپے میں خریدی تھی۔ گھر آ

کر عمر دین کو چار صد پچیس روپیہ میں فروخت کردی۔عمر دین خرید کر گھر چلا گیا۔بعد میں گائے حرام ہوگئی۔قبضہ کرنے کے بعد وہیں چھوڑ دی۔محمد عمر نے گائے دیکھی تو کہا کہ گائے حرام ہوچکی ہے۔دوسرے ساتھی محمد یٰسین نے گائے کے گلے پر چھری پھیر دی اور عمر دین کو جا کر کہا کہ گائے ہم نے ذبح کردی ہے۔لہٰذا اس کو اٹھالو۔عمر دین خرید نے والے نے جھگڑا کیا کہ مجھے کیوں نہیں بلایا۔محمد عمر جس نے قیمت مذکورہ میں پچیس روپے معاف کرائے اور عمر دین نے خرید نے والے کو یہ نہیں بتایا کہ گائے حرام ہوچکی ہے۔

ازروئے شریعت ایسے آدمیوں کے لیے جنہوں نے مری ہوئی گائے کوفروخت کیا ازروئے شریعت کا کیا حکم ہے۔

نوٹ: پنچایت فیصلہ میں اُن پر ایک صد روپیہ جرمانہ کیا کہ پنچایت کو یہ حق تھا کہ وہ ان پر جرمانہ کرسکتے تھے۔اگر کیا تو وہ رقم کو کہاں خرچ کر سکتے ہیں۔کسی مفلوج الحال، ٹی بی کے مریض کو دے سکتے ہیں یا نہیں۔

محمد اکرم شاہ قاسم بیلہ ملتان

﴿ج﴾

جس شخص نے جان بوجھ کر میتہ یعنی مردہ گائے کا گوشت لوگوں کو کھلایا ہے یہ شخص سخت گنہگار بن گیا ہے۔اس پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے اور استغفار کرے اور ایسے شخص پر حاکم تعزیر بھی کرسکتا ہے۔مالی جرمانہ شرعاً جائز نہیں۔ایک صد روپیہ جو ان دونوں کو جرمانہ کیا ہے اس رقم کو کسی دوسرے مصرف میں لانا جائز نہیں واپس کرنا ضروری ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

ثبوت جرم کے لیے کامل شہادت شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص پر لوگ انعام لگاتے ہیں کہ اپنی بھتیجی کے ساتھ برا فعل کرتا ہے۔نہ وہ آنکھوں سے دیکھتے نہ وہ گواہ وغیرہ موقعہ پر گواہی دیتا ہے۔صرف علامات پر لوگ بہتان باندھتے ہیں۔وہ آدمی دردر بھیک مانگنے والا ہے ایک دفعہ اس سے قسم اٹھائی گئی ہے۔

﴿ج﴾

ثبوت فعل کے لیے جب تک کامل شہادت موجود نہ ہو کسی پر تہمت اور الزام لگانا گناہ کبیرہ ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم ۱۳۹۵ھ

درج ذیل صورت میں جرم ثابت نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ یہ تین افراد جن میں سے دو عورتیں ایک مرد گواہ امام مسجد پر تہمت زنا لگاتے ہیں۔ ایک عورت کہتی ہے کہ وہ عورت جس کے ساتھ زنا ہوا مسجد میں جھاڑو دے رہی تھی دیکھا گیا اور کچھ نہیں دیکھا۔ دوسری عورت کہتی ہے کہ وہ عورت جس کے ساتھ زنا ہوا مسجد کے اندر حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹانے پر امام مسجد و عورت مذکورہ حجرہ میں دروازہ بند پائے گئے اور کچھ نہیں دیکھا۔ (حالانکہ مذکورہ گواہ عورت خود بھی فاحشہ اور زانیہ ہے)۔ مرد گواہ کہتا ہے کہ مسجد کا دروازہ کھول کر اس مسجد میں داخل ہو کر مذکورہ عورت مسجد میں جھاڑو دے رہی تھی مسجد والے کمرہ سے وہ حجرہ کی کھڑکی سے گزر کر آئی اور کچھ نہیں دکھا۔ بیان ہر سہ یہی ہے۔

المطلوب شرع کے نزدیک اس مرد کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ وہ مجرم ہے یا نہیں۔

محمد حسین

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں ان شہادتوں سے جرم ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا امام کی امامت جائز ہے اور بغیر ثبوت کے کسی پر الزام لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز ضروری ہے اور امام صاحب کے لیے موضع تہمت سے بچنا لازم ہے۔ اتقوا مواضع التهمة۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اپنے بھائی کو حرامی کہنے والے کے لیے حد قذف ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے حقیقی بھائی سے کہہ سکتا ہے کہ تم اپنے باپ

کے بیٹے نہیں حرامی ہو۔ کیونکہ ہماری ماں نے زنا کیا تھا اور تم اس کے زنا سے ہو۔ کیا یہ شخص مذکور اس آیۃ **والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً** (سورہ نور) یہ اس سزا کے ماتحت آ سکتا ہے یا نہیں دیگر اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور اگر تائب بھی نہ ہو تو اس سے عدم برتاؤ کیا جائے یا نہ۔ بینوا توجروا

ضلع میانوالی سجادہ نشین عبداللہ شاہ

﴿ج﴾

موجودہ وقت میں پاکستان کے اندر چونکہ محاکم شرعیہ قائم نہیں ہیں اور حد قذف یا دیگر حدود کا نفاذ حاکم شرعی کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا اس لیے حد قذف جاری نہ ہوگی۔ حد کے علاوہ تعزیری سزا بھی حاکم شرعی کے بغیر کوئی نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر دونوں بھائی اپنی مرضی سے کسی کو ثالث شرعی بنا لیں تو وہ ثالث بعد ثبوت کے فقط سزا دے سکتا ہے حد جاری نہیں کر سکتا۔

وبخلاف التعزير الذي يجب حقا للعبد بالقذف ونحوه فانه لتوقفه على الدعوىٰ لا يقيمه الاالحاكم الاان يحكما فيه الخ شامی ج ۴ ص ۶۵ ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کو اس گناہ سے بچانے اور توبہ کرانے کے لیے اہل محلہ جو طریقہ (جو شرعاً جائز ہو) مناسب سمجھیں عمل میں لائیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

عالم دین کو "بک بک کر رہے ہو" کہنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید زمین غصب کردہ کا غلہ کھا رہا ہے اور غصب یہ کہ مالک کو بری طرح مار پیٹ کر غصب کیا جید عالم جو کہ زید کا امام وخطیب بھی ہے نے کہا کہ تم حرام کھا رہے ہو زید کے جہد جہد لائی ہوئی آئے اس کا اردو میں ترجمہ کیوں بک بک کر رہے ہو تو بہر عالم وامام کو سب کیے زید نے اس کے بدلہ سب بھی دی اور حملہ آور بھی ہوا غرض توہین عالم میں کمی نہیں چھوڑی اب زید کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

مدرس عبدالقدوس جامع مسجد بلوال ضلع کیمل پور

﴿ج﴾

حدیث میں علامات منافقین سے فحش گالیاں دینے کو فرمایا ہے **واذا خاصم فجر** نیز فرمایا **سباب المسلم**

فسوق نیز گالی کے بدلے گالی دینا بھی جائز نہیں۔ پس صورۃ مسئولہ میں دونوں شخص گنہگار ہوں گے عالم دین کو گالی دینے اور توہین کرنے سے صورۃ مسئولہ میں کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس لیے کہ کفر تب ہوتا ہے کہ عالم دین کی اہانت اور علماء حق کو اس لیے گالیاں دینا کہ وہ حاملین علم دین ہیں کفر ہے اور مسئولہ صورت میں ذاتی قسم کا جھگڑا ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ شعبان ۱۳۸۹ھ

جس شخص نے اپنی شادی شدہ لڑکی کو گھر بٹھایا ہو اس سے تعلقات توڑ دینا چاہئیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محمد خان ولد فتح خان قوم اعوان ساکن چک نمبر ۳۷۲wb تحصیل لودھراں ضلع ملتان کے باشندگان میں سے ہیں۔ مسمات نور بھری دختر محمد خان نے ضلع کیمبلپور بمقام لاوہ میں اپنی لڑکی مسمات مذکورہ کی شادی عرصہ دس سال سے کی ہوئی ہے جس کا خاوند عثمان خان ولد نور خان زندہ موجود ہے۔ عرصہ تین سال سے نور بھری اپنے والدین کے پاس رہتی ہے۔ اس عرصہ میں اپنے خاوند کے پاس نہیں گئی۔ دریں اثنا نور بھری کے ناجائز تعلقات مسمی دوست محمد ولد محمد خان (ساکن) چک نمبر ۳۷۲b والے کے ساتھ ہیں۔ ناجائز تعلقات کا نتیجہ اس وجہ سے معلوم ہوا کہ نور بھری کا حمل گرایا جا چکا ہے۔ نور بھری کے حمل گرانے پر لوگوں نے نور بھری کی والدہ سے پوچھا ہے کہ حمل کس شخص کا ہے۔ نور بھری کی والدہ نے کہا ہے کہ یہ دوست محمد ولد محمد خان کا ہے بلکہ دوست محمد کا نور بھری کی والدہ نے گناہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ جب نور بھری صحت یاب ہوئی تو نور بھری پھر دوست محمد کے گھر تین چار دن رہی۔ جب گھر واپس آئی تو نور بھری کے والد و بھائی نے کسی قسم کی لعن طعن نہ کی اور اب بھی نور بھری دوست محمد کے گھر آتی جاتی رہتی ہے اور دوست محمد بھی نور بھری کے والد و بھائی کے گھر آتا جاتا رہتا ہے۔ کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

لہٰذا عرض ہے کہ نور بھری کے والد و اس کے بھائی صاحب و دوست محمد کے ساتھ برتاؤ کرنا یعنی روٹی پانی کھانا پینا یا مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز میں داخل کرنا یا اور دنیا کا کوئی بھی کام ہو شریعت میں کیا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ برائے مہربانی شریعت کا فیصلہ دیا جائے تاکہ ہم کسی غلط فہمی میں نہ پھنس جائیں۔ جناب کی نہایت مہربانی ہوگی۔

شیر خان ولد دوست محمد قوم پٹھان ساکن چک نمبر ۳۷۲wb تحصیل لودھراں ضلع ملتان شیر خان بقلم خود

﴿ج﴾

اگر اس بات کا ثبوت ہو تو دوست محمد نور بھری اور نور بھری کے والدین کے ساتھ تعلق رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ ان سب سے تعلقات ختم کر لیں اور دوست محمد کو مجبور کر دیں کہ اس گاؤں سے نکل جائے۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۶۴ میں ہے کہ فساق سے ربط ضبط مودت کا حرام ہے اور دوست محمد بھی فاسق ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذی القعدہ ۱۳۷۹ھ

جس شخص نے اپنی بھتیجی سے زیادتی کی ہو اس کی کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنی سگی بھتیجی غیر شادی شدہ کے ساتھ زنا کرتا ہے اور اس کے بعد فریقین اقرار کرتے ہیں کہ لڑکی کی رضامندی ثابت نہیں ہے۔ زانی مرد کے لیے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

رب نواز خان ولد اکرم خان تحصیل بھکر

﴿ج﴾

شرعی حدود اس وقت یہاں نافذ نہیں۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہو جائے۔ استغفار کرے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے کہ اس وقت یہی ممکن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

گناہ کی نیت سے سفر کرنے والے کو اگر قتل کیا جائے تو قصاص ہے یا نہیں مقتول شہید ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) زید بارادہ زنا یا چوری سفر کرتا ہے اور ابھی تک فعل نہیں کرنے پاتا کہ راستہ میں قتل ہو جاتا ہے۔

(۲) یا بموقعہ زنا و چوری عین حالت ارتکاب فعل میں پکڑا جاتا ہے اور قتل کیا جاتا ہے ان دونوں صورتوں میں کیا قاتلین پر قصاص واقع ہوگا یا نہیں اور اس مقتول کی موت شہادت ہے یا حرام موت مرا ہے اور ابدی جہنمی ہے۔ مع دلائل بیان فرمادیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) زید اگر ارتکاب فعل سے پہلے قتل ہو جائے تو وہ شہید ہے اور قاتل پر قصاص یا دیت آئے گی۔

(۲) اگر عین ارتکاب زنا کے وقت قتل کیا گیا اور قاتل نے اس کے زنا یا دواعی زنا یا چوری کو گواہوں سے ثابت بھی کیا تو اس صورت میں قاتل پر قصاص یا دیت لازم نہیں آتی اور نہ مقتول شہید شمار کیا جائے گا۔ البتہ مقتول ابدی جہنمی نہیں ہے مسلمان ہے۔ اللہ کے سپرد ہے۔ مغفرت فرمائے یا عذاب دے لیکن اس کا آخری مستقر جنت ہے۔ فی ردالمختار باب التعزیر ص ۱۶۳ ج ۴ رجل رای رجلا مع امرأته یزنی بها او یقبلها او یضمها الی نفسه وهی

مطاوعة فقتله او قتلهما لاضمان عليه ولا يحرم من ميراثها ان اثبته بالبينة او بالاقرار ولو راى رجلا مع امرأته فى مفازة خالية او راه مع محارمه هكذا ولم ير منه الزنى ودواعيه قال بعض المشائخ حل قتلهما وقال بعضهم لا يحل حتى يرى منه العمل اى الزنا وداواعيه اه. اس کی مزید تصریح شامی باب التعزیر ص ۶۲ ج ۴ میں اس طرح ہے کہ ويكون التعزير بالقتل كمن وجد رجلا مع امرأة لاتحل له الخ قوله مع امرأة ظاهره ان المراد الخلوة بها وان لم يرى منه فعلا قبيحاً كما يدل عليه مايأتى عن منية المفتى انهتى (وايضا فيه) وعلى هذا القياس المكابر بالظلم وقطاع الطريق وصاحب المكس وجميع الظلمة بادنى شئ له قيمة وجميع الكبائر (قوله وجميع الكبائر) اى اهلها والظاهر ان المراد بها المتعدى ضررها الى الغير. الى ان قال فيشمل كل من كان من اهل الفساد كالساحر وقاطع الطريق واللص واللوطى والخناق ونحوهم ممن عم ضرره ولا ينزجر بغير القتل الخ (ردالمختار ص ۶۴ ج۴) وفى الدرالمختار ص ۶۵ ج۴ ويقيمه كل مسلم حال مباشرة المعصية (قنيه) واما بعده فليس ذلك لغير الحاكم والزوج والمولى اه۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رمضان ۱۳۸۸ھ

گمان کی وجہ سے چور سمجھ کر جو رقم اس سے لی، واپس کرنی چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع دریں مسئلہ کہ ایک شخص جس کا پیشہ جوتیاں چرانا ہے اور وہ ہمیشہ نمازیوں کی جوتیاں چرا کر لے جاتا ہے۔ اچانک ایک رات وہ پکڑا گیا ایک مسافر مسجد میں سویا ہوا تھا اور وہ بدمعاش آیا اور اس نے اس کی جوتی اُٹھا کر چھپادی اور کوشش کررہا تھا کہ پیسے لوٹے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی اور اس نے ہم کو اٹھایا اور وہ چور قسم اُٹھانے لگا کہ میں نے نہیں اٹھائی۔ جب ہم نے اس کو جھڑک دی تو اس نے کہا کہ میرے سے پانچ روپے لے لو اور میں جوتی لا دوں گا اور پانچ روپے لے جاؤں گا۔ ہم نے ایسا کیا تو اس نے جوتی لا کر مسجد کی صف کے نیچے رکھی اور چلا گیا اور اچانک وہ جوتی ہم نے اٹھالی۔ اب اگر وہ پیسے اس کو دے دیے جائیں تو وہ الٹا ہمیں چور بنائے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو جوتے اٹھاتے ہوئے نہیں پکڑا گیا بلکہ محض اس قیاس پر کہ یہ جوتیاں چرایا کرتا ہے لہٰذا اس نے چرائی ہوں گی۔ ہوسکتا ہے کہ اس نے نہ چرائی ہو جیسا کہ بعد کو جوتیوں کے ملنے سے معلوم ہوتا

ہے۔لہٰذا اس شخص کو ان جوتیوں کا چور نہیں کہا جائے گا۔ ہوسکتا ہے کہ مسافر خود صف کے نیچے رکھ کر بھول گیا ہو۔ خلاصہ یہ کہ کوئی دعویٰ بغیر گواہ ہونے کے ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ نے دھمکی دے کر جو اس سے روپے لیے ہیں وہ کسی طرح واپس کر دیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زانی سے تعلقات توڑ دیے جائیں اور زنا سے پیدا شدہ بچوں کی نماز جنازہ میں شرکت درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید مثلاً کسی غیر کی منکوحہ عورت کو اغوا کر کے اپنے پاس علی الاطلاق ازدواجی برتاؤ قائم رکھتا ہے۔ جس پر سالہا سال گزر جاتے ہیں اور کئی مقدار میں اولاد پیدا ہو جاتی ہے لیکن مسلمانوں کی روک ٹوک سے بھی مذکورہ قبیح فعل سے باز نہیں آتا۔ ایسے آدمی سے دیگر مسلمانوں کو برتاؤ کرنا یا اس کی اس زنا والی اولاد کے مرنے پر جنازہ میں شمولیت کرنا وغیرہ میں کیا حکم ہے۔ اگر دیگر صحیح الاعمال غیر مجاہر و معاند الدین والے برتاؤ کیے جائیں تو آپس میں فرق کیا ہے۔ اگر برتاؤ چھوڑنے کا حکم ہے تو مدلل بیان سے افادہ بخشیں تا کہ لوگ مستفید ہو کر عمل پیرا ہوں اور لوگوں کو یہ آواز پہنچا دی جائے خواہ حکم تعزیراً ضروری ہے۔ جلد از جلد تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

ایسے اللہ تعالیٰ کے نافرمانی پر اصرار کرنے والے شخص سے جو کہ باوجود مسلمانوں کی طرف سے روک ٹوک کے مذکورہ قبیح فعل سے باز نہیں آتا تعلقات توڑ دیے جائیں۔ دوسرے مسلمانوں جیسے برتاؤ ایسے آدمی سے نہ کیے جائیں زنا والی اولاد کے مرنے پر جنازہ میں شمولیت کرنا جائز ہے۔ قطع تعلقات کے منافی نہیں اس لیے کہ اولاد کا تو کوئی جرم نہیں اور جنازہ حق میت ہے اس لیے اولاد کے جنازہ میں شرکت کرنی چاہیے۔

احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ شوال ۱۳۸۸ھ

پنچایت نے مجرموں سے مختلف قسم کے جرمانے وصول کیے کیا یہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فقہاء عظام اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں بھائی ہیں ایک زمیندار کے ہاں کام کرتے ہیں جس میں سے چھوٹا بھائی بکر اس زمیندار کا دنار تھا اور بڑا بھائی زمیندار کے ہاری تھا تقریباً تیس سال سے یہ

سلسلہ جاری تھا۔ حسب طرف کے کبھی دنار سے مویشی بھاگ کر فصلوں میں جا کر کھاتے تھے۔ زمین کے مالک نے آ کر زمیندار سے فریاد کی تو زمیندار نے مالک زمین کو کہا جا کر دنار کو مارو۔ جس کی بنا پر مالک زمین نے دنار کو تین دفعہ خود زدو کوب کیا۔ تیسری دفعہ مار لینے کے بعد جب زید نے اپنے بھائی کے بدن پر دیکھا کہ ضرب لگانے کے نشانات ہیں جو کہ مار لینے سے جگہ جگہ سوجی ہوئی ہے تو زید نے بھائی کے بدن کے نشانات دیکھ کر غائبانہ طور پر کہا کہ اگر مالک زمین کے مار لینے کے وقت میں وہاں حاضر ہوتا تو مالک زمین کے دبر میں لکڑی دیتا کہ اس کو مارنے کا حق نہیں تھا۔ بلکہ وہ مویشی کو ڈھک کر سرکار میں لے جاتا۔ کسی موقع پر جب زید کسی شادی پر جا کر واپس گھر آ رہا تھا ابھی گھر نہیں پہنچا تھا کہ اچانک کسی دوسرے کے گھر کے سامنے آ کر زید کو مالک زمین نے اور اس کے ماموں اور تقریباً پانچ چچازاد بھائیوں نے خوب مارا۔ یہاں تک کہ زید کے سر میں چوٹ لگنے سے خون جاری ہوا۔ جب زید کی بہن نے دیکھا کہ میرے بھائی کو مار رہے ہیں تو اس نے جا کر کہا کہ میرے بھائی کو خدارا نہ مارو تو مالک زمین کے چچازاد بھائی عبدالرحمٰن نے زید کی بہن کو بازو سے پکڑ کر قریب ہی ایک ٹیلہ خار کے اندر پھینک دیا اور اس کی گود میں ایک بچی تھی اس کے اچھلنے پر دونوں خاروں کے اندر گر گئیں اور بدن کے اندر خاروں کی وجہ سے درد ہو گیا۔ ابھی آپ صاحبان سے عرض یہ ہے کہ مالک زمین کا کہاں تک قصور ہے اور شرع شریف اور شارع کی طرف سے مالک زمین کو کتنا جرمانہ ادا کرنا ہوگا اور شرع شریف نے انسان کا خون بہا کیا رکھا ہے اور مالک زمین وغیرہ قصور کے معترف ہیں جس کی بنا پر یہاں ایک شخص جو سب کا زمیندار ہے ثالث یعنی حاکم بن کر فیصلہ کیا کہ مالک زمین کو دو سو روپے جرمانہ اور جارح زید کو ایک سو روپے جرمانہ جو ضرب خطا پر محمول کیا گیا اور جو بانی فساد تھا اس پر دو سو روپے جرمانہ اور چوتھے پر ڈیڑھ سو روپے جرمانہ رکھا گیا۔ کچھ لوگ اس جرمانہ کو زیادہ بتاتے ہیں۔ بنا بریں عرض ہے کہ آپ حضرات قرآن شریف اور احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ کے حوالہ سے فیصلہ کر کے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی حسین بخش ولد پیر محمد خارانی

﴿ج﴾

ان جرائم پر شرعاً کوئی حد واجب نہیں ہے۔ ان میں ہر جرم کی سزا اس کے انداز کے موافق ہے۔ جس کی کوئی کیفیت یا تعداد شرعاً مقرر نہیں بلکہ حاکم شرعی کی رائے پر ہے کہ جس جرم کی سزا مارنا یا قید یا زبانی تنبیہ وغیرہ مناسب و کافی سمجھے اس کا استعمال کرے۔ البتہ اگر مارنے کی سزا تجویز کرے تو اس میں یہ شرط ہے کہ انتالیس کوڑوں سے زیادہ تجویز نہ کریں اور اس سزا میں اس شخص کی رعایت کی جائے۔ جس پر سزا جاری کی جاتی ہے۔ اگر کوئی شریف آدمی ہے جس کے لیے زبانی تنبیہ مارنے اور پیٹنے کے برابر ہے یا زیادہ سمجھی جاتی ہے تو اس کے لیے زبانی تنبیہ پر اکتفا کیا جائے اور اگر رذیل اور شریر ہے تو اس کو خوب زور سے کوڑے لگائے جائیں۔ باقی شریعت میں جرمانہ مالی کی کوئی اصل نہیں حاکم شرعی بھی کسی پر مالی

جرمانہ واجب نہیں کرسکتا۔شامی ص ۶۵ ج ۴ پر ہے۔قال الزیلعی ولیس فی التعزیر شئ مقدر وانما هو مفوض الی رائ الامام الی ماتقتضی حالتهم فان العقوبة فیهم مختلف باختلاف الجنایة الی قول کذا ینظر فی ا؟الهم فان من الناس من ینزجر بالیسیر ومنهم من لاینز جرالا فی الکثیر وقال فی الدرالمختار اکثره ای الضرب بالتعزیر تسعة وثلاثون سوطاً واقله ثلاثة وقال الشامی قال فی الفتح فلورای انه ینزجر بسوط واحد اکتفی به وقال فی الدرالمختار ویقیمه کل مسلم حال مباشرة المعصیه واما بعده فلیس ذالک لغیر الحاکم والزوج الی ان قال لکن فی الفتح مایجب حقاً للعبد لایقیمه الامام لتوقفه علی الدعویٰ الا ان یحکما فیه ص ۶۵ ج ۴ فالحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ المال وبسطور (قبله) لایجوز لاحد من المسلمین اخذ بالمال جب مذہب میں تعزیر یعنی مجرم کو جرمانہ کرنا جائز نہیں تو صورت مسئولہ میں بھی حکم کا جرمانہ ناجائز وظلم ہوگا۔مذکورہ بالا سزاؤں میں اگر کوئی مناسب سزا ظالم کو نہیں دے سکتے تو دونوں فریقین کے درمیان صلح کی جائے اور ظالم فریق کو اس قسم کے حرکات سے روکنا عامۃ المسلمین کا فرض ہے کہ آئندہ ناجائز حرکت نہ ہو اس معاملہ میں مظلوم فریق سے معافی مانگ کر ان کو راضی کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جائیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شادی شدہ عورت اگر کسی کے ساتھ بھاگ گئی تو سزا رجم ہے

﴿س﴾

بخدمت جناب حضرت علامہ مفتی صاحب مدرسہ قاسم العلوم ملتان سلمہ تعالیٰ السلام وعلیکم! عرض خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو اغوا کیا۔جس کے ساتھ ایک معصوم لڑکی بھی تھی اور عورت کو اغوا ہوئے عرصہ ۱۶ سال گزر چکے ہیں۔اس کے وارث نے فیصلہ کے لیے بڑی کوشش کی۔مگر عورت کا والد فیصلہ پر نہ آتے تھے۔پھر اپنے موضع کے تمام معززین کو اکٹھا کر کے اور انہیں بلا کر اڑھائی ہزار روپیہ اور لڑکی واپس دینے کا فیصلہ کیا تو وہ عورت والے پھر بھی انکاری ہو گئے۔پھر دوسری دفعہ چند معززین نے دو ہزار روپے پر فیصلہ کیا۔مگر پھر بھی فیصلہ تسلیم نہ کیا۔پھر اس شخص نے جس نے عورت کو اغوا کیا تھا اس نے اس عورت سے نکاح تنسیخ کا دعویٰ بعدالت جناب سول جج ملتان کی خدمت میں دائر کر دیا جس کی نقل لف ہے۔اب پھر جناب حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری اس علاقہ میں تشریف لائے تو تمام سرگزشت بخاری صاحب کی خدمت میں پیش کی کہ جو شریعت فیصلہ کرے مجھے منظور ہے تو بخاری صاحب نے عورت والوں کو بلایا جس میں موضع کے معززین بھی تھے۔مگر پھر بھی وہ نہ آئے بڑی کوشش کی گئی کہ عورت والے آجائیں تو جس

طرح وہ فیصلہ پر رضا مند ہوں فیصلہ کریں۔مگر نہ وہ اپنی عورت واپس لیتے ہیں اور نہ طلاق دیتے ہیں صرف وہ یہ چاہتے ہیں کہ علمائے کرام ان پر کفر کا فتویٰ دیں اور کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور نہ وہ علمائے کرام کے پاس آتے ہیں اس معاملہ کی پوری تحقیق جناب بخاری صاحب کو معلوم ہو چکی ہے۔آنحضور بخاری صاحب سے بھی دریافت کر سکتے ہیں۔اس لیے اب آنحضور کی خدمت اقدس میں عرض ہے کہ براہ نوازش اس کیس کا شریعت کیا فیصلہ دیتی ہے۔کیا وہ شخص اس عورت کا نکاح اپنے ساتھ کر سکتا ہے براہ کرام نوازی شرعی فیصلہ صادر فرما کر مشکور فرما دیں۔نیز لڑکی جو اس عورت کے ساتھ ہے جس کی تاریخ پیدائش ۴۴-۱۲-۲۷ ہے کیا یہ لڑکی اپنا نکاح اپنی حسب منشا کرا سکتی ہے۔

بلک جیوں نمبر دار ڈگراولکھ تحصیل کھر

﴿ج﴾

جو عورت اپنے خاوند کے گھر سے دوسرے شخص کے ساتھ بغرض زنا اغوا ہو جائے وہ ناشزہ ہے، بے فرمان، خدائی غضب کی مستحق ظالمہ زانیہ اور بدکار ہے۔شرعاً اس کے لیے رجم اور سنگساری کی سزا مقرر ہے۔اس دور میں چونکہ حکومت شرعیہ قائم نہیں ہے اور حدود اللہ نافذ نہیں ہیں اس لیے وہ شرعی سزا سے بچی ہوئی ہے۔کیا ایسی عورت کو عاجزہ اور مظلومہ قرار دینا شریعت کے ساتھ استہزاء نہیں۔والعیاذ باللہ اب تو معاشرہ اسلام اور اسلامی اقدار کے احساس سے بھی غافل ہو گیا اور اچھے بھلے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو مظلومہ قرار دے کر اس کے زوج کو ظالم اور سرکش ضدی، متعنت کہا جائے اور مولانا تھانوی قدس سرہ کی کتاب الحیلۃ الناجزۃ سے مالکی مذہب کے مطابق زوجہ متعنت کے نکاح کی طرح ایسے قابل فسخ سمجھا جائے یاد رکھو مولانا تھانوی کی کتاب کا نام ہی واضح بتلا رہا ہے اور یہ حیلہ صرف عاجزہ عورت کے لیے ہے۔

ناشزہ، ظالمہ اور مستحقہ رجم کے لیے ایسے حیلے نہیں ہوتے۔تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر اپنے ایمان کو بچانا ہے تو اس عورت کے ساتھ تعاون کرنے سے باز آجائیں اور ان سے بائیکاٹ کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ گزشتہ بدکاریوں سے تائب ہو جائے اور علی الاعلان توبہ کر کے اغوا کنندہ سے فوراً علیحدہ ہو جائے اور اپنے خاوند کے قدموں میں گر کر اس سے معافی مانگے۔واللہ اعلم

۱۳ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

حقیقی والدہ سے زنا کرنے والے کو کیا سزا ملے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک غیر شادی شدہ مرد نے اپنی حقیقی والدہ سے زنا کیا ہے اور وہ خود اقرار کرنے والا ہے۔اس کی شرعی حد کیا ہو گی۔

سعید احمد چاون ڈاکخانہ گورنمنٹ ہائی سکول نانکوٹ

﴿ج﴾

شرعی حدود قائم کرنا قاضی شرعی کا کام ہے۔ شرعی حدود اس وقت یہاں نافذ نہیں۔ اس لیے شرعی حد قائم کرنا آپ کے اختیار میں نہیں۔ اس وقت یہ ممکن ہے کہ جب تک وہ توبہ تائب نہ ہو جائے اس کے ساتھ مسلمان برادری کے تعلقات نہ رکھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فاحشہ عورت کو قتل کرنا اور اس کے قتل کے مشورہ میں شامل ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت زنا کاری کو اپنے لیے ذریعہ آمدنی بنائے ماں باپ کے روکنے سے اس کار بد سے نہ رکی نیز اقرباء کے روکنے سے بھی نہ رکی اور اس عورت کا اپنا خاوند بھی نہیں ہے۔ لوگوں کی طرف سے تسم قسم کی اذیتیں اس کے اقرباء کو پہنچیں۔ آخر میں یہ لوگ یعنی اقرباء تنگ آ کر اس عورت کو قتل کر ڈالا کیا ابھی اس عورت کے ساتھ شہید کا سلوک کیا جائے گا یا عام مردوں کا سلوک کیا جائے گا اور قاتلین عورت کا کیا حکم ہوگا مواخذہ اخروی دنیوی ان سے ہوگا یا نہیں۔ نیز جو لوگ مشورہ میں شریک ہیں اور قتل میں نہیں ہیں ان کا کیا حکم ہے عنداللہ بالتفصیل معہ حوالہ جات جواب ارسال فرمائیں۔

نوٹ: ایسی عورت کا قتل اقرباء اور غیر اقرباء کے لیے مباح ہو سکتا ہے یا نہیں۔

عبدالرحمٰن مدرسہ ریاض العلوم القسیمہ کورٹ سنڈیمن ضلع ژوب

﴿ج﴾

واضح رہے کہ حالت ارتکاب معصیت یعنی حالت مباشرت زنا میں اگر ان کو دیکھ لے اور اسی وقت قتل کر ڈالے تو بنا بر قول علامہ شامی یہ قتل درست ہوگا۔ خواہ اقرباء کی طرف سے ہو یا غیروں کی طرف سے ہو اور خواہ وہ بدون قتل کرنے کے زنا سے ممنوع ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ بہر حال حالت مباشرت میں قتل کرنا مرد کا اور بصورت رضامندی عورت ہر دونوں کا قتل درست ہے اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قبیل سے ہے۔ یہ حد کی قبیل سے نہیں ہے۔

(شامی ص ۶۴ ج ۴ باب التعزیر) اور بنابر تحقیق مولانا رشید احمد صاحب لدھیانوی مؤلف احسن الفتاویٰ۔ اگر حالت مباشرت زنا میں ان کو دیکھ لے تب اگر اس کے علم میں یہ ہو کہ سوا قتل کرنے کے زنا سے نہیں رکتے تو قتل کرنا جائز

ہے ورنہ نادرست ہے۔(احسن الفتاویٰ ص ۵۳۲ ج ۵) ان کا استدلال عالمگیری ص ۱۶۷ ج ۲ کی درج ذیل عبارت سے ہے۔ **سئل الهندواني رحمه الله تعالى عن رجل وجد مع امرأته رجلاً ايحل له قتله قال ان كان يعلم انه يترجر عن الزنا بالصياح والضرب بمادون السلاح لايحل وان علم انه لا يترجر الا بالقتل حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا كذا في النهاية.** اوراگرزنا کرنے کی حالت میں نہ قتل کرے ویسے کسی وقت قتل کرڈالے تو اگر اس نے حالت زنا میں اس کو کبھی دیکھا تھا اور یہ عورت محصنہ تھی اوراحصان کے تمام شرائط اس میں موجود تھے تو گناہ قتل نہ ہوگا۔اگر چہ گناہ اقامت حد بدون اذن امام ضرور ہوگا اور چار گواہ چشم دید کے عدالت کے روبرو پیش کرنے سے قصاص ودیت سے بچ جائے گا اوراگر اس کو نہیں دیکھ چکا تھا اور نہ اس پر زنا کی شرعی شہادت پیش ہوتی تھی اور یا غیر محصنہ تھی تو ایسی صورت میں قتل کا گناہ ہوگا۔قصاص بصورت عمد اور دیت بصورت غیر عمد واجب ہوگی۔ نیز عورت مقتولہ اندریں صورت شہیدہ شمار ہوگی اور شہیدوں والا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے گا۔ **كما قال في العالگيرية ص ۱۸۷ ج ۲ قالوا لكل مسلم اقامة التعزير حال مباشرة المعصية واما بعد المباشرة فليس ذلك لغير الحاكم.** (والتفصیل فی احسن الفتاویٰ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ صفر ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

نابالغ بچے اگر برا فعل کرتے دیکھے جائیں تو ان پر حد ہے یا نہیں والدین پر بچوں کے متعلق کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو بچے (لڑکا گیارہ سال چار ماہ کا، لڑکی چار سال گیارہ ماہ شمسی تقریباً) شنیع حرکت دن میں مبتلا دیکھے گئے جو سوئی دھاگے کی صورت ہرگز نہ تھی۔

(۱) ان کے متعلق شرعی احکام کیا ہیں۔بالخصوص تادیبی کارروائی کی حد کیا ہونی چاہیے۔

(۲) بچوں کے بارے میں (والدین سرپرست وغیرہ) پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے بالخصوص مشتعل جذبات کو حدود وقیود شرعی کے اندر قابو میں رکھنے کے لیے۔

براہ کرم افشاء نہ ہو نہ سائل کے متعلق بلا اشد ضرورت کسی غیر کو اطلاع ملے۔

سائل عبدالخالق ریٹائر ہیڈ ماسٹر

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چونکہ لڑکا اورلڑکی یقیناً نابالغ اور صغیر ہیں۔لڑکے کے بلوغ کے لیے کم ازکم عمر بارہ سال قمری شرعاً مقرر ہے اورلڑکی کے لیے نو سال قمری۔ یہاں لڑکے کی عمر بحساب سال قمری بھی بارہ سال نہیں بنتی۔اس لیے لازماً دونوں نابالغ ہیں اور حسب بیان نابالغ کا یہ فعل سوئی دھاگے کی طرح بھی نہیں۔

اس لیے اس فعل کو زنا نہیں کہا جائیگا ویسے اگر زنا کا تحقق بھی ہو جائے تب بھی شرعی حد یا تعزیر جو قاضی یا شرعی عدالت سے متعلق ہے حقوق اللہ میں صغیر پر نافذ نہیں ہوتی۔

اور یہ حرکت یا زنا بھی حقوق اللہ سے متعلق ہیں۔درمختار کتاب التعزیر ص ۷۸ ج ۴ (الصغر لایمنع وجوب التعزیر) فیجری بین الصبیان (و) هذالو کان حق عبدا ما (لو کان حق الله تعالٰی) بان زنی او سرق) (منع) الصغر منه (مجتبی)

البتہ حقوق اللہ سے متعلق گھر میں والدین ان کو مناسب سزا دے سکتے ہیں۔حدیث میں ہے مروا صبیانکم بالصلوٰة اذا بلغوا سبعا واضربوهم علیها اذا بلغوا عشرًا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ترک صلوٰۃ جو حقوق اللہ سے متعلق ہے پر نابالغ لڑکے کو جو دس سال کا ہو مارا جائے۔اس لیے صورت مسئولہ میں والدین ان کو مناسب سزا مارنے کی دے دیں تو بہتر اور جائز و مناسب امر ہوگا۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ

بعض معمولی واقعات کو بھیس بنا کر کسی امام کے امامت کی عدم جواز کا فتویٰ لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ نے یعقوب علیہ السلام کا واقعہ اس طرز پر کہ بشیر نامی ایک شخص تھا۔جو حضرت پیغمبر مذکور کی باندی کا تھا یہ حکایۃ فلاں فلاں کتاب کے حوالہ سے ذکر کی تھی۔القصہ حقیقت یہ ہے کہ میرا عقیدہ یہ نہیں ہے۔بلکہ اس واقعہ کو جس طرح کتب معتبرہ میں بیان کیا گیا ہے۔میں اس کو درست مانتا ہوں محض کسی کتاب کا قول نقل کرنے سے میرے عقیدہ میں یہ بات نہیں کہ بندہ توہین انبیاء علیہم السلام کرتا ہو بلکہ کسی نبی کی بھی توہین کا عقیدہ رکھنا کفر سمجھتا ہوں اور توہین کرنیوالے کو کافر سمجھتا ہوں کیا جس کا یہ عقیدہ ہو اور وہ حنفی اور صحیح العقیدہ سنی ہو اس کے پیچھے امامت جائز ہے۔اگر کوئی شخص مجھ پر افتراء لگاتا ہے تو اس کا کیا ہونا چاہیے۔کیا اس پر بھی شرعاً توبہ لازم آتی ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

جب یہ شخص جو کہتا ہے کہ میرا عقیدہ توہین انبیاء کا نہیں ہے۔ بلکہ میں توہین انبیاء کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں۔تو پھر ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز و درست ہے اور جب اس نے توہین نہیں کی تو اس پر توبہ بھی لازم نہیں جس شخص نے امام مسجد پر اتہام لگایا ہے اس کو اپنے الفاظ واپس لینا چاہئیں اور آئندہ اسے احتیاط رکھنی چاہیے کہ کسی کی طرف ایسے الفاظ منسوب نہ کرے کہ جو اس نے نہ کہے ہوں کسی کے الفاظ نقل کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود بھی ان کو پسند کرتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ کا انوار العلوم ملتان
۷ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح بر تقدیر صدق سائل

اگر امام مذکور کا اس واقعہ یا کسی ایسے واقع سے توہین انبیاء کرام کا عقیدہ نہیں اور نہ توہین کا مقصد ہے اگر اس نے صرف کسی قول کو نقل کیا ہے تو کسی ایسی عبارت کے نقل کرنے سے نہ کفر لازم آتا ہے نہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمد شریف عفی عنہ مدرسہ انوار العلوم ملتان

﴿ہوالمصوب﴾

کاغذ کی دوسری طرف جواب استفتاء درست اور صحیح ہے۔

ایسے واقعات کو آڑ بنا کر کسی کی امامت کے عدم جواز کا فتویٰ حاصل کرنا اچھا فعل نہیں اس سے احتراز لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ رجب ۱۳۸۲ھ

خاوند کا بیوی پر بلا ثبوت شرعی الزام تراشی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک پاک دامن عورت حسینہ بی بی پر اس کا خاوند اور اس کے کنبہ والے زنا کا بہتان لگاتے ہیں۔ عورت اور اس کے ورثاء اس سے ثبوت مانگتے تھے۔ مگر وہ ثبوت دینے کے بجائے سارے علاقہ میں اپنے عائد کردہ بہتان کی تشہیر کرتے ہیں۔ انہیں حلف اُٹھانے یا اٹھوانے اور اس پر شرعی حد کے لیے کہا جاتا تو وہ

دونوں صورتوں سے انکار کر دیتے ہیں۔وہ الزام لگانے والے اُمراء اور اولی الامراء کے پاس دوڑتے ہیں۔ان کے ذریعہ عورت اور اس کے ورثاء پر ظلم کرواتے ہیں۔عورت اور اس کے ورثاء انہیں بار بار شریعت کے فیصلہ کی طرف بلاتے ہیں۔مگر یہ دوسرے راستہ پر اور اپنے عائد کردہ بہتان پر بضد ہیں اور نہ غلطی کو غلطی تسلیم کرتے ہیں۔

(۱) انکار فیصلہ شریعت اور انکار حلف اور شریعت کے خلاف چلنے کی وجہ سے یہ مسلمان ہیں یا کافر۔

(۲) شرعی طور پر فدا حسین کا حسینہ بی بی سے نکاح باقی ہے یا ختم ہو گیا ہے۔

(۳) بلا ثبوت بہتان لگانے سے فاسد و مردود الشہادۃ ہیں یا نہیں۔

(۴) ان کی امداد ان سے دوستی اور ان سے میل جول رکھنا مسلمانوں کو جائز ہے یا نہیں۔

مولوی فیض محمد صاحب خطیب جامع مسجد بستی قاضی ڈاک خانہ تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) ان لوگوں کو کافر تو نہیں کہا جائے گا۔البتہ ان لوگوں کے لیے عورت مذکورہ پر اس قسم کا بہتان لگانا ہرگز جائز نہیں۔شرعی قانون میں ایسے لوگوں پر حد قذف جاری ہوگی جس کی مقدار اسی کوڑے مارنا ہے۔

(۲) فدا حسین کا نکاح مسماۃ حسینہ بی بی سے باقی ہے۔

(۳) بغیر ثبوت کے کسی پر بہتان لگانا موجب فسق ہے۔

(۴) ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا درست نہیں۔ان پر لازم ہے کہ توبہ تائب ہوں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم رجب ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲ رجب ۱۳۹۶ھ

رجم کے متعلق مفصل تحقیق، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو سزا دی گئی کوڑوں سے دی گئی اس کی وضاحت کیا واقعی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قطع ید کا حکم کسی زمانہ میں معطل کر دیا تھا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) رجم کے متعلق قرآن میں کہیں ذکر موجود ہے یا نہیں۔

(۲) رجم کے متعلق جو جو احادیث ہیں وہ مع اسناد درکار ہیں۔

(۳) آیت جلد سے قبل حکم رجم نازل ہوا ہے یا بعد میں احادیث جو اس سلسلہ میں ملتی ہیں۔ وہ اس آیت سے قبل کی ہیں یا بعد کی۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جو کوڑوں کی زانی کو سزا ہوتی ہے اس کے متعلق تفصیلات۔

(۵) قطع ید کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایام قحط میں اس کو معطل فرمایا تھا۔ اولی الامر کو نص قطعی کے بعد ایسا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ قطع ید سے مراد کیا ملزم یا مجرم کو ایسا کرنے سے روکنا مراد ہے۔ کیونکہ قطع السبیل عربی میں یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ راستہ روک دیا جائے حدود، حقوق العباد اور حقوق اللہ سے کہاں تک متعلق ہیں۔

(۶) شراب کے متعلق کوئی نص نہیں سزا سے متعلق، اور نہ ہی کوئی سزا کس زمانہ میں مقرر ہوئی تھی۔

مدرسہ عربیہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور ڈویژن بہاولپور دفتر جمعیۃ علماء اسلام عبدالصبور ناظم دفتر

﴿ج﴾

(۱) رجم کے متعلق قرآن پاک میں ذکر آیا ہے لیکن اس کی تلاوت اب منسوخ ہے اور حکم اب بھی اس کا باقی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف ص ۱۰۰۹ ج ۲ میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بروز جمعہ منبر رسول پر تشریف فرما ہو کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھرے مجمع میں بلا کسی کے نکیر کے منقول ہے کہ **فکان مما انزل الله آية الرجم فقرأنا ها وعقلنا ها ووعيناها رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده فاخشى ان طال بالناس زمان ان يقول قال والله مانجد آية الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك فريضة انزلها الله والرجم في كتاب الله حق على من زنا اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البينة او كان الحمل او الاعتراف الخ.**

(۲) تمام احادیث کو اسناد کے ساتھ ذکر کرنا مشکل ہے۔ ہاں ان احادیث کا حوالہ دے دیا جاتا ہے جہاں سے آپ بآسانی احادیث بالاسناد حاصل کر سکتے ہیں۔ **بخاری کتاب المحاربین من اهل الكفر والردة** ص ۱۰۰۶ ج ۲ تا ص ۱۰۱۱ ج ۲ پر تقریباً تمام احادیث رجم سے متعلق ہیں۔ مسلم شریف ص ۶۵ ج ۲ تا ص ۷۱ ج ۲ باب حد الزنا تا باب حد الخمر پر تمام حدیثیں رجم سے متعلق ہیں۔ نصب الرایہ ص ۳۰۷ ج ۳ تا ص ۳۳۲ ج ۳ پر اکثر رجم کی حدیثیں مذکور ہیں۔

(۳) عمل رجم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود کر چکے ہیں اس کے متعلق تو اتنا معلوم نہیں ہوتا ہے کہ آپ نے آیت جلد کے نزول سے قبل کیا ہے۔ کما فی البخاری ص ۱۰۱۱ ج ۲ **قال حدثنا الشيباني قال سألت عبد الله بن ابی او فی عن الرجم فقال رجم النبی صلى الله عليه وسلم فقلت اقبل النور ام بعد قال لا ادری**۔ ویسے جلد کا حکم جو آیت جلد میں مطلق ہے بالاجماع حق محصن میں منسوخ ہے یا تو اس آیت منسوخ التلاوۃ کے ساتھ **الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم** اور یا سنۃ التواتر المعنی کے ساتھ **كما قال في الهداية مع فتح القدير (وان لم يكن محصنا وكان حرا فحده جلدة) لقوله تعالى الزانية**

والزانی فاجلدوا کل واحد منهماماته جلدة الا انه انتسخ فی حق المحصن فبقی فی حق غیره معمولا به. وقال ابن الهمام فی فتح القدیر ص ۱۷ ج۵. وهذا عام فی المحصن وغیره نسخ فی حق المحصن قطعا ویکفینا فی تعیین الناسخ القطع برجم النبی صلی الله علیه وسلم فیکون من نسخ الکتاب بالسنة القطعیة وهو اولی من ادعاء کون الناسخ الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجمو هما البتة نکالاً من الله والله عزیز حکیم لعدم القطع بثبوت کونها قرآن ثم انتساخ تلاوتها وان ذکرها عمرو سکت الناس الخ وقال فی فتح القدیر ایضاً ص ۱۲۱ ج۴ (قوله رجمه بالحجارة حتی یموت) علیه اجماع الصحابة ومن تقدم من علماء المسلمین وانکار الخوارج الرجم باطل لانهم ان انکروا حجیة اجماع الصحابة فجهل مرکب بالدلیل بل هو اجماع قطعی وان انکروا وقوعه من رسول الله صلی الله علیه وسلم لانکارهم حجیة خبر الواحد فهو بعد بطلانه بالدلیل لیس مما نحن فیه لان ثبوت الرجم عن رسول الله صلی الله علیه وسلم متواترة المعنی کشجاعة علی وجود حاتم والآحاد فی تفاصیل صوره وخصوصیاته اما اهل الرجم فلا شک فیه الخ.

(۴) زانی اور زانیہ کے لیے کوڑوں کی سزا تو قرآن شریف میں منصوص ہے۔ بشرطیکہ غیر محصن ہو قال تعالی الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة الآیہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی تو یہی سزا ہوگی دوسری تو کوئی سزا ہو ہی نہیں سکتی۔ باقی تفصیلات کا مجھے علم نہیں ہو سکا ہے۔

(۵) ایام قحط میں قطع ید کو معطل کرنے کے بارہ میں مجھے کوئی روایت نہیں ملی۔ لہٰذا اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

(۶) شرب خمر کی حد کے متعلق حدیثوں میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرب بالجرید و النعال ہوا کرتا تھا لیکن ضرب کی تعداد کی کوئی خاص تعیین ثابت نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ چالیس تک کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی لیے مجتہدین کا آپس میں اس بارہ میں اختلاف ہو گیا ہے۔ امام شافعی داؤد ظاہری چالیس کے قائل ہیں اور جمہور مجتہدین سے اسی کوڑے مقرر فرمانا ثابت ہے۔ کما فی الصحیح لمسلم ص ۷۱ ج۲ عن انس بن مالک ان نبی الله صلی الله علیه وسلم جلد فی الخمر بالجرید والنعال ثم جلد ابوبکر اربعین فلما کان عمرو دنا الناس من الریف والقری قال ماترون فی جلد الخمر فقال عبدالرحمن بن عوف اری ان تجعلها کاخف الحدود قال فجلد عمر ثمانین اور حدیث شریف میں ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین من بعدی او کما قال۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ صفر ۱۳۸۷ھ

الاجوبة کلها صحیحة محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد سے اگر زنا کا صدور ہو جائے تو امامت پر قائم رہے یا چھوڑ دے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ ایک مسجد میں تعلیم القرآن و خطابت اور امامت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ایک دن نفس امارہ کے غلبہ سے مسجد میں اپنی ہی شاگردہ کم سن (قریب البلوغ) کے ساتھ زنا کر بیٹھا بعد میں بہت پچھتایا۔ فکر خدا اور عذاب آخرت کے پیش نظر یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے لیے کیا سزا ہے۔ از روئے شرع شریف نیز اس مسجد میں اب امامت کرا سکتا ہوں یا نہیں۔ یہ واقعہ پانچ جولائی کو دن کے ۹ بجے مجھ سے سرزد ہوا۔ ایک اور شخص نے موقع پر دیکھ لیا اس کے لیے کیا فرض عائد ہوتا ہے اور لڑکی کے ورثاء کو اطلاع دینا گواہ کے لیے ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد یار عفی عنہ امام مسجد مہر احمد علی موضع مرماں تحصیل لیہ

﴿ج﴾

یہ گناہ بہر حال گناہ کبیرہ ہے جس کے ارتکاب سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اور مرتکب اس کا فاسق بن جاتا ہے اور فاسق کی امامت مکروہ ہے لیکن یہ گناہ خاص حق اللہ ہے جو توبہ نصوح کرنے سے معاف ہو سکتا ہے دنیاوی سزا جو رجم محصن اور جلد بکر ہے جس کا اختیار تو اسلامی حکومت کو ہوا کرتا ہے اور یہاں پاکستان میں حدود شرعی جاری نہیں ہیں لہٰذا سزا مذکورہ دینے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ لڑکی کے ورثاء کو اطلاع دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ عنداللہ ان سے معافی مانگنا ضروری ہے۔

لہٰذا اگر شخص مذکور صحیح طور پر توبہ تائب ہو گیا ہے تو وہ امامت کے قابل ہے لیکن اگر اس معصیت کی تشہیر ہو گئی ہے اور لوگوں کو اس کا علم ہو گیا ہے یا اس کی تشہیر تو نہیں ہوئی لیکن اس ماحول میں اور پھر ایک دفعہ اس کی عدم تشہیر ہو جانے میں توبہ تائب ہو جانے کے بعد بھی اس معصیت میں شیطان و نفس کے مبتلا کر دینے کا مستقبل میں بھی شدید خطرہ موجود ہے۔ لہٰذا یہاں کی امامت کو چھوڑ دینا ہی اندریں حالات اس شخص کے لیے مفید ہے اور شرعاً مطلوب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب ثبوت جرم کے لیے گواہ نہ ہو اور بندہ خود انکاری ہو تو وہ بری الذمہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بندہ پر خواہ مخواہ ایک آدمی نے میری اپنی ہی لڑکی کے ساتھ بدفعلی کا بہتان باندھ لیا ہے۔ میں اس تہمت سے بالکل بری ہوں اور ہر قسم کی صفائی دینے کے لیے تیار ہوں۔ اس شخص کے پاس کوئی دوسرا گواہ نہیں ہے۔ اس تہمت کے بنا پر میرے سسرال والے میری بیوی اور بچوں کو اپنے گھر لے گئے وہ کہتے ہیں جب تک فتویٰ نہ لاؤ گے بیوی بچے ہم نہ دیں گے۔ لہٰذا علماء کرام اس کے متعلق فتویٰ عنایت فرما دیں۔

سائل پٹھانہ ولد عظمت قوم درکھاں تحصیل وضلع جھنگ

﴿ج﴾

کسی مسلمان یا پاک دامن شخص پر زنا کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ اگر اس زنا کے اوپر شرعی گواہ موجود نہ ہوں اور خود وہ شخص اس سے صاف انکاری ہو اور ہر قسم کی صفائی دینے کو تیار ہو تو وہ بری الذمہ شمار ہوگا۔ اس سے بیوی بچوں کو بلاوجہ چھیننا اور اسے ستانا جائز نہیں ہے۔ بیوی بچوں کو اس کے حوالہ کر دیا جائے اور اسے بلاوجہ پریشان نہ کیا جائے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ رجب ۱۳۸۵ھ

ایک شخص کی گواہی سے جرم ثابت نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گھر سے جا رہا ہے ساتھ دو گٹھریاں بھی تھیں راستے میں ایک درخت کے نیچے دو گٹھریاں رکھ دیں پھر پیچھے کی طرف لوٹا آگے کنواں تھا کنواں سے آگے کسی مقصد کے لیے پھر پیچھے کنواں کی طرف آیا۔ تیار شدہ تھا مگر جاری نہیں تھا۔ بدیں وجہ آب نوشی کے لیے حویلی کی طرف گیا۔ حویلی کے اندر ایک مجنونہ تھی اور ایک چار سال کا بچہ تھا۔ تو وہ مجنونہ اپنی کیفیت کی بنا پر اس شخص کو پکڑنے لگی تو وہ شخص اپنے آپ کو چھڑانے لگا اس وقت وہ بچہ باہر چلا گیا وہ شخص اپنے آپ کو چھڑوا کر جہاں پانی تھا وہاں گیا اس مجنونہ کا خیال نہ کیا جہاں پانی تھا وہاں پانی پینے کا برتن نہیں تھا تو برتن دیکھنے کے لیے ساتھ جانوروں کی جگہ تھی وہاں گیا۔ ایک طرف دیکھا تو پھر دوسری طرف دیکھا تو وہ مجنونہ وہاں بیٹھی تھی۔ اس وقت ایک آدمی لاٹھی لے کے آیا اور کہنے لگا کہ تو اندر کیوں آیا اور مجنونہ کو کیوں پکڑا

تو وہ شخص دوڑا اس کے پیچھے جا کر لاٹھی ماری۔ یہ بیان جو لکھے گئے ہیں ملزم حلفیہ طور پر کہتا ہے کہ اس طرح حقیقت ہے اور واللہ باللہ ثم اللہ کی قسم کھا کر روزے کے ساتھ کہتا ہے کہ میں نے زنا نہیں کیا اور تفتیش سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور وہ ایک آدمی جو اندر آیا تھا وہ حلفیہ کہتا ہے کہ میں نے اوپر سے اٹھایا ہے۔ اس وقت باقی کوئی آدمی نہیں تھا بعد میں جمع ہوئے۔ اب عند الشرع شریف صورت مسئولہ میں وہ حد وغیرہ کا مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر یہ بات صحیح ہے تو اس پر کوئی حد نہیں لگے گی کیونکہ زنا کی حد کے لیے چار چشم دید گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور جو شخص مدعی ہے کہ اس سے اس مجنونہ کے ساتھ بدفعلی صادر ہوگئی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بات سے باز آ جائے۔ ہر حال میں اس معاملہ کو فوراً فرو کرنا ضروری ہے۔ عوام میں اس قسم کی باتوں کی اشاعت نہیں کرنی چاہیے لیکن اگر واقعۃً اس آدمی سے اس مجنونہ کے ساتھ بدکاری کا صدور ہو گیا ہے اگرچہ اس کا ثبوت گواہوں سے نہیں ہو سکتا تب بھی اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ حق تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق نائب مفتی میر سفیر المدارس ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر سسر بہو سے برا فعل کرے تو وہ شوہر کے نکاح میں رہ سکتی ہے یا نہیں اور خسر کے لیے کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بیٹے کا رشتہ کیا۔ اپنی دختر کے بدلے ان کی دختر اپنے بیٹے کے لیے مگر ایک جانب سے لڑکا نابالغ تھا۔ مگر دوسری پارٹی والوں نے کہا اگرچہ ہمارا لڑکا چھوٹا ہے مگر ہم تب اپنی لڑکی بیاہ دیں گے یعنی شادی کر دیں گے۔ جب تم اپنی لڑکی کی شادی کرو گے الغرض طرفین سے شادی ہو کر ہر لڑکی اپنے اپنے دلہا کے پاس پہنچ گئیں مگر جس لڑکی کا خاوند چھوٹا تھا اس کے والد نے اپنی بہو کے ساتھ بدفعلی کر لی۔ دو شہادتیں موجود ہیں۔ کیا یہ دلہن اپنے خاوند کے نکاح میں رہے گی یا کہ نکاح فاسد ہو گیا۔ کیا یہ دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے اور اس کے سسر پر شریعت کیا سزا مقدر کرتی ہے۔ بحوالہ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی محمد رمضان پیش امام قوم مقام اور ڈاکخانہ ونیٹری والی تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ ثبوت حرمت مصاہرۃ کے لیے شہادت تامہ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت ضروری ہے

صورت مسئولہ میں اگر شہادت تامہ موجود ہے تو حرمت ثابت ہو جائے گی لیکن ثبوت کے بعد خود بخود نکاح نہ ٹوٹے گا بلکہ ضروری ہے کہ شوہر بالغ خود بخود زبان سے کہے کہ میں نے اسے چھوڑا لیکن اگر لڑکا نابالغ ہے تو پھر اس کے قول کا اعتبار نہیں بلکہ حاکم کے تفریق کرنے اور عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا۔ **کما فی الدر المختار ص ۳۸ ج ۳ وتقبل الشهادة على الاقرار باللمس والتقبيل عن شهوة وكذا تقبل على نفس اللمس والتقبيل والنظر الى ذكره اوفرجها عن شهوة الخ. وايضا فيه ۳۷ ج ۳ وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لاتحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة الخ. وعبارة الحاوى الابعد تفريق القاضى اوبعد المتاركة الخ.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

متہم شخص کو امام نہیں رہنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مولوی جو کہ بستی کا پیش امام بھی ہے اور بچوں کو تعلیم بھی دیتا ہے پہلے بھی ایک بستی میں تھا وہاں سے لوگوں نے بدکرداری کی وجہ سے اس کو نکال دیا۔ اب دوسری مسجد میں دوسری جگہ امام ہے۔ بدکرداری اس کی یہ ہے کہ وہ بچوں سے لواطت کرتا ہے اور کئی لوگوں نے اس کو یہ فعل بد کرتے دیکھا ہے اور جن لوگوں کے بچوں سے لواطت کی ہے وہ غریب طبقہ کے لوگ ہیں اور جن لوگوں کا امام رکھا ہوا ہے وہ امیر لوگ ہیں یہ لوگ امام کے خلاف ایسی بات سننا برداشت نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں۔ اس امام نے ساری زندگی میں شادی نہیں کی۔ اب سفید ریش ہے اسی فعل بد میں وقت چلا رہا ہے اور ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے اور جن لڑکوں سے لواطت کی ہے وہ لڑکے اقرار بھی کرتے ہیں اور تنگ آ کر لڑکے اس کے پاس سے پڑھنے سے ہٹ گئے اور کچھ اس کے پاس پڑھتے ہیں جن سے وہ لواطت کرتا ہے۔ ان کو میٹھا وغیرہ اور کبوتر وغیرہ بھی خرید کر دیتا ہے اور اگر لوگوں کو یہ بات اس کی بتلائی جائے تو وہ مانتے نہیں اس کے ساتھ بھی کافی لوگ ہیں جو کہ اس کا ساتھ دیتے ہیں اور اگر مولوی صاحب کو کہا جائے کہ یہ کام تیرے لیے ٹھیک نہیں ہے تو وہ انکار کر دیتا ہے اور قرآن اٹھالیتا ہے۔ اب ایسے شخص کے بارے میں کیا کیا جائے اور ان کا نکاح پڑھانا جائز ہے یا کہ نہیں لوگوں کے نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہ فعل شدید ترین گناہ ہے قوم لوط علیہ السلام پر اس فعل بد کی وجہ سے عذاب آیا تھا۔ انسانیت بلکہ حیوانیت سے بھی گرا ہوا قبیح فعل ہے۔ مسلمان تو اس کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ جو شخص اس فعل بد سے متہم ہوا یسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ جب تک باقاعدہ ثبوت نہ ہو جائے اور دو گواہ چشم دید گواہی نہ دے دیں گواہ بھی معتمد ہوں۔ اس وقت تک ثبوت شرعی تو نہیں ہو سکتا لیکن جس شخص کے متعلق اس قسم کے الزامات ہوں وہ اس طرح کے الزامات میں ملوث اور متہم ہو اس کو امامت کا اعلیٰ مقام ہرگز نہ دیا جائے۔ امامت کے لیے پرہیزگار، متقی عالم کو منتخب کیا جائے اور اس شخص کو معزول کر دیا جائے۔ باقی اس کا پڑھا ہوا نکاح جائز نکاح ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

کسی بے گناہ اُستاد پر الزام لگانا اور ٹرانسفر کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرا نام عبداللہ ہے۔ میرا پیشہ معلمی ہے۔ بندہ ایک ہوائی اڈہ پر مدرسہ میں اول مدرس رہ چکا ہے۔ مسمی عبداللہ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۷۵ء کو مدرسہ پہنچا۔ ۷ دسمبر ۱۹۷۵ء اتوار کی تعطیل تھی۔ میں مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۷۵ء سے ۱۱ دسمبر ۱۹۷۵ء تک رخصت اتفاقیہ پر رہا۔ جب میں مورخہ ۱۲ دسمبر ۷۵ء کو مدرسہ پہنچا تو مجھے چپڑاسی نے بتایا کہ چند طلباء نے اپنے والدین کو شکایت کی ہے کہ اول مدرس مذکورہ نے ہمیں بدچلنی میں مفعول بنایا۔ صرف بات ہی ہو رہی تھی کہ ائرفورس پولیس مجھے اپنے بڑے افسر سکارڈن لیڈر کے پاس لے گئی۔ سکارڈن کو یہ سارا قصہ میں نے سنایا کہ یہ چند اشخاص مسمیان فقیر محمد، ریاض الدین، محمد علی کی ناپاک سازش ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ جائیں ہم عیدالضحیٰ کے بعد انکوائری کریں گے۔

۱۷ دسمبر ۷۵ء انکوائری ہوئی۔ انکوائری میں طلباء نے سچ سچ بتایا کہ ہمارے ساتھ اول مدرس نے زیادتی نہیں کی۔ یہ انکوائری میری عدم موجودگی میں ہوئی۔ جب میں نے انکوائری افسر سے پوچھا جناب فرمایئے انہوں نے فرمایا کہ آپ بری ہیں۔ بری کا لفظ بولتے ہوئے انہوں نے انکوائری کاغذات کی طرف اشارہ بھی کیا۔ اس کے باوجود میرے دشمنوں نے مجھے پھر بھی معاف نہ کیا میرے ضلعی تعلیمی افسر کو بتایا کہ یہ معلم بدچلن ہے۔ یکم جنوری ۱۹۷۶ء کو ضلعی تعلیمی افسر تشریف لائے ان کے سامنے نہ تو طلباء کو پیش کیا گیا بلکہ اُس دن مدرسہ بھی بند رکھا اور میرے ضلعی افسر کو صرف یہی کہا گیا کہ استاد

مذکورہ کا تبادلہ کر دیا جائے۔اب آپ تحریر فرمائیں کہ شریعت کے پیش نظر کون مجرم ہیں۔میری رسوائی کا ذمہ دار کون ہے۔
میری رسوائی میں ملوث افراد فقیر محمد، ریاض الرحمٰن، محمد علی کا شریعت میں کیا مقام ہے۔بینوا توجروا
فضل الرحمٰن محلہ صدر اں والا نزد مسجد بہار چن ضلع جھنگ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جب تحقیق سے اس مدرس کا بری ہونا ثابت ہو چکا ہے اور لڑکوں نے خود بھی اس الزام کی تردید کی ہے تو اب اس مدرس پر الزام لگانا اور اس کی تشہیر کرنا گناہ کبیرہ ہے۔اس الزام میں ملوث افراد پر لازم ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور توبہ تائب ہو جائیں۔مسلمان کی شان یہ ہے کہ دوسرے مسلمان کے عیوب پر پردہ پوشی کرے نہ یہ کہ اس پر بلا تحقیق الزامات لگائے اور اس کو رسوا کرے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

ایک عورت کی شہادت سے گناہ ثابت نہیں ہوتا لہٰذا دیگر معاملات میں احتیاط کرنی چاہیے

﴿س﴾

جناب عالی گزارش ہے کہ ایک شخص نے ڈاچی کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور موقعہ کا گواہ مردوں میں کوئی نہیں ہے لیکن ایک عورت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو کہ حلفیہ بیان کرتی ہے اور قسم بھی اٹھانے کو تیار ہے۔ان کی آپس میں کوئی دشمنی نہیں لیکن اس کے والد صاحب کو کہا گیا تو وہ نہیں مانتا اس کا والد مولوی بھی ہے۔نماز پڑھاتا ہے اس علاقہ کے لوگ اس سے بدظن ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ڈاچی کو بروک نہ کیا جائے تب تک ہم اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔لہٰذا شرعاً مسئلہ بتا کر مشکور فرمائیں لیکن اس نے انکار کیا وہ کہتا ہے کہ ضرور ہے جس عورت نے دیکھا ہے اس کے متعلق وہ سچ کہتی ہے۔یہ عورت جھوٹ بولنے والی نہیں۔اس وجہ سے میں اپنے لڑکے کی صفائی نہیں لکھتا۔وہ عورت ایک حاجی صاحب کی لڑکی ہے۔اس عورت کا بھائی بھی حاجی صاحب ہے۔موقعہ پر جب عورت نے یہ حادثہ دیکھا تو وہ اپنے بھائی حاجی صاحب کے پاس آئی تو اس نے یہ ذکر سنایا تو وہ اسی وقت اس شخص کے والد کے پاس گیا تو یہ ذکر سنایا تو اس کے والد نے جواب دیا کہ میں بیمار ہوں شفا ہونے پر میں آپ کا فیصلہ کروں گا۔آپ چپ رہ جائیں کئی دن تک پبلک نے دیکھا کہ اس نے کوئی کاروائی نہیں کی۔پھر لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بند کر دی۔
موضع قائم پور ڈاکخانہ ملتان چاہ والا الٰہی بخش والد اللہ بخش

﴿ج﴾

ایک عورت کی گواہی سے یہ فعل ثابت نہیں ہوگا اس لیے شخص مذکور کو مجرم سمجھنا درست نہیں اور اس کے باپ کے پیچھے نماز نہ پڑھنا مزید جہالت اور شیطان کا دھوکہ ہے اور جہاں ثبوت نہیں تو ڈاچی کا ذبح کرنا بھی شرعاً لازم نہیں آتا۔ ایسے فواحش کے اثبات اور شہرت دینے کی آخر کیا ضرورت پڑی ہے۔ العیاذ باللہ البتہ باپ ضرور اپنے اس بیٹے کو تنبیہ اور نصیحت کرے کہ اس قسم کی حرکات انسانیت کے خلاف ہیں۔ اس سے احتیاط لازم ہے۔ خصوصاً کسی قوم کے امام کی اولاد کے لیے۔ واللہ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

سگی بھانجی کو بیوی کے طور پر گھر میں رکھے اس کے لیے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص اپنی سگی بھانجی سے ناجائز تعلق قائم کر لیتا ہے اور بعد میں اس کو اغوا کر کے اپنے گھر لے جاتا ہے اور اس عورت اپنی بھانجی کو آٹھ نو برس اپنے گھر میں بسایا ہے اور اس سے اولاد بھی پیدا ہوئی ہے۔ کیا شریعت اس پر سوائے حد زنا کے کوئی اور سزا قائم کرتی ہے یا نہیں۔ محرمہ ابدی سے ایسا فعل کرنے سے کیا پہلے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے یا نہیں۔

(۲) ایک شخص اپنی عورت کو روبرو گواہوں کے تین طلاقیں دے دیتا ہے اور زبان سے تین باریوں بھی کہتا ہے کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے لیکن بعد میں جو طلاق نامہ تحریر کیا جاتا ہے اس پر کسی کے بہکانے سے اپنے انگوٹھے لگانے سے انکار کر دیتا ہے کیا یہ طلاق شرعاً نافذ ہوگی یا نہ بینوا توجروا

سائل سویہ میں موضع ہوتہ تحصیل پاکپتن شریف ضلع منٹگمری

﴿ج﴾

(۱) یہ شخص حد درجہ گنہگار ہے حدود شرعیہ اگر نافذ ہوتے تو اسے حد لگائی جاتی۔ اب وہ اعلانیہ توبہ کرے ورنہ مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں ہر قسم کے تعلقات اس سے منقطع کر دیں۔ اس سے اس کا سابقہ نکاح نہیں ٹوٹتا۔ جب تک کہ وہ اس فعل کو جائز نہ سمجھ لے۔

(۲) گواہوں کے سامنے زبانی طلاق دینے سے بھی عورت حرام ہو جاتی ہے۔ تحریر بیان شرعاً ضروری نہیں۔ اگر دو گواہ گواہی دے دیں۔ تو شرعاً وقانوناً یعنی دیانۃً وقضاءً عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۴ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ

چوری کے ارادہ کا اقرار کرنا اور چور بھاگنے کی گواہی دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کیا ملزم سرقہ کا اقرار جرم روبرو گواہان بمنزلہ اقرار جرم قاضی عدالت ہے اور اس پر حد نافذ ہو سکتی ہے۔ اگر گواہوں نے چوری کرتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ چور کو بھاگتے دیکھا ہے۔ کیا اس پر حد جاری ہو سکتی ہے۔

پروفیسر حافظ نثار احمد نواں شہر ملتان

﴿ج﴾

سارق کا اقرار گواہوں کے سامنے موجب قطع ید نہیں۔ جب تک خود حاکم کے روبرو سارق سرقہ کا اقرار نہ کرے۔
کما فی الدر المختار ص ۸۶ ج ۴ او شهدا علی اقراره بها وهو یجحد او یسکت فلا قطع

(۲) ایسے چور پر بھی جبکہ وہ چوری کا اقرار نہ کرے حد جاری نہ ہوگی اور شرعاً یہ شخص سارق نہیں ہے۔ جب تک وہ خود اقرار نہ کرے **کما فی البحر ص ۵۰ ج۵ هو اخذ مكلف خفية قدر عشرة دراهم مضروبة محرزة بمكان او حافظ اطلق فی الاخذ فشمل الحقیقی والحکمی فالاول هو ان یتولی السارق اخذ المتاع بنفسه. والثانی هو ان یدخل جماعة من اللصوص منزل رجل ویاخذ وامتاعه ویحملوه علی ظهر رجل واحد یخرجوه من المنزل فان الکل یقطعون.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ جمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

جس شخص نے اپنی سوتیلی ماں اور بہن سے بدکاری کی ہو اُس کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گھر والی سے یعنی اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور اس کے بعد اپنی بہن جو اس کی ماں کے بطن سے پیدا ہوئی اس کے ساتھ بھی بدفعلی کی ہے اور اس کے بعد ایک گائے کے ساتھ بدفعلی کی ہے اور دوسری گائے کے متعلق شک ہے کیا ایسے شخص کے ساتھ شریعت محمدی میں برتاؤ یعنی کھانے پینے، شادی، غمی پر بلانا اس کی شادی وغیرہ پر جانے کا حکم دیتی ہے یا نہیں۔ کیا ایسے شخص کا اپنی گھر والی کے ساتھ نکاح باقی ہے یا نہیں۔ اس شخص نے ان فعلوں کے کر چکنے کے بعد توبہ بھی کر لی ہو۔ تو شریعت کا کیا حکم ہے اور اگر توبہ نہ کی ہو تو کیا حکم ہے۔ جواب بحوالہ کتب فقہ و کتب حدیث سے عنایت فرمائیں۔

محمد قاسم

﴿ج﴾

اصل سزا تو حکومت کا کام ہے۔ البتہ مسلمان اس سے بائیکاٹ شادی غمی میں کریں تا آنکہ تائب ہو جائے اور نکاح اس کا بیوی سے باقی ہے لیکن بیوی بھی بائیکاٹ کر لے اور دوسرے مسلمان بھی تا آنکہ تنبیہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بیوی پر زنا کی تہمت لگانا پھر فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری ہمشیرہ کی شادی میرے نابالغ ہونے کے وقت ایک آدمی موسیٰ خان کے ساتھ ہوئی ان کے ساتھ نکاح اس شرط پر کر دیا تھا کہ موسیٰ خان کی بھتیجی مسمات زینی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا جائے گا۔ اب موسیٰ خان مذکور نے اس وعدہ کو میرے ساتھ پورا نہیں کیا یعنی خلاف وعدہ کر کے وہ مذکورہ مسماۃ زینی مجھے نکاح کر کے نہیں دی گئی۔

مسمی موسیٰ خان مذکورہ نے میری ہمشیرہ مسماۃ بخت بھری کو زنا کی تہمت لگا کر اپنے گھر سے نکال دیا۔ موسیٰ خان اس شخص سے جس کے ساتھ میری ہمشیرہ کو تہمت زنا کی لگائی گئی تھی بلوچی رواج کے مطابق اڑھائی سو روپے پنک وصول کر لی ہے اور میری ہمشیرہ اپنے خاوند موسیٰ خان سے تقریباً ایک سال کی مدت سے الگ رہی۔ اب موسیٰ خان مذکورہ میری ہمشیرہ مسماۃ بخت بھری کو دوسری جگہ فروخت کرنے والا ہے۔ کیا عندالشرع کوئی ایسا مسئلہ ہے کہ اپنی منکوحہ کو کسی جگہ انسان فروخت کرے نیز موسیٰ خان مذکور نے میری ہمشیرہ مسماۃ بخت بھری کو حق مہر شرعی جو مقرر ہوتا ہے اس میں سے کوئی ادا نہیں کیا۔ برائے کرم مذکورہ حالات پر نظر فرما کر شرعی فتویٰ صادر فرمایا جائے۔ باحوالہ کتب حنفی جواب دیا جائے۔ کیا عندالشرع جو شخص خلاف وعدہ کرے اس کی کیا حقیقت ہے اور جو شخص اپنی منکوحہ پر تہمت زنا لگا دے اس کے لیے کیا حکم ہے جو شخص حق مہر شرعی ادا نہ کرے اس کے لیے کیا حکم ہے۔ مفصل جواب دلائل کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

﴿ج﴾

ہمیں صحیح واقعات کا علم نہیں ہے۔ بشرط صحت سوال اگر واقعی صورت مسئولہ میں موسیٰ خان نے اپنی بھتیجی کو مسماۃ زینی کے بھائی کے نکاح میں دینے کا وعدہ کیا ہو تو شرعاً اس پر وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے۔ قرآن وحدیث میں وعدہ پورا کرنے کی بہت تاکید وارد ہے۔ موسیٰ خان کا وعدہ پورا نہ کرنا ناجائز اور گناہ ہے۔ نیز شرعاً کسی عفیف مرد وعورت پر تہمت لگانا سخت گناہ ہے اور سخت فسق ہے۔ اس لیے اگر موسیٰ خان نے بلا ثبوت شرعی اور بلاوجہ اپنی عورت مسماۃ بخت بھری عفیفہ کو

تہمت زنا لگائی ہے تو یہ سخت کبیرہ گناہ کا ارتکاب اور فسق کیا ہے۔ مگر شرعی محاکم نافذ ہوتے تو اسی کوڑے لگائے جاتے۔ نیز شرعاً کسی آزاد مرد یا عورت کو فروخت کرنا حرام و ناجائز ہے۔ لہٰذا ان باتوں سے اس کو تائب ہونا شرعاً لازم ہے۔ پوری توبہ اس کی یہ ہے کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے نیز اگر اس کی عورت عفیف ہے ثبوت شرعی اس کے پاس نہیں ہیں تو اس عورت سے اسے معافی مانگنا واجب اور نیز اس کے فروخت کرنے کا ارادہ ترک کر دے اگر وہ ان باتوں سے تائب نہ ہو تو اہل اسلام اس سے قطع تعلق کریں تا آنکہ وہ تائب ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

چھوٹے بچے کا بدلہ لینے کے لیے عینک توڑ دی تو ضمان لازم ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میرا چھوٹا بھائی ایک لڑکے کے ساتھ لڑ رہا تھا میں نے درمیان میں آ کر ان کو چھوڑایا اور یہ کہا کہ ایک دوسرے سے کیوں لڑ رہے ہو تو اس دوسرے لڑکے نے مجھے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس پر میں نے اُس کو تھپڑ مارا اور وہ رونے لگ گیا۔ اس پر اس کی والدہ باہر آئی اس کی والدہ نے مجھے سوٹی سے مارا اور میری عینک توڑ دی۔ اب یہ عینک کا نقصان عورت مذکورہ پر آئے گا یا نہیں۔ کیونکہ میں نے جو اُس کے لڑکے کو تھپڑ مارا تھا اس کے عوض میں تو انہوں نے مجھے سوٹی ماری ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ عورت مذکورہ عینک کا نقصان ادا کرے اگر نہیں کرے گی گنہگار ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ اصفر المظفر ۱۳۹۷ھ

کسی پر جھوٹا الزام لگانے والا فاسق ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ہندہ ایک بیوہ عورت ہے۔ اس کو خالد اس کے کہنے پر اس کے گھر سے لایا۔ بعض افراد نے خالد پر تہمت لگائی تہمت لگانے والوں کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں اور خالد ہندہ کا محرم ہے۔ عورت خود کہتی ہے کہ خالد نے میرے ساتھ کوئی برا فعل نہیں کیا اور خالد خود حلف اٹھا کر کہتا ہے کہ زنا تو بجائے

خود رہا میں نے ہندو کو بری نگاہ سے نہیں دیکھا بعد میں ہندہ کا نکاح زید سے کیا گیا اور یہ نکاح عدت کے اندر ہوا۔ یہ نکاح غلط فہمی کی وجہ سے ہے انہوں نے یہ خیال کیا کہ عدت ختم ہو گئی ہے اور دراصل عدت ختم نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں عدت کے ختم ہونے پر نکاح ثانی کیا گیا ہے یہ جو دو دفعہ نکاح کیا گیا ہے خالد شریک نہیں تھا کیا اس مذکورہ بالا صورت میں خالد تعزیر کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر مستحق ہے تو قبل از تعزیر خالد کے ساتھ برتاؤ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا الکتاب

حافظ محمد امیر

﴿ج﴾

خالد پر الزام لگانے والے جیسا کہ اثبات زنا کے لیے چار شرعی گواہ معتبر موجود نہیں ہیں تو کہنے والا فاسق ہے۔ اس کو توبہ کرنی لازم ہے۔ اسلامی قانون میں اگر عورت ان پر دعویٰ کرے تو انہیں حد قذف کی سزا ملے گی۔ ان الــــذیــــن یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة آلایة یہ خالد بالکل بری ہے کسی سزا کا مستحق نہیں ہے۔ مذکورہ نکاح زید سے پہلے تو فاسد تھا اس لیے کہ عدت کے اندر نکاح فاسد ہوتا ہے۔ جس کا اتم ہونا ضروری ہے۔ بعد عدت کے دوبارہ جو نکاح کیا ہے وہ نکاح درست ہے۔ اس سے پہلے کے معاملہ پر توبہ عورت مرد دونوں کو کرنا چاہیے۔ البتہ خالد بوجہ نہ شریک ہونے کے بری الذمہ ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذوالحجہ

زمین کے لیے الگ کھال بنانے پر جو رقم پڑوسی کی مخالفت کے باعث خرچ ہوئی اس کا ذمہ دار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں صورت مسئولہ میں کہ زید اور عمرو کی زمین ایک جگہ پر واقع ہے۔ مگر عمرو کا کھال شروع سے ہی علیحدہ ہے۔ زید کا علیحدہ ہے۔ زید نے کاغذات میں منظور شدہ کھال سے پانی نہ لگنے کے باعث عمرو کی رضامندی سے دوسری جگہ کھال باندھ لی اور کاغذات میں منظوری لینے کے واسطے درخواست کی۔ زید کا کچھ رقبہ ایسا تھا کہ باوجود محنت اور کوشش کے اس کو پانی نہ لگا تو ناچار دوسرے کھال پر واپس لے جانے کے لیے جس پر کے پہلے تھا۔ درخواست دی تو مہتمم انہار موقعہ پر آیا اور دونوں فریق پیش ہوئے۔ عمرو نے مخالفت کی۔ صاحب بہادر نے سمجھایا کہ تم دونوں بھائی ہو۔ ایک دوسرے کا نقصان نہ کرو۔ دو نصف مقرر کیے کہ موقعہ دیکھ کر فیصلہ کریں جہاں سے کھال بغیر تکلیف

کے پانی دے وہاں منظور کردوں گا اور جس رقبہ کو اس نئے کھال سے پانی نہیں لگ سکتا تو وہ سابقہ کھال یعنی زید کے مطالبہ کے مطابق کردوں گا۔ منصف مقرر کرنے کے بعد عمرو نے صرف زید کی مخالفت کی بنا پر منصفوں سے انکار کر دیا۔ دوسرے دن صبح زید اور عمرو کے والد نے عمرو کے کہنے پر زید کے خلاف مہتمم سے کہا کہ جیسا پہلے منظور ہے ویسا ہی رکھا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعدہ بہت کوشش اور زر کثیر خرچ کر کے زید نے اپنا حسب ضرورت زمین کا پانی اور کھال منظور کرایا۔ کیا زید نے جو عمرو کی مخالفت کے باعث رقم کثیر خرچ کر کے کھال بنایا ہے یہ خرچ شرعاً عمرو پر لازم آتا ہے یا نہیں۔ دیگر کئی سال جو زید کا پانی ضائع ہوتا رہا یہ نقصان بھی بذمہ عمرو ہے۔

السائل محمد عبداللہ مورد سندھ

﴿ج﴾

خرچ اور نقصان بذمہ عمرو نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان کچہری روڈ ملتان
۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ

قاتل سے یا قصاص لیا جائے یا دیت یا معافی ہو گی عمر قید کوئی سزا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنے باپ کی اعانت سے ایک شخص کو کلہاڑی سے عمداً قتل کرے۔ جن کے خلاف شہادتیں مکمل طور پر عدالت میں گزر چکی ہوں۔ پھر قاتل اپنی اور اپنے باپ کی جان بچانے کی خاطر عدالت میں اعتراف جرم کرتے ہوئے یہ بیان دے کہ مقتول میری بہن کو پکڑے ہوئے تھا تو میں نے اشتعال میں آ کر یہ تنہا قتل کیا ہے۔ اس میں میرا باپ شامل نہیں تھا اور یہ اقبالی قاتل دونوں بیانات باپ قاتل کی وقوعہ سے غیر حاضری اور وجہ قتل مقتول کا بہن کو پکڑنا کسی طریقہ سے بھی ثابت نہ کر سکے بلکہ ان بیانات کے خلاف مقتول کی بے گناہی اور ررعایتی، قاتل کی وقوعہ پر موجودگی کے متعلق شہادتیں موجود ہوں تو قابل استفسار بات یہ ہے کہ شریعت محمدی میں ایسے قاتل اقبال جرم کرنے والے اپنی اور باپ کی جان بچانے کی خاطر مقتول پر جھوٹی تہمت لگائے جو کہ کسی طریقہ سے ثابت نہ ہو سکے تو ایسے ہر دو افراد کے لیے کیا سزا ہے۔ آیا شریعت میں قاتل کو قتل کے بدلے قتل کرنے کے علاوہ عمر قید یا دیگر سزا دینا کس حد تک جائز ہے۔ ایسے کیس میں جبکہ قتل ہونا مکمل طور پر ثابت ہو جائے۔ یہاں تک کہ قاتل خود اقبال جرم کرے۔ شریعت میں ماسوائے قتل کرنے کے کوئی رعایت ملتی ہے؟

قاری نشان علی عباسی مقام وڈاکخانہ بکوٹ براستہ مری کوہالہ

﴿ج﴾

اولیاء مقتول اگر قصاص نہ لینے پر آمادہ ہو جائیں اور دیت لیں یا معاف کر لیں تو قاتل قصاص سے بچ جائے گا ورنہ بوجہ قتل کر لینے کے تلوار سے اس کی گردن اُڑا دی جائے گی۔ عمر قید کی سزا جبکہ قاتل خود اقرار کرتا ہے شرعی سزا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

اگر کوئی شخص کسی پر جھوٹا مقدمہ کر کے کورٹ میں روپے خرچ کرا لیتا ہے تو لوٹانا واجب ہے یا نہیں جھوٹی گواہی دینا شرعاً کیسا ہے، ثالثی بورڈ کے سامنے لکھی گئی تحریر اثبات امانت کے لیے حجت ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی سلطان احمد مسمی اللہ بخش پر ایک جھوٹا فوجداری مقدمہ تحصیلدار کی عدالت میں امانت میں خیانت کا کر دیتا ہے روبرو اپنے مقدمے کو ثابت کرنے کے لیے جھوٹے گواہوں سے جھوٹی گواہی دلوا کر مسمی اللہ بخش کو سزا کرا دیتا ہے اور اللہ بخش مذکور جیل میں چلا جاتا ہے اور بعد میں اب ڈی ایم صاحب کی عدالت میں اپیل کر کے رہا ہو جاتا ہے۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ سلطان احمد نے روبرو مجلس عام کے تسلیم کیا کہ میں نے اللہ بخش مذکور پر بالکل جھوٹا مقدمہ بنایا تھا جو کہ متعدد آدمی حلفاً یہ بات کہیں گے اور کہتے بھی ہیں کہ ہمارے روبرو سلطان احمد نے تسلیم کیا کہ میں نے جھوٹا مقدمہ اللہ بخش پر بنایا تھا۔

اب دریافت طلب مسئلہ حسب ذیل ہے۔

(۱) مسمی اللہ بخش مسمی سلطان احمد سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارا جو خرچہ وغیرہ مقدمہ پر ہوا جو کہ تم نے بالکل جھوٹا مقدمہ بنایا تھا وہ خرچ ہمیں ادا کرو اور توبہ بھی کرو۔ بروئے شرع محمدی اس بارے میں کیا حکم ہے۔

(۲) جھوٹے گواہوں کے متعلق بھی تحریر فرما دیں۔

(۳) مسمی سلطان احمد نے مسمی اللہ بخش سے اس جھوٹے مقدمہ کے دوران مسمی اللہ بخش کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر ایک دستاویز لکھوائی تھی کہ اگر یہ دستاویز لکھ دے تو میں عدالت سے مقدمہ واپس کر لوں گا۔ بصورت دیگر اللہ بخش کو

خوفزدہ کیا کہ اگر تو نے میرے مفاد میں دستاویز لکھ کر نہ دی تو سزا ہو جائے گی۔ اللہ بخش نے جیل کے خوف سے ایک دستاویز لکھ دی جو کہ حسب ذیل ہے۔

اقرار نامہ مابین سلطان احمد ولد عبدالحق اعوان ساکن میبل شریف ضلع میانوالی و اللہ بخش ولد قمر الدین قوم اعوان ساکن میبل شریف ضلع میانوالی۔

آج مورخہ ۶۷-۶-۱۵ کو روبرو ثالثی بورڈ اللہ بخش و حافظ سلطان محمد مندرجہ شرائط پر صلح نامہ کیا گیا جس پر کہ دونوں شخص سختی سے پابند ہوں گے۔ اللہ بخش مذکور نے تحریر امانتی مبلغ ساڑھے سات صد روپے لکھ دی ہے جو کہ مذکور اللہ بخش اندر میعاد ایک ماہ پانچ سو بیس روپے ادا کرے گا اور دو سو تیس روپے چار ماہ تک آج کی تاریخ سے ادا کرے گا۔ (۲) پہلی قسط مبلغ ۵۲۰ روپے کی ادائیگی کے بعد سلطان احمد اپنا دعویٰ جو کہ تحصیلدار کی عدالت میں ہے اس کا راضی نامہ لکھ دے گا۔ اگر سلطان احمد نے بعد وصولی پہلی قسط راضی نامہ لکھ دیا تو اللہ بخش خرچ لینے کا مستحق نہ ہوگا۔

(۴) اگر اللہ بخش نے مذکورہ رقم ادا نہ کی تو سلطان احمد راضی نامہ لکھ کر نہ دے گا اور مذکورہ بالا رقم کا حقدار بھی ہوگا۔

یہ دستاویز از روئے شرع شریف اقرار نامہ متصور ہوگا۔

یہ حکم بھی لکھیں کہ اگر سلطان احمد اس تحریر کو اقرار نامہ تصور کر کے رقم مذکورہ کا مطالبہ کرے تو رقم واجب الادا ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

مقام میبل شریف ڈاک خانہ خاص کھوہ چاہ خدایار والا ضلع میانوالی پاس رضا محمد خاں

﴿ج﴾

دارالافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی طرف سے جو فتویٰ جاری کیا گیا تھا اور جس اقرار نامہ کی بنیاد پر جاری کیا گیا تھا اس میں پانچ شقیں ہیں۔ شق نمبر ۵ کی بنا پر ۷۵ روپے کے وجوب کا اللہ بخش کے ذمہ فتویٰ دیا گیا تھا۔ شق نمبر ۵ کے الفاظ یہ ہیں کہ ''نیز آج کی تاریخ سے قبل کا تمام حساب کتاب ختم کر کے مندرجہ بالا رقم اللہ بخش کے ذمہ ہے آپ کے اس استفتاء میں اقرارنامہ کا شق نمبر ۵ موجود نہیں ہے۔ ویسے جیل میں ڈلوانے کی دھمکی دینا اور اس قسم کا ایک غلط مقدمہ چلا دینا جس سے بے گناہ مدعی علیہ کو قید ہونے کا خطرہ ہو یہ اکراہ غیر مسلم شمار ہوتا ہے۔

اور اس اکراہ کی موجودگی میں اگر اقرار کر لیا جائے تو اقرار کرنے والا اس اقرار کو توڑ سکتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اس کا فیصلہ کرنے کے لیے آیا ثالثی بورڈ کے سامنے اس نے محض اس اکراہ کی بنیاد پر اقرار نامہ لکھ دیا تھا۔ اس سے قطع نظر کر کے ۲۵۰ روپے کے دعویٰ پر مصالحت نامہ لکھ کر لے چکا تھا۔ ایک کمیٹی وہاں کے معتمد علماء کی تشکیل دی جائے جو اس کا شرعی فیصلہ ثالثی کے بیانات وغیرہ لے کر سنا دے اور فیصلہ میں ان دو باتوں کا مرکزی خیال رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

ثالثی بورڈ کے ارکان سے دریافت کیا جائے اگر ثالثی بورڈ یہ طے کرلے کہ رقم تو اس کے ذمہ ہے جو ثابت ہے تو رقم دینا لازم ہوگا اگرچہ تحریر کردہ کیوں نہ ہو اور اگر رقم ثابت نہیں ہے تو صرف یہ جو جبری تحریر ہے حجت نہیں ہے۔

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

جب ایک شخص نے دوسرے کے بیل مارنے کا اعتراف کیا تو ضمان اس پر لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جس کی صورت مندرجہ ذیل بیانات میں مذکور ہے کہ مدعی یعنی جس کا بیل مارا گیا دو آدمی اور ایک عورت جو وہاں موجود تھے ان کے بیانات تقریباً ایک ہیں۔ البتہ مدعی علیہ کے بیان میں کچھ فرق ہے۔ ان تمام بیانات کے بغور وفکر مطالعے کے بعد جو جواب شرعاً آئے وہ بالتفصیل اور بحوالہ جات بیان فرمائیں۔ والاجر من عنداللہ جزاکم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرا۔

﴿ج﴾

جبکہ مدعی علیہ خود اقرار کر رہا ہے کہ میں نے بیل کو مارا اور میرے مارنے پر وہ مر گیا خواہ وہ خطا سے ہو یا عمد سے ہو۔ اس پر لامحالہ ضمان لازم آتا ہے ضمان کو اس نے ایک مرتبہ تسلیم بھی کرلیا اور ادا بھی کر دیا تو وہی فیصلہ نافذ ہوگا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ محرم الحرام ۱۳۸۲ھ

نقصان کی تلافی کے لیے تاوان لینا درست ہے لیکن مالی جرمانہ جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کا نقصان جو کہ بٹیر پکڑنے والے جال کے گم یعنی چوری ہو جانے سے ہوگیا ہے۔ جال کی کل قیمت مبلغ پچاس روپے ہے۔ چور پکڑے جانے کی صورت میں جو کہ دو بچے معلوم ہوتے ہیں اور انہوں نے جال کو کاٹ کر نقصان پہنچایا ہے جو کہ نصف جال کاٹا ہوا ہے۔ بچوں کی عمر تقریباً دس سال کے لگ بھگ ہے۔ چوری کرنے کا ارادہ نہ تھا۔ ایک کا باپ بچے کو حاضر کر کے لایا اور اس نے جرم تسلیم کرلیا مگر دوسرا بچہ حاضر نہ ہوا اور اس کے باپ نے حاضر کرنے سے معذری ظاہر کی کہ اور کہا کہ نقصان جو ہوا ہے اس کا معاوضہ جو مجلس قائم کرے وہ دینے

کے لیے تیار ہے۔ مجلس میں فیصلہ کرلیا گیا جو بچہ حاضر تھا اس کو معاف کر دیا گیا اور جو بچہ حاضر نہ تھا اور پیش نہیں کیا گیا تھا اس کے باپ کو بچہ نہ پیش کرنے اور جال کاٹنے کے جرم میں مبلغ پانچ سو روپے جرمانہ کیا گیا۔ جرمانہ ادا کرنے والا غریب شخص ہے اور اتنی استطاعت نہیں رکھتا۔ جرمانہ جبراً وصول ہونے کی صورت میں دو سو روپے جال والے کو اور تین صد روپے کسی دینی مدرسہ کو بھیجا گیا۔ آیا یہ فیصلہ اسلام کی رو سے شرعاً جائز ہے اگر جائز ہے تو وہ رقم جو مدرسہ کو دی گئی وہ مدرسہ میں کس مصرف میں لائی جائے گی اور کس مد میں لکھی جائے گی۔

رحیم بخش صاحب موضع دوآبہ ڈاک خانہ سنکی ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

ظاہر مذہب کے مطابق مالی جرمانہ لگانا جائز نہیں۔ لما فی الشامی ص ۶۱ ج ۴ والحاصل ان المذهب عدم التعزیر باخذ الاموال۔

پس صورت مسئولہ میں اگر جرم ثابت ہو گیا ہے تو ان سے جال کے نقصان کے مطابق تاوان لینا درست ہے لیکن جرمانہ جائز نہیں۔ جرمانہ کی رقم جس شخص نے وصول کر لی ہے اس پر لازم ہے کہ یہ رقم واپس کر دے۔ شرعاً یہ فیصلہ جائز نہیں۔ جرمانہ کی رقم مالک کو واپس کر دینے کے بعد مدرسہ جس مد میں چاہے رقم صرف کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ رجب ۱۳۹۹ھ

محصول دینے سے انکار پر جب کاشت کار کو زدوکوب کیا گیا تو مارنے والا ہی مجرم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمین ہے۔ مقبوضہ باشندگان جو کہ آبادی کہلاتی ہے اس زمین میں مسمی غلام حیدر قوم قریشی کاشت کرتا ہے۔ پہلے اس زمین میں سیلاب آتا تھا مسمی غلام حیدر قریشی محصول دیتا تھا غلام حسین شاہ وغیرہ کو اب دو سال ہونے والے ہیں اس زمین کے ارد گرد بَن بن گیا ہے سیلابی پانی بند ہو گیا ہے۔ پھر ٹیوب ویل لگ گئے ہیں امیر لوگوں کے۔ چونکہ یہ زمین مقبوضہ باشندگان آبادی کی تھی مسمی غلام حیدر نے اپنی گرہ سے اڑھائی ہزار روپیہ ادھار اُٹھا کر کنواں کھدوالیا اس زمین مذکورہ کی سیرابی کے لیے پھر کچھ گندم ہو گئی پھر مسمی غلام حسین شاہ محصول لینے کے لیے آیا تھا۔ پھر غلام حیدر نے کہا چونکہ تم نے پانی ٹیوب ویل کا نہیں دیا اس لیے میں محصول نہیں دیتا۔ غلام حسین شاہ نے تیز دھار اور وزن دار بھاری لکڑی جس کو پھوڑا بولا جاتا ہے تین بار مارا غلام حیدر کو۔ غلام حیدر قریب بے ہوشی کے ہو گیا۔ ایک بار مارا ہاتھ پر زخم ہو گیا اور بہت سا خون بہا۔ ایک ماہ کے بعد یہ زخم چھوٹا دوسرا سر پر مارا سر پر رو بڑا سا ہو

گیا۔ زخم نہیں کیونکہ سر پر پگڑی تھی۔ تیسری بار کمر پر مارا پھر غلام حیدر بدلہ لینے کے لیے اٹھا اپنے بچاؤ کے لیے غلام حسین شاہ کو الٹی کئی ماری۔ غلام حسین کو بھی زخم ہو گیا سر پر۔ ان دونوں میں شرعاً مجرم کون ہے۔ غلام حیدر اُس زمین جس میں کاشت کرتا ہے ڈھیری اٹھار ہا تھا غلام حسین شاہ نے مداخلت کر کے اس کو مارا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

حسب تحریر استفتاء مذکور اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ غلام حسین شاہ نے ابتداء غلام حیدر کو زدوکوب کیا ہے تو وہ شرعاً مجرم ہے۔ اس کو لازم ہے کہ غلام حیدر کو راضی کرے اور اس سے معافی مانگے اور حصول حق کے لیے قانونی چارہ جوئی کرے۔ ازخود زدوکوب کا شرعاً و قانوناً کوئی حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۱ صفر ۱۳۹۴ھ

جب مشترکہ اونٹنی دو شریکوں نے تقسیم کر لی بعد میں معلوم ہوا کہ ایک شریک کے بھتیجے نے اس سے برافعل کیا ہے تو ذمہ دار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی نیاز احمد و جان محمد ایک اونٹنی کے تقریباً تین سال تک مشترکہ مالک رہے۔ اسی اثناء میں اونٹنی کا بچہ پیدا ہوا۔ بچہ پیدا ہونے کے ایک سال بعد دونوں نے اونٹنی اور اس کے بچہ کو تقسیم کیا۔ جس میں اونٹنی کی قیمت مبلغ دو ہزار روپے اور بچہ کی قیمت ایک ہزار روپے طے ہوئی۔ اونٹنی نیاز احمد نے رکھ لی اور بچہ جان محمد نے لے لیا اور مزید پانچ صد روپے بھی نیاز احمد سے وصول کیے کہ تقسیم اونٹنی کے بعد ایک سال معلوم ہوا کہ جان محمد کے بھتیجے نے اونٹنی کی تقسیم سے چھ ماہ قبل اونٹنی سے بدفعلی کی ہے اور ایک عینی شاہد نے جان محمد کو بتایا بھی مگر جان محمد نے اپنے حصہ دار نیاز احمد کو کچھ نہ بتایا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ تقسیم مذکوران حالات میں شرعاً صحیح ہے یا نہیں اور جان محمد پر از روئے شرع شریف کوئی مواخذہ ہے یا نہیں۔

نوٹ: واضح رہے کہ اونٹنی تقسیم سے آٹھ ماہ بعد بوجہ مرض مر گئی ہے۔

عبدالرحمٰن الرحمانی چاہ رحووالا تحصیل بورے والا وہاڑی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ اس واقعہ کا تقسیم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ تقسیم صحیح ہو چکی ہے۔ البتہ اگر یہ بات دو

دیندار گواہوں سے ثابت ہو جائے تو جان محمد کے بھتیجے پر (اگر وہ بالغ ہو) شرعاً تعزیر جاری کی جائے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مقدار انتالیس کوڑے ہیں لیکن یہ سزا حکومت ہی دے سکتی ہے۔ عوام اس سزا کے دینے کے مجاز نہیں ہیں۔ اونٹنی چونکہ مر چکی ہے اس لیے اس کے بارے میں کچھ تحریر کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم صفر ۱۳۹۸ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
یکم صفر ۱۳۹۸ھ

کیا بالغ بچے کا برا فعل نابالغ بچوں کی شہادت سے ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید دس سال کی عمر کا ہے اور عمرو بکر پانچ چھ سال کے ہیں۔ ایک نہر یا نالے میں نہا رہے تھے اور ہمراہ ایک بھینس بھی تھی۔ باہر سے ایک آدمی گزر رہا تھا اس نے بچے سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو تو عمر و بکر مذکورہ پانچ چھ برس کی عمر والوں نے کہا زید مذکورہ دس سال والا نے بھینس سے برائی کر لی ہے۔ تو عند الشرع دو بچے نابالغ کی شہادت سے کہ زید بھینس سے برائی کر رہا تھا تو بھینس مذکورہ کا دودھ مسلمان پی سکتے ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بھینس مذکورہ کا دودھ پی سکتے ہیں۔ نابالغ بچے کی گواہی کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ اس کا برا فعل جانور کے دودھ پینے وغیرہ پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفر لہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر ۱۳۸۷ھ

کیا رشوت لینے والے شخص کو معاف کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کو رشوت کا لالچ دے کر موقعہ پر گرفتار کرایا گیا۔ اب وہی شخص تائب ہو کر معافی کا طلبگار ہے۔ کیا شرع محمدی کی رو سے شہادت استغاثہ میں پس و پیش بیانات کر کے معاف کیا جا سکتا ہے۔ اس آدمی کو قانونی و شرعی گرفت سے بچایا جا سکتا ہے۔ براہ نوازش جو مسئلہ ہذا مذکورہ بالا کا صحیح حکم ہو روشن فرمایا جائے۔

[illegible] محمد امین چوہان

﴿ج﴾

اگر یہ شخص رشوت کی رقم واپس کر دے اور اس فعل سے توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے اس فعل سے بالکلیہ توبہ کرے تو اس کا معاف کرنا جائز ہے لیکن شہادت میں جھوٹ بولنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

لڑکے سے بدفعلی کرنے والے کے لیے کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص جو کہ پابند صوم وصلوٰۃ اور پابند شریعت ہے اُس کے لڑکے نے جو کہ حافظ قرآن ہے مسجد کے اندر ایک لڑکے کے ساتھ غیر فطری فعل کیا۔ از روئے شریعت مطلع فرمائیں کہ شریعت ایسے شخص پر کیا حد قائم کرتی ہے۔

مقام شجاع آباد ضلع ملتان پاس حوالہ ظفر جنرل مرچنٹ

﴿ج﴾

شرعی ثبوت کے بعد ایسے لڑکے پر تعزیر ہے۔ جس کی مقدار حاکم کی رائے پر ہے۔ عوام کو تعزیرات جاری کرنے کا حق نہیں۔ اس کو سختی سے تنبیہ کی جائے کہ اس وقت یہی ممکن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

دکاندار کا آٹھ آنے کی چیز چوری کرنے والے چور سے دو یا اڑھائی روپے وصول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دکاندار سے گاہک کپڑا خریدتے ہوئے یا کوئی چلتا پھرتا آدمی اس دکان کی کوئی چیز چوری کر لیتا ہے۔ تو یہ دکاندار چور کو مرد ہو یا عورت ہو بہت سے لعن طعن کرتے ہوئے چوری ہوئی چیز جس کی قیمت مثلاً آٹھ آنے ہوتی ہے اس سے یہ چیز لیتا نہیں بلکہ اس آٹھ آنے کی قیمت والی چیز کی دو روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ چور سے وصول کر لیتا ہے۔ چور چار و ناچار ادا کر کے چلے جاتے ہیں کیا دکاندار کو ایسا کرنا چاہیے۔ یعنی اصل سے زیادہ قیمت جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر چوری کیا ہوا مال چور کے پاس موجود ہے تو اسے ہی واپس کر لینا ضروری ہے اور اگر نہیں تو اس کی بازاری قیمت مالک کو دینا اس کے ذمہ لازم ہے۔ زیادہ لینا مالک کے لیے جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

ایک شخص نے سگی بھانجی سے نکاح کر لیا اُس کے لیے کیا سزا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بھانجی سے خواہشات کا نشانہ کر لیا کچھ عرصہ کے بعد گناہ کبیرہ کا نتیجہ ظاہر ہونے لگا تو وہ شخص اس بھانجی کو لے کر مقام بہاولپور لے آیا۔ ابھی کچھ دن ہوئے تھے کہ پولیس کو شبہ گزرا اور عوام کے الزام سے گرفتار کر کے عدالت میں پیش کر دیا۔ عدالت میں عورت نے بیان دے دیا کہ میرا یہ ماموں ہے میرا اس سے ناجائز تعلق ہے۔ عرصہ ایک ماہ کے بعد میں ایک بچہ کی ماں بننے کے قابل ہو گئی ہوں۔ آپ مہربانی کر کے ہم دونوں کو رہنے کی اجازت دیں میں والدین کے پاس نہیں جانا چاہتی۔ لہٰذا مجسٹریٹ صاحب فاضل نے بری کر دیا۔ میں یہ چاہتا ہوں مسلمان کہلاتے ہوئے ایسے معاملے کو کیس شرع کے قانون سے فاضل مجسٹریٹ نے بری کر کے ان کو رہنے کی اجازت بخش دی برائے کرم نوازی مجھ کو اس مسئلہ سے آگاہ فرمایا جائے واجبا عرض ہے اشتہار لف سند ہے۔

نوری عبدالرحمٰن ولد سردار دولت گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

مسلمان کا فرض ہے کہ اس قسم کے واقعات سے معاشرہ کو پاک کرنے کی انتہائی کوشش کریں اور سعی کریں کہ اس ملک میں صحیح اسلامی قانون نافذ کرا کر حدود و تعزیرات کے ذریعہ سے ایسے ناپاک مجرموں کو سخت شرعی سزائیں دی جائیں۔ جب تک یہ سعی کامیاب نہیں ہوگی اس سے قبل برادری اور قومی پنچایتوں کے ذریعہ ان سے انقطاع تعلق اور اس طرح کی مناسب سزا ضرور دی جائے اگر مسلمان معاشرہ نے مل کر اصلاح احوال کی کوشش نہ کی تو اللہ عزوجل کی طرف سے عظیم عذاب آنے کا خطرہ ہے۔ والعیاذ باللہ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۵ ذی القعدہ ۱۳۸۰ھ

اگر ایک شخص اصطبل کی دیوار میں گھاس وغیرہ اندر کرنے کے لیے چھوٹا دروازہ کھلا چھوڑا ہو وہاں سے کسی کا گدھا اندر داخل ہو کر بیل کے ہاتھوں مر جائے تو کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخصے گاؤ خریدہ است لیکن این گاؤ را این عادت شدہ است کہ نزد خود کدامے انسانے غیر از مالک وکدامے حیوانے نمی گزارد بلکہ ہلاک می کند۔ این بارہا تجربہ معلوم شدہ است۔ اکنون مالکش آن گاؤ را در اصطبل شب و روز بستہ است۔ وعلف وغیرہ درانجاں وہد۔ یک خرے در اصطبل داخل شدہ نزد علف ہماں گاؤ رفتہ است پس گاؤ آں ضرر ازدہ کشتہ کردہ است آیا اکنون بر مالک این گاؤ ضمان می شود یانہ۔ برائے مہربانی حوالہ کتب ضرور بدہند۔ بینواتوجروا یوم الحساب

﴿ج﴾

بر مالک این گاؤ ضمان نیست زیرا کہ مالک دریں صورت نہ سائق است ونہ قائد۔ نیز نقدی زر مالک صادر نہ شدہ ست۔ صاحب درمختار مے فرماید در جلد سادس ص۶۰۸ او **انفلتت دابة بنفسها فاصابت مالاً او آدميا نهارًا او ليلاً لا ضمان في الكل. لقوله عليه السلام العجماء جبار اى المنفلتة هدر** وعلامہ شامیؒ گفتہ **ولو في الطريق او ملک غيره** از حوالہ مذکورہ معلوم شد کہ در منفلتہ در طریق عام و در ملک غیر ہم ضمان نیست۔ پس آں دابہ کہ مربوط در خانہ مالک باشد۔ چگونہ ضمان لازم شود۔ دریں صورت شبہ کردن ضمان جواز نیست۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حرمت زنا حق اللہ ہے یا حق العبد

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

(۱) زنا حقوق اللہ میں سے ہے یا حقوق العباد میں سے ہے۔ اس مسئلہ کی تسلی کی از حد ضرورت ہے۔ تشریح فرما کر تسلی فرمادیں۔

(۲) فرمادیں کہ کیا اگر کسی آدمی نے اپنی سالی اپنی زوجہ کی بہن کے ساتھ اگر زنا کیا ہے تو کیا اس زانی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا کہ باقی رہتا ہے۔ عوام میں تو یہی مشہور ہے کہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ تسلی صرف آپ ہی سے ہوگی۔

المستفتی عمر دین چپڑاسی بمقام کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) حرمت زنا حقوق اللہ میں سے ہے۔ صرف توبہ سے زانی کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

(۲) اپنی سالی سے زنا کرنا نکاح تو نہیں ٹوٹتا یعنی نکاح تو باقی ہے۔ البتہ گناہ اس کا بہت ہے۔ واللہ اعلم

مفتی عبدالرحمٰن مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ ذی القعدہ ۱۳۷۱ھ

اگر عورت اقبال جرم کرے لیکن مرد انکاری ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت اور مرد پر شبہ زنا کا تھا اور کچھ ظاہری علامات بھی تھیں لیکن حقیقت کا پتہ کسی کو نہیں ہے۔ تو جب عورت سے بلا جبر و خوف کے کسی وجہ سے دریافت کیا گیا کہ آیا یہ قبیح کام ہوا ہے یا نہیں تو عورت حلفیہ بیان دیتی ہے کہ میرے سے قصور ہو گیا ہے اور مرد زانی انکار کرتا ہے اور وہ بھی حلفیہ بیان دیتا ہے کہ یہ قصور مجھ سے نہیں ہوا۔ اب از روئے شریعت کیا حکم ہے۔ بینوا تو جروا

مقام خاص لودھراں ضلع ملتان مدرسہ عربیہ سراج العلوم عیدگاہ حافظ فضل احمد نائب

﴿ج﴾

مرد چونکہ انکاری ہے اور اس کے خلاف شرعی ثبوت موجود نہیں ہے صرف عورت کا کہنا اس کے خلاف کافی نہیں ہے۔ اس لیے اس کو تو کچھ نہیں کہا جا سکتا ہاں عورت چونکہ اقراری ہے لہٰذا بوجہ نہ جاری ہونے حدود شرعیہ کے اس کے اولیاء اس کو زجر و توبیخ کریں اور ان سے توبہ نصوح کرا لیا جائے۔ حق اللہ تعالیٰ کا ہے توبہ صادقہ سے یہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ رجب ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ رجب ۱۳۸۷ھ

گندم کے کھلیان کو آگ لگانے والا مجرم ہے اس سے قیمت لی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے گندم کے ۱۵ عدد کھلیاں کو کسی دشمنی کی بنا پر آگ لگا دی اور

تمام کھلیان نذر آتش ہو گئے۔ مالک نے اس شخص سے جس نے آگ لگائی تھی پکڑ لیا اور برادری کے روبرو چند معتبرین نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر ملزم تین اشخاص کی جن کو انہوں نے منتخب کیا صفائی کی چٹھی دے دیں کہ ملزم بے گناہ ہے تو پھر ملزم بری الزمہ ہوگا۔ اگر چٹھی نہ دی گئی تو ملزم مذکورہ مبلغ دس ہزار روپیہ نقد مالک کو ادا کرے گا۔ اس بات کی ضمانت میں ملزم نے اپنے بہنوئی کی جو ثالث تھا اس کو مبلغ دس ہزار روپیہ کی اراضی مزروعہ بذریعہ مبلغ تحریر کر دیا کہ چٹھی نہ ملی تو یہ اراضی اصل مالک کھلیان کو دے دی جائے گی۔ مگر ملزم مذکور کو چٹھی نہ ملی۔ اب اصل مالک نے مطالبہ کیا تو وہ ثالث جو ملزم کا بہنوئی بھی ہے بہت ذلیل کر رہا ہے بلکہ معلوم ہوا کہ اس نے وہ اراضی ملزم کو واپس کر دی ہے۔ یہ فیصلہ حضرت مولانا واصل کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس پر ملزم کے برادران نے اس کے جرم کو تسلیم کر لیا ہے کہ آیا ملزم نقصان کی رقم مبلغ دس ہزار روپیہ ادا کرے یا نہ۔ جبکہ ملزم کے برادران نے ملزم کے جرم کو تسلیم کر لیا ہے اس کے علاوہ دیگر دس آدمی گواہ ہیں۔ جن کے روبرو ملزم کے برادران نے اس کا جرم تسلیم کر لیا ہے۔

المستفتی صوفی اللہ دتہ ولد غلام حسین سکنہ رکن ہٹی تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر صرف دو گواہان کی گواہی سے بشرطیکہ دیندار معتمد اشخاص ہوں ثابت ہو جائے کہ یہ شخص مجرم ہے تو پھر اس مال کی قیمت دو معتبر اشخاص سے لگا کر اس پر ضمان لازم کر دیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

اگر دس سال پہلے کوئی چیز چوری ہوئی تھی تو اب کون سی قیمت ادا کی جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عظام دریں مسئلہ کہ دو شخصوں نے کسی کی کوئی چیز قبل از دس بارہ سال چرائی تھی جس کی قیمت اس وقت تقریباً دس روپیہ تھی اور اب اس کی قیمت بیس روپے ہے اور ان میں سے ایک شخص مقر ہے کہ میں اور فلاں نے آپ کی فلاں چیز چرائی تھی تو بیان فرما دیں کہ جس قیمت میں وہ چیز فروخت کی گئی تھی اب مالک اس کا حقدار ہے یا جو اس وقت اس کی قیمت ہے یا اس کی مثل کا اور تمام قیمت مقر پر لازم ہے یا بقدر حصہ لازم ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

دیکھنا یہ ہے کہ یہ چیز ذوات القیم سے ہے یا ذوات الامثال سے (ذوات الامثال صرف کیلی وزنی و عددی متقارب میں محصور ہیں) اگر ذوات القیم سے ہے یعنی کیلی وزنی عددی متقارب نہیں ہے تو اس کی قیمت سرقہ کے دن کی

ادا کرنا واجب ہے (قیمت سے مراد وہ ہے جو اس وقت بازار کی قیمت ہو) یہ نہیں کہ اس نے کتنے کی فروخت کی ہے اور اگر مثلی ہے تو اس کا مثل کیل و وزن کے اعتبار سے دینا واجب ہے اور اگر ایسی مثلی ہے کہ آج اس کا مثل نہیں ملتا تو اس کی قیمت اس وقت کے اعتبار سے لگائی جائے جب اس کی مثل منقطع ہو رہی ہو۔ یہ قول امام محمد کا ہے اور یہی مفتی بہ بھی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو لڑکی زیور بھائی کے گھر لاتی تھی لیکن بھائی کی تحویل میں نہیں دیا اور گم ہو گیا تو کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی ہمشیرہ زاہدہ بیاہی ہوئی ہے۔ زید کی والدہ محترمہ کے دوسرے بیٹے بھی ہیں۔ مگر وہ سردست زید کے گھر میں تقریباً ۸ سے ۹ ماہ سے رہ رہی ہے۔ اس عرصہ میں زاہدہ والدہ محترمہ کو ملنے ۳ یا ۴ بار آتی رہی۔ اب ماہ اگست ۱۹۵۷ء میں وہ پھر اپنے بھائی زید کے گھر والدہ صاحبہ کے پاس ملنے آئی ہے۔

نوٹ: ہر بار والدہ خود جا کر اس کو ہمراہ لاتی رہی ہے اور خود پہنچا آتی رہی ہیں۔ زاہدہ کا طلائی زیور تخمیناً ساڑھے تین تولہ ہے۔ جو وہ ہمراہ لاتی تھی اس بار بھی وہ ہمراہ لائی ہے اور بھائی زید کے گھر ٹرنک (ملکیت زید) میں رکھ دیا ہے جسے وہ ضرورت کے وقت خود نکال کر پہنتی اور خود ہی وہاں رکھ دیتی بھائی زید اور بھاوج (یعنی زوجہ زید) کی تحویل اور سپردگی میں نہیں دیتی تھی۔ ایک دن معلوم ہوا کہ وہ زیور نہیں ہے اور کسی نے چرا لیا ہے۔ اس ٹرنک میں کچھ اور زیور طلائی بھی رکھا تھا اور پارچہ جات بھی وہ بحمد اللہ محفوظ رہے ہیں۔ صاحب خانہ زید اور اس کی بیوی ہر قسم اور ہر طرح کی تسلی دیتے ہیں کہ انہوں نے یہ حرکت قطعاً اور ہرگز ہرگز نہیں کی ہے۔ زید کے گھر میں زید کے رشتہ داران اور زید کی بیوی کے رشتہ داران بھی آتے رہتے ہیں اور دیگر محلہ کی مستورات بھی۔ زید کے گھر میں ایک خادمہ بھی ہے۔ اب یہ الہ العالمین خداوند عالم اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔ کیا ان حالات میں زید پر دیت ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کس قدر۔ خدارا صحیح مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فقہ اسلامی کی روشنی میں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

موجودہ صورت میں زید پر کوئی ضمان لازم نہیں آتا خواہ اس کی تحویل ہی میں کیوں نہ دے۔ البتہ اگر لڑکی کا کسی پر دعویٰ ہے اور گواہ نہیں ہے تو انہیں حلف دلا سکتی ہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

جو شخص بلا نکاح عورت اپنے پاس رکھتا ہو اس سے مسلمانوں کو کیا سلوک کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک بیوہ عورت بلا نکاح رکھتا ہے اس سے علانیہ زنا کرتا ہے۔ باوجود مسلمانوں کے سمجھانے کے زنا سے باز نہیں آتا اور نکاح بھی نہیں کرتا۔ جس سے معاشرہ عامۃ مسلمین خراب ہوتا ہے۔ برادری اور محلے پر اس کا بڑا اثر پڑتا ہے۔ شرعاً اس کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسے شخص کو شرعی سزا تو حکومت ہی دے سکتی ہے لیکن جب تک حکومت اسلامی نہ ہو اس وقت تک مسلمانوں کا کم از کم فرض یہ ہے کہ وہ ایسے شخص سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیں اور اس کا مکمل بائیکاٹ کر کے اُسے توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

زنا کا اقرار بالجبر معتبر ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص پر اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کی تہمت ہے۔ حالانکہ موقعہ پر کوئی گواہ نہیں ہے جو تہمت لگانے والا ہے اس نے ڈرا دھمکا کر اقرار کرایا ہے کیا اس کا اقرار بالجبر معتبر ہے کہ نہیں۔

(۲) اگر اس نے اقرار کیا تو اب کہتا ہے کہ میں نے ڈر کر کیا ہے میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ علاقہ کے لوگ اس کے ساتھ لین دین نہیں کرتے شرعاً کیا حکم ہے۔

حافظ نسیم الدین ضلع جھنگ

﴿ج﴾

اگر اس کو ڈرا دھمکا کر اس سے اقرار کرایا گیا ہو اور چشم دید گواہ بھی موجود نہ ہوں تب اس پر تہمت لگانا اور لین دین روکے رکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ آخر ایک مسلمان بھائی کے ساتھ بلا وجہ شرعی تعلقات منقطع کرنے کہاں جائز ہیں ہرگز جائز نہیں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

چور نے جتنی چوری کی ہو کیا اس قدر اُس کا مال چرانا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرمائے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کا مال چرالیا اور بکر نے بجائے اس کے کہ عدالت میں دعویٰ دائر کرے زید کا اس قدر مال چرالیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہ۔

نوٹ: یہ بھی ممکن ہے کہ بکر نے اس اندیشہ سے کہ عدالت میں میری صحیح طور پر حق رسی نہیں ہوگی یہ اقدام کیا۔

عبدالرحمٰن سیکنڈ ماسٹر مڈل سکول چوبارہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر کا زید کے اتنے مال کو چرانا جتنا زید نے بکر کا مال چرایا تھا شرعاً جائز ہے۔ یاد رہے کہ چونکہ بکر کا زید کے مال کو چرانا دیانت ہے فی مابینہ وبین اللہ اس لیے چوری شدہ مال سے زیادہ زید کے مال سے نہیں چرا سکتا۔ زیادہ چرانے کی صورت میں زیادتی زید کو واپس کرے گا قال ونقل جد والدی لامہ الجمال الاشقر فی شرحہ للقدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس کان فی زمانھم لمطاوعتھم فی الحقوق والفتویٰ الیوم علی جواز الاخذ عند القدرۃ من ای مال کان لاسیما فی دیارنا لمداومتھم للعقوق الخ شامی ص ۹۵ ج ۴ نیز اس عبارت سے یہ بھی واضح ہے کہ بکر عند القدرت زید کے مال پر چوری شدہ مال کے خلاف جنس سے بھی اٹھا سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بچی کے رشتہ دینے سے انکار کرتے ہوئے طعنہ دینا اور پاک دامن عورت پر الزام لگانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ الف نے اپنے بیٹے کے رشتہ کے لیے ب سے بڑی عاجزی انکساری اور شریفانہ طریق سے سوال کیا کہ اپنی بیٹی کا رشتہ میرے بیٹے کو دے دو۔ ب چار ماہ تک اُمید دلاتا رہا نہ ماننے اور انکار کرنے کے بیسیوں طریقے ہیں مگر چار ماہ کے بعد ب نے بلا وجہ ناموزوں ناشائستہ اور ناگفتہ بہ الفاظ کہتے ہوئے انکار کر دیا۔ ساتھ ہی الف کو طعنہ آمیز الفاظ سے مطعون کرتے ہوئے الف کی بیوہ ہمشیرہ پر ناگفتہ بہ الفاظ میں ذاتی حملہ کیا اور اس کے چلن پر تہمت لگائی۔ حالانکہ ب کو کسی طرح بھی نکتہ چینی وطعنہ تشنیع کرنے اور بیوہ کے چلن پر تہمت لگانے کا کوئی

حق نہیں پہنچتا۔ چونکہ ب کی ناشائستہ اور ہتک آمیز تحریر نے الف اور اس کی بیوہ ہمشیرہ کا وقار بغیر کسی سبب دانستہ طور پر زبردست ٹھیس لگائی ہے براہ مہربانی مطلع فرمایا جائے کہ ب ایسے نڈر اور کینہ ور شخص کے لیے شریعت اسلامی کیا فتویٰ صادر کرتی ہے۔

ماسٹر کرم بخش صاحب ملت ہائی سکول مقام دینالہ خورد ضلع منٹگمری

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر ب نے کسی عفیف عورت پر بدچلنی کا الزام لگایا ہے اور اس پر گواہ موجود ہوں تو الزام ثابت نہ ہونے کی صورت میں اس کی کوڑے سزا مقرر ہے۔ مگر یہ سزا بذریعہ عدالت ہی دلوائی جاسکتی ہے موجودہ قانون میں وکلاء سے دریافت کر کے عدالتی چارہ جوئی کرے یا صبر کرتے ہوئے معاف فرمادیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ایام حیض ونفاس میں بیوی سے مجامعت یا غیر فطری فعل کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں رب کریم نے جہاں اور بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہاں بیوی بھی بڑی نعمت ہے کہ انسان اپنی جائز نفسانی خواہشات پوری کر سکے۔ نیز گناہوں سے بھی بچت ہے لیکن انسان خطا کا پتلا ہے بسا اوقات اس سے ایسی مذموم حرکات سرزد ہو جاتی ہیں جس پر انسانیت کو بھی شرم آتی ہے۔ بعض اوقات کچھ خاوند اپنی جنسی خواہشات سے مغلوب ہو کر اپنی بیویوں سے ایام ماہواری میں جائے مخصوصہ کی بجائے پاخانہ کے راستے سے مجامعت کرتے ہیں یہی ناشائستہ حرکت بعض اوقات ایام حمل میں بھی کر بیٹھتے ہیں تاکہ اسقاط حمل کا خطرہ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ براہ کرم قرآن حکیم اور حدیث شریف کی روشنی میں یہ تحریر فرمائیں کہ یہ نازیبا حرکت کہاں تک مذموم ہے یا نکاح وغیرہ پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے یا کہ نہیں۔ نیز اگر ایسی حرکت سے تائب ہو جائے پھر کیا حد ہوگی۔

جناب مرزا عبدالغفار بیگ صاحب معرفت محمود عالم صاحب گورنمنٹ ٹریننگ کالج ابدالی روڈ ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ حالت حیض ونفاس میں اپنی بیوی سے مجامعت (ہم بستری) کرنا حرام ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم موجود ہے۔ فرماتے ہیں **ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن** (پ۲ رکوع ۱۲)

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے۔ سوتم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت اور نزدیک نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہوئیں۔

لواطت تو ہر حال میں حرام ہے۔ چنانچہ لوط علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے ہلاک کر دیا اور لوط علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قال انی لعملکم من القالین** (پ۱۹ ع۱۳) فرمایا میں تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں۔ اپنی عورت سے لواطت کی حرمت قرآن مجید کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے۔ **فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ** (پ۲ رکوع ۱۲)

پس جب حیض سے پاک ہو جائیں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا اللہ تعالیٰ نے تم کو۔

اس آیت کی تشریح میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یعنی جس موقعہ سے مجامعت کی اجازت دی ہے۔ یعنی آگے کی راہ سے جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا موقع یعنی لواطت حرام ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند) اسی طرح حدیث شریف میں ہے۔ **ملعون من اتی امرأته فی دبرھا** (الحدیث) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ شخص ملعون ہے جو اپنی عورت کے ساتھ پاخانہ کے راستہ سے لواطت کرتا ہے۔

الحاصل لواطت حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب ملعون ہے۔ لہٰذا اس شخص پر لازم ہے کہ وہ فوراً توبہ تائب ہو جائے اور آئندہ کے لیے لواطت سے قطعاً احتراز کرے۔ اگرچہ لواطت سے نکاح پر اثر نہیں پڑتا۔ حمل کی صورت میں مجامعت جائز ہے اور حمل کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن لواطت جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

مالی جرمانہ کی رقم کو مسجد پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کافی عرصہ سے یہ طریقہ بد شروع کر رکھا ہے کہ مسجد سے تیل وغیرہ چوری لے لیتا ہے حتیٰ کہ اس کے گھر سے مسجد کے پختہ آہنی لوٹے بھی برآمد ہوئے۔ اس طرح کنوؤں پر رسی سے بالٹی بھی اٹھا لیتا ہے اور اس نے اپنی شقاوت قلبی کا یہاں تک مظاہرہ کیا کہ ایک گھر سے اس نے بھوسہ چوری کیا۔ حالانکہ اسی گھر میں اس وقت نوجوان لڑکا جان کنی میں مبتلا تھا۔ بالآخر چور پکڑا گیا اور اس نے خود اقبال جرم کرتے ہوئے کہا کہ پیشہ میں کافی عرصہ سے کر رہا ہوں۔ اب تقریباً تین صد روپے کا تیل مسروقہ فروخت کر دیا ہے دریں صورت اہل محلّہ اور مسجد کے مقتدیوں نے فیصلہ کیا کہ دوسروں کی عبرت کے لیے سارق پر کم از کم پانچ صد روپے جرمانہ کرنا چاہیے چنانچہ اس

سے وہ رقم تعزیراً لی بھی گئی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ آیا وہ رقم محلہ مسجد کی تعمیر کے لیے خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جبکہ مسجد زیر تعمیر ہے اور اہل محلہ بھی سب رضامند ہیں اگر ناجائز ہے تو پھر رقم مصلہ کا مصرف کیا ہوگیا۔

﴿ج﴾

مالی جرمانہ شخص مذکور پر پنچایت کا شرعاً درست نہیں ہے۔ اس لیے یہ رقم مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں بلکہ یہ رقم اس شخص مذکور کو ہی واپس کرنا ضروری ہے لیکن واپس کرنے کے لیے ایسی صورت اختیار کی جائے کہ جس سے اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ وہی رقم ہے جو مجھ سے بطور جرمانہ وصول کی گئی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ

اگر زنا کرنے والوں کو قتل کر دیا جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکی کے کسی آدمی سے شادی سے قبل اور بعد ناجائز تعلقات رہے۔ والد نے اس کو روکا مگر وہ بضد رہی۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد کے تحت لڑکی کا والد اور چچا دونوں رات کے وقت برہنہ کر کے قتل کر کے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں اور پھر کسی کنویں میں پھینک دیتے ہیں۔ اب والد تو جیل میں ماخوذ ہے اور مقدمہ چل رہا ہے لیکن چچے کا نام مقدمہ میں نہیں آیا۔ اب عوام الناس نے اس سے بائیکاٹ کر رکھا ہے کہ اتنا ظلم کیونکر کیا ہے۔ واضح باد کہ مسمات مذکورہ ایک دفعہ اُسی آدمی سے اغوا ہو کر چلی گئی تھی۔ بصد مشکل واپس آئی اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان ملزموں کی شرعی کیا سزا اور مسلمانوں کا بائیکاٹ کہاں تک درست ہے۔

محمد نواز ولد غلام حسین معرفت محمد عبد الرحمٰن عربی ماسٹر مڈل سکول واصوات تحصیل وضلع جھنگ

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو شخص کسی مرد و عورت کو رضامندی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھ لے یا ان میں سے ایک رضامند ہو اور دوسرا مجبور ہو تو عین موقعہ پر پہلی صورت میں دونوں کو اور دوسری صورت میں صرف اس رضامند کو قتل کرنا اس کے لیے جائز ہے اور اگر زنا کرتے ہوئے نہ دیکھ لے ویسے ناجائز طور پر خلوت میں دیکھ لے تو اگر بغیر قتل کرنے کے ان کو زنا سے روک سکے تو قتل کرنا ناجائز ہے اور اگر زنا کرنے سے سوائے قتل کرنے کے اور طریقہ سے نہ روک سکے تب قتل جائز

ہے۔صورت مسئولہ میں چونکہ اس لڑکی کو زنا کے موقعہ پر قتل نہیں کیا گیا ہے اس لیے یہ قتل ناجائز ہوا ہے اور قاتل گناہ گار ہو گئے ہیں۔شرعاً اگر اس قتل کا ثبوت ہو جائے تو اس کی سزا قتل کی سزا ہے کہ اس کے باپ اور چچا کے ذمہ ان کے مال میں مقتولہ کے وارثوں کے لیے دیت واجب ہو گی اور کفارہ ادا کریں گے اور توبہ واستغفار کریں گے۔ کما قال فی ردالمحتار ص ۶۳ ج ۴ وقد ظهرلی فی التوفیق وجه آخر وهو ان الشرط المذکور انما هو فیما اذا وجد رجلاً مع امراة لاتحل له قبل ان یزنی بها فهذ الایحل قتله اذا علم انه ینزجر بغیر القتل سواء کانت اجنبیة عن الواجد او زوجة له او محرما منه اما اذا وجده یزنی بهافله قتله مطلقاً الخ باقی باپ سے اولاد کا قصاص نہیں لیا جاتا۔کما قال فی الکنز ص ۴۵۰ ولا یقتل الرجل بالولد. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

جس شخص کے عورت سے ناجائز تعلقات ہیں اس سے تعلقات کاٹ دینے چاہئیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بنام سراج احمد قوریا مسماۃ فیضان زوجہ باغ علی قوم وریا کے ساتھ ناجائز تعلقات رہے۔تعلقات سے قبل فیضان کی ایک لڑکی جوان نور بی بی تھی اور اس دوران میں سراج احمد نے نکاح و شادی کر لی اور لڑکی نور بی بی گھر آباد رہی تب بھی تعلقات قائم رہے اور اس لڑکی سے ایک بچی بھی ہوئی اور چند یوم کے بعد لڑکی فوت ہو گئی۔یعنی نور بی بی اور فیضان اپنا خاوند اور گھر بار و بال کے سب چھوڑ کر اپنے داماد سراج احمد کے پاس اُسے ناجائز تعلقات میں دونوں مشغول رہتے ہیں اور اس شخص نے ایک شادی اس سے پہلے بھی کی تھی اور اُس شادی کا بھی برتاؤ یہی کیا تھا کہ ہم نے اُس لڑکی کو طلاق کرائی تھی۔عورت و مرد دونوں کے ایسے جرم کی کیا سزا ہے بروئے شریعت کے اور ایسے جرم والے کو پناہ دے یعنی اپنے پاس رکھے اور اس کی حمایت کرنے والے کی کیا سزا ہے۔

نوٹ: اس شخص سراج احمد نے کتنی دفعہ قسم کھائی اور توڑ دی اور ایک دفعہ وضو غسل کر کے قرآن اٹھا کر توبہ کی اور پکی توبہ کی۔ روبرو تین گواہوں کے اور تین ماہ کے بعد توڑ ڈالی۔یہ ایسے سخت جرم ہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں تحقیق کی جائے اگر واقعی اس شخص کے کسی عورت سے ناجائز تعلقات ہیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس عورت کو چھوڑ دے اور توبہ تائب ہو جائے اگر توبہ تائب نہیں ہوتا تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس کے ساتھ

برادری وغیرہ کے تعلقات ختم کر دیں۔ بمقتضائے نخلع و نترک من یفجرک اور اس کو مجبور کریں کہ وہ اس فعل بد سے باز آ جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ محرم ۱۳۹۴ھ

والدہ کے قاتل کی مغفرت کی کوئی صورت ہے
زندگی بھر برا کام کرنے والے کے لیے مغفرت کی کیا صورت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و فضلائے شرع مبین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے اپنی والدہ محترمہ کو کسی جرم کے بدلے میں قتل کر ڈالا چند روز بعد زید اپنے اس فعل شنیعہ پر نہایت نادم و پریشان ہوا کیا اس صورت میں زید کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ کیا ایسا شخص نجات اخروی حاصل کر سکتا ہے۔ کیا یہ معاملہ حقوق اللہ میں داخل ہے یا حقوق العباد میں۔ بینوا توجروا۔

(۲) بکر کچھ عرصہ اپنی محرمات سے فعل زنا کا مرتکب ہوتا رہا کیا شریعت مطہرہ میں اس کی نجات کا کوئی ذریعہ ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) الدر المختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۵۳۹ ج ۶ میں ہے۔ **لا تصح توبة القاتل حتے یسلم نفسه لقود** شامی میں ہے **(قوله ولا تصح توبة القاتل حتی یسلم نفسه للقود) ای لا تکفیه التوبة وحدها قال فی تبیین المحارم واعلم ان توبة القاتل لاتکون بالاستغفار والندامة فقط بل یتوقف علے رضاء اولیاء المقتول فان کان القتل عمدا لابد ان یمکنهم من القصاص منه فان شاء واقتلوه وان شاء واعفوا عنه مجانا فان عفوا عنه کفته التوبة وقدمنا انفاً انه بالعفو عنه برأ فی الدنیا وهل یبرأ فیما بینه وبین الله تعالیٰ هو بمنزلة الدین علے رجل فمات الطالب وابرأته الورثة یبرأ فیما بقی اما فی ظلمه المتقدم لا یبرأ فکذا القاتل لایبرأ عن ظلمه ویبرأ من القصاص والدیة والظاهر ان ظلم المتقدم لا یسقط بالتوبة لتعلق حق المقتول به واما ظلمه علے نفسه باقدامه علے المعصیة فیسقط تامل،** شریعت میں کفر کے بعد عمداً ظلماً مومن مسلمان کو قتل کرنے سے کوئی بڑا گناہ نہیں اور قرآن و حدیث میں

سخت سے سخت سزا اس کے حق میں وارد ہے لیکن اگر واقعی یہ قاتل مسلمان نادم ہے اور تائب ہونا چاہتا ہے تو اس کی توبہ کی صحیح شکل وہ ہے جس پر مذکور بالا عبارات دال ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے نادم ہونے اور تائب ہونے اور معافی مانگنے رونے کے ساتھ مقتول کے اولیاء کو راضی کر لے ان سے ظلم کا جو کہ مقتول پر اور خود ان پر کیا ہے معافی طلب کرے اور نیز مقتول کے اولیاء سب لڑکوں والد اور اس کے بھائیوں کے سامنے اپنے آپ کو قصاصاً قتل ہونے کے لیے پیش کرے اس کے بعد چاہے وہ قتل کر لیں اور چاہے معاف کر لیں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مقتول کے اولیاء سے معافی کے ساتھ آخرت میں مقتولہ کے مخاصمہ اور پھر مواخذہ سے بچنے کی خاطر اور اس کو راضی وخوش کرنے کی خاطر کثرت سے مقتولہ کے لیے دعاء مغفرت مانگے اور کثرت سے صدقات وخیرات وذکر وتلاوت ونوافل اعمال حسنہ کر کے اس مقتولہ کو اس کا ثواب بخشے۔ ان باتوں کے کرنے کے بعد یہ شخص قاتل قطعاً اللہ تعالیٰ جیسی غفور الرحیم غفار ذات کی وسعت رحمت ومغفرت سے نا اُمید نہ ہو کیونکہ اس غفور الرحیم ذات نے خود ایسے لوگوں کے بارے میں جو جہالت سے گناہوں کے مرتکب ہو جائیں اور اپنے نفسوں پر ظلم کر بیٹھیں اور پھر دل سے نادم وتائب ہو کر مخلص بن جائیں اس کے بارے میں نا امید نہ ہونے کا حکم فرمایا ہے۔ **قوله تعالیٰ لا تقنطوا من رحمة الله الآية**

(۲) محارم سے زنا بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے لیکن اگر یہ شخص دل سے نادم اور آئندہ اس قسم کے حرکات سے تائب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ جیسی غفار وغفور الرحیم ذات سے نا اُمید نہ ہو اور طاعات فرائض وواجبات وسنن ومستحبات اعمال حسنہ کے کرنے میں کوشاں رہے۔ **ان الحسنات يذهبن السيئات الآية** اور حرام ومکروہات سے باز رہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت ونجات کی قوی امید رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عظیم کان اللہ لہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ذی القعدہ ۱۳۸۳ھ

جرمانہ بالمال کے متعلق مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بعض علاقوں میں یہ طریقہ ہے کہ ایک آدمی قتل کرے تو ورثہ مقتول کے لیے قاتل کے مال کو قتل کرتے ہیں اور چھپر کو آگ لگاتے ہیں اور راوگاؤ وبکری ودنبہ کو قتل کر ڈالتے ہیں یعنی تعزیر بالمال دیتے ہیں کیا شرع متین میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کی وضاحت کر کے ثواب دارین حاصل کریں اور کوئی ثبوت جو اس سے

لیے دلیل قرآن اور سنت رسول اور اقوال ائمہ اربعہ سے ملتے ہوں پیش کریں تاکہ تسلی ہو جائے یعنی پورا پورا حوالہ جات نقل کریں۔

(۲) اور پہاڑی علاقوں میں بعض لوگ لکڑی کاٹتے ہیں اور بہت بڑی بڑی تجارت کرتے ہیں خواہ اپنی زمین سے کاٹتے ہیں یا تجارت پر لیتے ہیں پھر بیچتے ہیں کیا اس میں زکوٰۃ ہے یا عشر ہے۔ اگر زکوٰۃ ہو تو لکڑی کی قیمت میں ہے یا عین کپڑا میں ہے اور اس مسئلہ میں ہمارے صوبہ بلوچستان میں علماء اس میں کیا کہتے ہیں برائے مہربانی وضاحت فرما دیں۔ یعنی لکڑی سے مراد جو آباد کے لیے استعمال ہوتے ہیں یعنی شجر مراد ہے۔

(۳) اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ مطلقاً ختم قرآن پر پیسے لینا جائز نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مطلقاً عام نہیں بلکہ اس میں فرق ہے میت اور زندہ کی بات میں فرق ہے۔

(۴) آیا کسی آدمی نے نذر مانی۔ اس نے یہ نذرانہ کسی فقیر کو دے دیا اس فقیر نے بشروط ذبح کیا اور بسم اللہ پڑھ لیا اس کی ذبح سے وہ منذور پاک ہوا یا نہ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ فقیر کے ذبح سے پاک ہوا کیونکہ اس میں تبدل ملک ہوا اور تبدل ملک سے عین میں تبدیلی آتی ہے۔ اس پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ صدقہ پیش کرتے ہیں۔

(۵) مبلغ غنی کو زکوٰۃ لینے سے جو انسان روکتے ہیں وہ شرع متین نے کتنا اندازہ رکھا ہے۔ پچاس روپیہ ہے یا زائد یا کم اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ کبھی غنی نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر اس کا بہت مال ہو وہ تدریس کے وجہ سے غنی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ مجبور و مشغول ہیں دین کے لیے اور حوالہ شامی وغیرہ کا دیتے ہیں۔ بینوا توجروا

راولپنڈی راجہ بازار مدینہ مارکیٹ خان محمد متعلم دورہ حدیث شریف دارالعلوم تعلیم القرآن

﴿ج﴾

واضح رہے کہ قتل عمد کی صورت میں واجب قصاص ہوتا ہے اور اس آدمی کے قاتل کو قتل کیا جاتا ہے کسی دوسرے شخص کو قتل کرنا حرام ہے اور قتل خطاء کی صورت میں دیت واجب ہوتی ہے اس طرح قصاص کو معاف کر کے جس چیز پر صلح کی جائے تو اس مال کے لینے کا ورثہ مقتول کا حق ہوتا ہے۔ لہٰذا قاتل کا گھر جلانا اس کے جانوروں وغیرہ کو ہلاک کرنا یا کسی دوسرے بے گناہ شخص کو قتل کے معاملہ میں قتل کرنا یہ سب قانون خداوندی سے باہر ہے۔ جو بنص قرآن یہ موجب عذاب الیم ہے۔ **فمن اعتدی بعد ذالک فلہ عذاب الیم (البقرہ)**۔

(۲) جو لوگ اپنی زمین سے عمارتی لکڑی کاٹ کر بیچتے ہیں اس پر لکڑیوں میں عشر واجب ہوگا۔ خواہ عین لکڑی فقراء کو دیں یا اس کی قیمت میں سے عشر ادا کریں۔ بہر حال عشر واجب ہوگا کیونکہ یہ لکڑیاں بوجہ استنماء کے غلہ مقصودہ زمین کے شمار ہوں گی اور اس میں عشر واجب ہوتا ہے۔ کما قال فی العالمگیریہ ص ۱۸۶ ج ۱۔

حتی لوا ستنمی بقوائم الخلاف والحشیش والقصب وغصون النخل او فیها دلب او صنوبر و نحوها و کان یقطعه ویبیعه یجب فیه العشر کذا فی محیط السرخسی.

اور جولوگ دوسروں سے خرید کر تجارت کرتے ہیں تو پھر یہ اموال تجارت میں شمار ہوں گے اور بعد حولان حول کے ان کی قیمت لگا کر چالیسواں حصہ بطور زکوۃ کے ادا کرنا واجب ہوگا۔

(۳) اگر ختم قرآن رقیہ اور دواء کی خاطر کیا جائے تو اس پر پیسے لینا جائز ہے۔ مثلاً مریض کی شفا کے لیے یا جنات و آسیب وغیرہ تکالیف کو دور کرنے کے لیے ختم قرآن کیا جائے تو اس پر اجرت لینا جائز ہے اور اگر ثواب و بطور عبادت محضہ کے لیے ختم کرایا جائے مثلاً مردوں کو ایصال ثواب کے طور پر تو اس پر پیسے وغیرہ لینے جائز نہیں ہیں۔ کما قال فی ردالمختار ص ۵۶ ج۶ ناقلا عن تبیین المحارم قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لایستحق الثواب لا للمیت و لا للقاری وقال العینی فی شرح الهدایة ویمنع القاری للدنیا والاخذ والمعطی آثما فالحاصل ان ماشاع فی زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لایجوز الخ وفیها ایضا ۵۷ ج۶ وما استدل به بعض المحشین علی الجواز بحدیث البخاری فی اللدیغ فهو خطاء لان المتقدمین المانعین الاستیجار مطلقا جوزوا الرقیة بالاجرة ولو بالقرآن کما ذکره الطحاوی لانها لیست عبادة محضة بل للتداوی

(۴) اگر اس ناذر نے قصد تقرب غیر اللہ سے توبہ کی اور فقیر کو خاص یہ منذورہ دے دیا تب تو یہ بعد از ذبح فقیر حلال شمار ہوگا ورنہ تو اگر یہ فقیر اس غیر اللہ بزرگ کا کوئی خادم ہو تو اس کو لینا نادرست ہوگا۔ ہاں اگر فقیر کو بوجہ صدقہ مبتدئہ لے کر ذبح کر کے کھانا حرام نہ ہوگا بشرطیکہ تملیک کے طور پر دے دیا اور اگر کسی دوسرے فقیر کو تملیک کر کے دے دے حتیٰ کہ اس کو اختیار ہو کہ وہ ذبح کرے یا نہ کرے تو اس کو ذبح کر کے کھانا حلال ہوگا۔ اگر تملیک نہ ہو بلکہ یوں کہے کہ ذبح کر دو اور کھالو تو چونکہ اس میں قصد تقرب غیر اللہ موجود ہے اور فقیر اس کی طرف سے وکالۃً ذبح کرتا ہے تب حرام ہے قال فی البحر الرائق ص ۲۹۸ ج ۲ ولایجوز ان یصرف ذلک لغنی غیر محتاج ولا لشریف منصب لانه لا یحل له الاخذ مالم یکن فقیرا ولم یثبت فی الشرع جواز الصرف للاغنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا ینعقد ولا تشتغل الذمة به ولانه حرام بل سحت ولا یجوز لخادم الشیخ اخذه ولا اکله ولا التصرف فیه بوجه من الوجوه الا ان یکون فقیرا او له عیال فقراء عاجزون عن الکسب وهم مضطرون فیاخذونه علی سبیل الصدقة المبتداءة فاخذه ایضا مکروه مالم یقصد به الناذر التقرب الی الله تعالی وصرفه الی الفقراء یقطع النظر عن نذر الشیخ فاذا علمت هذا فما

یوخذ من الدراهم والشمع والزیت وغیرها ینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیهم فحرام باجماع المسلمین مالم یقصدوا بصرفها للفقراء الاحیاء قولا واحدا اھ.

اپنے فہم ناقص کے مطابق یہ مسئلہ لکھ دیا گیا ہے۔ تتبع کے باوجود کوئی صریح جزئیہ نہ مل سکا لہٰذا دوسرے علماء سے بھی رجوع فرمائیں۔

(۵) قدر غنی مقدار نصاب زکوٰۃ کو کہتے ہیں اور نصاب زکوٰۃ چاندی ساڑھے باون تولہ ہے۔ لہٰذا اس قیمت کا مال قدر غنی کہلائے گا پچاس روپے وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ چاندی کی قیمت کے تفاوت سے روپیوں کی تعداد میں کمی بیشی آتی رہے۔ یہ قدر نصاب خواہ نامی ہو یا غیر نامی مانع از اخذ زکوٰۃ ہے۔ بشرطیکہ حاجت اصلیہ سے فارغ ہو باقی غنی طالب علم ملا اور مدرس کے لیے جواز اخذ زکوٰۃ کا حوالہ جو شامی پر دیتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ مسئلہ درمختار میں موجود ہے اور شامی نے اس کی تردید کی قال فی الدرالمختار مع شرحه ردالمختار ص ۳۴۰ ج ۲ وبهذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز له اخذ الزکوٰۃ ولو غنیاً اذا فرغ نفسه العلم واستفاده لعجزه عن الکسب والحاجة داعیة الی مالا بدمنه کذا ذکره المصنف وقال الشامی تحته وهذاالفرع مخالف لا طلاقهم الحرمة فی الغنی ولم یعتمده احد قلت وهو کذالک والاوجه تقییده بالفقیر الخ.

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب کلہا صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ

مذکورہ صورت حال کے پیش نظر بچوں کا استاد مجرم ہے یا نہیں اس قسم کی اشیاء کی اعانت ونصرت کرنا کیسا ہے

﴿س﴾

ایک مدرسہ کے مدرس قاری صاحب کے متعلق یہ مشہور ہو گیا ہے کہ اس نے سات سالہ بچی کے ساتھ برا فعل کیا ہے اور واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ لڑکی کو قاری صاحب کی گھر والی نے خون آلودہ حالت میں اس کے گھر پہنچایا کہ میں فلاں آدمی کے گھر چلی گئی تھی۔ واپسی پر لڑکی کو اس حالت میں آ کر پایا۔ لڑکی کے والدین کا بیان یہ ہے کہ قاری صاحب کی گھر والی نیم ہوش کی حالت میں بچی کو لائی اور کہنے لگی اس کو کیا ہوا اس کو کوئی لکڑ لگ گئی یا گرمی کے آثار ہیں۔ کوئی ٹھنڈا شربت پلاؤ دوا اور کپڑے وغیرہ بھی بدلتی رہی اور دھلاتی رہی۔ بچی کی تین گھنٹہ تک تیمارداری کرتی رہی۔ اس وقت بچی

مختلف باتیں کرتی تھی کہ مجھے لکڑ لگ گئی ہے یا نامعلوم شخص نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ دوسری مائی نے شور مچایا کہ اس کی استانی کو اُٹھاؤ پھر بچی صحیح بات بتلائے گی۔ چنانچہ جب استانی چلی گئی تو لڑکی نے کہا میرے ساتھ یہ فعل استاد قاری صاحب نے کیا ہے اور اس کا نام لیا۔ اس پر چند لڑکیوں نے بھی تائید کی اور کہا کہ قاری صاحب گھر آئے استانی نہیں تھی۔ انہوں نے ہمیں اندر مکان میں داخل کر دیا اور کسی کام میں لگا دیا اور اس لڑکی کو لے کر صحن میں چلے گئے اور اس کو اس حالت میں لے آئے اور ہماری استانی کو بلا کر اس کے حوالہ کر کے کہا اس کو گھر پہنچاؤ۔ وہ لڑکیاں اس کی نسبت بڑی ہیں۔ قاری صاحب کا بیان یہ ہے کہ میں مدرسہ میں پڑھا رہا تھا مجھے گھر والی نے بلوایا اور کہا لڑکی باہر سے اس حالت میں آئی ہے۔ کسی نے اس کے ساتھ منہ کالا کیا ہے یا لکڑ لگ گئی ہے۔ میں نے کہا اس کو گھر پہنچا کر آؤ اور میں نے اس کے متعلقین کو اطلاع دے کر بدمعاش کو تلاش کرتے رہے نہ کوئی آدمی ملا یا موقع ومحل۔ تھانیدار نے موقع پر پہنچ کر فریقین کے بیانات قلمبند کیے۔ لڑکی کے والد نے یہ جھوٹا بیان دیا کہ میں ملتان تھا۔ لڑکی معمول کے مطابق گھر نہ پہنچی۔ میری گھر والی اس کو بلانے کے لیے گئی تو قاری صاحب دروازہ بند کر کے منہ کالا کر رہا تھا۔ میں نے واویلا کیا فلاں فلاں پہنچ گئے۔ وہ واقعہ کے چشم دید گواہ ہیں۔ سنا ہے ہسپتال کے تجزیہ سے بھی زنا بالجبر ثابت ہوا ہے۔ اب قاری صاحب گرفتار ہے۔ اس حادثے سے مدرسہ بری طرح متاثر ہوا۔ اہلیان علاقہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ اکثر قاری صاحب کو ملزم ومجرم ٹھہراتے ہیں اور بعض بالکل پاک باز اور معصوم سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ممکن ہے ان کے مخالفین نے لڑکی کے ساتھ بدفعلی کر کے قاری صاحب کے گھر بھیج دی ہو۔ کسی مخالف نے انتقاماً ایسا کیا ہو یا بعض بے دین عورتوں کی سازش ہے۔ انہوں نے یہ فعل کر کے قاری صاحب کے ذمہ لگایا ہے ممکن ہے کہ رافضیوں کی حرکت ہو۔ واللہ اعلم

اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ اس واقعے کے پیش نظر اور چند نابالغ لڑکیوں کی شہادت سے قاری صاحب زانی ثابت ہوں گے یا نہ۔ اس کے متعلق خدا اور رسول کا کیا حکم ہے اور شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے۔

(۲) اس قسم کے قاری صاحب کی اعانت کرنا کیسا ہے موجب ثواب ہے یا نہیں۔

(۳) ایسے بدشہرت قاری صاحب کو مدرسہ میں رکھا جائے۔ بینوا توجروا

حافظ غلام رسول تحصیل وضلع مظفر گڑھ

(۱) واضح رہے کہ ثبوت زنا کے لیے چار مردوں کی عینی شہادت ضروری ہے۔ عورتوں کی یا لڑکیوں کی شہادت قابل اعتبار نہیں۔ کما فی الهداية و الشهادة على مراتب منها الشهادة في الزنا يعتبر فيها اربعة من الرجال لقوله تعالى و اللاتي يا تين الفاحشه من نساء كم فاستشهدوا عليهن اربعة منكم الآيه. و لقوله تعالى

ثم لم یأتوا باربعة شهداء. ولا یقبل فیها شهادة النساء لحدیث الزهریؒ مضت السنة من لدن رسول الله صلی الله علیه وسلم والخلیفتین من بعده ان لا شهادة للنساء فی الحدود والقصاص الخ. (هدایه کتاب الشهاداة ص ۱۵۳ ج۳)

پس صورت مسئولہ میں جبکہ چار عینی شاہدوں کی شہادت موجود نہیں اور لڑکی بھی غیر مشتہاۃ ہے تو محض ان بیانات کی وجہ سے قاری صاحب پر زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور شرعاً قاری صاحب کو زانی نہیں کہا جا سکتا۔

(۲) زنا کا ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اعانت کرنا درست ہوگا۔

(۳) مدرسہ کے مفاد کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسے قاری صاحب کا دوبارہ تقرر نہ کیا جائے۔ اگر چہ عدم ثبوت زنا کی وجہ سے رکھنا جائز ہے۔ بہر حال انتظامیہ کا مسئلہ بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

موطوءہ بھینس کے عوض جرمانہ کے متعلق ایک غلط فتویٰ کی تصحیح

﴿س﴾

مسئلہ زید نے ایک بھینس سے وطی کی تو یہ فیصلہ صاحب انصاف وحکم کے سپرد ہوا پھر حکم صاحبان نے یہ فیصلہ کیا کہ بھینس وطی شدہ واطی کے سپرد ہو اور واطی پر تعزیراً اور زجراً دس بھیڑیں عوضانہ مقرر کیا گیا اور مالک بھینس نے دس بھینس وصول کی ہیں (اس واطی سے) کیا شرعاً یہ بھینس مالک پر حلال ہے؟

﴿ج﴾

یہ بھینس مالک اصلی پر جو اس نے بطور تاوان وزجر واطی سے حاصل کی ہیں۔ شرعاً حلال ہیں۔ کیونکہ مال وصول شدہ بطور تاوان وزجر ہے جو تعزیراً سپرد حکمیں منصفین تھا اور انہوں نے یہ فیصلہ بصورت تعزیر بذریعہ اموال کیا ہے۔ تاکہ مجرم اس قسم کے ارتکاب اور جرم سے ہمیشہ گریز کرے ص ۱۶۷ ج ۲ بروایت ذیل **فالتعزیر مفوض الی رای الامام کذا فی المحیط فتاویٰ عالمگیری** اخذ ھذا المال بسبب شرعی ہے۔ بصورت تاوان بھیڑیں وطی شدہ کی ہیں جو کہ شرعاً حلال ہیں۔

الجواب غلط مفتی غیر معلوم

﴿هوالمصوب﴾

مذکورہ بالا جواب غلط ہے۔ واطی سے مالک اپنی بھینس موطوءۃ کے عوض قیمت یا اس کی قیمت کے برابر بھیڑیں یا مال اسباب لے سکتا ہے اس سے زائد لینا جائز نہیں۔ صورت مسئولہ میں زائد تاوان جو حکمین نے واطی پر ڈال کر مالک کو دلایا ہے یہ تعزیر مال ہے اور تعزیر مال جائز نہیں۔ فی الشامی جلد رابع کتاب التعزیر ص ۶۱ میں ہے۔ **الا یاخذ المال فی المذهب** یعنی تعزیر مال سے تاوان جائز نہیں۔ **وقیل یجوز ومعناه ان یمسک مدة لینزجر ثم یعیده له** اور بعض نے کہا کہ جائز ہے اور اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اس کے پیسے کچھ دنوں کے لیے روک لے۔ اگر تائب ہو گیا تو رقم واپس کردی جائے گی اور اگر تائب نہ ہوا تو یہ رقم قاضی کسی اور شخص پر صرف کردے۔ **فان (یس) من توبته صرفه الی ما یری** اگر حاکم اس آدمی کی توبہ سے مایوس ہو جائے تو پھر جہاں مناسب دیکھے خرچ کرے۔ اس بعض کے قول کو علامہ شامی نے ضعیف کیا ہے۔ **وظاهره ان ذالک روایة ضعیفة عن ابی یوسف** پس صورت مسئولہ میں زائد بھیڑیں مالک کو واپس کردی جائیں وجوباً۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گدھے کو ڈھیلہ مار کر آنکھ ضائع کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بکر کا نر گدھا رات کے وقت زید کے گھر گھس گیا اور زید کی مادہ گدھی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا تو زید نے اس کو دور کرنے کے لیے ڈھیلہ مارا اتفاق سے وہ ڈھیلہ بکر کے گدھے کی آنکھ پر لگا تو وہ گدھا ایک آنکھ سے اندھا ہو گیا۔ کیا شریعت میں زید پر ضمان آتا ہے یا نہ۔ اگر آتا ہے تو کتنا جبکہ گدھا کی قیمت صرف ۱۵۰ روپے ہے۔ اگر نہیں تو کیسے۔ بینوا توجروا

نور محمد حوالدار محمدی محلہ ملتان

﴿ج﴾

فریقین کے لیے مناسب ہے کہ کچھ رقم دے دلا کر آپس میں راضی نامہ کرلیں اور آخرت کے مواخذہ سے بچنے کے لیے ایک دوسرے کو معاف کردیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

وصیت کا بیان

اگر کسی شخص نے اپنی جائیداد کی وصیت کسی کے لیے کی تو وصیت نافذ ہوگی اور ورثاء محروم ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس بارے میں کہ ایک شخص نے مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ وصیت کی اور یہ وصیت بھی اس کی جائیداد کے ⅓ حصہ سے کم ہے اور گواہ بھی موجود ہیں۔ منکہ مسمی نازو خان ولد غلام محمد خان قوم کلاچی چھری ساکن موضع چھری تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کا ہوں جو کے اس وقت رضا مندی خود بصحت ہوش و حواس وتندرستی جان اس طور پر وصیت نامہ تحریر کر کے لکھ دیتا ہوں کہ من مقر بند انگھور رقبہ نمبر ۲۶ کنال واقعہ موضع چھتری ہے جس کے حدود اربعہ غربا بند انگھور مملوکہ اللہ بخش ولد احمد خان وشرقا نیز بند انگھور مملوکہ اللہ بخش مذکور واحمد خان ولد مسو خان وغیرہ شمالا ملکیت نور خان دمیر خان وغیرہ پسران یوسف خان وضو باتل رود ہیں۔ آج سالم رقبہ بند انگھور ملکیتی و معارضہ حصص دیگر حصہ داران اللہ بخش احمد خان کے نام وصیت کر دی ہے اور قبضہ اراضی بند مذکور مسمی اللہ بخش کو دے دیا ہے۔ جس کا نمبر کھاتہ ۴۴، ۴۲ و نمبرات خسرہ ۱۸۴۸/ ۷۷۷، ۱۸۴۶/ ۷۷۶ ہے۔ لہٰذا چند حروف بطور وصیت نامہ روبرو گواہان تحریر کر دیتے ہیں تا کہ اللہ بخش خان ولد احمد خان کے پاس سند رہے۔ آٹھ آنے کی رسیدی ٹکٹیں چسپاں ہیں۔

العبد

نازو ولد غلام محمد خان قوم کلاچی چھتری

گواہ شد نور محمد ولد ولی محمد قوم ساقی ——— گواہ شد علی مراد خان ولد احمد خان سکنہ بستی چھتری

تحریر کنندہ احمد ولد علی مراد خان کلاچی چھتری

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یہ وصیت شرعاً درست ہے اور یہ بند اللہ بخش خان ولد احمد خان کی ملکیت شمار ہوگا اور وصیت کنندہ کے دیگر ورثاء کو اس بند میں شرعاً کوئی حق حاصل نہیں۔ بشرطیکہ اللہ بخش وصیت کنندہ کے ورثاء میں سے نہ ہو اور یہ وصیت ثلث سے زیادہ بھی نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ ذی القعدہ

مرتے وقت نواسے کے لیے بیٹی کے حصے کی وصیت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسمی کرم شاہ قریشی کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تھی۔ لڑکی کرم شاہ کی زندگی میں فوت ہوگئی اور اس لڑکی کا لڑکا یعنی کرم شاہ کا دوہتا رہ گیا۔ کرم شاہ نے فوت ہونے کے وقت یہ وصیت کی کہ میری لڑکی کا حصہ میرے دوہتے کو یعنی اس لڑکی کے بیٹے کو دیا جائے اور اس وصیت پر دو گواہ مسمی حمید شاہ وحافظ عبداللہ موجود ہیں۔ اب کیا متوفی کرم شاہ قریشی کی یہ وصیت از روئے شرع درست ہے یا نہ اور اس کا دوہتا اس کی لڑکی یعنی اپنے ماں کے حصہ کا حق دار ہوگا یا نہ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی اس شخص نے مرتے وقت وصیت کی تو یہ وصیت تیسرے حصہ میں نافذ ہوگی اور تیسرا حصہ اس کے دوہتے کو ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

اگر کسی شخص نے دوسرے کے پاس کچھ رقم امانت رکھتے وقت یہ کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد مسجد پر خرچنا عدالتی تنسیخ طلاق کے حکم میں ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کا بکر کے ہاں بطور امانت مبلغ دو ہزار روپے رکھا ہوا تھا۔ زید نے وصیت کی تھی کہ اگر میں مرجاؤں تو مبلغ دو ہزار روپے تعمیر مسجد یا کھدوائی کنواں میں لوجہ اللہ صرف کر دینا۔ اب زید مرگیا ہے مکمل تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ زید کی مذکورہ بالا رقم کے علاوہ مبلغ ایک ہزار کی زمین بھی موجود ہے نیز جدی وارث بھی زندہ ہیں۔ وصیت کل جائیداد میں نافذ ہوگی یا محض اسی نقد رقم میں جس کی اس نے وصیت کر رکھی تھی۔

(۲) تنسیخ کا حکم شرعی کیا ہے اس کو کونسی طلاق واقع ہوگی سرکاری عدالتوں میں جو یک طرفہ کارروائی کی جاتی ہے اس کا کیا حکم ہے۔

(۳) زید ڈسٹرکٹ بورڈ کے زیر اہتمام سکول کا ٹیچر رہا ڈسٹرکٹ بورڈ کا قانون تھا کہ پنشن کسی ٹیچر کو نہیں ملتی تھی۔

زید کو سکول سے فارغ ہوئے تقریباً چھ سات سال ہونے والے ہیں مگر جب نور خان گورنر مقرر ہوئے تو انہوں نے ڈسٹرکٹ بورڈ کے ٹیچرز کو پنشن دینے کا حکم دے دیا۔ اب زید کو تاریخ فراغت سے لے کر آج تک مکمل سات سال کی پنشن مل گئی۔ اب فرمائیں کہ زکوٰۃ سالم سات کی ادا کرنی پڑے گی جبکہ پنشن کی رقم کالعدم تھی کسی کو خبر نہ تھی کہ اس طرح کا آرڈر بھی ہوتا ہے یا جس تاریخ کو رقم ملی تھی اس کی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔ بینوا توجروا

احسان الحق تونسوی عفی عنہ امام جامع مسجد ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

(۱) وصیت ثلث جمیع مابقی بعد از تجہیز و تکفین وادائے دیون میں نافذ ہوتی ہے یعنی اگر دو ہزار روپے جمیع مابقی بعد از تجہیز و تکفین ادائے دیون کا ثلث ہو یا ثلث سے کم تو پورے دو ہزار روپے کی وصیت نافذ ہوگی اور اگر دو ہزار جمیع مابقی کے ثلث سے زیادہ ہیں تو اگر ورثا اس پوری وصیت پر راضی ہوں تو پھر کل مال کی وصیت صحیح ہوگی اور اگر ورثا ناراض ہیں تو صرف ثلث جمیع مابقی سے (بعد از تجہیز و تکفین وغیرہ کی مقدار، وصیت کا شرعاً اعتبار نہ ہوگا۔

(۲) تنسیخ نکاح کی متعدد وجوہ اور صورتیں ہیں۔ ہر صورت کی علیحدہ علیحدہ شرائط ہیں۔ اگر ان شرائط کی پوری طرح پابندی کی جائے تو بعض صورتوں میں یک طرفہ ڈگری بھی قابل عمل ہو سکتی ہے۔ سوال میں چونکہ کوئی شق متعین نہیں اس لیے کسی ایک شق کو اختیار کر کے جواب دینا مشکل ہے۔

(۳) یہ رقم شرعاً عطیہ شمار ہوگا اور عطیہ پر عدم وجوب زکوٰۃ سنین ماضیہ کا ظاہر ہے اس پر زکوٰۃ گزشتہ برسوں کی واجب نہیں ہوتی۔ آئندہ کو بعد وصولی کے جب سال بھر نصاب پر گزر جائے گا اس وقت زکوٰۃ دینا لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ

شوہر کا بوقت وفات بیوی کے لیے مال کی وصیت کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خاوند بوقت فوتیدگی اپنی بیوی کے لیے یہ وصیت کر سکتا ہے کہ میرا کل مال اس کو دیا جائے۔ اگر کوئی اس قسم کی وصیت کرے تو کیا شرعاً اس پر عمل ہوگا یا نہیں۔

مولوی عبدالحلیم صاحب

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بیوی خاوند کی جائیداد کی شرعاً وارث ہے اور کسی وارث کے لیے وصیت کرنا شرعاً باطل اور ناجائز ہے۔ لقوله عليه السلام لا وصية لوارث (الحدیث) مشکوۃ شریف ج اص ۲۶۵

پس صورۃ مسئولہ میں اس وصیت پر عمل کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ محرم ۱۳۹۰ھ

اگر چچازاد بھائی اور بھانجوں کے لیے وصیت کرے تو جائیداد کیسے تقسیم ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی بنام کا کوفوت ہوا سفر میں اس نے بوقت وفات تحریر بطور وصیت لکھ کر ورثا کو بھیجی اس کے وارث موجود ہیں اور درج ذیل ہیں متوفی کا عم زاد بھائی ایک اور اس کے بھانجے تین عدد اور ایک عدد بھانجی جو اس وقت موجود ہیں۔ وصیت نامہ میں متوفی نے وصیت کی ہے۔ وہ بھانجوں کے متعلق ہے اور عم زاد بھائی بھی وصیت میں درج ہے۔ کیا از روئے شرع جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں برابر کے شریک ہیں یا کوئی فرق ہے۔

جس طرح شرع کا حکم ہو صادر فرمادیں۔ بھانجی کے متعلق وصیت نہیں ہے۔ بینوا توجروا

ضلع مظفر گڑھ ڈاک خانہ کہروڑ عیسن مسجد گاذران حافظ محمد مبارک

﴿ج﴾

عم زاد بھائی کے لیے وصیت درست نہیں کیونکہ عم زاد بھائی مسئولہ صورت میں وارث ہے اور وارث کے لیے وصیت درست نہیں۔ لا وصية لوارث (الحدیث) ایضاً

اور تینوں بھانجوں کے لیے وصیت درست ہے۔ ان تینوں کو کل مال کا ایک تہائی بطور وصیت ملے گا۔ جو تینوں میں برابر تقسیم ہوگا اور بقیہ دو تہائی عم زاد بھائی کو ملیں گے۔ یہ تقسیم اس وقت ہوگی کہ اگر بھانجوں کے لیے وصیت نامہ میں حصص متعین نہیں کیے۔ اگر ہر ایک کے لیے علیحدہ حصص کی تعیین کی ہے۔ تو پھر ان حصص متعینہ کے مطابق جائیداد منقولہ و غیر منقولہ تقسیم ہوگی۔ بشرطیکہ وہ جملہ حصص کل مال کے ایک تہائی سے زیادہ نہ ہوں۔ اس لیے کہ ایک تہائی سے زیادہ میں وصیت نافذ نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ

کیا تمام ترکہ کو خیرات کرنے کی وصیت درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہو گیا ہے۔ اس کی نقدی کسی آدمی فدا کے پاس امانت ہے اور وہ امین کہتا ہے کہ متوفی نے مجھے کہا تھا کہ میری متروکہ جائیداد خیرات کر دی جائے۔ یہ خیرات کر کے وصیت پوری کرنا شرعاً ضروری ہے۔

اللہ بخش ڈیرہ غازی خان موضع تونسہ شریف

﴿ج﴾

جواباً واضح ہو کہ متوفی کی وصیت کو اگر ورثاء اس ایک آدمی کے بیان پر اعتماد کر کے درست تسلیم کرتے ہوں تو یہ وصیت پوری کرنی ہوگی لیکن وصیت کا اجرا ثلث مال میں سے ہوگا۔ اگر ورثاء اس وصیت کو ہی تسلیم نہیں کرتے تو پھر اس وصیت پر دو گواہ مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں پوری شہادت دیں تو ثلث مال سے وصیت کا اجرا ضروری ہے۔ اگر اس قسم کے گواہ نہ ہوں اور وارثان ہی وصیت کو تسلیم نہ کرتے ہوں تو ورثاء سے جبراً وصیت پوری نہ کرائی جائے گی۔ بلکہ وہ آمین ورثاء کو اپنی طرف سے آگاہ کر دے اور متروکہ مال ورثاء کے سپرد کر دے۔

عبدالحق عفی عنہ
یکم ذی الحج ۱۳۹۱ھ

﴿ھو المصوب﴾

ورثاء اگر وصیت کو تسلیم کرتے ہوں یا گواہوں سے وصیت کا ثبوت ہو جائے تو وصیت کل متروکہ جائیداد کے ثلث و تہائی میں بعد از خرچہ کفن دفن و ادائے دیون جاری ہوگا۔ البتہ اگر ورثاء کل متروکہ جائیداد کی وصیت پر بھی راضی ہوں تو کل کی وصیت بھی صحیح ہے۔

والجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ جمادی الثانی ۱۲ھ

بوجہ خدمت کے بھانجے کے لیے ایک تہائی مال کی وصیت کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے متعلق کہ مسمی محمد رمضان ولد ملک اللہ وسایا قوم جٹ نے بذریعہ وصیت نامہ محررہ ۸-۷-۱۱-۷۱ء اپنی سالم جائیداد کا تہائی اپنے بھانجا احمد یار ولد غلام نبی قوم سندھو جو بخانہ محمد رمضان رہتا

تھا اور ماموں کی تیمارداری و خدمت وتواضع کرتا تھا۔ تہائی جائیداد کی وصیت کی تھی۔ فوٹو کاپی وصیت نامہ لف ہے اور غور طلب امر یہ ہے کہ شرعی طور پر وصیت نامہ کے مطابق احمد یار نے تہائی وراثت محمد رمضان لینے کا حقدار ہے؟
غلام حسین ملک امیر خان قوم وسیمین ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر محمد رمضان ولد ملک اللہ وسایا نے اپنے بھانجے کو ایک تہائی کی وصیت کی ہے تو شرعاً یہ وصیت درست ہے۔ اس کا بھانجا ایک تہائی جائیداد بنابر وصیت ماموں کے لینے کا حقدار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
بندہ محمد اسحاق نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم رمضان المبارک

عورت کا حق مہر اس کے اور اس کے شوہر کے رشتہ داروں میں کیسے تقسیم ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ میرے لڑکے احمد نواز کی شادی مورخہ ۱۱-۱۲/ اکتوبر ۱۹۷۲ء کو ہوئی ہے۔ جس کا حق مہر -/۲۵۰۰ جو کہ نقد زیورات کی صورت میں تھا ڈالا گیا تھا۔ پہلی بچی تقریباً ۱۶ دن زندہ رہنے کے بعد فوت ہوگئی۔ دوسری لڑکی ۴ ماہ زندہ رہی اور بیمار رہی۔ اس کا خرچہ ہم نے برداشت کیا پھر وہ فوت ہوگئی۔ میری بہو شادی کے بعد تین سال زندہ رہی اور اکثر بیماری میں رہی جس کا خرچہ ہم نے برداشت کیا۔ نشتر ہسپتال اور سول ہسپتال میں زیر علاج رہی۔ پھر فوت ہوگئی۔ میری بہو نے فوت ہونے سے پیشتر ۱۰ گھنٹے اپنے خاوند کو وصیت کی تھی جس کے وکیل ہیں۔ میرا لڑکا اور اس لڑکی کی والدہ موقع پر تھی۔ اس کی وصیت کے مطابق زیورات اس کے والدین کے تھے۔ ان کو واپس کرنے تھے جو ہم نے واپس کر دیے اور جو کچھ ہم نے حق مہر ڈالا تھا وہ ہمارے پاس ہے جس کا مطالبہ میری بہو کے والدین کر رہے ہیں۔
اس لیے گزارش ہے کہ شریعت کے مطابق فتوے دیں کہ وہ حق مہر سے کتنا حصہ لے سکتے ہیں۔ جبکہ ہم نے ہر وقت اس کی بیماری اور لاچاری میں خرچہ کیا ہے اور اس کی وفات کل (قل) خوانی تک خرچہ برداشت کیا ہے۔

﴿ج﴾

وارث کے لیے وصیت باطل ہے۔ لقوله عليه السلام لا وصية لوارث (الحدیث) لیکن اگر ورثاء میں کوئی نابالغ نہیں اور دیگر ورثاء نے اس وصیت کو جائز قرار دیتے ہوئے زیورات والدین کو واپس کر دیے ہیں تو یہ بھی جائز ہے اور جو حق المہر خاوند نے مقرر کر کے دے دیا ہے اس میں والدین کو بھی حسب حصص شرعیہ حصہ ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

اگر کسی کے لیے نصف زمین کی وصیت کی ہو لیکن زمین الگ نہ کی ہو تو وصیت باطل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بہاول خان ولد ضابطہ خان کی زمین جدی جائیداد تھی اور بہاول خان کی نرینہ اولاد نہ تھی۔ صرف لڑکیاں تھیں جو بقدر حیات بہاول خان صاحب فوت ہو گئی تھیں۔ بہاول خان نے اپنی عورت جو کہ صرف ایک تھی کے نام اپنی مملوکہ زمین سے نصف حصہ علیحدہ کر کے تملیک زیست کر دیا۔ جس پر وارثان بہاول خان نے کوئی اعتراض قریباً ۱۲ سال تک نہ کیا پھر بہاول خان نے اسی عورت کو دس مربعہ زمین ۱۲ سال گزرنے کے بعد بعوض حق مہر قطعی کر دیا۔ جس پر وارثان نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ پھر بہاول خان نے اپنی باقی ماندہ زمین کی وصیت بحق اس اپنی عورت کے کر دی کہ میرے فوت ہونے کے بعد اسے میری عورت کے نام انتقال کر دی جائے۔ جس پر ورثاء بہاول خان تاحیات بہاول خان خاموش رہے۔ بہاول خان تقریباً ۵ سال وصیت کرنے کے بعد زندہ رہا ہے۔ جب فوت ہو گیا تب بھی ورثاء بہاول خان نے کوئی اعتراض اس وصیت و تملیک بعوض حق مہر پر نہیں کیا چونکہ تملیک زیست و زمین بعوض حق مہر تو بہاول خان مذکور کے قید حیات میں فرمان کے مطابق انتقال ہو چکی تھی جس کی داخل خارج میں ورثاء خود شامل تھے اور پوری معلومیت ورثاء کو تھی مگر خاموش رہے جب بہاول خان فوت ہوا تو باقی ماندہ زمین جو کہ بہاول خان نے وصیت کی تھی وہ بھی ورثاء نے داخل خارج کرنے میں کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ ان کی موجودگی میں انتقال ہوا۔ ورثاء مذکور خاموش رہے تملیک بعرصہ ۲۳ سال اور حق مہر کی زمین تقریباً ۱۳ سال اور زمین وصیت کا داخل خارج تقریباً سات سال سے مسماۃ تاج بی بی مذکور کے نام ہے۔ جس پر ورثاء نے پوری معلومیت سے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔ اب جبکہ مسماۃ تاج بی بی مذکور نے اپنی زمین تملیک زیست جو کہ درحقیقت ہبہ کاملہ ہے جس کی شرط ردلغو ہے اور بعوض حق مہر کے جس پر حق تصرف مسماۃ تاج بی بی کو تھا بیع قطع کر دی ہے۔ مگر اس زمین کے فروخت کرنے میں عمدہ ٹکڑا جات فروخت کر دی ہے۔ یہ تمیز نہیں کی گئی ہے کہ کیا یہ زمین تملیک زیست یا بعوض حق مہر یا وصیت والی ہے چونکہ مسماۃ تاج بی بی کو معلوم تھا کہ اسلام میں ہر مرد یا عورت اپنی چیز کا خود مالک ہے اور ان کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کے مالکان اس کے شرعی وارثان ہوتے ہیں جائیداد جدی یا غیر جدی کی کوئی تمیز نہیں یعنی جائیداد بزرگان یا خود حاصل کردہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ اس لیے باقی رقبہ جو کہ چھوڑ دیا گیا ہے اور موقعہ پر ناقص ہے ایسا کرنا اس کا حق تھا۔ مگر اس نے مسمیان احمد خان ولد رمضان خان و کندہ خان ولد جہان خان جو کہ بقید حیات زندہ ہیں اعتراض کیا ہے کہ یہ سالم رقبہ کے ہم مالک ہیں چونکہ یہ آدمی احمد خان وغیرہ بہاول خان مذکور کے ایک جدی چوتھی پشت سے ہیں۔ شجرہ نسب شامل ہے ملاحظہ فرمائیں اور یہ بھی اعتراض کیا کہ

مسماۃ تاج بی بی نے کیوں فروخت کیا ہے۔ اس کو کوئی حق فروخت کرنے کا نہیں ہے۔ اس لیے ملتمس ہو کر زمین تملیک زیست جس کی شرط ردلغو ہے اور زمین بعوض حق مہر کو تو مسماۃ تاج بی بی فروخت کر سکتی تھی مگر زمین وصیت جس پر ورثا نے مسماۃ تاج بی بی سے قبضہ پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ عرصہ سات سال گزرنے اور واردات وقوع ہونے پر اب مالک بن بیٹھے ہیں۔ کیا یہ مالک ہیں اگر مالک ہیں تو کس قسم زمین کے مالک ہیں اور ارشاد فرمائیں کہ بہاول خان کے کون وارث ہیں۔ اگر بہاول خان کے کوئی وارث ہیں تو اس زمین سے بھی کچھ لے سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بہاول خان کے ورثاء محروم ہیں تو مسماۃ تاج بی بی کے ورثاء اس زمین کے مالک ہیں یا نہیں۔ اگر بہاول خان کے ورثاء کو حق وارثت ملے تو جو ٹکڑا عمدہ عمدہ فروخت کر دیا ہے اور ناقص چھوڑے ہیں ان پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر احمد وکندہ فوت ہو جائیں تو پھر شجرہ نسب کی رو سے کون مالک ہیں۔ نیز اگر یہ داخل خارج جو کہ مسماۃ تاج بی بی نے کر دیا ہے دعویداران احمد وغیرہ کے تدارک نہ رہے تو جو قیمت مسماۃ تاج بی بی نے اس رقبہ کی وصول کر لی ہے اور زمین سے دست بردار ہو چکی ہے قبضہ حوالے خریداران کو کون کرے گا۔ احمد وغیرہ یا مسماۃ تاج بی بی چونکہ اس تدارک سے اگر زمین مذکور چھوٹ جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ زمین احمد وغیرہ کے قبضہ میں جائے یا کسی اور کے۔ مسماۃ تاج بی بی کو کبھی واپس نہیں ہو سکتی۔ وصیت کرنے کے وقت تمام ورثاء معترض نہیں ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم

﴿ج﴾

اگر واقعی تملیک تازیست بہاول خان نے تندرستی کی حالت میں اور ٹکڑا زمین علیحدہ کر کے کی ہو تو پھر ہبہ کاملہ ہو گیا اور عورت مذکورہ اس کی قطعی مالکہ ہے۔ نصف حصہ کی تملیک صحیح نہیں۔ جب تک اس نصف کو بذریعہ تقسیم علیحدہ نہ کیا ہو باقی وصیت کا معاملہ رہا تو اس میں عرض یہ ہے کہ بہاول خان کی زندگی میں ورثاء کی رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں بعد اس کے مر جانے کے اگر اپنی رضا سے صراحتاً اس وصیت کی اجازت دی تو درست ہے ورنہ نہیں۔ بصورت عدم صحت تملیک تازیست وعدم صحت وصیت عورت مذکورہ کو $\frac{1}{4}$ ملے گا اور $\frac{3}{4}$ احمد خان ولد رمضان خان وکندہ خان ولد جہان خان کو بحصہ برابر ملے گا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۴ھ

اگر یتیم بچوں کا مال ڈاکٹری آلات ہوں تو کیا چچا بچوں کی ضرورت کے پیش نظر بیچ سکتا ہے

﴿س﴾

اگر یتیم بچوں کا سوائے چچا کے کوئی وارث نہ ہو اور ان کے پاس کی متروکہ جائیداد زیادہ تر ڈاکٹری آلہ جات پر

مشتمل ہو تو کیا چچا کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دو عادل آدمیوں کی وساطت سے اس سامان کو خریدے اور یہ رقم بچوں پر خرچ کرتا رہے۔ جبکہ بچوں کا دیگر مال کوئی اس قدر نہیں جو حد بلوغ تک ان کی کفالت کر سکے۔ اسی طرح کیا وہ سامان بھی طریق مذکور سے خرید سکتا ہے جس کے متعلق خطرہ ہے کہ حد بلوغ تک ضائع ہو جائے گا۔

عبدالرحمٰن چکوال ضلع جہلم

﴿ج﴾

وفی الدرالمختار وجاز شراء مالا بد للصغیر منه وبیعه ای بیع مالا بد للصغیر منه لاخ وعم وام الخ عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ چچا کے لیے اس سامان کا فروخت کرنا ان یتیم بچوں کے اخراجات کے لیے جائز ہے۔ ان یتیم بچوں کا یہ چچا اس سامان کو پوری قیمت سے زائد پر اپنے لیے بھی خرید سکتا ہے۔ کما فی یفهم من هذه العبارة وفی الهندية ص ۱۴۹ ج ۲. اشتری الوصی عقار الیتیم لنفسه جاز لو خیراً فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ذوالحجہ ۱۳۸۸ھ

جو شخص مالک مکان نہ ہو اور کرایہ کو مسجد پر خرچ کرنے کی وصیت کی ہو تو باطل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص فوت ہو گیا۔ اس کے قبضہ میں ایک مکان تھا۔ مالک مکان نے اس کو صرف رہائش کے لیے دیا ہوا تھا تو میت نے بوقت مرگ وصیت کی کہ اس مکان کا کرایہ نصف مسجد کو اور نصف مدرسہ کو دیا جائے۔ جبکہ میت کا کوئی وارث نرینہ نہیں۔ تو آیا میت کی وصیت درست ہے۔ جبکہ میت اس مکان کا مالک نہیں ہے تو مسجد اور مدرسہ کو یہ کرایہ وصول کرنا شرعاً درست ہے یا نہ۔

اوصاف علی ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

اگر یہ شخص واقعی مکان کا مالک نہیں تھا اصل مالک نے اس کو اس مکان کی رہائش یا گزر اوقات کے لیے کرایہ کی وصولی کی اجازت دی تھی تو اس مکان کے کرایہ کے بارے میں اس شخص کی وصیت باطل ہے۔ اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ اصل مالک ہی مکان اور کرایہ کا حقدار ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

اگر کسی شخص نے ایک مکان تمام بیٹوں پر تقسیم کیا ہو اور ایک سالم مکان کی چھوٹے بیٹے کے لیے وصیت کی ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی کریم بخش کے دو مکان تھے۔ ایک جدی مکان تھا دوسرا کریم بخش نے خود بنوایا تھا۔ کریم بخش کے چار بیٹے تھے۔ کریم بخش نے مرنے سے پہلے جدی مکان کی تقسیم چاروں بیٹوں میں کر دی تھی۔ چاروں بیٹوں نے اس تقسیم کو منظور کر لیا تھا لیکن کریم بخش نے دوسرا مکان جو اس نے خود بنوایا تھا وہ صرف ایک چھوٹے لڑکے کو لکھ دیا ہے۔ یہ لکھائی چوری چھپے ہوئی تھی۔ باقی لڑکوں کو علم نہیں تھا۔ کریم بخش نے لکھا تھا کہ زندگی میں مالک ہوں میرے بعد میرا چھوٹا لڑکا مالک ہوگا۔ باقی تین لڑکوں کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اب کریم بخش مر چکا ہے اس مکان کا مالک چھوٹا لڑکا ہے۔ تین بھائیوں کو وہ چھوٹا بھائی حقدار نہیں سمجھتا۔ جبکہ اس کے پاس تحریر موجود ہے لیکن والد کی تجہیز و تکفین اس چھوٹے لڑکے نے نہیں کی ہے۔ باقی تین بھائیوں نے خرچہ کیا ہے۔ اب شریعت کی رو سے فیصلہ فرمادیں کہ اس کے والد کی وصیت کے مطابق چھوٹا لڑکا مکان کا حقدار ہوگا یا چاروں بیٹوں کو حقدار سمجھا جائے گا۔ وصیت درست ہوگی یا غیر صحیح ہوگی۔

پیر بخش ولد کریم بخش ذات سمیجہ ضلع ملتان

﴿ج﴾

الوصية للوارث لاتجوز الاباجازة الورثة بعد الموت فتاویٰ سراجیه حسب سوال اگر دوسرے بھائی وصیت کو جائز رکھیں تو دوسرا مکان حسب وصیت چھوٹا بھائی لے سکتا ہے۔ اگر دوسرے بھائی وصیت کو جائز نہ رکھیں تو وہ مکان وارثوں میں تقسیم کیا جائے۔ واللہ اعلم

محمد عبدالشکور ملتان عفی عنہ
یکم ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

احباب مرجاب ابوالخیر قدوسی نائب مفتی جامعہ عبیدیہ رحمانیہ ملتان

اگر دوسرے بھائی اس بات پر راضی ہوں کہ چھوٹا بھائی ہی مکان لے تو ان کی اجازت سے چھوٹا بھائی مالک بن سکتا ہے اور اگر وہ راضی نہ ہوں تو وصیت بے کار ہے۔ لہٰذا سب بھائی بہنیں شریعت کے مطابق اس کے حصہ دار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد غلام سرور قادری نائب مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان
۲۷ اپریل ۱۹۷۱ھ

اگر زندگی میں چھوٹے لڑکے کو قبضہ دلا کر ملک نہیں کیا تو جواب بالا صحیح ہے۔

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ربیع الاول ۱۳۹۱ھ

اگر ورثاء راضی ہوں تو وصیت کل مال میں ورنہ ایک تہائی میں نافذ ہوگی

﴿س﴾

ایک شخص نے اپنی جائیداد بیچ کر رقم کسی کے پاس امانت رکھ دی۔ جائیداد بیچنے کا مقصد وہ یہ ظاہر کیا کرتا تھا کہ اس کے ورثاء جو دور کے ہیں کیونکہ وہ لاولد تھا اس کی جائیداد نہ لے جائیں۔ رقم کے بارے میں اپنی زندگی میں ہی اس نے امین کو ہدایت کر دی تھی کہ میری زندگی کے بعد فلاں مصرف میں خرچ کی جائے۔ زندگی کے دوران کبھی کبھی جائیداد خریدنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا کرتا تھا اب رقم کا مصرف کیا ہوگا۔

﴿ج﴾

اگر اس شخص نے واقعی کوئی خاص وصیت کی ہو جس کا شرعی ثبوت ہو یا ورثاء وصیت کو تسلیم کرتے ہوں تو اگر ورثاء کل جائیداد کی وصیت پر راضی ہوں تو کل رقم کی وصیت صحیح ہوگی اور اگر ورثاء کل رقم کی وصیت پر راضی نہ ہوں تو ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی۔ باقی دو تہائی رقم ورثاء کے حوالہ کرنا ضروری ہے اور اگر وصیت کا شرعی ثبوت نہ ہو سکے اور ورثاء بھی وصیت سے انکاری ہوں تو تمام رقم ورثاء کے حوالہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

مولانا محمد علی مرحوم امیر مجلس ختم نبوت کی وصیت سے متعلق وضاحت

﴿س﴾

حضرت اقدس مولانا محمد علی صاحب مرحوم ومغفور مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور جماعت کے روح رواں تھے۔ حضرت مرحوم کا مشاہرہ حسب ضابطہ جماعت کے اخراجات میں درج ہوتا تھا لیکن مرحوم اپنے ساتھیوں کو اور وعظ کی مجالس میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں مجلس سے مشاہرہ نہیں لیتا اب حضرت مرحوم کی جو تحریر کاغذات سے ملی ہے اس میں درج ہے۔ (اس کھاتہ میں جو ترجمہ میں ہے میرے مشاہرات میں ظاہری مشاہرہ درج ہوتا ہے۔ دراصل یہ رقم جماعت ہی کی ہے۔ زبانی اشعر کو بتا دیا ہے) قوسین کے درمیان حضرت مرحوم کی یہ تحریر کردہ عبارت کی بعینہ نقل ہے۔ اشعر سے مراد مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر ناظم اعلیٰ مجلس ہذا ہیں۔ از راہ کرم مذکورہ ذیل امور کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب باصواب سے مطلع فرمادیں۔

(۱) حضرت کے وصال کے بعد مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں حضرت کے مشاہرہ کی رقم ان کے ورثاء کو دی جائے گی یا جماعت تحفظ ختم نبوت کو۔

(۲) حضرت مرحوم نے اس رقم سے یکے از ورثاء کو کچھ رقم قرض دی ہوئی ہے اور واپس وصولی کا طریق بھی معین ہے۔ وہ یہ کہ ایک ہزار سالانہ رسید کٹوا کر مجلس کے خزانہ میں داخل کرایا جائے۔ کیا یکے از ورثاء قرنمہ کی یہ رقم طے شدہ طریق پر واپس کرنے یا یک مشت فی الفور ادا کریں ارفع وانسب ہے۔

(۳) حضرت مرحوم نے زرعی اراضی میں سے پندرہ ہزار کے متعلق وصیت فرمائی ہے۔ تشریح موجود نہیں کہ یہ رقم بعد فروخت ادا کی جائے یا زرعی اراضی کی آمد سے اب ورثاء جبکہ پندرہ ہزار ادا کرنے پر قادر ہیں تو یک مشت ادا کریں یا ہزار روپے سالانہ پندرہ سال تک دیتے رہیں۔ واضح ہو کہ زمین کی سالانہ آمدنی اس وقت ۹۰۰ روپے ہے۔ زمین آٹھ ایکڑ ہے۔ حصہ دار نو افراد ہیں۔

عزیز الرحمٰن دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان

﴿ج﴾

اس رقم کے متعلق جب یہ یقینی ثبوت موجود ہے کہ مولانا مرحوم نے مندرجہ تحریر میں جماعت سے مشاہرہ نہ لینے کا اقرار کیا ہے اور تحریری طور پر بھی لکھ دیا ہے۔ (کہ اس کھاتہ میں جو رقم ہے میرے مشاہرہ میں ظاہری درج ہوتی ہے دراصل یہ رقم جماعت ہی کی ہے الخ) اور سائل کے زبانی معلوم ہوا کہ مولانا مرحوم اس رقم کو اس لیے مشاہرہ کے نام سے وصول کرتے تھے تاکہ میں قانونی اعتراضات سے بچ کر اس رقم کو جماعتی امور میں اپنے اختیار سے صرف کر سکوں۔ نیز سائل نے بتایا کہ مولانا مشاہرہ کے نام سے جو رقم وصول بھی کی ہیں وہ جماعتی امور میں خرچ کی ہیں۔

الحاصل ان بیانات اور تحریری ثبوت سے یہ بات واضح ہے کہ مولانا اس رقم کو جماعتی رقم سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس کھاتہ میں جو رقم موجود ہے وہ رقم ورثاء پر تقسیم نہ کی جائے۔ بلکہ جماعتی فنڈ میں شامل کر دی جائے۔

(۲) قرض میں تاجیل صحیح نہیں وصول کنندہ گان جب مطالبہ کریں گے مقروض پر ادائیگی واجب ہوگی لیکن جماعتی فنڈ کے بارے بااختیار کمیٹی اگر مقروض سے فوری مطالبہ نہیں کرتی اور قسط وار قرضہ ادائیگی کی سہولت مقروض کو دے رہی ہے تو یہ جائز ہے۔

(۳) اگر ورثاء زمین میں تصرف کے بغیر اپنی طرف سے پندرہ ہزار روپیہ وصیت یک مشت ادا کرنے پر راضی ہیں تو ان کے لیے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

عورت نے اگر بوقت مرگ مہر میں ملا ہوا مکان شوہر کو سونپ دیا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جبکہ ایک شخص اپنی عورت کو حق مہر میں ایک مکان عطا کر رہا ہے پھر چند ماہ بعد اس کی بیوی سے ایک لڑکا پیدا ہوا کچھ ماہ بعد وہ عورت مرنے لگی تو اپنے خاوند کو بلا کر وہی مکان جو اس کو حق مہر میں دیا گیا ہے ان کے سپرد کر دیا اور کہا میں نے آپ کو بخش دیا آپ خود مالک ہیں۔عورت کے مرنے کے بعد اس کا لڑکا جب جوان ہوا تو اب یہ مکان ترکے کے حصہ میں آ سکتا ہے یا نہیں یا والد مختار ہے چاہے حصہ دے یا نہ دے۔اس شخص نے اپنا ترکہ اپنی بہنوں کے سپرد کر دیا۔اب اس بہنوئی نے اس شخص کا مکان بیچ دیا جس کی ہمشیرہ سے شادی کی تھی اور اس شخص سے نہ پوچھا تھا کہ تیرا مکان بیچوں یا نہ۔اس شخص کے متعلق اور جائیداد کے متعلق کیا حکم ہے۔نیز جبکہ عورت مر رہی تھی اس وقت چند گواہ بھی موجود ہیں کہ واقعی اپنے مرد کو مکان بخش دیا ہے۔

محمد بخش متعلم مدرسہ انوار العلوم ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر مکان بخش دینے کے وقت اس عورت کی حالت اچھی تھی ایسی حالت نہ تھی جس سے غالباً موت واقع ہو اور بچنا مشکل ہے تو یہ بخش دینا مکان کا صحیح ہوگا اور پورا مکان خاوند کا ہوگا اور اس کی اجازت کے بغیر جو مکان بیع ہو گئی وہ بیع صحیح نہیں مکان واپس کر سکے گا۔

اور اگر اس عورت نے مکان مرض موت میں خاوند کو بخش دیا ہو یعنی مرض کی ایسی حالت تھی کہ غالباً اس حالت سے موت واقع ہو تو اس صورت میں خاوند کو صرف چوتھائی حصہ ملے گا۔عالمگیری ص ۴۰۲ ج ۴ مریضة وهبت صداقها من زوجها فان برأت من مرضها صح وان ماتت من ذلك المرض فان كانت مريضة غير مرض الموت فكذلك الجواب وان كانت مريضة مرض الموت لا يصح الا باجازة الورثة وتكلموا في حد مرض الموت والمختار للفتوى انه اذا كان الغالب منه الموت كان مرض الموت سواء كانت صاحبة فراش او لم تكن كذا في المضمرات اور دوسری صورت میں مکان کی تین حصوں کی بیع صحیح ہے۔چوتھا حصہ خاوند کا ہوگا اس کی بیع صحیح نہیں وہ اس چوتھے حصے کو واپس کر سکتا ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

اگر کسی شخص نے مسجد کی ٹوٹیوں پر رقم خرچ کرنے کی وصیت کی تو اسی مسجد میں کسی اور جگہ صرف ہو سکتی ہے

﴿س﴾

حضرت مفتی صاحب گزارش اینکہ کہ بندہ کے چچا نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میرا روپیہ مسجد کی ٹوٹیوں پر لگایا جائے۔ میں نے وہ روپیہ مسجد میں اسی غرض کے لیے دیا لیکن معلوم ہوا کہ میرا یہ پیسہ ٹوٹیوں پر نہیں لگایا گیا۔ جس پر میرے چچازاد بھائی نے واپسی روپیہ کا مطالبہ کیا جس پر میں نے متولی مسجد سے واپسی روپیہ کو کہا تو کہنے لگا کہ مسجد میں وہ روپیہ ہر جگہ خرچ کیا جاسکتا ہے اگر ہر جگہ خرچ کیا جانا جائز نہ ہو تو فتویٰ لے کر دکھادیں۔ برائے مہربانی صحیح مسئلہ سے آگاہ فرماتے ہوئے فتویٰ صادر فرمادیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

واحد بخش ولد میاں امیر بخش محلہ غریب آباد گلگشت کالونی ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں متوفی کی وصیت کے مطابق یہ رقم مسجد کی ٹوٹیوں پر خرچ کرنا چاہیے تھی لیکن جب ٹوٹیوں پر خرچ نہیں کی تو یہ وقف نہیں معطین کا مملوک ہے۔ مسجد کا متولی معطین کی طرف سے وکیل ہے۔ لہٰذا اگر یہ رقم مسجد پر خرچ نہیں کی تو واپس لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ رجب ۱۳۹۱ھ

میت کی وصیت بیٹے کے لیے جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک والد اپنی تمام جائیداد بیٹے کے نام وصیت کرسکتا ہے۔ جس وقت اس کی اور اولاد بھی موجود ہو۔ اگر وہ وصیت کردے کیا وہ بحال رہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ بیٹے کے لیے مطلقاً وصیت جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ بیٹا وارث ہے اور وارث کے لیے وصیت جائز نہیں۔ اگر وصیت کر بھی دے تو وہ لغو ہے اور شریعت میں جن جن کے لیے حصے مقرر ہیں وہ ان کے مستحق ہوں گے۔ کما فی الهداية ص ۶۵۲ ج۴ ولا تجوز لوارثه. لقوله عليه السلام ان الله تعالىٰ اعطے كل ذي

حق حقه الا لاوصية للوارث ولانه يتاذى البعض بايثار البعض ففى تجويزه قطيعة الرحم (وقطع الرحم حرام فكذا ما كان سببا لحصوله) وايضا فى الحديث من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة. (مشكواة باب الوصايا ص ۲۶۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

اگر کوئی شخص سگے بھائیوں کو محروم کر کے سوتیلے بیٹوں کے لیے وصیت کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے تین لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ اس نے اپنی جائیداد منقولہ چھوڑی وہ تمام زید کے ایک لڑکے کے ہاتھ رہی اور زید کا لڑکا اس کی وفات کے بعد یہ کہتا رہا کہ بوقت ضرورت تقسیم کرتا رہے گا مگر باوجود اس یقین دہانی کے زید کے لڑکے نے دو بھائیوں اور ایک بہن کو کچھ نہیں دیا اور فوت ہو گیا زید کے لڑکے نے ایک اور عورت سے نکاح کر لیا وہ اپنے ہمراہ دو بچے لے کر آئی۔ زید کا لڑکا ان کی پرورش کرتا رہا۔ ان دو بچوں کا باپ زندہ ہے اور اس کی جائیداد بھی ہے۔ یہ بچے اپنی والدہ کے ساتھ آباد رہے۔ زید اپنی اور اپنے والد کی منقولہ جائیداد سے کاروبار کرتا رہا اور فوت ہو گیا اور کوئی وصیت اپنے عزیز و اقارب اور اپنے بھائی کو کچھ نہیں دیا۔ مرتے وقت تک بھائی آخری دم تک اس کے ساتھ رہا مگر کسی قوم کے فرد یا کنبہ کے آدمی کو کوئی وصیت نہیں کی۔ چنانچہ فیصلہ ہوا اور اپنی رقم ان بچوں کے ساتھ ان کے نام خرید و فروخت کرتا رہا اور اپنے نام پر لیتا رہا ان بچوں کی کمائی اور اپنی کمائی ایک ہی جگہ استعمال کرتا رہا۔ مگر کچھ جائیداد ایسی ہے جو ایک ہی لڑکے کے نام ہے اور کسی حقیقی کے نام نہیں ہے مگر خرید و فروخت مشترکہ تھی۔ زید کے نام لین دین بقایا ہے اور غیر منقولہ اس کی جدی جائیداد ہے۔ مرنے کے تین روز بعد زید کی اولاد نے جو اسی عورت کے ساتھ آئی تھی بروئے پنچایت اقرار کیا کہ زید نے مرتے وقت کوئی وصیت یا تملیک نہیں کی۔ چنانچہ فیصلہ ہوا کہ فتویٰ منگوایا جائے۔ چنانچہ فتویٰ ملا۔ اس کے تحت دو گواہ ہوئے کہ متعلقہ جائیداد کو مرحوم کہتا تھا کہ انہی کی ہے مگر ان لوگوں کو عرصہ پہلے کہا تھا مرنے سے پہلے دریافت کرنے پر خاموش رہا اور فوت ہو گیا۔ گواہ بے نمازی ہیں مشرع شکل نہیں ہیں اور نہ ہی مرحوم کے حقیقی ہیں حتیٰ کہ قوم اور کنبہ کے لوگ بھی بدزن ہیں۔ مرحوم کے پاس کافی دولت تھی۔ اس کے علاوہ غیر منقولہ جائیداد بھی ہے۔ مگر اس کی سوتیلی اولاد جن کا باپ حیات ہے ظاہر نہیں کیا۔ شرع شریف میں ان کا کیا حق ہے اور بیوہ کا کیا اور حقیقی بھائیوں کا کیا۔

حاجی سلامت قوم ارائیں

﴿ج﴾

اگر دو گواہ جو شرعاً معتبر ہوں یہ شہادت دیں کہ زید نے اپنے سوتیلے بیٹوں کے لیے وصیت کی ہے تو وصیت کا ثبوت ہوگا اور وصیت صرف ایک تہائی جائیداد میں صحیح ہوگی اور اگر گواہ پیش نہ کر سکے یا گواہ کسی شرعی جرم کی وجہ سے مسترد ہو جائیں تو وصیت کا ثبوت نہیں ہوگا۔ ثبوت وصیت کی صورت میں جائیداد اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل حصص ۱۲ جس میں سے ۴ سوتیلے بیٹوں کو ۲ اس کی زوجہ کو تین تین اس کے ہر ایک بھائی کو ملیں گے اور بصورت عدم ثبوت وصیت کے جائیداد اس طرح تقسیم ہوگی کہ کل ۸ حصص کر کے جس میں سے ۲ حصے بیوی کو اور تین تین حصے ہر ایک بھائی کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ صفر المظفر ۱۳۸۹ھ

اگر کسی نے زمین کی وصیت کسی کے لیے کی ہو اور زمین تہائی مال سے کم ہو تو جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حاجی امام الدینؒ کو چند اشخاص نے اپنی مشترکہ زمین جو کہ ایک مسجد کے پاس پڑی تھی یعنی سفید زمین ۱۹۲۸ء میں حضرت موصوف کے نام سرکاری ضابطہ کے تحت انتقال ملکیت کر دی۔ جس کی تفصیل یعنی بیانات انتقالات درج ذیل ہیں۔

(۱) رپورٹ پٹواری جناب عالی بموجب رپٹ نمبر ۷۷ ۲ مورخہ ۲۸-۷-۲۳ اللہ بخش مندرجہ خانہ نمبر ۴ نے کھاتہ نمبر ۱۶ کا ۸/۱ حصہ امام الدین مندرجہ خانہ نمبر ۹ کو ہبہ کر کے موقعہ پر قبضہ دے دیا ہے۔ لہٰذا واقعہ درج کر کے پیش حضور کرتا ہوں۔

روینیو افسر کی رپورٹ، اللہ بخش واہب نے بشناخت محمد مراد نمبردار دیہہ حاضر ہو کر واقعہ ہبہ حق ملکیت اراضی تعدادی ۳ مرلہ کو تصدیق کر کے عملدرآمد میں رضامندی بیان کی۔ واہب قوم جٹ یہوڑ اور موہوب الیہ قوم جٹ لنگاہ ایک ہی قوم زراعت پیشہ سے ہیں۔ شاملات ہذا میں کوئی نہیں۔ لہٰذا حکم ہوا کہ داخل خارج ہبہ حق ملکیت اراضی مندرجہ کھاتہ نمبر ۶ کا ۸/۱ حصہ تعدادی ۳ مرلہ از جانب اللہ بخش واہب بحق امام الدین موہوب الیہ منظور ہے۔

انتقال نمبر ۲ رپورٹ پٹواری جناب عالی بموجب رپٹ نمبر ۴ ۱۷ شہامند و اکرم مندرجہ خانہ نمبر ۴ نے کھاتہ نمبر ۱۶ کا ۲۴/۱ حصہ امام الدین مندرجہ خانہ نمبر ۹ ہبہ کر کے موقعہ پر قبضہ دے دیا ہے۔ لہٰذا واقعہ درج کر کے پیش حضور کرتا ہوں۔

رپورٹ روینیو افسر شہامند و اکرم واہبان نے بشناخت محمد مراد نمبردار دیہہ حاضر ہوئے۔ ہبہ حق ملکیت اراضی

تعدادی امرلہ کو تصدیق کر کے عملدرآمد میں رضامندی بیان کی واہبان قوم جٹ پھوڑ اور موہوب الیہ قوم جٹ لنگاہ ایک ہی قوم زراعت پیشہ سے ہیں۔ شاملات دیہہ ہذا میں کوئی نہیں۔ لہٰذا حکم ہوا کہ داخل خارج ہبہ حق ملکیت اراضی مندرجہ کھاتہ نمبر ۱۶ کا ۲۴/۱ حصہ تعدادی امرلہ کا از جانب شہامند واکرم بحصہ برابر واہبان بحق امام دین موہوب الیہ منظور ہے۔ انتقال نمبر ۳ رپورٹ پٹواری جناب عالی بموجب ریٹ نمبر ۲۶۸ مورخہ ۲۸-۷-۱۵ امیر وغیرہ مالکان نے اپنا ۱۶/۱ حصہ بحفظ حقوق دین امام الدین مندرجہ خانہ نمبر ۹ ہبہ زبانی کر دیے ہیں۔ لہذا واقعہ درج کر کے پیش حضور کرتا ہوں۔ رپورٹ رونیو افسر امیر واجب نے بشناخت محمد مراد نمبردار دیہہ حاضر ہو کر حق ملکیت کی تصدیق کی ہے۔ عملدرآمدی میں رضامندی ظاہر کی ہے۔ داہبان جٹ پھوڑ اور موہوب الیہ قوم جٹ لنگا ہے جو ایک ہی قوم زراعت پیشہ سے ہیں۔ شاملات دیہہ ہذا میں کوئی نہیں۔ لہٰذا حکم ہوا کہ داخل خارج رقبہ حق ملکیت اراضی مندرجہ کھاتہ نمبر ۱۶ کا ۱۶/۱ حصہ ۲ مرلہ از جانب امیر ونور محمد بحصہ برابر واہبان بحق امام الدین منظور ہے۔ چنانچہ حسب انتقالات موقعہ پر موہوب الیہ کا قبضہ بایں صورت ہوا کہ موہوب الیہ نے اس جگہ چار دیواری کھڑی کر دی اور اس کے اندر کافی مقدار میں مٹی بھی ڈلوادی اور اس کے اندر ایک درخت بیری کا لگایا۔ چونکہ موہوب الیہ ایک خدارسیدہ انسان تھا اور ہر سال سفر حج میں راگیر رہتا تھا اس کی عدم موجودگی میں اس کے صاحبزادے نے دیکھ بھال کم کر دی۔ جس وجہ سے عرصہ پندرہ سولہ سال کے بعد چار دیواری گر گئی۔ مگر بیری کا درخت کامیاب ہو گیا اور ۱۹۶۵ء تک اس بیری کے درخت کی چھنگائی برائے ایندھن وغیرہ موہوب الیہ کے ورثاء ان کے متعلقین کاٹ کر کے اپنے تصرف میں لاتے رہے۔ نیز موہوب الیہ ۱۹۳۶ء میں عدم آباد کے راگیر ہوئے اور بوقت وصال ایک وصیت نامہ تحریر کیا۔ چونکہ موت کے آثار ان کو سفر حج کے اثنا میں جہاز اندر دکھائی دیے۔ اس وصال کے خطرہ کے پیش نظر انہوں نے وصیت نامہ تحریر کر دیا۔ سب سے پہلے خطبہ مسنون دیا اور بعدہ اپنا راہ عمل ازروئے اعتقاد و اعمال بیان کرتے ہوئے اپنی اولاد اور دیگر متعلقین کو شرع شریف پر پابند رہنے کی تاکید کرتے ہوئے اپنی جملہ جائیداد ازروئے شریعت مقدمہ تقسیم کرنے کی تاکید فرمائی اور اپنی اولاد و دیگر ورثاء کا ترکہ کے علاوہ مذکور اراضی ۲ مرلہ بنام عبدالقادر کے وصیت فرمائی کہ میرے فرزند کو چاہیے کہ اس زمین میں عبدالقادر کو مکان بنادے۔ اب تقریباً واہبان بھی فوت ہو چکے ہیں اور موہوب الیہ بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ واہبان متوفیان کے پس ماندگان یہ کہتے ہیں کہ یہ زمین مسجد کو ہم نے یا ہمارے بڑوں نے دی تھی۔ لہٰذا ہم اس کو مسجد میں شامل کرتے ہیں۔ حالانکہ موہوب الیہ کے ورثاؤ غیرہ نے اس زمین کو مسجد میں ملانے سے صاف انکار کر دیا وہ کہتے ہیں کہ زمین ہماری ہے اور واہبان کے ورثاء طاقت کے بل بوتے پر نہ تو موہوب الیہ کے ورثاء کو اس زمین پر قبضہ کرنے دیتے ہیں اور نہ ہی موہوب الیہ کا حق تسلیم کرتے ہیں۔ اب اس کے متعلق ازروئے شریعت محمدی کیا فیصلہ ہے کہ آیا واقعی موہوب الیہ کا حق

ملکیت زائل ہوگیا ہے یا کہ ملکیت ثابت و برقرار ہے اور اگر ملکیت موہوب الیہ کی ثابت و برقرار ہے تو موہوب الیہ کے ورثاء کی مرضی کے بغیر اس زمین کو مسجد میں شامل کر دیا جائے تو کیا اس مسجد میں نماز درست ہے کہ نہیں اور نیز اس موہوب الیہ کی زمین پر درخت کو غاصبانہ صورت میں کاٹ کر اور زمین کو مسجد کے ہمراہ ساتھ شامل کرنے والے ظالم ہیں یا نہیں اور جو نماز اس جگہ پڑھی جا چکی ہے اس کا اعادہ ضروری ہے کہ نہیں۔ نیز اگر مذکورہ زمین موہوب الیہ کا حق ملکیت برقرار ہے تو موہوب الیہ کے ورثاء پس ماندگان کے ذمہ عبدالقادر مذکور کے لیے مکان تیار کر دینا لازم ہے یا نہیں۔ بحسب وصیت موہوب الیہ یا یہ مکان بھی ملکیت برقرار ہونے کے بعد باقی ورثہ عبدالقادر کو نظر انداز کر کے آپس میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ جبکہ عبدالقادر اس تقسیم پر رضامندی ظاہر نہ کرے بلکہ حسب وصیت اپنا حق ثابت کر کے لینے کا مطالبہ کرتا ہے۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں وصیت نامہ کی رو سے حکم یہی ہے کہ اگر یہ وصیت ثلث جائیداد کی مقدار سے زیادہ نہیں تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور یہ زمین عبدالقادر کی شمار ہوگی اس پر کسی اور کا قبضہ کرنا یا مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ محرم ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تمام مال کی وصیت بیوی کے لیے جائز نہیں بلکہ بھائی کو بھی حصہ ملے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ برادرم محمد صدیق ۴/۵ ماہ بیمار رہا جس کی ایک بیوی علیمہ اور ایک لڑکی حمیدہ موجود ہے اور ایک حقیقی بھائی سلامت اللہ بھی زندہ ہے۔ ان کو چھوڑ کر وفات پا گئے احمد صدیق مرحوم مرنے سے قبل ایک ہفتہ ایک وصیت نامہ تحریر کر گیا کہ میری جائیداد کی مالک میرے مرنے کے بعد میری بیوی علیمہ ہوگی۔ اس لیے ان سب وارثوں میں تفریق پیدا ہوگئی ہے۔ براہ مہربانی شرعی فیصلہ سے اس کی تفصیل فرمادیں۔

﴿ج﴾

متوفی محمد صدیق کی کل جائیداد مال متروکہ بعد از خرچ کفن و دفن و ادائے دین و وصیت جائز اگر ہو ۸ حصے کر کے

تین حصے اس کی زوجہ علیمہ کو چار حصے اس کی لڑکی حمیدہ کو تین حصے اس کے بھائی سلامت اللہ کو ملیں گے۔ صورت مسئولہ میں صدیق کی بیوی کے حق میں وصیت شرعاً ناجائز اور غیر معتبر ہے۔ کیونکہ اس کی بیوی اس کی وارث ہے۔ آٹھواں حصہ اسے ملے گا اور وارث کے حق میں شرعاً وصیت کرنا صحیح نہیں ہوتی۔ صحیح حدیث میں وارد ہے **قولہ علیہ السلام لا وصیة لوارث او کما قال علیہ الصلوٰة والسلام** لہٰذا علیمہ کو وصیت کی رو سے کچھ نہیں ملتا۔ صرف آٹھواں حصہ مذکورہ بالا ملتا ہے اور متوفی کا کل ترکہ مذکورہ حصوں میں مذکورہ بالا وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

وصیت ''میرے مرنے کے بعد میری زمین پر مزار اور عرس کا اہتمام کیا جائے'' کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ کمترین کا چچا حقیقی قضاء الٰہی سے فوت ہو گیا ہے۔ قبل از موت اس نے وصیت نامہ رجسٹری کرایا ہے جو کہ برخلاف شریعت ہے۔ اب علماء کرام کیا فرماتے ہیں اندریں مسئلہ کہ مسمی شیخ محمد شفیع الرحمٰن فوت ہو گیا اور مندرجہ ذیل وارث چھوڑ گیا۔ ایک بھتیجا حقیقی جس کا نام شیخ ولی محمد اور ایک بھتیجی مسماۃ بہشتاں بی بی۔ متوفی نے مرض الموت میں نو ماہ موت سے قبل ایک وصیت نامہ عدالت میں رجسٹری کرایا۔ جو نقل شامل استفتاء ہذا ہے۔ اب دریافت طلب مندرجہ ذیل امور ہیں۔

(۱) متوفی شرعاً اس قسم کی وصیت سے جائز ورثاء کو محروم کر سکتا ہے یا کہ نہیں۔

(۲) اس قسم کی وصیت کا شرعاً پورا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اور بصورت عدم جواز اس جائیداد کو شرعاً کس طرح تقسیم کیا جائے فتویٰ بروئے شریعت عنایت فرما دیں۔

شیخ ولی محمد ولد شیخ جمال الدین حقیقی بھتیجا متوفی مذکورہ سخن آباد ضلع بہاولنگر

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مسمی شفیع الرحمٰن کی یہ وصیت کہ میں فلاں فلاں زمین کا مالک وقابض ہوں ان کے اخراجات سے میرا ولی مقرر کردہ میری فلاں زمین پر مزار بنائے گا اور چیت کی یکم دوسری تیسری تاریخوں پر عرس ہوا کرے گا اور عرس پر ختم شریف ہوگا چونکہ عرسوں پر بدعات کا ارتکاب ہوتا ہے اور نیز ختم شریف کا اس موقعہ پر پڑھنا اور پڑھنے والوں کو اس کے بدلے پیسہ دینا ناجائز حرام ہے باطل ہے۔ اس کی یہ وصیت نافذ نہیں کی جائے گی۔ البتہ اس کی یہ وصیت کہ کمیٹی مدرسہ بنا دیں جائز ہے اور تیسرے حصے میں نافذ کی جائے گی یعنی اس کی جائیداد کے تیسرے حصہ سے مدرسہ کے

اخراجات پورے کیے جائیں گے۔ مدرسہ تعلیم القرآن کا جس میں قرآن کریم کے حفظ و ناظرہ پڑھنے کا انتظام ہو تو اس مدرسہ میں جو لڑکے قرآن کریم پڑھیں گے اور حفظ کریں گے پڑھنے والوں کو برابر ثواب ملتا رہے گا اور اس کے کل ترکہ کے دو تہائی حصہ اس کے بھتیجا کو ملیں گے۔ اس کی بھتیجی محروم ہوگی موصی کی مقرر کردہ کمیٹی کا سرپرست جائز وصیت کو نافذ کرے اور باطل وصیت سے احتراز کرے۔ نیز اس کے ولی بھتیجے کی اس پر رضامندی ہو اور اعتماد ہو تو درست ہے اور اگر یہ کمیٹی اس کے مال سے بدعات و رسومات قائم کو ورائج کرے تو اس کے ولی پر بدلنا لازم ہے اور خود یا دیندار علماء و عوام کی کمیٹی مقرر کر کے اس جائز وصیت کو نافذ کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

بیوی اور بیٹیوں کے لیے وصیت کر کے بہنوں کو محروم کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید بقضائے الٰہی فوت ہو گیا ہے۔ اس کی نرینہ اولاد میں سے صرف دو لڑکیاں ایک زوجہ ایک بہن ہے باقی جدی خاندان کے افراد موجود ہیں۔ زید کا داماد بکر ہے زید اپنی وفات سے پہلے پانچ سال ایک وصیت نامہ اپنی جائیداد رجسٹر کرا کر اپنے نواسہ غلام نبی کے حق میں مندرجہ ذیل تحریر کر گئے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ میری نرینہ اولاد نہیں ہے صرف دو لڑکیاں عصمت مائی عائشہ عصمت مائی زینب ایک زوجہ ہندہ موجود ہیں اپنی جائیداد کی تقسیم از روئے شرع شریف اس طرح کرنا ہے۔ ۸/۷ حصہ میری زوجہ کو دیا جائے باقی دو لڑکیاں کو دیا جائے اور میرے بعد میرے نواسہ غلام نبی کو دستار بندی کرائی جائے اور میری چھوٹی لڑکی زینب کو میری منقولہ جائیداد دی جائے اور بعض کا ذکر وصیت میں نہیں بکر نے جائیداد زید کی دو لڑکیاں اور زوجہ کے نام کرا دی تھی۔ بہن کو محروم کر دیا یہ وصیت شرعاً جائز ہے یا نہ۔ بہن حمیدہ شرعاً حصہ لے سکتی ہیں یا نہ۔ بینوا تو جروا عند اللہ

﴿ج﴾

لاوصية لوارث الحديث قال فی الفتوی السراجية علی هامش الفتوی الهندية (ولا ای لاتجوز الوصية) باكثر الثلث او لوارث الاباجازة الورثة اس عبارت مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ زید کی وصیت اپنے بعض ورثاء کے لیے صحیح نہیں ہے۔ البتہ دیگر ورثاء اجازت دیں تب صحیح ہوگی۔ جب وصیت باطل ہے تو زید کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ دونوں کی تقسیم زید کی موت کے بعد اصول کے مطابق (۲۴) سے کی جائے گی۔ جو مندرجہ

ذیل ہیں کہ بنت عائشہ ۸، بنت زینب ۸، زوجہ ہندہ ۳، ہمشیرہ حمیدہ ۵، اس صورت میں اخت حمیدہ عصبہ بن گئی ہے اور ابن عم وغیرہ محروم ہیں ۔قوله عليه السلام اجعلوا الاخوات مع البنات عصبة۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

پھوپھی کے لیے سارے مال کی وصیت کرنا باطل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی محمد رمضان نے مرتے وقت اپنی پھوپھی کے حق میں سارے مال کی وصیت کی تھی لیکن اس کے وارث چچازاد بھائی موجود ہیں اور خود پھوپھی شرع کی رو سے وارث نہیں ہو سکتی ہے۔اس صورت میں وصیت کتنے مال میں جاری ہوگی ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

محمد رمضان کا اپنی پھوپھی کے لیے سارے مال کی وصیت کرنا باطل ہے۔ یہ وصیت صرف تیسرے حصے میں صحیح ہوگی ۔محمد رمضان کی تجہیز وتکفین وادائے دیون کے بعد (اگر ہو) باقی مال کا تیسرا حصہ اس کی پھوپھی کو ملے گا۔ البتہ اگر محمد رمضان کے ورثاء اس وصیت کو سارے مال میں جائز قرار دیں تو کل مال کی وصیت بھی صحیح ہو جائے گی ۔قال في السراجية ثم تنفذو صباياه من ثلث ما بقي بعد الدين الخ لقوله عليه السلام ان الله تعالىٰ تصدق عليكم بثلث اموالكم في آخر اعماركم زيادة لكم في اعمالكم فلا يجوز الوصية للاجانب بالزائد على الثلث ولا يجوز للورثة مطلقاً لا بالثلث ولا بالزائد لقوله عليه السلام بعد نزول آية الميراث ان الله اعطى كل ذى حق حقه الا لا وصية لوارث والتقدير بالثلث للاجانب وعدم الجواز مطلقاً للاقارب مشروط بعدم رضاء الورثة واجازتهم فان اجازوا الوصية لوارث جازت مطلقا وان اجازوا لاجنبي فما زاد على الثلث جازت (حاشية سراجي) ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

میت کی تجہیز وتدفین کے بعد دیون ادا کیے جائیں گے پھر مال ورثاء میں تقسیم ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید فوت ہو گیا اور اپنے مال میں سے صرف نقد

رقم -/۹۵۰ روپے چھوڑ گیا۔ ورثاء میں سے صرف ایک بیوی اور ایک شادی شدہ لڑکی اور ایک دوہتہ چھوڑ گیا۔ علاوہ ازیں اس کے ایک دوست کا کہنا ہے کہ متوفی کے ہاں دوسو روپیہ میری امانت تھا اور چار من گندم بھی تھی۔ جو کہ اُس وقت کے نرخ سے -/۶۰ روپے کی تھی۔ گندم کا علم متوفی کی زوجہ کو بھی ہے۔ نقدی رقم کا علم اس کی زوجہ کو نہیں اور نہ ہی متوفی نے اس قسم کے قرض کی ادائیگی کی وصیت کی بلکہ اس نے مرتے وقت یا اس سے تھوڑا پہلے یہ کہا کہ میری رقم کسی دینی مدرسہ میں دے دینا۔

اب سائل مذکورہ بالا حالات میں یہ عرض کرتا ہے کہ متوفی کی بقایا اُس رقم سے اس کا کتنا کفن دفن یا چہلم تیجا وغیرہ باقی رسومات بھی پورے کیے جاسکتے ہیں یا نہ اور اُس رقم سے اُس کا قرض بھی دیا جا سکتا ہے یا اس کے ورثاء کو کس کس طریقہ سے رقم مل سکے گی۔ بینوا توجروا

نوٹ: اب ورثاء یہ کہتے ہیں کہ اس متوفی کی مذکورہ رقم سے ہمارا شرعی حق بنتا ہے تو تقسیم شرعی عطا فرمائی جائے۔

مولوی عبدالکریم امام مدنی جامع مسجد تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں متوفی زید کی جائیداد سے تجہیز و تکفین کے بعد اس کے دیون یعنی قرضہ ادا کرنا ضروری ہے یعنی اگر زید کے ورثاء دوسو روپیہ نقد اور چار من گندم زید کے پاس امانت ہونے کو تسلیم کرتے ہیں یا عدم تسلیم کی صورت میں وہ دو شرعی شہادت پیش کر دیں ان دونوں صورتوں میں اس کا دین پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد جو رقم بچ جائے گی اس کی ایک تہائی کسی دینی مدرسہ کو بطور وصیت دے دی جائے اس کے بعد جو بچ جائے اس کا آٹھواں حصہ بیوی کو اور باقی سات حصے اس کی لڑکی کو ملیں گے۔ دوہتہ شرعاً محروم ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

کسی وارث کو اگر فائدہ پہنچانا ہو تو زندگی میں کچھ دے دے وصیت درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ مسئلہ میں کہ زید نے دینی شرعی وارثوں کے حق میں وصیت کی ہے (ایسے وارثوں کے حق میں جن کے حصص قرآن میں مقرر ہیں) کیا ایسی وصیت شرعاً جائز درست ہے۔ اس کا شرعی حکم بیان فرما کر شکریہ کا موقعہ عنایت فرمادیں۔

﴿ج﴾

وارثوں کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لا وصیة لوارث۔وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔اگر وارثوں کو نفع پہنچانا مقصود ہو تو اپنی زندگی میں کچھ بخش دے اور تقسیم کر کے قبضہ کرا دے لیکن مقصد کسی وارث کو محروم کرنا نہ ہو تو یہ تقسیم صحیح ہوگی اور مرنے کے بعد جو کچھ بچ رہے گا وہ سب وارثوں میں حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگا۔اس میں وصیت کا اعتبار نہیں۔فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

والدہ کے لیے کل ترکہ کی وصیت درست نہیں ہے شرعی حصہ ملے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مولیٰ بخش ۱۹۷۳ء میں فوت ہو گیا ہے اس کی جملہ جائیداد ۳۱۰ کنال بحق ورثاء بمطابق قانون وراثت تقسیم ہوگئی ہے جس میں سے والدہ متوفی کو اپنا حصہ وراثت $\frac{1}{6}$ حصہ مل چکا ہے اور اس نے وہ $\frac{1}{6}$ حصہ اپنی لڑکی مسماۃ اللہ جوائی کو بیع قطعی بھی کر دی ہے۔اب والدہ متوفی وصیت نامہ کے مطابق جملہ جائیداد کا مطالبہ کرتی ہے۔

محمد زمان ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول کلری ضلع میانوالی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شرعاً اس وصیت کا ہرگز اعتبار نہیں ہے۔لہٰذا اس وصیت کی بنا پر اس کی والدہ اس کے کل ترکہ کی حقدار نہیں بنے گی۔بلکہ تمام ورثاء میں حسب قانون شرع تقسیم ہوگی۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ورثاء کی رضامندی سے نصف مال میں وصیت جاری ہو سکتی ہے ورنہ ایک تہائی میں

وصیت نامہ

منکہ نبی بخش ولد محمد بخش ذات جٹ کھوکھر سکنہ موضع جھکڑ پور تحصیل و ضلع ملتان کا ہوں۔بدرستی ہوش و حواس خمسہ و ثبات عقل خود بلا جبر کسی شخص کے آزادانہ مرضی سے لکھ دیتا ہوں کہ من مقر ضعیف العمر ہے۔زندگی اور موت کا کچھ بھروسہ نہیں۔من مقر لاولد ہے اس کی اولاد نرینہ مادینہ نہیں ہے۔من مقر کی بیوی بھی پہلے فوت ہو چکی ہے من مقر کی جائیداد

موضع جھکڑ پور تحصیل وضلع ملتان میں تقریباً ۲۲ بیگہ ہے تازندگی من مقر جائیداد بالا کا خود قطعی واحد مالک رہے گا اور وفات کے بعد میری جائیداد متذکرہ بالا کا مسمیان نصیر بخش ولد محمد بخش نصف حصہ اور غلام قادر، غلام رسول پسران الٰہی بخش بمعہ برابر نصف حصہ قوم جٹ کھوکھر سکنہ موضع جھکڑ پور تحصیل وضلع ملتان ۔نصیر بخش مذکور حقیقی برادر اور غلام قادر غلام رسول مذکوران حقیقی بھتیجے ہیں۔واحد مالکان اور قابضان ہوں گے۔مسمیان مذکورین جائیداد بالا کو رہن بیعہ ہبہ کرنے کے کلی مجاز ہوں گے۔وصیت نامہ ہذا قطعی ہے یہ عدالت ماتحت وعدالت عالیہ ہائیکورٹ سپریم کورٹ تک قائم وبحال رہے گا۔چند حروف تحریر کردیے تاکہ سند رہے۔

غلام قادر ولد الٰہی بخش موضع جھکڑ پور ڈاک خانہ مظفر آباد ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت وصیت نامہ اگر نصیر بخش اور مراد بخش راضی ہوں تو کل جائیداد کے نصف میں وصیت نافذ ہوگی اور نصف حصہ غلام قادر اور غلام رسول کو اور نصف حصہ نصیر بخش اور مراد بخش کو ملے گا اور اس طرح کل جائیداد چار حصے ہو کر ہر ایک کو ایک ایک حصہ ملے گا۔اگر ورثاء نصف کی وصیت پر ناراض ہوں تو ایک تہائی میں وصیت شرعاً نافذ ہوگی اور کل جائیداد چھ حصہ ہو کر دو حصے نصیر بخش کو دو حصے مراد بخش کو ایک حصہ غلام قادر بخش کو اور ایک حصہ غلام رسول کو ملے گا۔بہر حال ایک تہائی میں وصیت ضرور نافذ ہوگی چاہے ورثاء راضی ہوں یا نہ۔ورثاء کی رضامندی کی صورت میں ایک تہائی سے زیادہ میں بھی وصیت نافذ ہو جاتی ہے۔اس لیے وصیت نامہ بنا بر غلام قادر اور غلام رسول پسران الٰہی بخش، نبی بخش کے جائیداد کے حقدار ہیں۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

کیا ایک بہن بذریعہ وصیت اپنی جائیداد دوسری بہن کو دے سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میری ہمشیرہ لطفاں مرحومہ نے اپنی اراضی بابت ۱۶ کنال کا مجھ کو اپنی زندگی میں ایک وصیت نامہ تحریر وتکمیل کر کے رجسٹری کرا دیا۔جبکہ اس سے پیشتر ہمشیرہ کے ساتھ رہی اور تقریباً ۳۰ سال سے یہ اراضی میرے قبضہ کے تحت چلی آ رہی ہے۔تو کیا اس صورت میں اس زمین میں باقی وارثوں کا حصہ ہوگا یا یہ صرف میری ہوگی۔فتویٰ دیا جائے۔

مسماۃ صغراں زوجہ خلیل احمد ساکن موضع شیخ پور کہنہ تحصیل وضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر مسماۃ صغراں معتمد علیہ گواہوں سے یہ ثابت کر دے کہ مسماۃ لطفا مرحومہ نے زندگی میں جائیداد مذکورہ کا ہبہ اور تملیک کر کے قبضہ دے دیا ہے اور ثالث کے ہاں یہ گواہ معتبر قرار دیے جائیں تو شرعاً جائیداد مذکورہ جس کا ہبہ اور قبضہ زندگی میں متحقق ہوا مسماۃ صغراں کی ملکیت شمار ہوگی اور اگر زندگی میں ہبہ کا ثبوت نہ ہو جائے تو وصیت نامہ کی بنا پر جائیداد مذکورہ مسماۃ صغراں کو نہیں ملتی۔ وصیت وارث کے لیے باطل ہے لا وصیۃ لوارث الحدیث۔ بلکہ تمام جائیداد تمام ورثاء میں شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اس لیے تحقیق کی جائے جو صورت ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ محرم ۱۳۹۷ھ

نافرمان بیٹے کو زندہ ہوتے ہوئے محروم کیا جا سکتا ہے لیکن وصیت سے نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں صورت مسئولہ میں کہ ایک شخص اپنی بیوی کے اشارہ پر ماں باپ کا بے فرمان ہو چکا ہے۔ ایک مکان جو کہ اپنے برادران کا حصہ تھا وہ ۲/۱ لے لیا حالانکہ ۴/۱ کا حقدار تھا اور زیور بھی ساڑھے سات تولہ لے لیا جس میں سے ۴/۱ کا حق ملا تھا اور والدین سے کہتا ہے کہ میں تمہارا لڑکا نہیں ہوں۔ اپنے سسر کے کہنے سے دس ہزار کا کلیم نامنظور کرا دیا۔ حالانکہ منظور ہو چکا تھا۔ پھر اصل بات یہ ہے کہ کچھ رشوت دے دلوا کر قابض سے قبضہ میں لے لیا۔ نصف سسر نے لیا اور نصف اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔ دیوار درمیان میں بڑے نے تیار کی اور چھوٹے نے گرا دی تو بے فرمان بڑے لڑکے نے چھوٹے کو تھانہ میں بلایا اور ساتھ اپنے بوڑھے باپ کو بھی تھانہ میں بلوایا۔ بہر حال ہر بات والدین کی رد کرتا ہے اور بے زبان کرتا ہے اور بالکل نماز کی طرف دھیان نہیں ہوتا۔ قرآن مجید جب باپ پڑھتا ہے تو کہتا ہے کہ آہستہ آہستہ پڑھو آواز سے مت پڑھو۔ جب میرا سسر گھر سے باہر چلا جائے تب پڑھنا۔ باپ گھر میں قرآن مجید پڑھتا ہے تو ضد کے مارے بیٹے نے ریڈیو خرید لیا ہے۔ بوقت قرات ریڈیو چلایا جاتا ہے اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن سے ماں باپ کے دل پر چوٹیں لگتی ہیں۔ جس سے والدین ناراض ہیں۔ اسے والدین عاق سمجھ کر اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس نے اپنے دوسرے بھائیوں کا حق غصب کر رکھا ہے۔ اس سے اوپر کو ہاتھ مارنا چاہتا ہے اور والدین بھی راضی نہیں ہیں حالانکہ اس کی اپنی آمدنی اڑھائی تین ہزار روپے ماہوار ہے

اور ایک اس کالج کا نوکر ہے جس کی تنخواہ بھی سوا صد روپیہ ہے۔ والدین کی خدمت بجائے خود بلکہ کچھ اور اپنے بھائیوں کا حق غصب کرنا چاہتا ہے۔ تین بچے والدین کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ دو کی ابھی تک شادی نکاح نہیں ہوا۔ خلاصہ کلام والدین ناخوش، نافرمان سمجھ کر اسے عاق تصور کرتے ہوئے اپنی جائیداد سے محروم کرنا چاہتے ہیں کیا محروم کر سکتے ہیں یا نہ۔ بینوا توجروا بمع حوالہ کتب۔

شجاع آباد بیرون ریلوے روڈ زیدی گلی

﴿ج﴾

شرعاً کسی شخص کا ایسی وصیت کرنا کہ میرے مرنے کے بعد کل ترکہ سے فلاں وارث کو محروم کیا جائے باطل ہے اور ایسی وصیت نافذ نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ تمام وارث حصہ دار ہوتے ہیں۔ البتہ اپنی زندگی میں ایسا شخص فرمانبردار لڑکوں کو کچھ مال و جائیداد تقسیم کر کے قبضہ کرا دے اور نافرمان کو کچھ نہ دے یا تھوڑا دے تو یہ تصرف نافذ ہوگا لیکن اس میں بھی نیت اپنے فرمانبردار لڑکوں کو نفع رسانی کی کرے یا نیت عدل کی ہو کہ نافرمان لڑکے نے بہت سے حصہ جائیداد پر قبضہ کر رکھا ہے تو اتنی مقدار پر لڑکے کو دینا چاہیے۔ یہ نہ کہ میں نافرمان لڑکے سے انتقام سے اسے محروم کردوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کوئی لاولد شخص کل مال سے مسجد بنوانے کی وصیت کرے تو درست ہے یا نہیں اور اس کے ورثاء کو تلاش کرنے کے لیے اشتہار دینا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا ہمارے علم میں کوئی وارث نہیں ہے بیمار ہو گیا اور بیماری کی حالت میں وصیت کی کہ میں مر جاؤں تو میرے سارے مال کی ایک مسجد بنوا دینا اور کسی راستہ کی جگہ پر مسجد بنوائیں اور اس کام کے لیے اس نے چار آدمی مقرر کیے کہ فلاں فلاں میری نظر میں معتبر ہیں۔ یہ مل کر مسجد بنوا دیں۔ اس کے بعد وہ مر گیا۔ اس کے مال میں اس کا کفن دفن کر دیا گیا۔ اب اس کی جو رقم ملی اس کے متعلق مشورہ کیا کہ آیا مسجد ہی بنوائی جائے یا شہر میں کئی مسجدیں ایسی ہیں جو کہ مرمت طلب ہیں ان میں تقسیم کر دی جائے تا کہ یہ مسجدیں بھی مکمل ہو جائیں۔

دوسری یہ بات ہے کہ ہو سکتا ہے کسی جگہ اس کا کوئی وارث باپ کے خاندان کا یا ماں کے خاندان کا ہو تو اس کے لیے کوئی اشتہار دیا جائے یا نہ اور اشتہار دیا جائے تو کتنے دن انتظار کیا جائے علاوہ ازیں متوفی خود کہا کرتے تھے کہ میرا کوئی وارث نہیں۔ علماء حضرات سے معلوم ہوا ہے کہ تیسرے حصے کی وصیت کا مرنے والے کو اختیار ہوتا ہے لہٰذا فتویٰ دیا جائے کہ کیا صورت اختیار کی جائے۔

صدیق واچ ہاؤس اینڈ آپٹیکل سروس شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر اس میت کا کوئی بھی وارث ہو تو وصیت صرف تیسرے حصے کی صحیح ہوگی اور اگر کوئی وارث موجود نہ ہو تو کل مال کی وصیت صحیح ہوگی۔ لہٰذا بہتر تو یہی ہے کہ اس کے وارثوں کا پتہ لگایا جائے۔ اگر اس کے اصل وطن کا پتہ معلوم ہو تو وہاں تحقیقات کے لیے کوئی آدمی بھیجا جائے یا خطوط وغیرہ بھیجے جائیں اور اگر اس کے اصلی وطن کا پتہ معلوم نہ ہو تو اخبار میں اشتہار دینا ہی کافی ہے اور انتظار کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ جب اطمینان ہو جائے کہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو سارے مال کو وصیت کے مطابق خرچ کر دیا جائے۔ چونکہ وہ نئی مسجد بنوانے کی وصیت کر گئے ہیں اس لیے نئی مسجد ہی بنوائی جائے لیکن نئی مسجد اس مال سے نہ بن سکتی ہو تو پھر بصورت مجبوری دیگر مساجد کی تعمیر میں خرچ کر دیا جائے۔

قال في البدائع ص ۳۳۵ ج۷ ومن احكام الاسلام ان الوصية بما زاد على الثلث ممن له وارث تقف على اجازة وارثه وان لم يكن له وارث اصلاً تصح من جميع المال كمافي المسلم والذمى وفيها ص ۳۴۱ ج۷ وكذا كونه من اهل الملك ليس بشرط حتى لو اوصى مسلم بثلث ماله للمسجد ان ينفق عليه في اصلاحه وعمارته وتجصيصه يجوز لان قصد المسلم من هذه الوصية التقرب الى الله سبحانه وتعالىٰ باخراج ماله الى الله سبحانه وتعالى لا التمليك الى احد. وفي العالمگيرية ص ۹۷ ج۶ ولو اوصى ان يجعل ارضه مسجداً يجوز بلاخلاف.

وفي الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۶۹۶ ج۶ (اوصى بشئ للمسجد لم تجز الوصية) لانه لا يملك وجوزها محمد قال المصنف وبقول محمد افتى مولانا صاحب البحر (الا ان يقول) الموصى (ينفق عليه) فيجوز اتفاقاً ـ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

ایک بھتیجے کے لیے کل مال کی وصیت ورثاء کی مرضی پر موقوف ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وفات پا گیا۔ اس نے اپنی حیات میں اپنے بھتیجے کے بیٹے کے لیے وصیت کی کہ میری جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا میری موت کے بعد مالک فلاں بن فلاں جو میرے بھتیجے کا بیٹا ہوگا ویسے اس کے شرعی وارث اس کے صرف تین بھتیجے ہیں اولاد وغیرہ اس کی کوئی نہیں ہے لہٰذا شرعاً اس کی جائیداد کی تقسیم کیسے ہوگی۔

﴿ج﴾

کل جائیداد کی وصیت ورثہ کی مرضی پر موقوف ہوتی ہے۔اگر ورثا اجازت دے دیں تو سب کا مالک وہی موصی لہ بن جائے گا اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو کل جائیداد کی ایک تہائی اس کو ملے گی اور دوسری دو تہائی جائیداد کی تین بھتیجوں میں حصہ برابر تقسیم ہوگی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

وصیت کے مطابق ایک تہائی مال موصیٰ لہ کو اور بقیہ دو حصے ورثاء میں تقسیم ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بقائم ہوش وحواس حسب ذیل وصیت کی ہے۔ براہ کرم کتاب وسنت وفقہ حنفی کی روشنی میں جواب تحریر کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

وصیت نامہ منکہ مولوی حفیظ اللہ ولد علیم اللہ قوم ارائیں عمر تقریباً ۶۵ سال ساکن چک نمبر ۲۹۵ گ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور کا ہوں جو کہ مظہر خفیف العمر ہے اس لیے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ بدیں وجہ مظہر حسب ذیل طریق پر وصیت کرتا ہے کہ مظہر کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ذیل ہے اراضی نمبر ۳۷ رقبہ ۷ مرلے ۱۲ کنال واقع چک نمبر ۲۱۵ گ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ہے اور ایک دکان واقعہ غلہ منڈی ٹوبہ ٹیک سنگھ اور ایک مکان واقع شہر شورکوٹ ضلع جھنگ مالیتی تقریباً چار ہزار روپیہ کا ہے یہ کہ مظہر جائیداد مذکورہ بالا کا ۱/۳ حصہ مسماۃ انوری بیگم دختر عبدالحمید زوجہ انوار اللہ پسر خود قوم ارائیں ساکن چک نمبر ۲۹۵ گ ب تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ کو بوجہ وصیت کرتا ہوں میری وفات کے بعد مظہر کی جائیداد کا ۱/۳ حصہ کی مالک مسماۃ انوری بیگم مذکور ہوگی۔مظہر کی کسی پسر یا دختر یکجدی کو ۱/۳ حصہ کی وصیت سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہوگا۔ چونکہ مظہر کے پانچ پسران اور تین دختران اس وقت حیات ہیں۔جن سے مظہر کے دو لڑکے اور ایک لڑکی مظہر کی پہلی بیوی کے بطن سے ہیں۔جس کو مظہر نے ۱۹۴۹ء میں طلاق دے دی ہوئی ہے اور موجودہ بیوی کے بطن سے تین لڑکے اور دو دختران زندہ موجود ہیں۔مظہر کی موجودہ بیوی کے بطن مسماۃ امت الواحد کا حق مہر مبلغ ۲۰۰۰ ہزار روپے تا حال واجب الادا ہے جو ۱/۳ حصہ مسماۃ انوری بیگم کو بموجب وصیت ہذا کے جائیداد سے علیحدہ کر کے باقی ماندہ جائیداد (منقولہ وغیر منقولہ) سے ۲۰۰۰ روپیہ دین مہر ادا کر کے جس قدر باقی بچے اس سے اس کے دیگر وارثان پانچ لڑکے اور تین دختران کو بموجب حصص شرعیہ ایکٹ کے تحت تقسیم کرنے کے حقدار ہوں گے۔

مذکورہ بالا وصیت نامہ چند گواہوں کے روبرو لکھوا دیا اور مظہر چند روز کے بعد وفات پا گئے۔اس وصیت کی روشنی

میں فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ ۳/۱ حصہ وصیت اور واجب الادا مہر متوفی کی جائیداد سے ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ فیصلہ شرعی صادر فرمادیں۔

محمد انوار اللہ ابن حفیظ اللہ قوم چک نمبر ۲۹۵ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لائلپور

﴿ج﴾

حفیظ اللہ مرحوم موصی کی کل جائیداد سے تجہیز و تکفین اور مبلغ دو ہزار روپے حق مہر میں بیوہ کو ادا کیا جائے۔ اگر اس کے اوپر کوئی دوسرے قرض ہوں تو وہ بھی ادا کر دیے جائیں۔ اس کے بعد بموجب وصیت نامہ ہذا کل مال کو تین حصے کر کے ایک حصہ مسماۃ انوری بیگم کو دیا جائے۔ بقایا دو حصوں کو تیرہ حصے کر دے۔ دو دو حصے ہر ایک لڑکے کو اور ایک ایک حصہ اس کی ہر ایک لڑکی کو ملے گا۔ یاد رہے کہ مہر بمنزلہ دین ہے اور یہ وصیت سے مقدم ہے۔ لہٰذا مہر ادا کرنے کے بعد بقایا کی ایک تہائی مسماۃ انوری بیگم کو دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ شوال ۱۳۸۴ھ

اگر کسی شخص نے ورثاء کے لیے وصیت کی ہو بعض اس پر راضی اور بعض ناراض ہوں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی وفات سے دو ماہ پیشتر وصیت کی کہ میری جائیداد کو میری وفات کے بعد مندرجہ ذیل طریق پر ورثاء میں تقسیم کیا جائے اس کی وصیت کے مطابق اس کی ایک بیوی اور اس کی اولاد کو اور اس کی دوسری بیوی اور اس کی اولاد کو شرعی مقرر کردہ حصہ سے زائد ملتا ہے اور جس کو شرعی حصہ سے کم ملتا ہے وہ رضامند نہیں ہے۔ کیا اس صورت میں متوفیہ کی وصیت قابل عمل ہے یا نہیں۔

فالو سیلیس لوہاری گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

چونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ لا وصیة لوارث او کما قال علیه السلام (وارث کے حق میں وصیت صحیح نہیں) اس لیے صورت مسئولہ میں متوفی کے ترکہ کو اس کے ورثاء پر تقسیم کرنے میں اس کی وصیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ بلکہ شریعت کے مقرر کردہ حصوں سے اس کا ترکہ اس کے ورثاء پر تقسیم ہوگا۔ البتہ اگر غیر ورثاء کے حق میں بھی اس نے ایسی وصیت کی ہو تو ان کے حق میں وصیت کل ترکہ کے تیسرے حصے تک شرعاً صحیح اور قابل عمل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ

جب ایک شخص کی کل جائیداد جو ایک دکان بھانجے کے حوالے کر کے کرایہ کی وصیت بھتیجوں کے لیے کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اسلام الدین فوت ہوا اور ایک لڑکا مسمی مبین اور ایک لڑکی مسمات کامن اور برادرزادگان مسمی جلال الدین وغیرہ اور دو بھانجے مسمی حفیظ الدین وحاجی نصیر الدین چھوڑ گیا۔ دو سگے بھائی بھی حیات ہیں اور ساتھ ہی اپنی زندگی میں ایک دکان بدست خواہرزادہ حفیظ الدین نے فروخت کر کے رجسٹری کرادی لیکن بعد از چندے قیمت دکان وصول کردہ خواہرزادہ کو واپس کر کے زبانی وصیت کی کہ کرایہ دکان ہذا برادرزادگان مسمیان جلال الدین وغیرہ کو دے دیا کریں۔ صورت ہذا میں بیع دکان و وصیت درست اور صحیح عند الشریعت وعند القانون ہوگی یا نہیں۔ بصورت دیگر ترکہ متوفی کیسے تقسیم ہوگا۔

نوٹ: یہ بات قابل ذکر ہے کہ متوفی اپنے پسر اور دختر کو نافرمان کہتا رہا ہے۔

حاجی نصیر الدین معرفت حفیظ الدین زرگر جناح بازار کہروڑ پکا ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر حفیظ الدین کے نام فرضی طور پر کاغذات میں دکان کی ملکیت ظاہر کر کے رجسٹری کرادی ہو یا باقاعدہ بیع کرنے کے بعد قیمت واپس کر کے دکان حاصل کر لی ہو۔ ہر دو صورت میں یہ دکان شرعاً اسلام الدین کی ملکیت شمار ہوگی اور وصیت بھتیجوں کے نام درست ہے اور جیسا کہ سوال کے متعلق زبانی طور پر معلوم ہوا ہے کہ اس کی اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ لہٰذا اس دکان کے کرایہ کا ایک تہائی حصہ بطور وصیت کے برادرزادگان کو ملے گا اور دو تہائی حصہ بطور وراثت کے اسلام الدین کے لڑکے اور لڑکی کو ملے گا۔ باپ کے نافرمان کہنے اور عاق کرنے سے اولاد شرعاً وراثت سے محروم نہیں ہوتی۔ قال فی الدر المختار ص ۶۲۲ ج ۶ صحت الوصیة بخدمة عبده وسکنی داره مدة معلومة وابداً (وبغلتهما فان خرجت الرقبة من الثلث سلمت الیه) ای الی الموصی له (لها) ای لاجل الوصیة والاتخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ

اگر جمیع مال کی وصیت شرعی شہادت سے ثابت نہ ہو تو مدعا علیہ سے حلف لیا جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے اپنی زندگی میں اپنی مالی اور نقدی کلیہ جائیداد روبرو دو گواہوں کے اپنے بھتیجوں کے نام کر دی ہے۔ یہاں پر کسی وجہ سے گواہوں کے نام نہ لکھے گئے۔ اُس کی زندگی میں تو دوسرے وارثان نے تقریباً سولہ سال کے عرصہ تک انکار نہیں کیا۔ اب فوت ہونے کے بعد وصیت کے منکر ہو گئے۔ دو گواہوں میں سے ایک گواہ اب گواہی دینے پر منکر ہو گیا ہے۔ کیا دوسرے ورثا سے علم بالوصیت کا حلف لیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ مدعی حلف اٹھاتے ہیں۔ کیا اگر وہ حلف اٹھا دیں تو وصیت ثلث میں جاری ہو جائے گی یا نہیں۔

﴿ج﴾

وصیت جمیع مال کی صحیح نہیں۔ البتہ اگر ورثہ اجازت دیں تو صحیح ہو جائے گی لیکن اجازت بعد از موت معتبر ہے۔ قبل از موت اگر صراحتاً اجازت بھی ہو وہ بھی غیر قابل اعتبار ہے۔ **قال فی الفتاویٰ السراجیة علی هامش قاضی خان ص ۴۲۵ الوصية باكثر من الثلث تجوز باجازة الورثة وانما تحصل الاجازة بعد موت الموصی لا قبله** انتہی۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں وارث بعد موت مورث کے منکر وصیت ہیں تو اجازت بہر حال ختم ہو گئی اس لیے کہ اجازت دینا تو تسلیم وصیت کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اب اثبات وصیت دو گواہ عادلوں سے کیا جائے گا۔ اگر عادل گواہ دو نہ مل سکیں تو مدعی علیہ کو حلف دیا جائے گا۔ حلف بالعلم بھی دیا جا سکتا ہے۔ حلف بالنفس الوصیۃ نہیں اس لیے کہ یہ متعدد ہے۔ بعد ثبوت وصیت بالشہادہ یا نکول مدعی علیہ، ثلث مال متروکہ بھتیجوں کو ملے گا اور بصورت حلف مدعی علیہ مال ورثہ کو ملے گا۔ وصیت ثابت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم الحرام ۱۳۷۱ھ

بیوی کے لیے کل مال کی وصیت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ جبکہ ایک شخص کو عرصہ ۳/۴ ماہ سے مرض لاحق ہے اور مرنے سے تقریباً ایک ہفتہ پہلے ایک وصیت اسٹامپ پر لکھ دیتا ہے اور تصدیق کروا دیتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میری ساری جائیداد کی حقدار میری بیوی ہے اور کوئی حقدار نہ بنے۔ مرنے والے کی وفات ہونے کے بعد اس کی والدہ اور اس کی لڑکی اور اس کی بیوی اور ایک بہن اور اس کا حقیقی بڑا بھائی اور بھتیجے زندہ ہیں اور اپنا حق چاہتے ہیں۔ کیا متوفی کی یہ وصیت صحیح ہے یا نہیں۔

مستری سلامت اللہ کوٹ ادو وارڈ نمبر ۷ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

حدیث صحیح میں وارد ہے **لا وصیۃ لوارث** اس لیے صورت مسئولہ میں اس شخص کا بیوی کے بارے میں وصیت کرنا ناجائز ہے اس شخص کے ترکہ سے اس کی بیوی شرعاً صرف آٹھویں حصہ کی حقدار ہے۔ متوفی کا باقی ترکہ اس کے بھائی و ہمشیرہ اور لڑکی کو ملے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

اگر کل مال کی وصیت شرعی شہادت سے ثابت ہو جائے تو نافذ ہو گی اگر چہ وصیت کنندہ گناہگار ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عبدالمجید لاوارث ہے۔ دائمی مریض ضعیف العمر ہے۔ بلکہ دونوں میاں بیوی مسمات یتی زوجہ خود)

(۱) ضعیف عمر اس زندگی ناپائیدار کا کچھ بھروسہ نہیں ان حالات میں مظہر کی بیوی مظہر کی زندگی کی ضروریات و علاج و معالجہ ہر قسم (۲) اور ہماری اراضی محولہ باہر کا انتظام و انصرام وغیرہ ہر قسم مسمی محمد یونس ولد نتھو خان (۳) قوم راجپوت سکنہ بن باجوہ تحصیل پسرور شریک عم زاد برادر مظہر کرتا چلا آ رہا ہے (۴) اور آئندہ بھی وہ بدستور حسب سابقہ کرتا رہے گا۔ بذات خود دیگر عزیز واقارب اس ہماری دونوں میاں بیوی کی تابعداری وفرمانبرداری کرتا رہا ہے۔ مظہر محمد یونس برادر عم زاد شریک مظہر پر بہت خوش ہے اور اس امر کا خواہشمند ہے اسے تمام خدمات وتابعداری وفرمانبرداری کے سلسلہ میں کچھ دوں۔

(۵) ویسے بھی قانون شریعت کے مطابق محمد یونس مذکور ہی میری تمام جائیداد کا واحد حقدار ہے لیکن پھر بھی بعد وفات مظہر کو خدشہ ہے کہ کوئی دیگر شخص جو حقدار جائز وارث مظہر نہ ہو تنازعہ جائیداد کر کے محمد یونس جائز حقدار اور وارث مظہر کو پریشان نہ کرے۔

ویسے بھی عبدالمجید کانوں سے بہرہ تھا اور ساری عمر میں کبھی بھی نماز ادا نہیں کی حیوہ کرنے والا محمد یٰسین ماسٹر چک نمبر ۳۵ ج ب ڈاکخانہ مہدی آباد براستہ گوجرہ ضلع لائلپور۔

(۱) میں جو یہ حوالہ ہے کہ مظہر کی بیوی مظہر کی ضروریات زندگی وعلاج ومعالجہ وغیرہ ہر قسم کی تابعداری ہر ایک چیز کی نگہداشت زوجہ خود کر رہی ہے اور آمدنی بھی بہت معقول ہے۔

(۲) میں محمد یونس کو تصور کر رہا ہے حالانکہ محمد یونس کی رہائش بمعہ بچوں کے چک نمبر ۳۵ براستہ گوجرہ میں ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو میل کا فاصلہ ہوگا۔ ہاں محمد یونس کی دو لڑکیوں کی شادی بن باجوہ میں ہوئی ہے۔ جہاں یہ حیوہ ہوا ہے۔

(۳) میں محمد یونس کو بن باجوہ کا تصور کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوہ جعل سازی جھوٹ دباؤ ڈال کر رشتہ داروں کے ذریعہ کرایا گیا ہے۔

(۴) میں یہ تصور کیا گیا ہے کہ محمد یونس و دیگر عزیز و اقارب وغیرہ کرتے رہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ عزیز بھی تابعداری کر رہے ہوں کیا شریعت و قرآن اس قانون کی اجازت دیتا ہے کہ اوروں کو حق سے محروم کر دیا جائے اور ایک کے حق میں اجازت دی جائے۔

(۵) میں تصور کیا گیا ہے کہ قانون شریعت کے مطابق محمد یونس مذکور ہی میری تمام جائیداد کا واحد تر وارث ہے۔ شریعت کے مطابق کہ عبدالمجید بذات خود باقی چھ حقداروں کو جان بوجھ کر حق سے کیا محروم نہیں کر رہا۔ یہاں اگر وہ یہ دیکھ لیتا کہ چھ حقدار اور بھی ہیں۔ مگر محمد یونس پر خوش ہوں جان بوجھ کر یہ ایسا کیا ہے بلکہ محمد یونس ولد نتھو خان کی یہ جان بوجھ کر اس کی موت کو چھپایا ۸ ماہ تک۔ جو اٹھائیس دن بعد فوت ہو گیا ہے اور جب پوچھتے تو جواب ملتا کہ اب آرام ہے لیکن وہ مر چکا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت ایسے حیوہ کی کبھی اجازت نہ دے گی۔

عبدالمجید ولد علی نواز فوت ہو گیا اس کے وارث بھی ہیں اور بیوی بھی ہے اور اولاد کوئی نہیں ہے۔ ان کا حصہ شرعاً کیا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی جعل سازی سے ایک حصہ اپنے نام کرا لے کیا وہ شرعاً جائز ہے یا نہ۔ اگر ناجائز ہے تو فتویٰ دیں عبدالمجید کی ملکیت ہے جو کہ اکیلے محمد یونس نے اپنے نام کرالی ہے اور باقی پانچ ورثاء کو محروم کیا ہے۔ بینوا توجروا

مہدی آباد ضلع لائلپور براستہ گوجر محمد نفیس ماسٹر انبالوی

﴿ج﴾

اگر عبدالمجید ولد علی نواز مذکور نے صرف محمد یونس کے حق میں وصیت کی ہو اور زندگی میں تملیک نہ کی ہو یا عبدالمجید مذکور نے اپنی مرض موت (وہ بیماری جس میں موت کا قوی اندیشہ ہو اور پھر اس مرض میں مر بھی گیا ہو) میں جائیداد محمد یونس مذکور کو تملیک کر کے منتقل کر دی ہو تو ان دونوں صورتوں میں یہ وصیت اور تملیک صحیح نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے لا وصیۃ لوارث او کما قال اور عبدالمجید متوفی کا سارا ترکہ بعد از تجہیز و تکفین و ادائے دیون و وصیت جائزہ اگر ہو۔ بشرط صحت واقعہ حصہ ورثہ کل آٹھ حصے کر کے اس کی بیوی کو دو حصے اور چھ چچازاد بھائیوں کو بقایا چھ کا حصہ برابر برابر ایک ایک حصہ ملے گا اور اگر عبدالمجید مذکور نے اپنی زندگی اور صحت (یعنی مرض موت کے سوا) میں محمد یونس کو اپنی جائیداد ہبہ کر کے تملیک کر دی ہو اور قبضہ بھی زندگی میں دے چکا ہے تو یہ ساری جائیداد محمد یونس کی ہی شمار ہوگی۔ اگر چہ ایسا کرنے

سے عبدالمجید کو گناہ ہو گیا ہو گا لیکن بہر حال تملیک مذکور صحیح شمار کی جائے گی۔ لہٰذا اس تیسری صورت میں اگر بقایا وارث اسے تسلیم کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ عدالت میں حاکم کے سامنے محمد یونس مذکور کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اسے گواہوں سے ثابت کر دے ورنہ دیگر ورثہ قسم اٹھائیں گے اور اس پر فیصلہ ہوگا۔ شرعاً صرف رجسٹری کرنا حجت کاملہ نہ سمجھا جائے گا بلکہ گواہ پیش کرنے تملیک اور قبضہ دلانے کے ضروری ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب اپنا ایک مکان تمام بچوں پر تقسیم کر کے قبضہ دے دیا تو اب رجوع جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گل محمد مرحوم ولد میاں اللہ داد نے اپنی زندگی میں اپنی اولاد عمر بخش، واحد بخش، قادر بخش، خدا بخش، نذیر بخش اور جنت بی بی پانچ لڑکے اور ایک لڑکی کے لیے وصیت نامہ لکھا۔ اپنی جائیداد جو کل ایک عدد مکان تعمیر شدہ جس کی زمین کا کل رقبہ ۱۳۵ گز ہے۔ مذکورہ بالا وارثوں میں شرعی اصول کے مطابق تقسیم کر دیا۔ وہ وصیت نامہ اس وقت بھی موجود ہے۔ وصیت نامہ کے مطابق گل محمد مرحوم نے اپنی زندگی میں ہر ایک حصہ دار کو الگ الگ حصہ دے کر رقبہ دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد عمر بخش ولد گل محمد کو کسی شدید ضرورت کی بنا پر قرضہ لینا پڑا قرض لینے کے لیے اپنے حصے کو جو تقریباً ۲۶ گز زمین بنتی ہے کسی شخص کے پاس رہن رکھ کر رجسٹری کر کے قرضہ لے لیا۔

(۲) خدا بخش ولد گل محمد والد کی موجودگی میں وفات پا گیا۔ خدا بخش مرحوم دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ گیا۔ تو گل محمد نے خدا بخش مرحوم کا جو حصہ تھا خود اپنے ہاتھ سے خدا بخش کی اولاد کے نام رجسٹری کر دیا۔

(۳) ان دو رجسٹریوں کے بعد گل محمد مرحوم نے واحد بخش اور گل محمد مرحوم کے نام اپنی زندگی میں وفات سے پانچ چھ ماہ قبل اپنا سارا مکان مذکورہ بالا رقبہ ۳۵ گز رجسٹری کر دیا ساری جائیداد اس کو دے دی رجسٹری کی نقل بھی موجود ہے جو ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔ اس تیسری رجسٹری کی رو سے باقی تمام اولاد یعنی چار لڑکے اور ایک لڑکی کا حصہ بھی واحد بخش کو دے دیا اور باقی اولاد کو محروم کر دیا۔ اس رجسٹری کرنے کے فوراً بعد عمر بخش ولد گل محمد نے عدالت میں اقرار حق کا دعویٰ کر دیا کہ باقی وارثوں کو حق ملنا چاہیے عدالت میں گل محمد مرحوم نے بیان دیا کہ چاروں لڑکے اکٹھے ایک مکان میں رہتے ہیں اپنے اپنے حصہ میں۔ جب عدالت نے سوال کیا کہ آپ نے لڑکوں کو تقسیم کر دی تھی تو جواب دیا ہاں کر دی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا اس تمام جائیداد کا مالک اور حق دار صرف گل محمد مرحوم کی ایک لڑکا واحد بخش ولد گل محمد ہے یا باقی چار بھائی اور ایک بہن بھی حقدار ہیں۔

عمر بخش ولد گل محمد مرحوم محلہ پیر پٹھان ملتان

﴿ج﴾

وصیت نامہ دیکھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شخص مذکور نے اپنی جائیداد اپنے تمام ورثاء میں تقسیم کر کے قبضہ میں دے چکے ہیں۔ لہٰذا یہ ہبہ تام ہو گیا ہے اور ہبہ جبکہ ذی رحم محرم کا ہے اس لیے اس میں رجوع درست نہیں۔ پس گل محمد مذکور کا ... ن مذکور کو اپنے لڑکے واحد بخش کو دینا درست نہیں۔ ہر ایک لڑکا والد صاحب کی طرف سے دیے ہوئے حصہ کا مالک تصور ہو گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر واقعی یہ شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد ورثاء میں تقسیم کر کے قبضہ دے چکا ہے۔ تو جواب بالا درست ہے۔ واللہ اعلم

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ صفر ۱۳۹۷ھ

امانت اور گمشدہ چیز مل جانے کا بیان

ایک گمشدہ عورت ایک طویل عرصہ تک کسی کے ہاں رہائش پذیر ہو اور بعد وفات کے کچھ لوگ اس کے وارث ہونے کا دعویٰ کریں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لاولد جس کا کوئی رشتہ دار نہیں بالکل وہ خود کہتی تھی کہ میرا کوئی والی وارث نہیں ہے اگر ہوتے تو میری دستگیری نہ کرتے۔ وہ عورت اکثر میرے گھر رہا کرتی تھی علالت و دکھ درد میں ہم لوگ اس کی دوا اور خدمت وغیرہ کرتے تھے۔ مائی مذکور نے میری اہلیہ کو اپنی متبنی (بیٹی) بنایا ہوا تھا۔ ایک دوسرے پر جان دیتی تھی۔ گزشتہ سال جب وہ حج پر جانے لگی تو مجھ کو اپنا وارث لکھوایا تھا۔ مگر قرعہ نہ نکلنے کی وجہ سے نہ جا سکی۔ دریں اثناء اس نے مجھے ایک پرنوٹ مالیتی ۳۰۰۰ کا لکھ دیا کہ پیشتر ازیں مختلف اوقات میں روپے لیتی رہتی تھی۔ اس سال روانگی حج سے پہلے اپنا سکنی مکان بھی (ہماری محبت و خدمت سے متاثر ہو کر بخوشی و رضا) مجھے اور اپنی متبنی بیٹی کو لکھ دیا اور اس کا قبضہ بھی مجھے دے دیا۔ وہ عورت مائی قضا الٰہی سے مکہ معظمہ میں فوت ہوگئی۔ اس کی وفات کے بعد بعض لوگ اپنے آپ کو اس کا وارث ظاہر کرتے ہیں۔ مذکور الصدر حالات میں میرے قرضے اور متوفیہ کے سکنی مکان جو ہم کو دے گئی ہے وغیرہ کا شرعاً کیا حکم ہے۔ نیز اپنے ہمسر و رفقاء سے بھی وہ مائی یہی کہتی تھی کہ میری وارث و مالک میری متبنی بیٹی اہلیہ ساجد علی ہے۔

ساجد علی کوٹلہ تولیہ خان ملتان

﴿ج﴾

حبک الشیء یعمی ویصم ایک مشہور مقولہ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ محبت میں آدمی اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے اور جائز و ناجائز کام کر گزرتا ہے پس صورت مسئولہ میں چونکہ اس عورت کو اس لڑکی سے بے انتہا محبت تھی۔ للہذا اس صورت میں اچھی طرح تحقیق کر لی جائے۔ جتنا روپیہ واقعۃً اس عورت نے قرض لیا ہوا تنا روپیہ اس کے مال سے لینا جائز ہے زائد لینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح مکان کا بھی معاملہ ہے۔ اگر واقعۃً اس عورت نے مکان ہبہ کر دیا تھا اور قبضہ بھی کرا دیا تھا تو وہ مکان بھی اس لڑکی کا ہو جائے گا اور وارث اس پر قبضہ کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

دوران حج ملنے والے ریالوں کا کیا مصرف ہے

﴿س﴾

(۱) ایک آدمی حج کرنے گیا اور وہ جب شیطان کو کنکر مارنے لگا تو اس کے اپنے ذاتی پیسے کسی نے جیب سے نکال لیے اور اس کے پاس کوئی پیسہ خرچ کے لیے نہ رہا۔ جب وہ اسی جگہ سے ڈھونڈتا ہے تو کوئی اور بٹوا جس میں ۴۰۰ ریال ہوتے ہیں ملتا ہے اس کو خرچ نہیں کرتا لیکن رکھ لیتا ہے۔ اس کی کوئی چیز خرید کر پاکستان لاتا ہے اور یہاں بیچ کر وہ آٹھ سو روپیہ حاصل کرتا ہے۔ جس سے اس نے کوئی کاروبار نہیں کیا اور اب تک وہ موجود ہیں۔ ان کو وہ کیا کرے اور کون سی ایسی جگہ پر لگائے جس سے اس کے سر پر بوجھ نہ رہے اور مرنے کے بعد اس کا فائدہ اس کے اصل مالک کو جائے یعنی اجر ملے۔

(۲) ایک آدمی جو کہ غیر مسلم یعنی ہندو ہے جس کے ساتھ مسلمان کا کاروبار ہے جب پاکستان بنا تو وہ جلدی سے ہندو چلے گئے اور اس کے پچاس روپے مسلمان کے پاس ہیں۔ ان کا کیا کیا جائے۔ مہربانی کر کے اس مسئلہ کے متعلق ہمیں بتائیے۔

﴿ج﴾

اس قسم کے اموال کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک پر ادا کیا جائے اور اگر باوجود تلاش بسیار کے مالک یا اس کے ورثاء معلوم نہ ہو سکیں تو مالک کی طرف سے فقراء پر تصدق کیا جائے تا کہ اس کا ثواب مالک کو پہنچ جائے اور متصدق ایسے مال کا تصدق اپنے اصول و فروع اور بیوی پر بھی کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ مساکین ہوں۔ اس لیے کہ اصل مالک کے حق میں یہ لوگ اجانب ہیں۔ البتہ مالک معلوم نہ ہونے کی حالت میں بناء مسجد وغیرہ امور خیر میں لگانا جائز نہیں۔ بلکہ تملیک فقیر لازم ہے۔

قال شارح التنوير في كتاب اللقطة ص ۲۸۳ ج ۴ عليه ديون و مظالم جهل اربابها وايس من عليه ذلك من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها من ماله وان استغرقت جميع ماله وفي الشامية ان الذى يصرف فى مصالح المسلمين هو الثالث (اى الخراج والعشور) كما مرو اما الرابع (يعنى الضوائع واللقطة) مصرفه المشهور (الى ان قال) وحاصله ان مصرفه العاجزون الفقراء ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

مسجد سے ملنے والی رقم کے مالک کا اگر تین ماہ تک پتہ نہ چلے تو کیا کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسجد میں بعد نماز ظہر کچھ رقم پڑی ہوئی ملی۔ جو بطور امانت محفوظ رکھ دی گئی ہے۔ عرصہ تین ماہ گزرے ہیں اس کا مالک ظاہر نہیں ہوسکا اب اس رقم کو جو مسجد میں سے ملی ہے کیا مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا اس کی شرعاً کوئی اور تجویز ہے۔

نوٹ: مسجد میں کئی بار اعلان کیا گیا ہے اب اخبار میں دیا گیا ہے۔

بمقام ڈاکخانہ لیہ عبدالرحمٰن خان نائب صدر ویلفیئر سوسائٹی لیہ

﴿ج﴾

اگر اس رقم کے مالک کے ملنے سے مایوسی ہوگئی ہے اور حسب عادت اس کا اعلان کر دیا گیا ہے تو اب اس رقم کو کسی فقیر پر (جو صاحب نصاب غنی نہ ہو) صدقہ کر سکتے ہیں اور جس شخص کو رقم ملی ہے اگر وہ خود فقیر ہے تو اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔ مسجد میں صرف کرنا بدون تملیک فقیر کے درست نہیں ہے۔

کما قال فی التنویر ص ۲۷۹ ج ۴ الشامی فینتفع بها فقیراً و الا تصدق بها علی فقیر ولو علی اصله و فرعه و عرسه الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی شخص نے اپنے ساتھی کی رقم اس کے کہنے پر بینک سے نکلوائی اور نوٹ منسوخ ہو گئے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) محمد امیر اور غلام فرید دونوں خالہ زاد بھائی ہیں اور عرصہ چھ سال سے درخواست حج مکۃ المکرمۃ کے لیے دیتے رہے ہیں اور قرعہ اندازی کی وجہ سے تا امسال قرعہ نہیں نکلا۔ اخراجات حج کی رقم معرفت محمد امیر بنک میں جمع کرائی۔ غلام فرید نے محمد امیر سے مطالبہ کیا کہ میرا روپیہ بنک سے نکلوا کر مجھے دیا جائے۔ دو تین دفعہ مطالبہ کیا اس لیے محمد امیر روپیہ اپنا اور اس کا بنک سے نکلوا کر اپنے گھر لے آیا۔ غلام فرید کا گھر محمد امیر سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ محمد امیر نے

کابلی سے آتے ہی غلام فرید کو روپیہ نہ دے سکا۔ خیال کرتا رہا کہ اس کو بلا کر یا خود جا کر اس کو روپیہ دے دیوے۔ نوٹ پانچ سو والا ہے۔ اچانک حکم منسوخ ہوئے نوٹوں کا مل گیا۔ ۱۰ جون کی رات محمد امیر کو پتہ چلا۔ منسوخیت نوٹوں کا۔ ۱۰ جون کو امیر ملتان آیا۔ پانچ سو والا نوٹ کو جمع کرنے کے لیے نہ لیا اور صدر روپے والا نوٹ جمع کرنے کے لیے لے لیے اور پانچ سو والا نوٹ کو نہ لیا۔ کیونکہ دیہات میں محمد امیر کو خبر منسوخیت نہ ملی اور محمد امیر کے پاس کوئی ریڈیو وغیرہ نہ تھا۔ شرعاً اس مقدمہ کا کس طرح فیصلہ ہونا چاہیے۔

(۲) دوسرا یہ ہے کہ عازم حج مکۃ المکرمۃ کی درخواست پر قرعہ نہیں نکلتا اور ہر سال اس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا چلا آتا ہے۔ آیا کچھ اجر ملتا ہے یا نہیں اور عازم حج کی اگر موت آجائے اس کا حج ہوا یا نہ ہوا۔

ضلع ملتان تحصیل کبیر والا ڈاک خانہ حاجی پور موضع گورائی بلوچ کوہ سیالون والا جناب محمد امیر صاحب

﴿ج﴾

(۱) محمد امیر کو چونکہ نوٹوں کی منسوخی کا علم نہ تھا اس لیے غلام فرید کی رقم کے ضائع ہونے میں محمد امیر کا کوئی دخل نہیں اور نہ محمد امیر پر کوئی ضمان آتا ہے۔

(۲) باقی حج کا قرعہ نہ نکلنے کی وجہ سے فریضہ حج کی ادائیگی میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس کی وجہ سے وہ گناہگار نہیں ہوگا لیکن جب تک حج ادا نہ کیا ہو حج ساقط نہیں ہوتا۔ مرتے وقت ادائیگی حج کی وصیت کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد سے اگر بطور امانت رکھی گئی گھڑی چوری ہوگئی تو کوئی ضمان نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے نذر مانی کہ اگر اسے ریلوے کی ملازمت سے ریٹائرمنٹ کا پیسہ مل جائے تو وہ امام مسجد کو ایک گھڑی خرید کر دے گا۔ اسے پیسہ مل گیا تو اس نے مبلغ پچاس روپے پیش امام کے حوالے کر دیا۔ امام مسجد نے مذکورہ رقم ایک حاجی کے حوالے کر دی کہ وہ مدینے سے ایک جیب گھڑی خرید کر لائے۔ حاجی صاحب نے پچاس روپے کے عوض ایک جیب گھڑی خرید کر لا دی۔ عرصہ دو سال گزر جانے کے بعد ایک رات امام مسجد صاحب کا بستر چوری ہو گیا۔ تیسرے دن گھڑی بھی چوری ہوگئی جس کی اطلاع امام صاحب نے منتظم کمیٹی کو کر دی۔ اب عرصہ دس سال گزر جانے کے بعد وہ شخص جس نے نذر مانی تھی امام صاحب سے اختلاف کی بنا پر اس چیز کا مطالبہ کر رہا ہے کہ مذکورہ رقم واپس کی جائے ورنہ امام صاحب کی تنخواہ سے وضع کی جائے۔ اب آپ سے اس مسئلہ کے متعلق جواز

دریافت کرنا ہے کہ آیا مذکورہ بالا شخص اپنی رقم واپس لینے کا مجاز ہے۔ کیا مذکورہ رقم پیش امام کو اپنی جیب سے ادا کرنا ہوگی۔ جبکہ گھڑی مسجد سے ہی رات کے وقت سوتے میں ان کی جیب سے نکالی گئی۔

سید سکندر شاہ محلہ بہار منڈی مکان نمبر ۹۹۷ ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

جب پیش امام مذکور سے گھڑی چوری ہوگئی اور گھڑی پیش امام کے پاس امانت تھی۔ امانت کے چوری ہو جانے پر ضمان لازم نہیں آتا اس لیے پیش امام سے مطالبہ جائز نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

جس شخص کو رقم دینی تھی اگر بسیار کوشش کے باوجود نہ ملے تو رقم کا مصرف کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کسی شخص کے پیسے دینے تھے وہ شخص کراچی میں رہتا ہے اور زید ملتان میں رہتا ہے۔ زید نے بے حد کوشش کی ہے کہ اس شخص کا کہیں سے پتہ مل جائے اور رقم اس کو پہنچا دی جائے مگر اس کا کوئی پتہ نہیں مل سکا۔ اب زید اس شخص والی رقم کس کو دے یا کس مصرف میں خرچ کرے۔ براہ کرم شرعی فتویٰ سے مطلع فرمادیں۔ بینوا توجروا

سپاہی برکت علی فیڈ ایجوشن ۶۳ میڈیکل بٹالین

﴿ج﴾

مزید انتظار کر لیں اور دریافت کریں تا کہ اس شخص کا پتہ مل جائے اور حق والے کو اپنا حق پہنچ جائے اور اگر پتہ چل جائے کہ وہ مر گیا ہے تو ایسی صورت میں آپ یہ رقم اس کے وارثوں کے حوالہ کر دیں۔ اگر اس کے وارثوں کا پتہ نہیں چلتا ہے تو آپ اس کی طرف سے یہ قرضہ کی رقم فقراء و مساکین پر صدقہ کر دیں اور انہیں کو اس کی طرف سے دے دیں لیکن ایسی صورت میں اگر صدقہ دینے کے بعد اس کا پتہ چل گیا تو اس کی مرضی ہوگی کہ آپ سے رقم کا مطالبہ کرے یا وہ آپ کے اس صدقہ کرنے پر رضامند ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ

دو شریکوں کی مشترک رقم ایک شریک سے گم ہوگئی اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید و عمرو دونوں اکٹھی تجارت کرتے ہیں۔ کسی جگہ پر انہوں نے مال فروخت کیا تو عمرو نے رقم زید کے حوالہ کر دی اور گھر چلا گیا۔ زید ایک رات راستہ میں رہ گیا اور دوسرے دن زید شام کو گھر واپس آیا اور تیسرے دن کی صبح کو عمرو کے پاس گیا اور کہا کہ رقم مجھ سے گم ہوگئی ہے۔ اب عمرو کہتا ہے کہ میں گم ہونے کا ذمہ دار نہیں ہوں میرے حصے کی رقم بمعہ منافع مجھے دے دو اور زید کہتا ہے اگر شریعت میں مجھے دینے پڑیں گے تو دوں گا ورنہ نہیں۔ تو کیا شرعاً عمرو زید سے رقم لینے کا حقدار ہے۔

عبدالملک کوٹ سلطان تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

زید نے اگر رقم کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کی اور کما حقہ اس کی حفاظت کی ہے لیکن اس کے باوجود زید سے رقم گم ہو گئی ہے تو زید پر ضمان واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

ایک شخص مدرسہ کے روپے لے کر مدرسہ کے لیے جانور خریدنے گیا لیکن رقم گم ہوگئی اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی مدرسہ کی رقم لے کر لاہور سے مدرسہ کا مال خریدنے کے لیے گیا اور اُس رقم کو نہایت حفاظت سے رکھا۔ اس کے باوجود ایک سو روپیہ گم ہوگیا کیا اس کا ضمان واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مولانا محمد قاسم صاحب نائب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم ملتان۔

﴿ج﴾

اگر شخص مذکور سے رقم کی حفاظت میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تو ضمان نہیں آئے گا۔

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

اگر کوئی شخص امانت کی رقم لے کر جا رہا تھا اور تساہل کی وجہ سے رقم کھو گئی ہے تو ضمان لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ نے ایک دوست سے (جو ہمیشہ مدرسہ اور طلباء کی خدمت کرتا ہے) کہا تھا جس نے دو طالب علموں کی امداد کے لیے وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ جمعہ کے دن اُس نے مدرسہ سے طالبعلموں کو دعوت پر بلایا۔ ہم نے دس طالب علم بھیج دیے۔ اُس شخص نے ایک طالب علم عبدالرزاق کمرہ نمبر ۱۵ مدرسہ قاسم العلوم کو جس کو بندہ نے دعوت پر بھیجا تھا۔ ایک سو روپیہ برائے دو طالب علم جن کے لیے اس کو کہا گیا تھا اُس نے دے دیا اور عبدالرزاق کو کہا کہ یہ حافظ محمد رفیع صاحب کو جا کر دے دینا۔ اُن سے کہہ دینا کہ یہ رقم اُن دو طالبعلموں کی ہے جن کی امداد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ عبدالرزاق وہاں سے رقم لایا مگر مجھے نہیں پہنچائی۔ بعد میں پتہ چلا کہ اُس شخص نے مذکورہ طالب علم کو رقم دی ہے مگر اُس نے نہیں پہنچائی۔ چنانچہ اُس سے دریافت کیا گیا تو وہ کہتا ہے مجھ سے رقم گم ہو گئی ہے۔ مہربانی فرما کر شرعی فیصلہ کے مطابق رقم دلوائی جائے۔ بینوا تو جروا

حافظ محمد رفیع صاحب مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

یہ رقم جس طالب علم سے ضائع ہو گئی ہے اس کے ذمہ ہے وہ اپنی طرف سے ادا کرے کیونکہ یہ رقم اس کے پاس امانت تھی اور امانت کی حفاظت میں اگر کمی کی جائے تو ضمان دینا پڑتا ہے۔ لہٰذا اس طالب علم پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے اس قدر رقم دے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۸ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ

اگر گم شدہ رقم کے مالک نے ایک دفعہ لینے اور اپنا حق ثابت کرنے سے انکار کیا ہو تو صدقہ کرنے کے بعد دوبارہ وہ دعویٰ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو کچھ رقم گری ہوئی ملی اور اس نے مختلف لوگوں سے پوچھا حتیٰ کہ رقم کے مالک سے بھی پوچھا رقم مجھے ملی ہے تمہاری ہے تو تعداد بتا کر لے لو لیکن کسی نے نہیں کہا کہ رقم

میری ہے۔ پھر اس نے مسجد میں اعلان کیا کہ کچھ رقم مجھے گری ہوئی ملی ہے اگر کسی کی ہو تو تعداد بتا کر لے سکتا ہے لیکن کسی نے نہیں کہا کہ میری ہے۔ جب اس کو یقین ہو گیا کہ اس کا کوئی مالک نہیں مل سکتا تو پھر اس نے تقریباً ایک ماہ کے بعد وہ رقم صدقہ کر دی جب وہ صدقہ کر چکا تو تقریباً پندرہ دن بعد اس رقم کا وہ مالک جو پہلے انکار کر چکا تھا کہ یہ رقم میری نہیں ہے وہ آیا اور کہنے لگا کہ یہ رقم تو میری تھی۔ اب اس کے متعلق شرعی مسئلہ کیا ہے کہ وہ رقم اب اس اٹھانے والے کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں۔

مستفتی حسین شاہ جانباز

﴿ج﴾

اگر اُٹھانے والے نے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے یا خود بوجہ فقیر ہونے کے کھالیا ہے اور اس کے بعد مالک مل گیا اور نشانی وغیرہ ٹھیک دے کر ثابت کر دیا کہ میں مالک ہوں۔ اب اس کو چاہیے کہ وہ بھی تصدق کرے اور اس اُٹھانے والے کے تصدق کو صحیح تسلیم کرے اور اگر راضی نہ ہو تو اُٹھانے والا ذمہ دار ہے کہ وہ مالک کو ادا کر دے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مدرسہ کی امانت کی رقم کسی استاد سے گم ہو جائے تو کیا ضمان لازم ہو گا

﴿س﴾

محترم جناب حضرت مفتی صاحب گزارش ہے کہ ایک دینی مدرسہ میں قرآن پاک کا مدرس ہوں اور اس کی حیثیت سے کام کرتا ہوں مگر ناظم مدرسہ کی عدم موجودگی میں مدرسہ کا انتظام بھی سنبھالتا ہوں۔ ناظم صاحب اکثر سفر پر رہتے ہیں اور جب بھی باہر جانے کا پروگرام ہو تو مدرسہ کے لیے برائے خرچہ مجھے کچھ رقم دے جاتے ہیں۔ وہ رقم طلباء اور مدرسہ کی ضروریات پر بوقت ضرورت خرچ کرتا رہتا ہوں۔ ایک دفعہ ناظم صاحب نے مجھے ایک صد روپیہ دیے اور وہ تمام رقم میں نے جیب میں ڈال لی۔ جس میں سے صرف ۱۵ یا ۲۰ روپے کام آئے باقی ۸۰ روپے مجھ سے گم ہو گئے۔ غالب گمان یہ ہے کہ وہ کسی نے جیب سے نکال لیے ہیں۔ جب ناظم صاحب سفر سے واپس آئے تو یہ واقعہ ان کو سنایا اور گم شدہ رقم اپنی جیب سے ادا کر دی اگرچہ میری حیثیت نہیں تھی۔ صرف اس خیال سے کہ جب مزید تسلی ہو جائے گی پھر شرعی حیثیت جو ہوگی کر لیں گے۔ مدرسہ میں میرا ذاتی کھاتہ الگ ہے اور جو رقم میرے پاس خرچہ کے لیے ہوتی ہے وہ بطور امانت ہوتی ہے۔ اب اس گمشدہ رقم کے لیے کیا حکم ہے وہ مدرسہ کی گم ہوئی یا میری۔ جواب دے کر شفقت فرما دیں۔

ابو حذیفہ حافظ محمد ادریس پانی پتی مدرس مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی ضلع سرگودھا

﴿ج﴾

بقیہ اسی (۸۰) روپے جو آپ کے پاس بطور امانت رہ گئے تھے اگر یہ بعینہ وہی نوٹ ہیں جو ناظم مدرسہ نے آپ کو بطور امانت دیے تھے اور آپ نے اس کی حفاظت میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہ کی ہو تو ایسی صورت میں اگر یہ گم ہو گئے ہیں تو آپ پر ضمان لازم نہیں آتا۔ آپ نے جو ادا کر دیے ہیں وہ تبرع ہیں لیکن اگر رقم میں آپ نے کسی قسم کا تصرف کر لیا ہو یا حفاظت میں کوتاہی کی ہو پھر ضمان لازم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

اگر گھریلو ملازم سے سونا گم ہو جائے تو اس کو زکوۃ کی ادائیگی میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد بخش محمد نواز خان کا ملازم ہے۔ محمد نواز خان کے گھر سے بی بی صاحبہ نے کچھ سونا دیا اور یہ کہا کہ اس سونے کے زیور سنار سے بنوا دیں۔ محمد بخش سونا لے کر خان صاحب کے گدام پر آ کر لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ سونا گود میں تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد محمد نواز خان صاحب نے گدام کے باہر کار پر بگل بجائی محمد بخش بگل کی آواز سن کر فوراً جلدی اُٹھا گدام کا دروازہ کھول دیا۔ سونا وہاں بھول گیا جہاں لوگوں کے ساتھ باتیں کرتا بیٹھا تھا۔ کام کرتا رہا۔ ۲ گھنٹے کے بعد اس کو سونا یاد آیا۔ پھر وہ جن لوگوں کے ساتھ باتیں کرتا رہا ان سے پوچھا کہ تم نے سونا دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سونا نہیں دیکھا۔ آخر کار سونے کا پتہ کسی سے نہ چلا۔ اب خان صاحب اور بی بی صاحبہ کہتی ہیں کہ محمد بخش تم سونے کے جتنے پیسے بنتے ہیں ہمیں دے دو۔ کیا محمد بخش کو یہ پیسے زکوۃ فنڈ سے خان صاحب اور بی بی صاحبہ دے سکتی ہے یا نہیں۔ اس کا یہی روپیہ ادا ہو جائے گا۔

السائل محمد بخش

﴿ج﴾

واضح رہے کہ محمد بخش کے پاس یہ سونا شرعاً بطور امانت کے تھا اور مال امانت اگر اس شخص کے پاس گم ہو جائے جس میں اس کی کوئی خیانت نہ ہو اور نہ اس کا کوئی قصور ہو تو اس کے ذمہ اس کا ضمان واجب نہیں ہوتا اور اگر اس نے قصداً اس میں کوئی خیانت کی یا قصداً اس کی حفاظت میں کوتاہی کی تو اس پر اس کا ضمان واجب ہوتا ہے **کما قال فی الهداية ص ۲۷۱ ج ۳ الوديعة امانة فی يد المودع اذا هلكت لم يضمنها لقوله عليه السلام ليس علی**

المستعر غیر المغل ضمان ولا علی المستودع غیر المغل ضمان الخ یعنی جس شخص کے پاس کوئی چیز امانت ہو اور اس نے اس میں خیانت نہ کی ہو تو اس پر ضمان نہیں آیا ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر محمد بخش مذکور کا بیان درست ہو تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوتا۔ کیونکہ جلدی میں وہ سونا اس کی گود سے گر گیا اور اس کو خیال نہ رہا۔ لہٰذا یہ اس کی خیانت شمار نہ ہوگی۔

باقی وہ سونا چونکہ اندریں حالات محمد بخش کے ذمہ واجب الادا نہیں ہے اس لیے اس کو زکوۃ میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ رجب ۱۳۸۶ھ

کیا امانت کی رقم میں تغیر وتبدل جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کسی کے پاس کچھ روپے امانت رکھ دیے ہیں تو امین بلا اجازت روپیہ رکھنے والے کے اس روپیہ کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے یا امین کو وہی روپیہ واپس دینے پڑیں گے اگر اس روپے میں تغیر وتبدل کرے گا اور ودیعت رکھنے والے کے مطالبہ پر اسی ملک کا روپیہ ادا کرے کیا اس تبدیلی پر اس کو کوئی گناہ لازم ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

حبیب احمد کہروڑپکا

﴿ج﴾

امین بلا اجازت مالک کے امانت میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ امین کو بعینہ وہی مال واپس کرنا ہوگا جو اس کے پاس رکھا گیا ہے۔ اگر اس مال میں وہ کوتاہی کیے بغیر ضائع کرے گا تو اس سے بری الذمہ ہوگا لیکن معمولی تغیر وتبدل کرنے پر وہ ہر حال میں ضامن ہوگا۔ نیز خیانت کا گنہگار بھی ہوگا۔ البتہ اس سے اجازت حاصل کرنے پر گناہ نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ محرم ۱۳۹۹ھ

اگر پانچ سال پرانا سونا، چاندی مرتہن سے گم ہو جائے تو کون سی قیمت لازم ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی زید نے سن عیسوی ۶۸ میں بکر سے دو صد روپیہ بطور قرض لیا اور دس

ماشہ سونا اور ۵۸ تولہ چاندی بطور رہن اس کے پاس رکھ دیا۔ زید نے ۷۳ء تک روپے ادا نہ کیے اور نہ رہن چھڑایا۔ ۷۳ء کے دوران وہ سونا اور چاندی گم ہو گیا۔ اس کے بعد زید مطالبہ کرتا رہا۔ مگر ٹال مٹول کرتا رہا۔ اب بکر کہتا ہے کہ میں ۶۸ء کے بھاؤ کے مطابق سونے چاندی کے پیسے ادا کرتا ہوں زید کا مطالبہ ہے کہ اس وقت جو بھاؤ ہے اس کے مطابق مجھے پیسے دے۔ اب شرعاً کیا فیصلہ ہے کس وقت کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

(۲) ہمارے علاقہ میں رواج ہے کہ آٹا چینی گندم بطور اُدھار ہمسایہ سے لیتے ہیں۔ ہفتہ عشرہ کے بعد پھر ادا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ قرض نسیہ کی وجہ سے ربوا کے حکم میں تو نہ ہوگا۔ جواب سے مطلع فرمادیں۔

محمد ولی اللہ صاحب خطیب جامع مسجد اللہ والی نزد بلاک شاہ جھنگ صدر

﴿ج﴾

(۱) بکر نے اگر مرہونہ چیز کی ہر قسم کی حفاظت کی ہے لیکن اس کے باوجود مرہونہ سونا اور چاندی غائب ہوا تو بکر پر ضمان نہیں۔

(۲) بطور قرض کے لے لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شوال ۱۳۹۷ھ

گورنمنٹ کی مقبوضہ زمین اگر کسی کے پاس امانت کر دی جائے تو امانت کے احکام لاگو ہوں گے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو اور بکر نے مل کر قطعہ زمین پر قبضہ کیا۔ پھر تینوں نے بکر کے نام الاٹ کروا کر اس پر دکان اور مکان تعمیر کیا۔ کچھ عرصہ مل کر تجارت کرتے رہے پھر بکر وہاں سے چلا گیا اور عمرو کی رضامندی سے دکان اور مکان کا مالک زید کو بنا گیا اگرچہ یہ قطعہ زمین گورنمنٹ کے کاغذوں میں اسی کے نام الاٹ تھا۔ زید کچھ عرصہ تک اس مکان کا مکین رہا۔ پھر کسی وجہ سے وہ سابق ریاست بہاولپور میں بمعہ اہل وعیال چلا گیا اور یہ دکان ایک اور شخص کو بطور امانت سپرد کر گیا۔ یہ کہہ کر کہ میں تین ماہ کے بعد واپس لے لوں گا۔ مگر وہ تین ماہ تک واپس نہ آسکا اور مودع کو حکم دیا کہ اس مکان میں کوئی آدمی سلا دیں تاکہ بند رہنے کی وجہ سے خراب نہ ہو جائے۔ مودع نے جس لیے آدمی کو اس مکان میں رکھا وہ عند الضرورت مکان خالی کرنے پر انکاری ہو گیا۔ پھر گاؤں کے لوگوں نے

سوال کھڑا کر دیا کہ اس مکان پر مودع کا قبضہ غاصبانہ ہے جس کے نام یہ الاٹ ہے وہ یہاں نہیں ہے۔ مودع کو مقدمہ لڑنا پڑا بہت کوشش اور خرچ کثیر کے بعد اس نے الاٹی بکر کے ساتھ شراکت نامہ کرالیا۔ اب زید کہتا ہے اس رقبہ پر قبضہ کا میں حقدار ہوں۔ مودع کہتا ہے کہ تم مکان اور دکان کے ملبہ کی قیمت کے حقدار ہو۔ قبضہ تو ختم ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی کوشش سے حاصل کیا اور رقبہ کی مالکانہ حیثیت حاصل کرنے کا میں زیادہ حق رکھتا ہوں۔ واضح رہے کہ اس رقبہ کی مالک گورنمنٹ ہے جس کا قبضہ تسلیم ہوگا۔ بعد ادائے قیمت اس کی ملکیت قرار پائے گا۔ عندالشرع اس نزاع کے تصفیہ کی کیا صورت ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

چونکہ رقبہ حکومت کی ملکیت ہے اور تا ہنوز حکومت نے اسے کسی کی ملکیت قرار نہیں دیا۔ البتہ حکومت اپنے اصول کے مطابق قبضہ والے کو قیمت لینے کے بعد مستقل مالک بھی قرار دے دیتی ہے۔ اب مستقل مالک بننے کا مسئلہ تو حکومت کے فیصلہ سے متعلق ہے کہ وہ رقبہ کسے دے لیکن موجودہ صورت حال میں چونکہ مکان اور دکان عمرو و بکر کی مرضی سے زید کی ملکیت قرار دیے جا چکے ہیں۔ مکان اور دکان کا مالک جب زید ہے تو ان کا استعمال اس کی مرضی کے بغیر کسی طرح بھی جائز نہ ہوگا۔ مودع زید کی اجازت سے جب تک اسے استعمال کرتا رہا اس وقت تک تو اس کے لیے استعمال کی اجازت تھی لیکن اس کے مطالبہ کے بعد اس مکان یا دکان کا استعمال غصب ہی ہوگا اور اس وعدہ کی خلاف ورزی بھی ہوگی جو ان سے ہوا تھا کہ ہم پھر تمہارے آنے پر مکان و دکان خالی کر دیں گے۔ البتہ چونکہ ان کی اجازت سے پڑوسیوں کو بٹھایا تھا لہٰذا ان سے انخلاء پر جو مودع کا نقصان ہوا ہے۔ وہ زید کو ادا کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

امانت رقم اگر امین کے قصد کے بغیر ضائع ہو جائے تو ضمان واجب نہیں ہے

﴿س﴾

براہ کرم اس مسئلہ کے جواب کے متعلق تکلیف فرما دیں۔ ایک عورت ہے اس نے اپنے لڑکے کو پچاس روپے کا سونا دیا اور اپنے لڑکے کے ساتھ رشتہ دار کو بھی روانہ کیا۔ جہاں فروخت کرنا تھا وہ رشتہ دار واقف تھا۔ تو وہ وہاں سے چل پڑے۔ چلتے چلتے شہر کو پہنچ گئے وہاں سونے کو فروخت کیا۔ جس کی رقم پچاس روپے ہوئی۔ رات ہو گئی وہاں سو گئے۔ سونے کی رقم مثلاً پچاس روپے لڑکے نے رشتہ دار کو دے دیے۔ سوتے وقت پیسے رشتہ دار کے پاس موجود تھے۔ جب سو

کرا اٹھے تو صبح کو رقم سنبھالی رقم ہاتھ نہ آئی۔ وہ رقم جیب میں تھی کسی نے نکال لی تھی۔ آدمی بھی دونوں غریب ہیں۔ آپ یہ فرمائیں کہ شریعت اس عورت کو رقم واپس کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں چونکہ یہ زیور یا اس کی قیمت امانت تھی۔ اس رشتہ دار کے پاس اور امانت اگر امین کے قصد کے بغیر اس سے ضائع ہو تو امین پر شرعاً اس کا ضمان واجب نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عورت اس آدمی سے رقم واپس نہیں لے سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ جمادی الثانی ۱۳۸۱ھ

عورت نے اگر اپنا زیور سسرال والوں کے پاس امانت رکھا ہو تو بغیر عورت کی اجازت کے فروخت کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

مکرمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم! گزارش ہے کہ ایک لڑکی اپنے شوہر سے ناچاکی کی وجہ سے گزشتہ چھ ماہ سے اپنے والدین کے گھر بیٹھی ہوئی تھی اس نے اپنے حق مہر کا زیور جس کی مالیت تقریباً دو ہزار روپے (پندرہ تولے سونا) تھی۔ اپنے سسرال کے ہاں رکھا ہوا تھا اس دوران میں شوہر کی وفات ہوگئی۔ لڑکی نے اپنے سسرال والوں سے زیور طلب کیا جس پر انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے زیور فروخت کر کے اس لڑکی کے شوہر کی بیماری میں لگا دیا ہے۔ جبکہ انہوں نے زیور فروخت کرنے کے لیے لڑکی سے اجازت نہیں لی تھی۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین لڑکی مہر کا زیور طلب کرنے کی حقدار ہے کہ نہیں۔ اگر حقدار ہے تو کتاب وسنت کی روشنی میں فتویٰ دیں۔

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یہ زیور جو حق مہر میں عورت کو دیا گیا ہے عورت کا حق اور ملکیت ہے جس نے اس امانت چیز کو فروخت کر دیا ہے اس کے ذمہ یہ قرض ہوگیا ہے۔ اس کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب اور ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم شوال ۱۳۹۰ھ

گائے اگر کسی کے پاس بطور امانت رکھی ہو تو امین پر واپس کرنا واجب ہے اور خیانت گناہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرصہ چار پانچ سال کا ہوا کہ میں نے ایک عدد گائے مسمی عمر ولد لعل قوم بلوچ گاڈی کے پاس بطور امانت رکھی۔ میں نے جب امانت رکھی تو اس وقت میں سفر پر جا رہا تھا۔ اس وقت گائے کے نیچے ایک وچھی اور دو وچھے ہو چکے ہیں۔ میں نے سفر سے واپسی پر اپنی گائے کی واپسی کا تقاضا کیا تو مسمی عمر نے لیت ولعل کرتے ہوئے گائے واپس کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا ہے۔ میں ایک غریب حافظ قرآن ہوں اور مندرجہ بالا واقعات کے مطابق علماء دین ومفتیان شرع متین سے فتویٰ کا طالب ہوں۔ کیا سائل کا مسمی عمر خان سے کچھ حق شرعی بنتا ہے اور اگر حق بنتا ہے تو کس قدر۔ امانت میں خیانت کرنے والے کے لیے شرع محمدی کا کیا حکم ہے۔

حافظ غلام جعفر قوم بلوچ گاڈی تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر واقعی غلام جعفر کی مسمی عمر کے پاس گائے ہے۔ گائے کے بچوں سمیت بطور امانت رکھ لی تھی تو عمر پر لازم ہے کہ وہ امانت واپس کر دے۔ امانت میں خیانت کرنا سخت گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

کیا بغیر تحریر کے زبانی وقف کرنے سے زمین مسجد کے لیے وقف ہو جائے گی، غیر مسلم کسی مسلمان کے پاس امانت رکھ کر بیرون ملک چلا گیا ہو اب رابطہ بھی ممکن نہ ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسائل کہ

(۱) ایک آدمی زبانی بھی اور عملاً بھی مسجد کو زمین وقف کرتا ہے۔ لوگ اس میں با جماعت نماز اور جمعہ بھی ادا کر رہے ہیں۔ صرف تحریر نہیں کیا گیا۔ تو کیا وقف کرنے والے آدمی کے ثواب میں محض تحریر نہ کرنے سے کمی واقع ہو جائے گی یا نہ۔

(۲) ایک ہندو کسی مسلمان کے پاس کچھ اشیاء امانت رکھ کر دوسرے ملک میں جا کر رہائش پذیر ہو جاتا ہے۔ اب نہ تو امانت رکھنے والا آدمی اس ملک میں آ سکتا ہے نہ ہی مسلمان ہندو کے ملک میں جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا ایسا

ذریعہ ہے جس سے غیر مسلم کے ہاں امانت پہنچائی جاسکتی ہو۔ شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ اس مال امانت کو کس مصرف میں لایا جاسکتا ہے۔ والسلام

محمد سلیم اللہ مدرس مدرسہ مدینۃ العلوم الاسلامیہ خان گڑھ بمعرفت حافظ اللہ بخش صاحب کلاتھ مرچنٹ چوک بازار خان گڑھ

﴿ج﴾

(۱) وقف کرنے کے لیے تحریر کرنا کوئی شرط نہیں ہے۔ زبانی وقف کر دے اور ساری شرائط دیگر پائے جائیں تو وقف صحیح ہو جائے گا اور اس کو انشاء اللہ وقف کا مکمل ثواب مطابق خلوص نیت کے ملتا رہے گا۔ ویسے آئندہ کے لیے اگر اس واقف کے وارث یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس موقوف زمین پر دعویٰ ہونے کا اندیشہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ باقاعدہ وقف نامہ قانونی بھی تحریر کر دے۔ کما قال فی العالمگیریة ص ۳۶۳ ج ۲ اذا قال ارضی هذه صدقة محررة مؤبدة حال حیاتی وبعد وفاتی او قال ارضی هذه صدقة موقوفة محبوسة مؤبدة حال حیاتی وبعد وفاتی او قال ارضی هذه صدقة محبوسة موبدة او قال حبیسة مؤبدة حال حیاتی وبعد وفاتی بصیر وقفا جائزا لازماً علی الفقراء عند الکل کذا فی المحیط. وقال فی الکنز من بنی مسجدا لم یزل ملکه عنده حتی یفرزه عن ملکه بطریقه ویأذن للناس بالصلاۃ فیه فاذ اصلی واحد زال ملکه.

(۲) پہلے تو اس ہندو شخص تک اور اس فوتیدگی کی صورت میں اس کی وارثوں تک اس مال امانت کے پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ اگر اس میں ہر طرح سے ناکامی ہو جائے اور کوئی صورت اس کی باوجود سعی بلیغ کے نہ پڑے تو ایسی صورت میں یہ مال امانت بیت المال (سرکاری خزانہ) میں داخل کر دے جس کو حکومت مسلمانوں کے رفاہ عامہ کے کاموں پر خرچ کرے اور اگر حکومت کی طرف سے اس کا اس قسم کا کوئی انتظام موجود نہ ہو تو کسی صورت میں یہ شخص اگر خود کسی رفاہی کام میں اس کو خرچ کر دے تو بھی انشاء اللہ تعالیٰ بری ہو جائے گا۔ کما قال فی العالمگیریة ص ۲۳۵ ج ۲ فان رجع الحربی المستامن الی دارالحرب وترک ودیعة عند مسلم او ذمی او دینا علیهما حل دمه بالعود الی دارالحرب وما کان فی ایدی المسلمین او الذمیین من ماله فهو باق علی ما کان علیه حرام التناول فان اسر او ظهر علیهم فقتل سقط دینه وصارت ودیعة فیأ وفی العالمگیریة ایضاً ص ۲۹۰ ج ۲ (کتاب اللقطه) کل لقطة یعلم انها کانت لذمی لا ینبغی ان یتصدق ولکن یصرف الی بیت المال لنوائب المسلمین کذا فی السراجیة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ محرم ۱۳۸۸ھ

امانت رقم کا جیب سے چوری ہو جانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو کسی نے امانۃً کچھ رقم دی اور کہا کہ یہ رقم فلاں شخص تک پہنچا دینا۔ اس شخص کی جیب سے کسی نے رقم نکال لی تو کیا اس رقم کا ضمان ہے کہ نہیں۔

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ اگر اس شخص نے اس امانت (رقم) کو جوں کا توں جیب میں رکھا ہو اور اپنے مال سے خلط نہ کیا ہو اور اپنی طرف سے حفاظت کا خیال بھی رکھا ہو اور باوجود نگہداشت کے کسی نے رقم نکال لی تو امین ضامن نہ ہوگا **کما فی الهدايه** ص ۲۷۱ ج ۳ **الوديعة امانة فى يد المودع اذا هلكت لم يضمنها لقوله عليه السلام ليس على المستعير غير المغل ضمان ولا على المستودع غير المغل ضمان** الخ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الوقت مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۸۸ھ

ٹیوب ویل کے قیمتی پرزے اگر چوری ہو گئے اور کسی نے حفاظت کی ذمہ داری لی تھی تو اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اور عمرو ایک کھیت میں شریک ہیں اور ٹیوب ویل صرف زید کی ملکیت ہے اور زید نے عمرو کے سپرد کر دی کہ آپ اس کی نگہبانی کریں اور گواہان جو معتبر اور عمرو کے رشتہ دار ہیں ان کے سامنے کہا گیا کہ اگر کوئی نقصان ہوا تو عمرو ذمہ دار ہوگا۔ اب اس ٹیوب ویل سے تقریباً ۱۲ سو روپے کا نقصان ہوا ہے یعنی قیمتی پرزہ جات اس کی نگرانی میں چوری ہو گئے ہیں اور عمرو کہتا ہے کہ مجھے اس چوری کی کچھ خبر نہیں ہے حالانکہ نگرانی اس کے سپرد تھی۔ گواہوں سے اس نے خود کہا تھا کہ میں اس کی نگرانی کروں گا اور گواہوں نے بھی اقرار کیا ہے کہ زید نے ہمارے سامنے عمرو کے سپرد نگرانی کی تھی۔ اب شرع کی رو سے بتائیں کہ عمرو پر ذمہ داری ہوگی یعنی چوری کے نقصان کا ذمہ دار ہوگا یا نہ۔

﴿ج﴾

اگر عمرو نے نگہبانی کے جو معروف طریقے ہیں اسی طرح نگہبانی کی ہو اور اپنی طرف سے کوئی غفلت یا کوتاہی نہ کی ہو تو پھر عمرو چوری سے جو نقصان ہوا ہے اس کا ذمہ دار نہ ہوگا اور اگر عمرو نے حفاظت اور نگہبانی میں کسی قسم کی کوتاہی کی ہو جس کی وجہ سے وہ مال چوری ہو گیا ہو تو پھر عمرو اس نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ رجب ۱۳۸۸ھ

گورنمنٹ کی طرف سے مشترکہ راشن جو لوگوں کو دیا جاتا ہے متعلق افسر اس سے امام مسجد کو نہیں دے سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت کی طرف سے فوج میں جو راشن آتا ہے وہ نفری اور تعداد کے حساب سے آتا ہے۔ چند سو آدمیوں کے ذمہ دار افسر مولوی کو امداد دینا چاہتے ہیں۔ سینکڑوں آدمیوں میں مسلم غیر مسلم ہر فرقہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ ذمہ دار افسر تمام لوگوں سے پوچھ بھی لیتے ہیں کہ ہم مولوی کو مفت راشن کی امداد دینا چاہتے ہیں۔ لوگ طوعاً و کرہاً رضا بھی ظاہر کر دیتے ہیں اور پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سینکڑوں آدمیوں کے راشن سے اگر ایک آدمی کا راشن چلا جائے تو کیا حرج ہے جبکہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

(۱) کیا لوگوں کے راشن سے ذمہ دار افسر مولوی کو راشن کی امداد دے سکتے ہیں۔

(۲) کیا مولوی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس راشن کو لے کر استعمال کرے اور پھر مذہبی رہبری بھی کرے۔ بینوا توجروا

مولوی عبدالجبار مدرس مظہر العلوم مسجد

﴿ج﴾

حکومت کی طرف سے فوج کو جو راشن ملتا ہے اس کا استعمال صرف ان لوگوں کے لیے جائز ہے جن کے لیے حکومت کی طرف سے اجازت ہے۔ کسی ذمہ دار افسر کو از خود یا دیگر راشن سے متعلق افراد سے اجازت لے کر بھی کسی غیر متعلق شخص کو اس راشن سے کچھ دینا جائز نہیں۔ اس لیے حکومت کی طرف سے فوج کے لیے اس راشن کے استعمال کی اباحت ہوتی ہے۔ تملیک نہیں ہوتی کہ دوسرے لوگوں کو بھی وہ دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ صفر ۱۳۹۱ھ

مہتمم مدرسہ کے پاس مدرسہ کی جو رقم ہوتی ہے اس کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال امانت بالعموم اور مال مدارس بالخصوص جو کہ مالکان نے نیابۃً عن القوم ایک شخص کے سپرد کر کے اسے مال کا متولی اور مہتمم مقرر کر دیا ہوتا ہے اور ہر حال میں اس قسم کے تمام اموال امانت ہوتے ہیں۔ کیا یہ مال مہتمم پر مضمون ہوگا یا نہیں۔ علی الثانی کس صورت میں اور علی الاول صرف عمداً قصداً ہلاک کر دینے سے یا کہ مال کے مناسب حال ترک حفاظت موجب ضمان ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ جناب مفتی صاحب مسئلہ کو مبرہن اور مدلل بالبراھین المعتبرہ مفصل تحریر فرمائیں گے تاکہ حاضرین والغائبین الموجودین وغیر الموجودین پر حجت قاطعہ ہے۔

بشیر احمد بن مولانا غلام رسول صاحب رکن اعلیٰ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

متولی اوقاف امین ہوتا ہے۔ اگر وہ اشیاء موقوفہ کی دیکھ بھال طریقہ معروفہ سے کرتا ہے اور باوجود حفظ عرفی کے وہ ضائع ہو جاتا ہے تو اس پر ضمان لازم نہیں ہے۔ طریق حفظ میں عرف کا اعتبار کیا جانا شامی ص ۶۷۶ ج ۵ کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں۔ سوقی قام الی الصلوۃ وعندہ ودائع لم یضمن اذ جیرانہ یحفظونہ ولیس بایداع المودع ولکن ودع لم یضیع وذکر الشارح ما یدل علی الضمان فلیتامل عند الفتوی جامع الفصولین وفی البزازیۃ والحاصل ان العبرۃ للعرف اور اگر اس نے قصداً تلف کیا یا حفظ لائق بہ مطابق عرف نہ کیا۔ اگرچہ بلا قصد ہی کیوں تلف نہ ہو۔ بہرحال ضمان لازم آئے گا۔ متولی سے وقتاً فوقتاً محاسبہ کیا جائے اگر امین ہے تو بالاجمال کافی ہے اور اگر مہتمم ہے تو ہر ایک چیز کی تفصیل بھی اس سے دریافت کی جائے۔ جب کوئی چیز ضائع ہو اور متولی اس کے ضائع ہونے کا دعویٰ کر کے برات من الضمان کا طالب ہو تو اگر وہ معروف بالامانۃ ہو تو اس کی خیانت ظاہر نہیں اور اگر وہ معروف بالخیانۃ ہو تو اس پر لامحالہ ضمان لازم ہے اس کے قول کو مع الیمین بھی معتبر نہ سمجھا جائے گا۔ البتہ گواہ پیش کر کے ثابت کرے کہ اس کو فلاں مصرف صحیح میں صرف کیا ہے تو بری ہو جائے گا۔ لاتلزم المحاسبۃ فی کل عام ویکتفی القاضی منہ بالاجمال لو معروفاً بالامانۃ ولو متھما یجبرہ علی التعیین شیئاً فشیئا ولا یحبسہ بل یھددہ ولو اتھمہ یحلفہ وقال الشامی ھنا، نقل فی الحامدیۃ عن المفتی ابی السعود انہ افتی بانہ ان کان مفسداً مبذرا لا یقبل قولہ بصرف مال الوقف بیمینہ وفیھا القول فی الامانۃ قول

الامین مع یمینہ الا ان یدعی امراً یکذبہ الظاهر فحینئذ تزول الامانة وتظهر الخیانة فلا یصدق (الی ان قال) ومن اتصف بهذه الصفات المخالفة للشرع التی صاربها فاسقًا لایقبل قوله فیما صرفه الا ببینة الدر المختار مع شرحه رد المحتار کتاب الوقف ص ۴۴۸ ج ۴ الخ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یتیموں کے مال کے نگران کا یتیموں کے مال سے خرچہ لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فوت ہوگیا۔ وہ اپنے پانچ نابالغ بچے بچی چھوڑ گیا۔ ان یتیموں کا ایک پھوپھا ان کے پاس رہتا ہے۔ جس کی خوراک وغیرہ کا خرچ ان یتیموں کے سر ہے اور اس کی ایک بھینس بھی ہے جس کی خوراک اور دیکھ بھال کرنے والے نوکر کا خرچ بھی ان ہی یتیموں کے سر ہے۔ اس میں شرع کا کیا حکم ہے۔

خوشی محمد معرفت عبدالستار کلاتھ مرچنٹ میڈیکل سٹور لودھراں شہر

﴿ج﴾

یہ شخص اگر ان یتیموں کے مال کا منتظم و نگران ہے اور فقیر و محتاج ہے تو بلا اسراف و زیادتی قاعدہ کے موافق متوسط و مناسب خرچہ اپنی ضروریات کے لیے ان یتیموں کے مال میں سے لے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اس دوسری ضرورت میں اس پر لازم ہے کہ یتیم بچوں کے مال سے پوری طرح اجتناب کرے اور اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے انگارے نہ بھرے اور اس سے پہلے جو خرچ کر چکا ہے اس کا ضمان بھی دے اور بصورت عدم وسعت توبہ و استغفار کرے۔ واللہ اعلم

کتبہ محمد طاہر عفی عنہ استاذ القرآن والحدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ رمضان ۱۳۹۵ھ

دوران ملازمت سرکاری اشیاء کا ناجائز استعمال کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک عیالدار آدمی ہے اس نے بارہ تیرہ سال سرکاری ملازمت کی ہے۔ پاکستان میں آ کر ملازمت کے دوران اس سے یہ بے احتیاطی ہوگئی ہے کہ اُس نے سرکاری بجلی اور لکڑی جلانے کی اور چھوٹی موٹی چیزوں کو ناجائز طور پر حاصل کر کے استعمال میں لایا ہے۔ ان کی رقم سرکاری طور پر کوئی داخل نہیں کی۔ اب ان کے استعمال پر پچھتاتا ہے۔ اب کوئی اندازہ صحیح طور پر نہیں لگایا جا سکتا کہ اس طرح اس نے کتنا حکومت کا نقصان کیا

ہے۔ کیا اس صورت میں توبہ سے یہ گناہ معاف ہو جائے گا۔ اب ملازمت اس نے چھوڑ دی ہے۔ ایسی حاصل کی ہوئی چیز کو اگر پاس ہو اب صدقہ کر دینا چاہیے اگر ممکن ہو تو زید غریب اور عیالدار آدمی ہے اب اس کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

محمد یعقوب خان محلہ مہاراں علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیزیں ناجائز حاصل کی ہوئی آپ کے پاس موجود ہیں ان کو تو اسی محکمہ کے حوالے کر دیں اور جتنا نقصان دوسرا آپ نے سرکار کا کیا ہے اس کا تخمینی اندازہ لگا کر اس کی قیمت اسی محکمہ میں داخل کر دیں جس طرح بھی ممکن ہو سکے۔ نیز اسی کے ساتھ ساتھ توبہ اور استغفار بھی کریں۔ رب تعالیٰ سے اپنے اس کیے ہوئے کی معافی بھی مانگیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

چرائی کے لیے کسی کو بھیڑ بکرے دے تو گم ہونے کی صورت میں چرواہا ضامن ہوگا یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

محمد خان نے ایک عدد مادہ بھیڑ برائے چرائی خادم حسین بھانگی کے لڑکے احمد کے ریوڑ میں شامل کی تھی۔ چند دن بعد معلوم ہوا کہ ہماری بھیڑ گم ہو گئی۔ ہمیں ایک آدمی پر شبہ ہے۔ ہم اُس سے حلف لینے کے لیے تیار ہیں ضامن لے چکے ہیں کہ وہ صفائی دے۔ حالانکہ میری بھیڑ ان کے پاس امانت تھی۔ جو شرعی فیصلہ ہو تحریر فرما دیں۔

بیان خادم حسین قوم بھانگی: محمد خان بلوچ نے اپنی بھیڑ ہمارے ریوڑ میں شامل کی تھی۔ چرائی کے لیے ہمارا ریوڑ ایک دوسرے ریوڑ میں شامل ہو گیا۔ اس اثناء میں وہ بھیڑ گم ہو گئی۔ ہم نے دوسرے ریوڑ والے سے مطالبہ کیا تو وہ اپنی صفائی دیتا رہا۔ جب ضامن لے کر صفائی لے لی تو ہم نے محمد خان بلوچ کو اطلاع دی آ کر تلاش کرو۔ وہ جواب دیتا تھا کہ ہماری بھیڑ ہمیں تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو تم سے لیں گے۔ جب مذکورہ مشتبہ آدمی بری ہو گیا تو اب خدا کو معلوم کہ بھیڑ مذکور کہاں گئی۔ محمد خان ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم کو بھیڑ دے دو یا اپنی صفائی دے کر حلف دے دو کہ

ہماری بھیڑ تم نے کھالی ہے۔

دریافت امر یہ ہے کہ اب محمد خان خادم سے بھیڑ وصول کر سکتا ہے جو کہ امانت تھی۔ کیا خادم حسین کو دوسری بھیڑ دینی ہوگی یا صرف حلف دے کر بری ہو جائے گا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس شخص کے ریوڑ میں بھیڑ کو چرائی کے لیے شامل کیا گیا تھا اس شخص کو یہ صفائی دینا لازم ہے کہ یہ بھیڑ گم ہونے میں میرا کوئی دخل نہیں اور نہ اس کے دیکھ بھال میں کوئی کمی کی ہے۔ اگر اس نے صفائی دی تو یہ بری ہو جائے گا۔ اگر صفائی نہیں دیتا تو بھیڑ کی قیمت کا مالک کے لیے ضامن ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ رجب ۱۳۸۸ھ

کوئی امین کسی دھات کو زرگر کے پاس پرکھوانے کی غرض سے لے گیا اور زرگر سے کچھ حصہ ضائع ہو گیا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے کیمیائی ترکیب سے سونا بنانا چاہا تو ایک ایسی شے تیار ہوگئی جس کے متعلق زید کا اپنا یہ خیال تھا کہ تمام گیارہ اوصاف سونا کے اس شے تیار کردہ میں موجود ہو گئے ہیں۔ البتہ ظاہری رنگ شے موصوفہ کا سفید تھا۔ تو زید نے یہ شے موصوفہ بکر کو اس لیے دے دی کہ فلاں جگہ کے زرگروں سے ان کے معیار کے مطابق گلا پگھلوا کر یہ پرکھوا لاؤ اور یہ شے موصوفہ پھر واپس لے آنا اور یہ وعدہ بھی بکر سے کیا گیا تھا کہ بیع شے موصوفہ کی بغیر رضامندی زید نہیں کی جائے گی۔ ہاں زرگروں سے اس شے موصوفہ کا نرخ ضرور معلوم کرنا ہے۔ تو بکر نے شے موصوفہ کو فلاں جگہ کے زرگروں کو نرخ معلوم کرانے اور اس کو گلا پگھلا کر ان کے معیار کے مطابق پرکھوانے کے لیے سپرد کر دی۔ تو زرگروں نے اپنے معیار کے مطابق گلا پگھلا کر پرکھ کر دیکھ کر بکر کو صاف کہہ دیا کہ اس شے موصوفہ میں سونا تو قطعی نہیں ہے۔ اس لیے ہم اس کو کسی نرخ پر نہیں خریدتے لیکن ان زرگروں نے اپنی لاپرواہی سے کچھ حصہ اس شے موصوفہ کا تقریباً ۱۰ ماشہ ضائع کیا اور ختم کر دیا تو بکر نے ضائع کردہ حصہ جب زرگروں سے طلب کیا تو انہوں نے ضائع کردہ حصہ شے موصوف کی قیمت یا اصل دینے سے انکار کر دیا بلکہ اپنی اجرت تشخیص طلب کرنے لگے۔ اب حل طلب یہ امر ہے کہ زید بکر سے شے موصوفہ کے ضائع کردہ حصہ یا اصل قیمت مانگتا ہے۔ سو عند الشرع فرمایا جائے اس شے کی قیمت زید کو دی جائے تو دینے والا کس اندازہ سے اور کتنی قیمت ادا کرے۔

سائل بشیر چشتیاں

﴿ج﴾

اس کی قیمت تجربہ کار لوگوں سے جو دھاتوں کو خوب پہچانتے ہیں معلوم کر لی جائے اور وہ قیمت جو اس کی وہ لگا دیں بقدر ضائع شدہ دھات کے زرگروں کے ذمہ لازم ہے۔ وہ اگر عموماً پگھلانے اور پرکھنے کا کام اجرت لے کر کرتے ہوں تو ان کو اجر مثل دیا جائے باقی بکر کے ذمہ کوئی چیز لازم نہیں۔ وہ فقط امین ہے اور مالک کے امر کے مطابق کام کرنے سے کوئی ضمان لازم نہیں آتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

دوران سفر ملی ہوئی رقم کو ٹھکانے لگانے کے لیے اخبار میں اشتہار دیا جائے

﴿س﴾

ہمارے ایک دوست گاڑی میں سفر کر رہے تھے ان کو کچھ رقم ڈبہ میں پڑی ہوئی ملی۔ انہوں نے اس بات کا انتظار کیا کہ ڈبہ میں کوئی مطالبہ کرے گا لیکن جب تک وہ سفر کرتے رہے کسی نے نہیں مانگے۔ انہوں نے ایک مولوی صاحب سے پوچھا کہ ہم اس کا کیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ اخبار میں شائع کرا دیں تو کوئی لینے والا نہ آئے تو مجھے دے دیں میں ذاتی ٹیپ ریکارڈر خریدوں گا جس میں تقریریں ٹیپ ہوں گی۔ ہمارے دوست نے کہا کہ اگر میں اخبارات میں دیتا ہوں تو بہت سے لوگ یا کوئی شریر آدمی کہے گا کہ میری اتنی رقم تھی۔ اُلٹا میں پھنس جاؤں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس رقم کا کیا جائے۔ اگر اس کے مالک کا سراغ نہ ملے (ظاہر ہے کہ سراغ ملنا مشکل ہے) تو ان کو خیرات کیا جائے یا حضرت مولانا کو ٹیپ ریکارڈر لے کر دے دیا جائے۔ واضح جواب تحریر فرمائیں۔

عبدالجبار لیکچرار اسسٹنٹ گورنمنٹ اسلامیہ کالج

﴿ج﴾

اول تو مالک کو تلاش کریں۔ اگر مالک کے ملنے سے بالکل مایوسی ہو جائے تو اس کی طرف سے فقراء و مساکین کو صدقہ کر دیں۔ یہ صدقہ اپنی بیوی اور رشتہ داروں میں بھی کر سکتے ہیں اگر مساکین ہوں کیونکہ یہ صدقہ مالک حقیقی کی طرف سے ہوگا اور حقیقی مالک کے یہ رشتہ دار نہیں۔ واضح رہے کہ صدقہ اور خیرات کرنے کے بعد اگر مالک مل گیا تو رقم کی ادائیگی آپ کے ذمہ واجب ہوگی۔ اس لیے ہر ممکن طریقہ سے تلاش ضرور کریں اور جب نا اُمیدی ہو جائے پھر خیرات کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ صفر ۱۳۹۵ھ

تلاش کرنے کی ایک صورت اخبار میں اشتہار ہے اور پھنسنے کا خطرہ نہیں کیونکہ جو شخص مدعی ہوگا پہلے اُسے ثبوت بذریعہ بٹوہ علامات اور مقدار رقم بتلانے سے دینا پڑے گا۔ غیر مستحق ایسا نہیں کرسکتا۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

پاکستان بنتے وقت جو مدرس اپنے ساتھ کتابیں لے کر آیا تھا بدوں اجازت کسی اور کے لیے اُن کا استعمال جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مشرقی پاکستان کے ایک قصبہ میں عربی مدرسہ کی وقف لائبریری ہے۔ اس مدرسہ میں زید مدرس تھا۔ تقسیم ملک کے وقت مسلمانان قصبہ جب مغربی پاکستان آئے تو ساتھ ہی یہ لائبریری بھی خورد برد ہو کر موٹروں کے ذریعہ پاکستان کے مختلف شہروں میں پہنچی۔ افراتفری میں اس کا کوئی مناسب انتظام نہ ہونے کی وجہ سے جس نے جتنی اور جو کتابیں پسند کیں وہ اٹھا کر لے گیا۔ چنانچہ زید مدرس بھی کچھ کتابیں لائے۔ بعد ازاں زید کے انتقال پر اس کے نام سے ایک مدرسہ عمل میں لایا گیا جس میں زید کے چھوٹے بھائی عمر کو عربی مدرس رکھا گیا۔ جس نے زید برادر کلاں سے اسی مدرسہ میں فراغت حاصل پائی تھی۔ کچھ عرصہ بعد کسی وجہ سے جب عمر مدرسہ ہذا سے علیحدہ ہوا اپنے مطالعہ کے لیے کچھ آمدہ کتابیں بھی ساتھ لے گیا اور اپنی لائبریری میں رکھ لیں۔ نیز اس مدرسہ کا استعمال وغیرہ زید کی اولاد سے سنبھال لیا۔ اب زید کی اولاد کہتی ہے کہ یہ کتابیں ہمیں واپس دو ہمارا حق ہے۔ عمر کہتا ہے کہ یہ وقف ہے کسی کا حق نہیں۔ میں اپنی تحویل میں رکھوں گا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کتب مذکورہ کس کے پاس رہیں۔

(۲) نیز اگر یہ کتب زید کی اولاد کا حق ہے تو اب دوسری کتابوں میں مل جانے کے بعد جبکہ صحیح معلوم نہ ہوسکیں تو واپسی کی کیا صورت ہوگی۔

﴿ج﴾

عمر کے لیے ان کتابوں کو ساتھ لے جانا جائز نہیں۔ بلکہ ان کتابوں کو مدرسہ میں رکھنا ضروری ہے جو کہ زید کے انتقال کے بعد وجود میں آیا ہے۔ جس میں ان کتابوں کا استعمال بھی عمل میں آ گیا ہے۔ عمر کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ میں ان کتابوں کو اپنی تحویل میں رکھوں گا۔ زید کی اولاد اگر ان کتابوں کو مدرسہ مذکورہ میں استعمال کرنے کے لیے طلب کر رہے ہیں تو ان کا مطالبہ درست ہے اور اگر وہ ان کتابوں کو باپ کا میراث جان کر اپنی ذات کے لیے حاصل کرنا چاہیں تو ان کا مطالبہ بھی غلط ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امین کا امانت کسی اور شخص کے حوالہ کر کے مالک کی طرف بھجوانا جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کو اپنا سامان دیا۔ ایک سائیکل پر زید سوار ہوا اور دوسرے پر بکر سوار ہوا۔ بکر کے سائیکل پر زید کا سامان جس میں دو گٹھڑیاں تھیں باندھی گئیں راستہ میں کئی دفعہ ایسا ہوا کہ گٹھڑیاں گرنے لگتیں تو دونوں مل کر اس کو باندھ لیتے تاآنکہ منزل مقصود سے کچھ فاصلہ باقی تھا کہ زید اتفاقاً آگے ہو گیا اور بکر کچھ فاصلہ پر پیچھے رہ گیا۔ تو دو گٹھڑیوں میں سے نیچے والی گٹھڑی جس میں چینی تھی گر گئی۔ کچھ دیر بعد جا کر بکر کو معلوم ہوا کہ گٹھڑی گر گئی ہے تو وہ سائیکل سے اترا اور زید کو آواز دی زید بلانے کی آواز سنی اور سائیکل سے اترا بھی لیکن وہیں کھڑا انتظار کرتا رہا۔ بکر کے پاس نہیں آیا۔ ادھر بکر نے دیکھا کہ گری ہوئی چینی کی گٹھڑی کو دو راہ پر چلتے ہوئے آدمیوں نے اُٹھا لیا ہے تو اس نے ایک نامعلوم شخص کو جو اس راہ پر زید والی جانب جا رہا تھا دوسری گٹھڑی دی اور کہا دیکھو وہ سامنے سبز قمیض والا شخص زید کھڑا ہے یہ گٹھڑی اس کو دے دینا۔ یہ کہہ کر بکر سائیکل پر سوار ہوا اور پہلی گٹھڑی اُٹھانے والوں کو جا پکڑا اور بصد مشکل اپنی گٹھڑی ان سے لے لی۔ زید جہاں کھڑا تھا نصف گھنٹہ وہاں بکر کے انتظار میں کھڑے رہنے کے بعد منزل مقصود کی طرف چل دیا اس خیال سے کہ بکر دوسرے راستے سے شاید چلا گیا ہے۔ میرے پاس منزل مقصود پر خود بخود آ جائے گا۔ چنانچہ بکر تقریباً دو تین گھنٹہ کے بعد زید کو ملا اور سارا قصہ اس کو سنایا۔ نیز دوسری گٹھڑی کے متعلق بھی بتا دیا کہ میں نے ایک شخص کے ہاتھ تیرے پاس بھیج دی تھی لیکن زید نے جواب دیا کہ وہ گٹھڑی مجھے نہیں ملی بلکہ تو نے سازش کر کے میری گٹھڑی گم کر دی ہے۔ اب زید کہتا ہے کہ میری گٹھڑی بکر کے پاس میری امانت تھی بکر کو نامعلوم شخص کے حوالہ کرنے کا حق نہیں تھا۔ اس نے امانت میں دانستہ خیانت کی ہے۔ لہٰذا اس کے ذمہ ہے کہ مجھے گٹھڑی میں گم شدہ سامان کی قیمت جو پانچ صد روپیہ ہے مجھے ادا کرے۔ لیکن بکر کا والد کہتا ہے کہ میں نے زید کو منع کیا تھا کہ تم بکر کو سامان اٹھوا کر شہر نہ لے جانا کیونکہ یہ کم عقل ہے کہیں نقصان نہ کر دے۔ دوسرا میں باہر جا رہا ہوں اس نے گھر میں رہنا ہے لیکن زید نے اس کے برعکس بکر کو ساتھ لیا سامان کو سائیکل پر باندھنے میں بے احتیاطی کی۔ سامان گرتے وقت اس کے بلانے کے باوجود سائیکل سے اتر کر اپنی جگہ پر کھڑا رہا بکر کے پاس نہ آیا۔ بکر کے اس کے پاس نہ پہنچنے کے باوجود زید سائیکل پر سوار ہو کر شہر کو چل دیا لیکن اپنے سامان کی حفاظت اور بکر کی امداد کی غرض سے بکر کے پاس نہ پہنچا۔ اس کے علاوہ علاقے کے سمجھدار اور معاملہ فہم لوگ بھی اس معاملہ میں بعد تحقیق واقعات یہی کہتے ہیں کہ بکر نے کوئی سازش نہیں کی۔ بلکہ زید کی بے احتیاطی اور بکر کی معروف بے وقوفی کی وجہ سے یہ نقصان ہوا ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ مندرجہ بالا واقعہ کی روشنی میں شرعاً

بکر پر کوئی تاوان لازم آتا ہے یا نہ۔ جبکہ زید ابھی تک مصر ہے کہ بکر نے سازش کی ہے اور امانت میں دانستہ خیانت کی ہے لہٰذا تاوان اس کے ذمہ ہے۔ علماء کرام دامت برکاتہم سے استدعا ہے کہ اس معاملہ میں جو شرعی فیصلہ ہو تحریر فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۳۵۴ ج ۴ ولو قال رددتها بیدا جنبی و وصل الیک و انکر ذالک صاحب المال فهو ضامن الا ان یقر به رب الودیعة او یقیم المودع بینة علی ذلک کذا فی المحیط روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں بکر ضامن ہے تاوان اس کے ذمہ ہے۔ جیسا زید کہتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش عالمگیریة عشرة اشیاء اذا ملکها انسان لیس له ان یملک غیره لاقبل القبض ولا بعده منها المودع لایملک الا یداع عند الاجنبی الخ وایضا فی قاضی خان وإذا دفع المودع الودیعة الی اجنبی فهلکت عند الثانی ضمن الاول دون الثانی فی قول ابی حنیفة رحمه الله وقال صاحباه رحمهما الله تعالیٰ للمالک ان یضمن ایهما شاء فان ضمن الثانی رجع الثانی علی الاول وان ضمن الاول لا یرجع علی الثانی وهو ومودع الغاصب سواء ص ۳۷۴ ج ۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

امین کے بکسہ سے امانت کپڑے کا غائب ہونا جبکہ اپنی تمام چیزیں محفوظ تھیں

﴿س﴾

علماء کرام کیا رائے دیتے ہیں کہ ایک لڑکی رشیدہ نے تقریباً ۵۰ روپے کا کپڑا حمیدہ کے پاس بطور امانت رکھا لیکن جب رشیدہ نے امانت اس سے طلب کی تو اس نے اپنا بکسہ کھولا تو اس میں صرف رشیدہ کے امانتی کپڑے نہیں تھے۔ حمیدہ کی ہر چیز اس بکس میں بالکل ٹھیک ٹھاک پڑی تھی۔ رشیدہ بھی سفید پوش بندی ہے اور حمیدہ بھی درمیانی حیثیت کی مالکہ ہے۔ اب آپ بتائیے کہ حمیدہ رشیدہ کو اس قسم کے کپڑے اپنی طرف سے لے کر دینا چاہتی ہے لیکن رشیدہ علماء کی رائے لینا زیادہ مناسب سمجھتی ہے۔ آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیے مہربانی ہوگی۔ آیا کہ وہ اس سے لے یا کہ نہ لے۔

﴿ج﴾

حمیدہ نے اگر اس امانت کی اپنی طرف سے پوری حفاظت کی ہے اور اس نے اس میں اپنی طرف سے کوئی تعدی یا قصر نہیں کی ہے اور یہ بالکل ایک اتفاقی حادثہ ہے تو پھر حمیدہ پر ضمان واجب نہیں اور اگر حمیدہ نے اس کی حفاظت میں کسی قسم کی کوتاہی کی ہو یا اس کا ذکر کسی چور وغیرہ نے کیا ہو غرض اس کی طرف سے کوئی قصور ہوا ہو تو حمیدہ پر اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم ۱۳۸۹ھ

بینک میں جو رقم بلا سود رکھی جائے وہ قرض ہے یا امانت

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ مسمی زید اپنی رقم کو بنک میں امانۃً رکھتا ہے جس کا وہ بنک سے کوئی سود وصول نہیں کرتا اور نہ ہی اُس کی سود لینے کی نیت ہے۔ بلکہ بنک کو اپنی رقم کے لیے حفاظت کی جگہ سمجھتا ہے۔ بنک والے اُس رقم میں تغیر تبدل کرتے رہتے ہیں۔ زید کے مطالبہ کرنے پر امین بنک بلا تاخیر رقم فوراً واپس کر دیتا ہے تو فرمایئے اس صورت میں رقم بنک میں رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی حبیب احمد قریشی صدیقی کان اللہ لہٗ
حکیم حبیب احمد صدر تنظیم اہل سنت کہروڑ پکا
۵ صفر ۱۳۷۲ھ

﴿ج﴾

امانت میں تغیر وتبدل امین کے لیے جائز نہیں۔ البتہ اس روپے کو قرضہ حسنہ کی صورت سے دے تو اس میں تغیر تبدل جائز ہے۔ اس کو تصرف میں لا سکتا ہے۔ اگر بالفرض وہ روپیہ ضائع ہو گیا تو بھی بنک والوں کو ادا کرنا ہوگا پھر بوقت مطالبہ اس کو بلا سود واپس لے سکتا ہے۔ لہٰذا یہ قرض ہوا اور صحیح ہے امانت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سیکرٹری بنک سے اگر رقم کھو گئی تو ذمہ دار ہے یا نہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ سرکاری بنک کے ذمہ دار کی کچھ رقم سیکرٹری کے

پاس اس کے گھر پڑی تھی۔ اس وقت کوئی خزانچی موجود نہ تھا اس کے نجی ملازم نے موقعہ پا کر یہ رقم چوری کر لی اور بھاگ گیا۔ سیکرٹری کی اس میں کوئی بد دیانتی نہیں ہے۔ اچانک یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ کیا یہ رقم از روئے شرع محمدی سیکرٹری مذکورہ بالا کو ادا کرنی پڑتی ہے یا کہ نہیں۔

حافظ امام الدین امام مسجد تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

بظاہر رقم مذکورہ سیکرٹری کے پاس بنک میں داخل کرنے کے لیے امانت تھی۔ خزانچی کی عدم موجودگی کے عذر سے اپنے پاس رکھا۔ اگر اپنے مال کی طرح اس کو حفاظت سے رکھا ہے اور اس میں کوئی غفلت نہیں برتی تو اس پر کوئی ضمان نہیں ہے لیکن جب تک بنک میں رقم کے داخلہ کے اصول اور قواعد نیز سیکرٹری کے اختیارات و فرائض کا مکمل حال سامنے نہ آ جائے کوئی قطعی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذوالحجہ ۱۳۷۳ھ

درج ذیل صورت میں امین اوّل ذمہ دار ہے امین ثانی نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع اس بارے میں کہ زید نے بکر کے پاس ایک بالی سونے کی رکھی۔ بکر اس نمونے کی ایک اور بنوا دے۔ چنانچہ بکر نے وہ لے لی اور ایک اور شخص عمرو کے پاس رکھی اس کے ہاتھ میں دی کہ چند اور دن اپنے پاس رکھو۔ میں کچھ دن بعد لے لوں گا اور ہے یہ سونے کی چیز۔ پھر عمرو نے ایک ٹرنک میں مقفل کر کے رکھ دی اور پھر اسے اپنے رہائشی کمرہ میں تالا لگا کر رکھوا دی۔ عمرو نے بکر کے سامنے اس کو دیکھا نہیں۔ عمرو تدریس کا کام کرتا ہے دو تین دنوں کے بعد عمرو نے آ کر بکر کو کہا کہ وہ تیرا سامان جو تھا وہ بھی چوری ہو گیا ہے اور بلکہ کچھ میری رقم جو نوٹ کی شکل اور ریزگاری کی شکل میں تھی اس سے صرف نوٹ کسی نے چرائے ہیں۔ باقی ریزگاری پڑی رہ گئی ہے۔ عمرو اپنے طلبہ کو مارتا رہا اور پوچھتا رہا پھر زید کو پتہ چلا اس نے آ کر بکر کو اس چیز کا ذمہ دار ٹھہرا کر ملنے کے ساتھ روپیہ اس کی بلواری قیمت لگا کر وصول کر لی۔ اب بکر نے آ کر عمرو سے مطالبہ کیا کہ ساٹھ روپیہ چونکہ وہ چیز تمہاری غفلت سے گئی ہے تم ادا کرو اب جھگڑا رونما ہو رہا ہے بکر عمرو سے ساٹھ روپیہ مانگتا ہے اب فرمائیے کہ شرع شریف کا اس میں کیا ارشاد ہے۔ کس طرح یہ معاملہ سمجھا جائے۔

مولانا امام الدین مدرس پرائمری مدرسہ نور شاہ مظفر گڑھ

﴿ج﴾

اگر عمرو مذکور بکر کے عیال میں نہ ہو یعنی عمرو بکر کا کوئی اس قسم کا رشتہ دار نہ ہو جو اس کے ساتھ اس کی سرپرستی میں اس کے گھر رہتا ہو اور نہ اس کا کوئی اس قسم کا فرد وغیرہ ہو جس کی رہائش بکر کے ساتھ ہو جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو ایسی صورت میں بکر زید کے لیے ضامن بنے گا۔ اس سامان کی قیمت زید کو ادا کرنا لازم ہوگی۔ لیکن عمرو بکر کے لیے ضامن نہ بنے گا کیونکہ اس نے اس سامان کی صحیح طریقہ پر حفاظت کی ہے جیسا کہ حفاظت عام طور پر کی جاتی ہے۔ صندوق میں رکھ کر اس کو مقفل کر چکا ہے تو اگر بکر عمرو کے اس بیان کو تسلیم کرے تب اس پر ضمان نہیں آتا۔ **کما قال فی بدایة المبتدی وللمودع ان یحفظها بنفسه وبمن فی عیاله فان حفظها بغیرهم او اودعها غیرهم ضمن** (ہدایہ ج ۳ ص ۲۷۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زکوٰۃ معلمین کو تنخواہ میں دینے سے ادا نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کچھ عرصہ قبل ہمارے اراکین کو معلوم ہوا ہے کہ مدرسہ کے معلمین کی تنخواہیں زکوٰۃ سے ادا نہیں کی جا سکتیں۔ انجمن اپنے اراکین سے ہر ماہ زکوٰۃ جمع کر کے اسے مختلف بہبود کے کاموں پر صرف کرتی ہے اس کے علاوہ انجمن کے پاس کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔ زکوٰۃ کا مصرف انتہائی اہم ذمہ داری ہے۔ لہٰذا آپ مہربانی فرما کر یہ بتائیں کہ معلمین کو تنخواہوں میں دینے کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں۔

انجمن جوانان پراچہ ضلع اٹک

﴿ج﴾

زکوٰۃ کی ادائیگی کے اندر ضروری ہے کہ مال فقیر یا دوسرے مستحق زکوٰۃ کو بلا کسی عوض کے تملیک کر دیا جائے۔ اگر کسی کو اجرت یا تنخواہ میں مال زکوٰۃ دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اگرچہ وہ شخص مستحق زکوٰۃ ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا آپ کی انجمن میں جمع شدہ زکوٰۃ کی جو رقم طلباء فقراء، غیر سید کو تملیک کی گئی نقد وظیفہ کے طور پر یا کھانے پینے کی صورت میں یا لباس وغیرہ کی صورت میں تو یہ زکوٰۃ ادا ہو گئی ہے۔ نیز جس رقم کا حیلہ تملیک شرعیہ کیا گیا ہے وہ بھی ادا ہو گئی ہے۔ اگرچہ بعد از حیلۂ تملیک شرعیہ کسی دوسری مد میں از قسم تنخواہ یا تعمیر وغیرہ کے صرف کی گئی ہو اور جو رقم تعمیرات پر یا مدرسین و ملازمین کی

تنخواہوں میں بدون حیلہء تملیک خرچ کی گئی ہے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ہے اس میں احتیاط کی از حد ضرورت ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ دار العلوم وامداد الفتاویٰ وغیرہ میں مصرح ہے۔ وقال فی الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۳۵۶ ج ۲ ولو دفعها المعلم لخلیفته ان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح والا لا وقال فی التنوير ص ۳۴۴ ج ۲ لا الی بناء مسجد و كفن ميت وقضاء دينه وثمن مايعتق ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفر لہٗ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

اور اب گزشتہ کی نادرست زکوٰۃ حیلہء تملیک کے ذریعہ سے ادا کی جائے۔
والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ محرم ۱۳۸۶ھ

مسجد کے لیے خریدا گیا سامان مزدور لے کر غائب ہو گیا تو کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی مسجد کا خزانچی ہے اور مسجد کا لاؤڈ سپیکر خراب ہو جاتا ہے اس لاؤڈ سپیکر کو تبدیل کرانے کے لیے خزانچی کو کہا جاتا ہے کہ جتنی رقم خرچ ہو نیا خرید کر کے لے آؤ اور ساتھ بیٹری وغیرہ بھی نئی خرید کر کے لانا۔ جب خزانچی نیا لاؤڈ سپیکر خرید کر کے ایک مزدور کو سب سامان اُٹھوایا جاتا ہے اور مزدور کو ساتھ لے کر چلتا ہے کراچی کی سڑک عبور کرنے میں رش بہت زیادہ ہوتا ہے اس بنا پر مزدور آنکھ بچا کر سامان لے کر غائب ہو جاتا ہے کافی بھاگ دوڑ کی گئی مگر کوئی پتہ نہ چلا موجودہ چوک پر سپاہی کو اطلاع دی گئی فوراً ہی تھانہ میں رپٹ بھی دی گئی اور چار پانچ دن تک پوچھ گچھ کی گئی مگر کوئی پتہ نہ چلا اور سامان گم ہونے کی اطلاع خطیب جامع مسجد کو بذریعہ چٹھی دی گئی کہ اس طرح سے سامان گم ہو گیا ہے اور جب گھر واپس پہنچتا ہے تو سارے حالات سے آگاہ کر دیا جاتا ہے اور خزانچی بغیر مسجد کے خرچہ وغیرہ کے اپنے کام کے لیے جاتا ہے اس کے متعلق شرعی فیصلہ دیں۔
بذریعہ کمیٹی جامع مسجد دریہ سکنہ ڈونگہ بونگہ تحصیل وضلع بہاولنگر

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اہل محلّہ یا وہاں کے دوسرے ذمہ دار حضرات اس شخص کے بیانات لے لیں اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ اس شخص کی کوئی کوتاہی نہیں ہے ایسے دوسرے لوگوں سے درپیش ہو جاتا ہے تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا اور

اگر بیانات سننے کے بعد انہیں اس شخص کی کوتاہی معلوم ہو جائے کہ ایسے بغیر کوتاہی کرنے کے نہیں ہو سکتا تو اس پر ضمان ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہذ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

فوت شدہ شخص کی جو امانت کسی کے پاس پڑی ہو وہ ورثاء کا حق ہے

﴿س﴾

گزارش ہے کہ ایک آدمی فوت ہو جاتا ہے۔ اس کا قرضہ ایک آدمی دیتا ہے اور بعد میں پتہ چلتا ہے کہ اس کا دوسو روپیہ ایک آدمی کے پاس امانت پڑا ہے۔ وہ دوسو روپیہ جس نے اس کا قرضہ اتارا ہے لے سکتا ہے یا نہیں یا اس روپے کا کون حقدار ہے۔ اگر وہ روپیہ امانت والا اس کو دے دے تو وہ اپنے حق سے عہد برآ ہو سکتا ہے یا نہیں یا کس کو دے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں میت کی طرف سے قرضہ ادا کرنے والے نے دوسو روپیہ بطور تبرع و احسان کے دیا ہے قرضہ کے طور پر نہیں دیا، اس لیے وہ میت کے دوسو روپیہ امانت کو نہیں لے سکتا اور وہ امانت والا روپیہ میت کے ورثاء کا حق ہے۔ صاحب امانت وہ روپیہ قرضہ اتارنے والے کو نہیں دے سکتا۔ البتہ اگر میت کے ورثاء جن کا حق بنتا ہے وہ قرضہ اتارنے والے کو دینے پر راضی ہوں تو اس روپیہ کو قرضہ اتارنے والا وارثوں سے لے سکتا ہے۔ واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ

اگر کسی شخص نے امانت سامان فروخت کر کے رقم صدقہ کر دی اور فوت ہو گیا تو ورثاء سے لینے کا حق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی زید نے مثلاً ایک ٹرنک کتابوں کا بکر کے پاس بطور امانت رکھا اور زید تقریباً عرصہ سولہ سترہ سال باہر رہا۔ بعد ازاں ایک خط بکر کو لکھا کہ میرا سامان حفاظت سے رکھنا میں عنقریب آ ؤں گا لیکن بکر کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ بعد میں ایک مرتبہ بکر اس کے گھر میں گیا لیکن وہ گھر نہیں تھا۔ اب عرصہ تقریباً ایک سال گزرا ہے کہ بکر مذکور بقضائے الٰہی فوت ہو گیا ہے۔ زید جب اس کے بیٹوں کے پاس

سامان لینے کے لیے گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ آپ کا مال ہمارے باپ نے فروخت کر کے رقم طلباء میں تقسیم کر دی ہے اور وہ رقم جو آپ کے مال کی وصول ہوئی تھی لکھ کر چھوڑ گیا ہے۔ کیا شرعاً زید اپنے مال کی رقم بکر کے ورثاء سے وصول کر سکتا ہے جبکہ بکر صاحب مال بھی تھا اور صاحب علم اور زید ایک مسکین وغریب آدمی ہے۔ بینوا توجروا

سائل قادر بخش ساکن ملتان

﴿ج﴾

زید مذکور کا مال چونکہ بکر کے پاس امانت تھا مالک کی اجازت کے بغیر اُسے فروخت کرنا موجب ضمان ہے لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر اس مال کا خریدار معلوم ہو اور وہ مال بھی بعینہ اسی کے پاس موجود ہو تو پھر مالک کو اختیار ہے کہ اس بیع کی اجازت دے دے اور وہ قیمت بکر کے ترکہ سے وصول کر لے اور یا بیع کی اجازت نہ دے بلکہ اپنا مال خریدار سے لے لے اور وہ خریدار پھر بکر کے ترکہ میں رجوع بالثمن کرے گا اور اگر خریدار معلوم نہ ہو سکے یا وہ مال موجود نہ ہو تو پھر اس زید کو کتابوں کی قیمت کا مطالبہ بکر کے وارثوں سے کرنا ہوگا اور وہ یہ ضمان بکر کے ترکہ سے ادا کریں گے اور بعد از قسمت ہر ایک وارث اپنے حصہ کے مطابق یہ دین ادا کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ

امین کے پاس اگر چاندی ضائع ہوگئی تو ضمان گزشتہ بھاؤ یا موجودہ بھاؤ سے دیا جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی کے پاس زیورات نقرہ وزن ۵۶ تولے بطور امانت رکھے اور اس شخص نے ہلاک کر دیے یعنی خیانت کی۔ اب وہ ضمان دینا چاہتا اور خود ہی مقر ہے۔ اختلاف اس بات کا ہے کہ وہ خائن کہتا ہے کہ میں قیمت چاندی کی پہلے جو تھی وہ ادا کروں گا اور مالک کہتا ہے کہ میں اب کے بھاؤ جو ہے لوں گا۔ اس میں بہت زیادہ فرق ہے۔ مہنگی وسستی ہونے میں کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

﴿ج﴾

خائن کے ذمہ اتنی وزن کی چاندی جتنی وہ خیانت کر چکا ہے مالک کو دینی ضروری ہے اگر جانبین قیمت لینے پر رضامند ہو جائیں تو آج چاندی کی جو قیمت ہوگی اسی حساب سے وہ رقم ادا کرے گا۔ قال فی الهندیہ ص ۱۱۹ ج ۵ ویجب علی الغاصب رد عینه علی المالک وان عجز عن رد عینه بهلاکه فی یده بفعله او

بغير فعله فعليه مثله ان كان مثليا كالمكيل والموزون فان لم يقدر على مثله بالانقطاع عن ايدى الناس فعليه قيمته يوم الخصومة عند ابى حنيفة رحمه الله تعالٰى الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

امین کے پاس اگر کسی کا بیل ہلاک ہوگیا تو جس دن مرا ہے اُس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا

﴿س﴾

کیا حکم ہے از روئے شریعت اس مسئلہ کا کہ ایک آدمی نے کسی یتیم کا ایک بیل اس کے چچا کے حوالے کر دیا گیا کہ اس کو اس یتیم کے کام کاج میں لائے لیکن اُس نے اس کو اپنے کاروبار کے لیے استعمال کیا یہاں تک کہ بیل مر گیا۔ اب جب یتیم بالغ ہوا کافی عرصہ کے بعد وہ اس کا مطالبہ کرتا ہے کہ میرا بیل یا اس کی قیمت مجھے دی جائے اب یہ مطالبہ کیا صحیح ہے اور اُس کو قیمت ادا کی جائے گی یا نہیں۔ نیز قیمت زمانہ ضیاع کی ادا کرے گا یا زمانہ ادا کی۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ شخص مذکور پر لازم ہے کہ اس بیل کی قیمت یتیم کو ادا کرے اور جس دن وہ بیل مر گیا ہے اس کی قیمت اُسی دن کی لگائی جائے گی۔ لہٰذا قیمت زمان ضیاع کی ادا کرے گا۔ ہدایہ ص ۱۷۱ ج ۳ میں ہے۔

بخلاف مالا مثل له لانه مطالب بالقيمة باصل السبب كما وجد فيعتبر قيمته عند ذلك۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

امانت واپس نہ کرنے والا سخت گناہگار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ شرم مائی اپنے زیورات ونقدی و مال مویشیاں واراضی زرعی جو کہ مذکورہ کہ اس کے شوہر متوفی محمد بخش سے ورثہ میں ملے بغرض زیارت حج بیت اللہ فروخت کر کے مبلغ آٹھ ہزار روپیہ نقد پسر غلام قادر جو کہ مسماۃ مذکورہ کے پہلے خاوند سے ہے بطور امانت رکھے۔ اب جبکہ مسماۃ شرم مائی مذکورہ نے زر امانت مسمی غلام قادر سے طلب کیا تو بجائے امانت واپس کرنے کے مسمی غلام قادر نے مسماۃ شرم مائی کو مار پیٹ کر کے گھر سے بھی نکال دیا۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اب شرعی طور پر مسمی غلام قادر پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔

عبدالحکیم ولد محمد عبداللہ قوم نائی سکنہ موضع کوٹلہ رحیم علی شاہ تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال مسماۃ شرم مائی نے اگر اپنی مملوکہ رقم مبلغ آٹھ ہزار روپیہ نقدا اپنے بیٹے غلام قادر کے پاس امانت رکھے ہیں تو غلام قادر پر لازم ہے کہ وہ یہ رقم فوراً اپنی والدہ مسماۃ شرم مائی کو واپس کر دے۔ ورنہ سخت گنہگار ہوگا بہرحال مسماۃ شرم مائی کو غلام قادر سے جس طرح بھی ہو سکے اپنا حق وصول کر لینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ جمادی الثانیہ ۱۳۹۸ھ

جس شخص سے امانت کی لوٹ لی گئی ہو اب وہ ذمہ دار ہوگا یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے مبلغ نو سو روپے لے کر شہر لائل پور میں سودا خریدنے کے لیے جا رہا تھا کہ ساتھ والے دوکاندار نے یہ کہا کہ یہ مبلغ چھ سو روپے میرا بھی لے جا اور میرا سودا بھی لیتے آنا اور سودا کی فہرست بھی دے دی جب یہ شخص ٹرک میں سوار ہو کر لائلپور پہنچا اور صبح نو بجے سودا خریدنے کی غرض سے بازار پہنچا بازار ابھی تک نہیں کھلا تھا یہ شخص بازار میں مبلغ پندرہ سو روپے لیے ہو جا رہا تھا کہ اس کے پیچھے ایک شخص ہو لیا اور اس کے کچھ دور ایک شخص فقیرانہ لباس میں بیٹھا ہوا تھا اس کے پاس ایک رومال بھی پڑا تھا۔ اتنے میں ایک شخص اور آ گیا اور کہا کہ میرا پندرہ سو روپے اور ایک انگوٹھی طلائی گم ہو گئی ہے اور اس رومال میں پندرہ سو روپے اور انگوٹھی اور وہ رومال آ کر اُٹھا لیا اور اس شخص فقیرانہ لباس والے کو کہا کہ تو میرا چور ہے ان دونوں کی آپس یں ہاتھا پائی ہو گئی۔ اتنے میں ایک اور شخص بھی آ گیا۔ اتنے میں وہ دوکاندار پندرہ سو روپے والا بھی اور اس کے پیچھے والا شخص آ پہنچا یہ چاروں شخص ہو گئے۔ ایک ملزم اور تین مدعی اور اس دوکاندار پندرہ سو روپے والے کو کہا کہ تو ہمارا گواہ بن جا۔ ہم اس چور کو تھانہ کوتوالی میں لے جاتے ہیں۔ اب یہ پانچ شخص شہر کے ایک باغ میں جا پہنچے۔ وہاں جا کر فقیرانہ لباس والے کی تلاشی لی پھر دوکاندار مبلغ پندرہ سو روپیہ والے مذکور کو کہا تو بھی تلاشی دے۔ اس نے تلاش دینی شروع کی اور مبلغ پندرہ سو روپے اپنے ہاتھ میں رکھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہماری انگوٹھی نہیں اور پندرہ سو روپے دوکاندار مذکور کے ہاتھ سے لے لیے اور دیکھا جب انگوٹھی نہ ملی تو دوکاندار کو کہا کہ یہ مبلغ پندرہ سو روپے ہم تیری بوری میں بند کر دیتے ہیں۔ پھر اس کو کہا کہ انگوٹھی کی منہ کی تلاشی دے اور وہ بوری روپے ڈالنے کے پاس بوری اور روپے تھا۔ جب ان میں سے ایک شخص نے اس دوکاندار مذکور کا منہ کھولا اور تلاشی لی اور پھر اس کو بوری نقدی والی پکڑا دی۔ پھر اس دوکاندار مذکور کو بعد تلاشی کچھ دور تک اپنے ساتھ لے گئے پھر اس کو کہا کہ تو شریف آدمی ہے۔ واپس جا اور سودا خرید لے۔ کیونکہ اب بازار کھل گیا ہے۔ جب دوکاندار مذکور نے تھوڑی دور جا کر بوری کھولی اور اپنا روپیہ دیکھا تو نہ پایا۔ پھر ان کی تلاش کی مگر وہ کہیں بھاگ گئے تھے نہ ملے۔ اب سوال یہ ہے جس دوکاندار نے اس

دوکاندار مذکور کو مبلغ چھ سو روپیہ برائے خرید سودا دیے تھے اس کو مبلغ چھ سو روپے شرعاً اس دوکاندار مذکور سے لینا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مقام حسو بیل تحصیل شور کوٹ ضلع جھنگ حاجی نور الدین ولد حاجی حسن دوکاندار

﴿ج﴾

چونکہ چھ سو روپے اس شخص کے پاس بطور امانت تھا اور اس نے حتی الوسع معروف حفاظت میں کوتاہی نہیں کی بلکہ زبردستی اس سے وہ رقم چھین لی گئی حتیٰ کہ اس کی اپنی رقم بھی مبلغ نو سو روپے اس کے ساتھ ضائع ہو گئی۔ بیچارے کو دھوکا دے کر لوٹا گیا۔ اس لیے یہ چھ سو روپے کا ضامن نہ بنے گا۔ اگر اس کے اس بیان پر چھ سو روپے والے کو اعتماد ہوا اور وہ اس میں اس کو سچا جانتا ہو کما فی العالمگیریة ص ۳۴۳ ج ۴ وفی الفتاویٰ سئل ابن الفضل عمن دفع جواهر الی رجل لیبیعها فقال القابض انا أریها تاجر الاعرف قیمتها فضاعت الجواهر قبل ان یریها قال ان ضاعت او سقطت بحرکته ضمن وان سرقت ممنه او سقطت لمزاحمة اصابته من غیره لم یضمن کذا فی الحاوی للفتاوی وفیها ایضًا ص ۳۴۶ ج ۴ وفی الجامع الاصغر سئل ابو القاسم عمن عنده ودیعة فرفعها رجل فلم یمنعه المودع ان امکنه منعه و دفعه فلم یفعل فهو ضامن وان لم یمکنه ذلک لما انه یخاف دعارته وضربه فلاضمان کذا فی المحیط وفی الدر المختار مع شرحه الشامی ص ۶۷۵ ج ۵ هدد المودع او الوصی علی دفع بعض المال ان خاف تلف نفسه او عضوه فدفع لم یضمن وان خاف الحبس او القید ضمن وان خشی اخذ ماله کله فهو عذر کمالو کان الجابر هو الآخذ بنفسه فلا ضمان (عمادیة). فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ

جبر واکراہ سے کسی سے امانت کا اقرار کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی سلطان احمد مسمی اللہ بخش پر ایک جھوٹا فوجداری مقدمہ تحصیلدار کی عدالت میں امانت میں خیانت کا کر دیتا ہے اور اپنے مقدمے کو ثابت کرنے کے لیے جھوٹے گواہوں سے جھوٹی گواہی

ہوا کر مسمی اللہ بخش کو سزا کرا دیتا ہے اور اللہ بخش مذکور جیل میں چلا جاتا ہے اور بعد میں اے ڈی ایم صاحب کی عدالت بں اپیل کر کے رہا ہو جاتا ہے۔

دوسرا ثبوت یہ ہے کہ سلطان احمد نے روبرو مجلس تمام کے تسلیم کیا کہ میں نے اللہ بخش مذکور پر بالکل جھوٹا مقدمہ بنایا غا کیونکہ متعدد آدمی حلفاً یہ بات کہیں گے اور کہتے بھی ہیں کہ ہمارے روبرو سلطان احمد نے تسلیم کیا کہ میں نے جھوٹا مقدمہ اللہ بخش پر بنایا تھا۔

اب دریافت مسئلہ حسب ذیل ہے۔

مسمی اللہ بخش مسمی سلطان احمد سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارا جو خرچہ وغیرہ مقدمہ پر ہوا جو کہ تم نے بالکل جھوٹا مقدمہ بنایا تھا وہ خرچ ہمیں ادا کرو اور توبہ بھی کرو۔ بروئے شرع محمدی اس بارے میں کیا حکم ہے۔

جھوٹے گواہوں کے متعلق بھی تحریر فرمادیں۔

مسمی سلطان احمد نے مسمی اللہ بخش سے اس جھوٹے مقدمہ کے دوران مسمی اللہ بخش کی مجبوری سے فائدہ اُٹھا کر ایک دستاویز لکھوائی تھی کہ اگر یہ دستاویز لکھ دے تو میں عدالت سے مقدمہ واپس کرالوں گا۔ بصورت دیگر اللہ بخش کو خوفزدہ کیا کہ اگر تم نے میرے مفاد میں دستاویز لکھ کر نہ دی تو سزا ہو جاؤ گے۔ اللہ بخش نے جیل کے خوف سے ایک دستاویز لکھ دی جو کہ حسب ذیل ہے۔

اقرارنامہ مابین سلطان احمد ولد عبدالحق اعوان ساکن میبل شریف ضلع میانوالی واللہ بخش ولد قمرالدین قوم اعوان ساکن میبل شریف ضلع میانوالی۔

آج مورخہ ۶۷-۶-۱۵ کو روبرو ثالثی بورڈ اللہ بخش وحافظ سلطان محمد مندرجہ شرائط پر صلح نامہ کیا گیا جس پر کہ دونوں شخص سختی سے پابند ہوں گے۔ اللہ بخش مذکور نے تحریر امانتی مبلغ ساڑھے سات صدروپے لکھ دی ہے جو کہ مذکور اللہ بخش اندر میعاد ایک ماہ پانچ سو بیس روپے ادا کرے گا اور دو سو تیس روپے چار ماہ تک آج کی تاریخ سے ادا کرے گا۔

پہلی قسط مبلغ ۵۲۰ روپے کی ادائیگی کے بعد سلطان احمد اپنا دعویٰ جو کہ تحصیلدار کی عدالت میں ہے اس کا راضی نامہ لکھ دے گا۔ اگر سلطان احمد نے بعد وصولی پہلی قسط راضی نامہ لکھ دیا تو اللہ بخش خرچ لینے کا مستحق نہ ہوگا۔

اگر اللہ بخش نے مذکورہ رقم ادا نہ کی تو سلطان احمد راضی نامہ لکھ کر نہ دے گا اور مذکورہ رقم کا حقدار بھی ہوگا۔

یہ دستاویز از روئے شرع شریف اقرار نامہ متصور ہوگا یا اکراہ نامہ یہ حکم بھی لکھیں کہ اگر سلطان احمد اس تحریر کو اقرار نامہ تصور کر کے رقم مذکورہ کا مطالبہ کرے تو رقم واجب الاداء ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

مقام میبل شریف ڈاکخانہ خاص کھوہ فدایار والا ضلع میانوالی

﴿ج﴾

دارالافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان کی طرف سے جو فتویٰ جاری کیا گیا تھا اور جس اقرارنامہ کی بنیاد پر جاری کیا گیا تھا اس میں پانچ شق ہیں۔ شق نمبر ۵ کی بنا پر ۷۵ روپے کے وجوب کا اللہ بخش کے ذمہ فتویٰ دیا گیا تھا۔ شق نمبر ۵ کے الفاظ یہ ہیں ''نیز آج کی تاریخ سے قبل کا تمام حساب کتاب ختم کر کے مندرجہ بالا رقم اللہ بخش کے ذمہ ہے۔ آپ کے اس استفتاء میں اقرارنامہ کا شق نمبر ۵ موجود نہیں ہے۔ ویسے جیل میں ڈلوانے کی دھمکی دینا اور اس قسم کا ایک غلط مقدمہ چلا دینا جس سے بے گناہ مدعی علیہ کو قید ہونے کا خطرہ ہو یہ اکراہ غیر ملجی شمار ہوتا ہے اور اس اکراہ کی موجودگی میں اگر اقرار کر لیا جائے تو اقرار کرنے والا اس اقرار کو توڑ سکتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اس کا فیصلہ کرنے کے لیے کہ آیا ثالثی بورڈ کے سامنے اس نے محض اس اکراہ کی بنیاد پر اقرارنامہ لکھ کر دیا تھا اس سے قطع نظر کر کے ۲۵۰ روپے کے دعویٰ پر مصالحت نامہ لکھ کر لے چکا تھا۔ ایک کمیٹی وہاں کے معتمد علماء کی تشکیل دی جائے جو اس کا شرعی فیصلہ ثالثی کے بیانات وغیرہ لے کر سنا دے اور فیصل ان دو باتوں کا مرکزی خیال رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

﴿ھوالمصوب﴾

ثالثی بورڈ کے ارکان سے دریافت کیا جائے اگر ثالثی بورڈ یہ طے کر لے کہ رقم تو اس کے ذمہ ہے جو ثابت ہے تو رقم دینا لازم ہوگا۔ اگرچہ تحریر اکراہ کیوں نہ ہوا اور اگر رقم ثابت نہیں ہے تو صرف یہ تحریر حجت نہیں ہے۔

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

''تیری مرضی تو کسی کو دے یا نہ دے لیکن امانت میں خیانت نہ کرنا''

یہ الفاظ رضامندی کے نہیں ہیں

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عمر نے زید کے پاس آٹھ سو روپیہ حج کے لیے امانت رکھا تھا کچھ عرصے بعد زید نے عمر کو کہا تیری رقم تین سو روپیہ بکر کو دے دوں تو عمر نے کہا میری [illegible] تیرے پاس امانت ہے امانت میں خیانت نہ کرنا۔ پھر زید نے کہا میں اپنے لڑکے منظور احمد کے فنڈ کے نام [illegible] گا۔ عمر نے کہا دے یا نہ دے تیری مرضی لیکن میری

رقم میں خیانت نہ کریں۔ اس کے بعد یوم حج کے قریب آ گئے۔ عمر نے زید سے اپنا آٹھ سو روپیہ مانگا زید نے اس کو کہا تم بکر کے پاس جا اور کہو زید کہتا ہے تیرے پاس تین سو روپیہ ہے جلد دے دے بکر ٹال مٹول کرتا رہا۔ پھر ایک سو پچاس روپیہ دے دیا۔ پھر بکر سے لے کر زید کے پاس آیا عمر نے کہا بکر نے ڈیڑھ سو دیا پھر عمر نے زید کو کہا مجھے تو حج سے رو کے گا۔ زید نے کہا گھبرامت اور خوف نہ کر میں ذمہ دار ہوں ادا کروں گا۔ اس کے بعد زید نے ڈیڑھ سو روپیہ بکر سے وصول کیا ہوا اور پانچ سو روپیہ اپنے پاس سے کل چھ سو پچاس روپیہ زید نے عمر کو دے دیا اور باقی ایک سو پچاس روپیہ کا زید ذمہ واجب الادا ہوا اس کے بعد عمر حج کو چلا گیا۔ جب واپس آیا عمر نے زید سے ایک سو پچاس روپیہ ماندہ مانگا۔ زید نے عمر کو کہا تم نے مجھے کہا تھا دے دے یا نہ دے تیری مرضی۔ اس الفاظ کہنے میں تیری رضامندی اور رخصت اور اجازت ہوئی تھی۔ اس وقت میں بکر کو رقم دے دی اب میرا کوئی تعلق نہیں رہا اب بکر سے ڈیڑھ سو روپیہ باقی ماندہ مانگو میرا کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ذمہ دار ہوں نہ مجھے علم ہے نہ پتہ ہے نہ میں جانتا ہوں نہ تعلق ہے۔ اب عمر جانیں اور بکر آیا جناب مفتی صاحب ان الفاظ کہنے میں دے یا نہ دے تیری مرضی کیا رخصت و رضامندی و اجازت بمطابق شرع محمدی کے ہو سکتی ہے اور مستحق ادا رقم کا زید ہے یا بکر۔

﴿ج﴾

عمر کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ رقم زید کے پاس امانت تھی اس لیے عمر نے تنبیہ کی کہ خیانت نہ کریں یعنی اس رقم میں تصرف نہ کریں جیسا کہ حق امانت کا ہے۔ اگر زید نے تصرف کیا ہے زید اس کا ذمہ دار ہے اور زید نے کہا بھی ہے خوف نہ کریں میں ذمہ دار ہوں عمر کا یہ کہنا کہ دے یا نہ دے تیری مرضی۔ اس عبارت کا منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ امانت میں ناجائز تصرف نہ کر۔ پس زید رقم کا ذمہ دار ہے اور اس کے ذمہ واجب الاداء ہے۔

محمد عبدالشکور عفی عنہ

۴ شعبان المکرم ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

۹ شعبان ۱۳۸۷ھ

اگر کسی شخص کے پاس زمین امانت رکھی گئی تھی اور فوت ہو گیا ورثاء نہیں دیتے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص بقضائے الٰہی فوت ہو گیا متوفی کے نام میری اور دیگر اشخاص کی

تقریباً ۷ ایکڑ زرعی اراضی بطور امانت تھی۔ مگر متوفی نے اپنی زندگی میں وہ امانت مجھے اور دیگر حقداران کو نہ دی اور اس کی جملہ آمدنی متوفی کھاتا رہا۔ متوفی کے وارثان بھی متوفی کے ترکے سے مجھے اور دیگر حقداران کو مذکورہ اراضی سے محروم کر رہے ہیں۔ اب متوفی کے وارثان متوفی کے چہلم پر برادری کو کھانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اوّل اس بارے میں ارشاد فرمائیں کہ ایسی دعوت جو متوفی کے وارثان اس کے ترکہ سے برادری کو کھلا رہے ہیں وہ کہاں تک شرعی طور پر جائز ہے۔ دوم ایسے متوفی شخص کی آخرت کے بارے میں تاوقتیکہ وارثانِ متوفی مذکورہ امانت حقداران کو واپس نہ کریں شریعت کے کیا احکام ہیں۔ واضح رہے کہ مذکورہ اراضی حق شفعہ کے ڈر کی وجہ سے مرحوم مذکور کے نام کی گئی تھی۔

حاجی محمد ابراہیم صاحب ولد نیاز محمد ذات راجپوت چوک شہیداں ملتان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر یہ ۷ ایکڑ زمین متوفی کے نام بیع نہیں ہوئی بلکہ بعض مصالح کے پیش نظر سرکاری کاغذات میں اس کے نام اندراج ہوئی ہے تو اس سے متوفی کی ملکیت متحقق نہیں ہوتی اور ورثاء پر لازم ہے کہ یہ امانت مالکوں کو واپس کر دے۔ تقسیم ترکہ سے پہلے یہ امانت واپس کرنا ضروری ہے امانت واپس نہ کرنے کی صورت میں ورثاء سخت گنہگار ہوں گے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو جوابدہ ہوں گے اور اس رقبہ کی کمائی اُن کے لیے حرام اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

ہبہ، عاریہ اور قرض کا بیان

پوتی کو اپنے مال سے کچھ حصہ دینا جائز ہے لیکن اتنا نہ ہو کہ دوسرے ورثاء محروم ہو جائیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی ایک لڑکی اور ایک پوتی ہے۔ اب زید اپنی زندگی میں اپنے مال کا کچھ حصہ پوتی کو دینا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

زید اپنے مال کا خود مالک اور مختار ہے۔ اگر وہ پوتی کو کچھ مال دینا چاہے تو شرعاً جائز ہے لیکن مال دینے میں یہ ضروری ہے کہ وہی مال جو پوتی کو دینا چاہتا ہے علیحدہ کر کے پوتی کو قبضہ دے دے تو اس کی ملکیت ہو جائے گی۔ علیحدہ کر کے قبضہ دلائے بغیر پوتی کی ملکیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ باقی پوتی کو اس مقدار میں دینا درست نہیں کہ جس سے باقی ورثاء اپنے حصوں سے محروم ہو جائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ رجب ۱۳۹۰ھ

جائیداد چاہے جدی ہو چاہے بعد میں خریدی گئی ہو جب باپ نے بیٹوں کے نام منتقل کر دی تو وہ مالک بن جائیں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ مسمی پارس گیا تنگ بلوچ بقید حیات موجود ہے۔ اس کی اولاد میں تین لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں۔ مسمی پارس مذکور نے اپنی کل جائیداد اپنے دونوں لڑکوں کے نام منتقل کی ہے۔ غیر منقولہ جائیداد میں کچھ حصہ جدی ہے اور کچھ اپنا خریدا ہوا ہے۔ قابل استفتاء امر یہ ہے کہ جن لڑکوں کے نام پارس مذکور نے جائیداد منتقل کی ہے وہ اس جائیداد کے شرعاً مالک بن گئے ہیں یا نہیں اور جدی ورثہ اور ذاتی خرید شدہ دونوں کے مالک ہو گئے یا جدی اور ذاتی میں شرعاً کوئی فرق ہے۔ ملکیت کے اعتبار سے نیز پارس مذکور کا یہ فعل کہ اس نے اپنی جائیداد سے اپنی لڑکیوں کو محروم کر دیا شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

غلام محمد ولد مہر خان معرفت مولوی عبدالرحمٰن مدرسہ عربیہ نظامیہ ضلع سرگودھا

﴿ج﴾

پارس مذکور نے اگر دونوں لڑکوں کا حصہ الگ الگ کر کے ان کا نام منتقل کیا ہے تو دونوں مالک بن گئے ہیں۔ اس بارے میں جدی اور خرید شدہ جائیداد کے مابین کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ پارس کا اپنی لڑکیوں کو محروم کرنا شرعاً جائز نہیں۔ محروم کرنے سے گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

ہبہ کی ہوئی جائیداد جب تک الگ نہ کی جائے تو ہبہ درست نہیں ہے اور اصل مالک ہی اُس کا مالک ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید فوت ہوگیا۔ (بکر) زید کی وراثت کے ۱/۶ حصہ کا مالک ہے۔ اس کی فوتگی کے تیسرے دن ۱۶ آدمیوں کے مابین بکر نے بلا کسی جبر کے اپنا (۱/۶) متوفی کے اولاد (۶ لڑکیاں نابالغ اور دو لڑکے نابالغ) کو بخش دیا۔ دعا خیر پڑھی گئی بعد میں اس نے اپنے ورثہ کا مطالبہ کیا۔ کیا شرع اس وراثت کا حصہ دلاتی ہے۔ اگر دلاتی ہے تو اس پر کوئی حد آتی ہے کیا شرعاً اسے لینا جائز ہے۔

عبدالرحمٰن نیشنل انڈسٹریز حافظ جمال روڈ ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں بکر کا اپنا حصہ علیحدہ کرنے سے پہلے زید کی اولاد کو ہبہ کرنا صحیح نہیں ہوا۔ بکر بدستور اپنے حصہ (۱/۶) کا مستحق ہے اور اس کا مطالبہ شرعاً صحیح اور اپنا حق لینا جائز ہے۔ **وهبة حصة من العين لوارث او غيره تصح فيما لايحتمل القسمة ولا تصح فيما يحتملها كذا في القنية (عالمگيرية ص ۳۲۰ ج ۴) والشيوع من الطرفين فيما يحتمل القسمة مانع من جواز الهبة بالاجماع (عالمگيرية ص ۳۷۸ ج ۴)** واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ جمادی الثانی ۱۳۸۸ھ

اگر کوئی شخص اپنی جائیداد زندگی ہی میں وارثوں پر بانٹ لیتا اور قبضہ دے دیتا ہے تو یہ ہبہ ہے وصیت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی نعمت علی شاہ ولد نادر علی شاہ قوم قریشی ہاشمی سکنہ دکان نمبر ۸۲ وارڈ نمبر ۶ مسلم ملتان شہر حین حیات میں معززین محلہ کے روبرو وصیت کی کہ دکان نمبر ۸۲ وارڈ نمبر ۶ مسلم ملتان شہر اپنی خورد دختر مسماۃ انور بیگم جو کہ متوفی کی ملکیت تھی دختر مذکورہ بالا کو بعوض خدمت مالکہ قرار دیتا ہوں اور مکان نمبر ۲۳۴۴ وارڈ نمبر ۶ مسلم ملتان جس میں متوفی مذکور کا حصہ ہے بڑی لڑکی مسماۃ صدیقین بیگم کو مالکہ کرتا ہے اور جو حصہ متوفی مذکور کا اختر علی وغیرہ کی طرف پلاٹ کی صورت میں ہے چار بھتیجوں کو مالک قرار دیتا ہے۔ متوفی کا سوائے دو لڑکیوں اور بھتیجوں کے دیگر کوئی وارث نہیں ہے۔ استفتاء ہے کہ وصیت نامہ زبانی متوفی مذکور اور معززین پر عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ مسمی نعمت علی شاہ مورخہ ۱۷-۱۰-۱۲ کو فوت ہوا ہے اور صحت کی حالت میں تھا۔ رحلت سے پندرہ یوم پہلے متوفی مذکور نے وصیت کی کہ فقط ۱۷-۱۱-۲۷ مکرر آنکہ جائیداد متروکہ کا قبضہ اپنی حین حیات میں مذکوران کو دے گیا ہے تمام معززین جن کے روبرو متوفی نے وصیت کی نثار علی شاہ ولد انور علی شاہ، اقبال علی شاہ ولد انور علی شاہ، نیک محمد ولد خوشی محمد، شمس الدین ولد نامعلوم، محمد صدیق نمبردار۔

الراقم نیک محمد ولد خوشی محمد سکنہ بیرون دہلی گیٹ محلہ آغا پورہ ملتان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی مسمی نعمت علی شاہ نے اپنی زندگی میں ہر ایک وارث کا حصہ علیحدہ کر کے ہر ایک کو زندگی میں قبضہ دے دیا ہے تو یہ ہبہ شرعاً صحیح اور نافذ ہے یہ وصیت نہیں ہبہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ شوال ۱۳۹۱ھ

بیوی کو محروم کر کے بیٹوں پر جو جائیداد تقسیم کی گئی ہے بوجہ ہبہ مشاع کے ہبہ درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک عورت کو اپنے خاوند سے جو ثمن جائیداد کا ملا ہے وہ جائیداد غیر منقولہ کا اپنا حصہ قبل تقسیم از بقیہ ورثا اپنے دو

بیٹے اپنے خاوند سے اور تین بیٹے جو کہ اس عورت کے خاوند کے ہیں ان پانچ کے درمیان قبل از تقسیم شرعی اپنا ہبہ کر دیا ہے۔اب مسئول عنہ یہ ہے کہ اس عورت کا اپنا حصہ قبل از تقسیم شرعاً ہبہ جائز ہے یا کہ نہیں۔

(۲) ورثاء عورت کے تین سوتیلے بیٹے ہبہ کے مدعی ہیں۔جبکہ اس کے حقیقی دونوں بیٹے ہبہ کے واقع سے انکاری ہیں۔

(۳) سوتیلے بیٹوں کے دعویٰ کے علاوہ کوئی اور ثبوت اس بات کا موجود نہیں ہے کہ ہبہ کیا گیا ہے اور وہ خاتون اپنے خاوند کی وفات کے بعد تقسیم وراثت سے قبل ہی خود بھی فوت ہو چکی ہیں۔

(۴) عملی طور پر صورت حال یہ ہوئی کہ مقامی رواج کے مطابق خاوند کے پانچ بیٹوں میں پانچ برابر حصوں پر کل غیر منقولہ جائیداد تقسیم کر دی گئی اور عورتوں کا حصہ رواج میں عملاً نہ ہونے کے باعث ان کی خاموشی کو ہبہ کیا جانا کہہ لیا گیا ہے۔

﴿ج﴾

اگر ہبہ کر بھی لیا ہو تب بھی یہ ہبہ بوجہ مشاع ہونے کے درست نہیں۔اس لیے عورت مذکورہ کا آٹھواں حصہ اس کا وارثوں میں شرعی طور پر تقسیم ہوگا۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ شعبان ۱۳۹۷ھ

زندگی میں جو جائیداد تقسیم کرنا چاہتا ہو خود بھی رکھ سکتا ہے اور اولاد کے حصوں میں کمی بیشی کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی نور محمد کی کل زمین پچاس گز ہے اور اس کی اولاد میں سے چار لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ہر ایک کو مطابق شرع حق دینا چاہتا ہے۔اولاد میں سے ہر ایک کو کتنا کتنا حصہ آئے گا اور وہ اپنا حق بھی خود لینا چاہتا ہے۔بینوا توجروا

نور محمد

﴿ج﴾

زندگی میں نور محمد اپنی جائیداد کا خود مالک ہے۔جتنا حصہ اپنے لیے رکھنا چاہے رکھ سکتا ہے۔

باقی زمین اولاد میں بحصہ برابر تقسیم کر دے۔یعنی لڑکا اور لڑکی کو برابر حصہ ملے گا۔زندگی میں جائیداد کی تقسیم کا یہی حکم ہے۔کسی دینی فضیلت اور خدمت کی بنا پر بعض اولاد کو کچھ حصہ زیادہ دینا بھی جائز ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رجب ۱۳۹۷ھ

جس شخص نے تمام جائیداد دو بیویوں کے نام کر کے الگ الگ کر دی تو اب اس کے مرنے کے بعد اس میں دوسرے ورثاء شریک نہ ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی محمد رمضان نے جس کی دو عورتیں ہیں اور تین حقیقی بھائی کے لڑکے ہیں مسمی محمد رمضان نے بحالت تندرسی و ہوش و حواس موت سے کئی ماہ قبل اپنی دونوں بیویوں کے نام اپنی جائیداد کے کچھ حصے کی رجسٹر کر دی ہے اور بقیہ حصہ صرف لکھ کر دیا ہے اور حقیقی بھائی کے بیٹوں کو محروم کر دیا ہے۔ قابل دریافت بات یہ ہے کہ ایک بیوی اس کی چچا کی لڑکی بھی ہے کیا یہ تملیک محمد رمضان کی درست ہے شرعاً یہ تمام جائیداد بیویوں کی ہو جاتی ہے یا بیوہ اور ان حقیقی بھائی کے بیٹوں کو بھی مل حصہ ملے گا۔

محمد رمضان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال اگر مسمی محمد رمضان نے اپنی زندگی میں جائیداد بیویوں کے نام منتقل کر کے ہر ایک کو اپنے اپنے حصہ کا قبضہ بھی دے دیا ہے تو یہ ہبہ تام ہے اور اب دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہیں البتہ جس جائیداد کا زندگی میں ہبہ کرنا اور قبضہ متحقق نہ ہوا اس جائیداد میں دوسرے ورثاء بھی حقدار ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غیر مسلم عورت کو خاوند نے جائیداد ہبہ کر دی اور وہ مسلمان ہو گئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں کہ ایک عورت کے ہندو ہونے کی حالت میں اس کو اپنے خاوند نے اپنی جائیداد انتقال کر دی تھی اور وہ اپنے خاوند کی موجودگی میں مسلمان ہو گئی تھی اور اس کا زوج بعد از اسلام اپنی زوجہ فوت ہو گیا۔ کیا اب وہ اپنی انتقال شدہ زمین کی حقدار ہو سکتی ہے یا نہ۔ از روئے شرع شریف فتویٰ دے کر مشکور فرمائیں اور مذکورہ عورت کے علاوہ ایک عورت اور بھی تھی اور عورت مذکور کے زوج نے اپنی کچھ جائیداد لڑکی کے نام پر بھی کر دی تھی۔ جو لڑکی اس وقت عدم پتہ ہے مردہ زندہ ہونے کا پتہ نہیں ہے۔ از روئے شرع فتویٰ دے کر مشکور کریں۔

السائل اللہ بخش سکنہ دھڑونٹ تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

عورت کو جب خاوند نے زمین ہبہ کر دی ہے اور قبضہ دے دیا تو وہ اس کی مالک ہے۔ مسلمان ہونے سے ہبہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ البتہ لڑکی کی جائیداد اس وقت تک تقسیم نہیں ہو سکتی جب تک اس کی موت وحیات کا علم نہ ہو جائے حاکم مسلمان تحقیق کر کے جملہ حالات کا جائزہ لے اور تمام سرکاری ذرائع سے اُسے تلاش کرے۔ اگر حاکم نے حکم موت کا کر دیا ہے تو اس وقت جو اس کے وارث ہوں گے ان پر اس کی جائیداد تقسیم ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

باپ جب زندگی میں جائیداد اولاد پر تقسیم کرے تو لڑکوں اور لڑکیوں کے حصہ برابر ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین دریں صورت مسئولہ میں کہ ایک شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنی اولاد کے نام منتقل کرنا چاہے تو کس طرح تقسیم کرے۔ اولاد میں صرف ایک لڑکا اور دو لڑکیاں ہیں۔ شرعی حیثیت سے مطلع فرمایا جائے۔

ضلع ملتان تحصیل شجاع آباد حافظ محمد بخش ولد محمد عمر خان قوم بلوچ

﴿ج﴾

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کی صورت یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی ہر ایک کو برابر حصہ دیا جائے۔ یعنی مسئولہ صورت میں جائیداد تین حصہ کر کے ایک حصہ لڑکے کو ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی کو دی جائے۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان وغیرہ نیز ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے ہر ایک کو قبضہ دینا ضروری ہے۔ بغیر قبضہ کے تملیک نہیں ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ شوال ۱۳۹۱ھ

اگر کسی شخص نے زندگی میں زمین بیوی، بیٹی اور بہن کے نام کر دی تو اب اور کوئی اس میں شریک نہیں ہو سکتا

﴿س﴾

سلطان محمود فوت ہو چکا ہے۔ سلطان محمود نے اپنی زندگی میں اپنی بیوہ اپنی لڑکی اور اپنی ہمشیرہ کے نام ملکیت کر دی ہے۔ اگر اس کی تملیک درست نہ سمجھی جائے تو پھر از روئے شریعت سلطان محمود کی وراثت کس طرح تقسیم ہو گی۔

واضح رہے کہ اس نے اپنی زندگی میں قبضہ بھی دے دیا تھا۔ سلطان محمود ولد نور محمد نے جو انتقالات اپنی بیوی اپنی دختر اور اپنی ہمشیرہ کے حق میں تملیک کرائے ہیں وہ درست ہیں۔ کیونکہ مالک اپنی زندگی میں اگر ورثاء کو منتقل کرے تو کوئی امر مانع نہ ہے۔ اسے بحیثیت مالک کلی اختیارات ہیں اس نے جو کچھ کیا ہے اپنے اختیارات کی رو سے درست کیا ہے۔

محمد اسماعیل عفی عنہ

﴿ج﴾

اگر واقعی سلطان محمد نے اپنی زندگی میں بیوی، بیٹی، بہن وغیرہ کو ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے ہر ایک کو قبضہ دے دیا ہے۔ شرعاً یہ ہبہ صحیح ہے اور سلطان محمد کے مرنے کے بعد اس زمین سے کسی وارث کے متعلق نہیں۔ اس لیے کہ ہر ایک کو قبضہ دینے کے بعد یہ زمین سلطان محمود کی ملکیت نہ رہی۔ **قال في الدر المختار وشرائط صحتها في الموهوب ان يكون مقبوضا غير مشاع مميزا غير مشغول كما سيتضح. الى قوله وحكمها ثبوت الملك للموهوب له الخ ص ٦٨٨ ج٥ وقال في الكنز وهبة الاب لطفله تتم بالعقد وان وهب اجنبي يتم بقبض وليه اه** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۰ محرم ۱۳۹۱ھ

اگر کسی کو عمر بھر رہنے کے لیے گھر دیا جائے تو اس کا آگے بیچنا اور ہبہ یا تبادلہ کرنا جائز نہیں

﴿س﴾

عرض ہے کہ سائل کی بھاوج لاولد فوت ہو چکی ہے اس کی وراثت کا کون حقدار ہے فتویٰ دیا جائے عین نوازش ہوگی۔ نیز گزارش ہے کہ مسماۃ غلام فاطمہ بیوہ امین الدین سائل کے والد کی موجودگی میں فوت ہوگئی ہے۔ باپ کی وفات کے بعد بموجب شرع شریف غلام فاطمہ کوئی جائیداد کی حقدار نہ تھی۔ ہم امین الدین کے بھائیوں نے اس کے حصہ کا رقبہ اس کو عین حیات میں گزارہ کے واسطے بموجب رواج وقانون انگریزی کے دیا تھا۔ بوقت انقلاب ہونے کے پاکستان آنے پر ہمارے ساتھ مسماۃ غلام فاطمہ نے کلیم کیا اس کو رقبہ مل گیا۔ بعد میں اس نے اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ تبادلہ کر دیا اور بعد کل رقبہ مبلغ پچیس ہزار میں ہو کر دیا ہے اور فوت ہوگئی ہے۔ ہم سائل برادر حقیقی امین الدین اس کے وارث ہیں اور بھائی کے ساتھ تبادلہ کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں اور اس کے بھائی اور مسماۃ مذکور کو جس وقت رقبہ دیا گیا تھا اس وقت انتقال ان دونوں نے بیان تصدیق کرایا تھا کہ مجھ کو پیداوار لینے کا حق ہے یا حق حاصل نہیں۔ جس کی نقل ہندوستان میں رہ گئی ہے جو کہ سائل پیش نہیں کر سکتا۔ اس کا انتقال اپیل عدالت میں دائر ہے جس کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا۔ زیادہ آداب حضور

کو دعا دوں گا۔

مسماۃ غلام فاطمہ کی وراثت کے حقدار اس کا بھائی اور دو بہنوں میں جن کے نام یہ ہیں۔ غلام فرید، نور الٰہی، کرم بھری
المستفتی فضل الدین کھرسکنہ

﴿ج﴾

یہ صورت ہبہ اور تملیک کی عمری کی کہلاتی ہے۔ عمری میں معمر یعنی تملیک کنندہ کی کوئی شرط معتبر نہیں ہوتی۔ بلکہ شرط باطل ہوتی ہے اور تملیک قطعی دائمی صحیح ہو جاتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے من اعمر عمریٰ فھی للذی اعمر حیا ومیتا ولعقبہ رواہ مسلم مشکوۃ ص ۲۶۰۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ کا ہبہ اور تبادلہ کے تصرفات نیز بیع وغیرہ درست ہیں۔ ہدایہ جلد ۳/۲۹۰ پر ہے۔ والعمری جائزۃ للمعمر له حال حیاته ولورثته من بعده لما رويناه ومعناه ان يجعل داره له مدة عمره واذا مات ترد عليه فيصح التمليك ويبطل الشرط لما روينا وقد بينا ان الهبة لا تبطل بالشروط الفاسدة وكذا في كتب الفقه.

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

باپ بیٹے سے ہبہ کی ہوئی زمین واپس نہیں لے سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید کے تین بیٹے ہیں اور تینوں شادی شدہ ہیں ان میں سے درمیانے بیٹے کو زید کے والد نے ساڑھے ۱۲۴ ایکڑ رقبہ اپنی ملکیت سے ۱۵ ایکڑ رقبہ بغیر لحاظ حصص شرعیہ کے ہبہ کر دیے ہیں اور بعد ہبہ باپ نے یہ کہا ہے کہ رقبہ میں چاہ لگایا جا چکا ہے اور چونکہ یہ چاہ باقی رقبہ سے مشترکہ ہے لہٰذا مصرف چاہ کا حصہ تم پر لازم ہے ادا کر دو تو موہوب الیہ نے مصرف بھی گواہوں کے سامنے باپ کو ادا کر دیا۔ بلکہ کچھ زائد حساب بھی جس طرح باپ راضی ہوا کر دیا اور اس کے بعد بقایا ۹۰۰ روپیہ نکالا وہ بھی ادا کر دیا مگر والد صاحب بیٹے پر کچھ ناراضگی کی وجہ سے وہ رقبہ واپس کرنا چاہتا ہے۔ جس رقبہ سے والد صاحب ۲۷ عدد کیکر جن کی قیمت ۴۴۰ روپیہ وہ اس نے جبراً لے لیے ہیں۔ حالانکہ اس رقبہ میں موہوب الیہ نے چار پانچ سال سے احاطہ اور مکان وغیرہ بنا لیا ہے مگر اب والد صاحب کا ارادہ یہ ہے کہ ہبہ شدہ زمین کو واپس لینا چاہتا ہے اور مکان سکونت سے بھی بے دخل کرانا چاہتا ہے۔ آیا عند الشرع زمین جو کہ موہوب الیہ کو دی گئی اس کا واپس لینا جائز ہے یا نہیں۔

مستفتی محمد حنیف ولد ھینا جمع راج

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر موہوبہ زمین باپ کے رجوع سے پہلے محوز تھی اور تقسیم وغیرہ سے حدود قائم ہو چکے تھے۔ تو ہبہ صحیح ہے اور باپ کا رجوع عن الھبۃ بوجہ ہبہ علی ذی رحم محرم صحیح نہیں ۔لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اذا کانت الھبۃ لذی رحم محرم لم یرجع فیھا اور اگر حدود وغیرہ قائم نہیں تھے تو چونکہ اس صورت میں ہبہ صحیح نہیں بلکہ ہبہ فاسد ہے ہبہ مشاع ہے اس لیے اس صورت میں اپنی موہوبہ زمین واپس کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

نائب مفتی احمد عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ

بیٹے کو جائیداد سے عاق کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حاجی عبدالکریم حیات بہ ہوش وحواس خمسہ کے موجود ہے اور اس کے دو پسران مذکورہ موجود ہیں ۔ پسر حاجی بشیر احمد صاحب مذکورہ نافرمان ہے اور اس کی اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ موجود ہے۔ وہ نافرمان پسر مذکور کو عاق کرنے کا خواہشمند ہے۔ کیا شرعاً حاجی عبدالکریم مذکور اپنے نافرمان پسر حقیقی حاجی بشیر احمد کو اپنی جائیداد سے عاق کر سکتا ہے یا نہیں۔

حاجی عبدالکریم ولد حافظ قادر بخش قوم اعوان ملتان

﴿ج﴾

فی الدر المختار قبیل باب الرجوع فی الھبۃ عن الخانیۃ ص ۲۹۶ ج ۵ لا باس بتفضیل بعض الاولاد فی المحبۃ لانھا عمل القلب وکذا فی العطا یا ان لم یقصد بہ الاضرار وان قصدہ فسوی بینھم یعطی البنت کالابن عند الثانی وعلیہ الفتوی فی ردالمحتار ای علی قول ابی یوسف من ان التنصیف بین الذکر والانثٰی افضل من التثلیث الذی ھو قول محمد. رملی

ان روایات سے معلوم ہوا کہ زندگی میں باپ اپنی جائیداد کا خود مالک ہے اور زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کی صورت یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو حصہ برابر تقسیم کر دے اور بعض اولاد کو دینی فضیلت اور خدمت کی بنا پر جائیداد میں سے زیادہ حصہ دینا بھی زندگی میں جائز ہے جبکہ دوسری اولاد کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔ صحت تقسیم کے لیے ہر ایک کا حصہ جدا کرنا اور زندگی میں قبضہ دینا بھی ضروری ہے جو جائیداد زندگی میں تقسیم کر کے قبضہ نہ دیا وہ مرنے کے بعد تمام ورثاء میں شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔

کسی وارث کو بالکلیہ محروم کرنا اس وقت جائز ہوتا ہے جبکہ مال دینے کی صورت میں یہ یقین ہو کہ وہ اور زیادہ سرکش ہوگا اور گناہ میں مبتلا ہوگا۔ اگر یہ یقین نہ ہو تو بالکلیہ محروم کرنا درست نہیں۔

صحت سوال کی ذمہ داری خود سائل پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم رجب ۱۳۹۶ھ

اپنی بہن اور بھانجی کو مکان بخشنا

﴿س﴾

گزارش ہے میرے دو بھائی ہیں۔ ایک بھائی کا اپنا مکان ہے۔ ان کے بچے اکرام سے رہتے ہیں۔ دوسرا بھائی اُس کی شادی میں نے کرادی جتنا خرچ ہوا میں نے اُس کو بخش دیا۔ باقی میرا مکان اکتیس گز ہے جس میں میری بہن رہتی ہے۔ جس کو گھر والے سے بے حد تکلیفیں پہنچیں۔ مار پیٹ فاقہ میں وقت گزارا۔ تنسیخ نکاح تک معاملہ پہنچا آخر کار شرائط وغیرہ لکھوائے راضی نامہ ہوا اس لیے ۲۱ گز مکان بہن اور بھانجی کو اللہ واسطے زندگی کے بعد بخش دینا چاہتا ہوں اور دس گز مکان تیسرا حصہ بہن بھانجی تین ہزار روپے کے عوض خریدے گی۔ ان تین ہزار میں سے ایک ہزار روپے بھائی غلام رسول کو بخش کروں گا۔ ایک ہزار روپے بھائی غلام سرور کو بخش کروں گا۔ ایک ہزار روپے میں نے نقد وصول پا کر لینا دینا ادا کروں گا۔ روپے کی میعاد ایک سال تک ادائیگی ہوگی اور جو میرے مکان میں تھوڑا بہت سامان ہوگا وہ بھی میں بھانجی کو دینا چاہتا ہوں کیونکہ دوسرے فریقین زبردستی سامان نہ لے سکیں۔

غلام حسین ولد محمد اکرم بستی سیال ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر آپ اپنی مرضی سے اس مکان کو زندگی میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو شرعاً یہ صورت جائز ہے۔ زندگی میں آپ جائیداد کے خود مالک ہیں اور جب ورثاء کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو تو زندگی میں بعض ورثاء کو حصہ زیادہ دینا جائز ہے لیکن ہبہ میں ضروری ہے کہ ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے زندگی میں قبضہ بھی دے دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ صفر ۱۳۹۷ھ

اگر کوئی عورت شوہر کے فوت ہونے کے بعد زمین اپنے نام رجسٹری کرا لے کہ شوہر نے مہر میں دی تھی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ بخت بھری نے ایک تملیک حق الخدمت رجسٹری کر دی۔ جس میں یہ بیان تحریر کرایا کہ یہ حصہ مجھے خاوند کریم بخش نے حق المہر میں دیا ہوا ہے۔ حالانکہ یہ بیان فرضی ہے اور دیگر حصہ دار موجود ہیں۔ جن کے حقوق سلب کرنے کے لیے رجسٹری کرائی گئی ہے اور حصہ تقسیم بھی نہیں ہوا۔ یہ رجسٹری قابل عمل ہے یا منسوخ ہوگی کیا بخت بھری کا جائز شرعی حصہ ہوگا یا وہ وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ یعنی سالم تملیک کالعدم ہوگی۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

یہاں دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کیا مسماۃ بخت بھری کو واقعی نصف حصہ مکان مذکور کا حق مہر میں اس کے شوہر کی طرف سے ملا ہے یا نہیں۔ دوسری یہ کہ بالفرض وہ اس نصف حصہ کی مالکہ بھی ہو تو کیا تملیک حق الخدمت جو رجسٹری کر چکی ہے۔ اس سے موہوب لہ اس کا مالک بن گیا ہے یا نہیں۔ دوسری بات کا جواب تو یہ ہے کہ یہ تملیک شرعاً صحیح نہیں ہے۔ اگر وہ محض حق الخدمت کے طور پر کر چکی ہو کسی مال کے عوض میں نہ ہو تو یہ ہبہ کہلائے گا اور ہبہ مشاع کا یعنی مشترک چیز کا جو تقسیم کے قابل ہو صحیح نہیں ہوتا۔ مکان مذکور چونکہ ابھی تک مشترک ہے اس میں کئی دوسرے آدمیوں کے حصے ہیں لہٰذا ہبہ صحیح نہ ہوگا اور شخص مذکور اس کا مذکور اس کا مالک نہ بنے گا۔ اور پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ اگر مسماۃ بخت بھری کے خاوند کے دوسرے وارث اس بات کو تسلیم کریں کہ واقعی اس کو شوہر کل مکان کا نصف حصہ یا جتنا اس کا بنتا تھا حق مہر میں دے چکا ہے یا وہ تسلیم نہ کریں لیکن اس کا باضابطہ شرعی ثبوت موجود ہو کہ اس کو یہ حصہ حق مہر میں دیا جا چکا ہے تب تو مسماۃ بخت بھری اس کی مالکہ شمار ہوگی اور چونکہ ہبہ مذکورہ بالا صحیح نہ ہوا لہٰذا یہ سارا حصہ مسماۃ بخت بھری کے وارث مسمی جندوڈا جو اس کا نواسا ہے اس کو ملے گا۔ کیونکہ اس کا کوئی دوسرا عصبہ یا ذی فرض وارث موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ منسلکہ شجرہ نسب سے ظاہر ہے اور اگر حق مہر میں دینے کا شرعی ثبوت موجود نہ ہو اور اب مسمی جندوڈا حق مہر میں اس کو ملنے کا دعویٰ نہ کرے یا دعویٰ کرے لیکن اس کا ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اس کا دعویٰ خارج ہو جائے تو ایسی صورت میں مسماۃ بخت بھری کے شوہر کا حصہ مکان اس کے وارثوں پر حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ صفر ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

عورت کو اگر باپ کی طرف سے جائیداد ملی ہو
اور وہ زندگی میں شوہر و بچوں پر تقسیم کر دے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت کو اپنے باپ سے کچھ زمین وراثت میں آئی ہے۔ پھر اس سے چند سال کے بعد اپنی رضا سے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں اور خاوند مذکور کو مطابق حصص شرعی کے تملیک کر دی ہے اور کاغذات میں بھی بیان دے کر درج کرادی ہے۔ آیا اس کا یہ کام جائز ہے یا نہ۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ اس صورت کو تو میراث کہتے ہیں اور میراث موت کے بعد ہوتی ہے۔ تملیک کرنے والی زندہ ہے لہٰذا اس کا یہ کام ناجائز ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ ہر شخص اپنی زندگی میں، حالت صحت میں اپنے مال کو جسے ہبہ کرے کر سکتا ہے۔ جبکہ طیب قلب سے ہو کسی دباؤ یا لالچ کی وجہ سے نہ ہو۔ اس طرح جو شخص اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کو اپنے وارثوں میں تقسیم کرنا چاہے تو تقسیم کر سکتا ہے اور ایسا کرنا جائز ہے۔ مگر اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اپنی تمام اولاد میں برابری کرے۔ حتیٰ کہ لڑکے اور لڑکی کو بھی بحصہ برابر تقسیم کرے اور بلا وجہ شرعیہ اپنی اولاد میں کسی کو کم اور کسی کو زیادہ نہ دے۔ تاکہ کسی عزیز کی دل شکنی نہ ہو اور کسی کی قطع رحمی نہ ہو جائے۔ **کما قال فی العالمگیریة ص ۳۹۱ ج ۴ ولو وھب رجل شیئًا لاولادہ فی الصحة واراد تفضیل البعض علی البعض فی ذلک لارواية لھذا فی الاصل عن اصحابنا وروی عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ انه لا بأس به اذا کان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین وان کانا سواء یکره.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ شوال ۱۳۸۶ھ

لیکن اگر سب الگ الگ کر کے ہر ایک کو قبضہ بھی بعد از تقسیم دلا رہا ہے تو تملیک صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب موہوب لہ نے درخت کٹوا کر شہتیر بنوا دیے تو اب واہب ہبہ واپس نہیں لے سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی امام محمد فاروق نے ایک کھجور کا درخت مسمی نیاز محمد کو ہبہ کر

دیا۔ مسمی نیاز محمد نے ترکھان کو بلا کر اس درخت کو کٹوا دیا اور شہتیر بنوایا۔ اس درخت سے دو عدد شہتیر بن گئے۔ وہ دونوں شہتیر مسمی فاروق امام کے پاس چھ ماہ تک پڑے رہے۔ تا کہ خشک ہو جائیں بعد میں جب مسمی نیاز محمد نے اٹھوانے کا ارادہ کیا تو محمد فاروق نے دینے سے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ اب مجھے خود شدید ضرورت ہے تو از روئے شرع محمدی شہتیر دوبارہ محمد فاروق کو لینا جائز ہے یا نہیں۔

نیاز محمد متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

کٹوانے اور شہتیر بنوانے کے بعد ہبہ واپس نہیں ہو سکتا۔ ویسے بھی ہبہ میں رجوع یا قضا قاضی سے ہو سکتا ہے یا طرفین کی تراضی اور باہمی خوشی سے۔ جب نیاز محمد راضی نہیں ہے تو ہبہ میں رجوع صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

پھوپھی زادوں کا ماموں زادوں سے ماں کے حق کا مطالبہ کرنا اور اُن کا ہبہ کرنے کا دعویٰ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ پھوپھی زادے اپنے ماموں زادوں سے اپنی ماں کے اس حق کو طلب کرتے ہیں جو کہ ان کو بواسطہ والد دادی و دادا سے ملا ہے لیکن ماموں زادے جواباً کہتے ہیں کہ نہ آپ کی والدہ نے اور نہ آپ نے ہمارے والد ماجد کی حیات میں ان سے اس حق کو طلب کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پھوپھی صاحبہ نے اس حق کو جو آپ ہم سے مطالبہ کر رہے ہیں ہمارے والد صاحب کو بخش دیا ہوگا لیکن پھوپھی کہتی ہے کہ پہلے تو بخشش ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہو بھی جائے تو آپ قبض اس بخشش میں ثابت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمارا مطالبہ صحیح ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان وجوہ کے ہوتے ہوئے پھوپھی زادوں کا مطالبہ اپنے ماموں زادے سے صحیح ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

ڈیرہ اسماعیل خان تحصیل تونسہ بمعرفت امام مسجد مولوی عبداللہ

﴿ج﴾

ثبوت ہبہ کے لیے دو گواہ جو شرعاً معتبر ہوں ہونا ضروری ہے۔ پس اگر صورت مسئولہ میں حجت تامہ یعنی دو معتبر گواہ موجود نہیں تو ایک عرصہ تک وراثت کا مطالبہ نہ کرنے سے یہ خیال کرنا کہ بخش دیا ہوگا شرعاً بے اصل ہے۔ لہٰذا پھوپھی زادوں کا مطالبہ صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳۹۱ھ

جب قبضہ شوہر کے پاس ہو تو محض کاغذوں میں بیوی کے نام جائیداد کرنے سے ہبہ نہیں ہوتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی خصوصی آمدنی سے جائیداد اس کی اپنی بیوی کے نام خریدی وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر زید اپنے نام خرید کرتا تو ٹیکس اور شفعہ کا خطرہ تھا۔ لہٰذا ٹیکس اور شفعہ سے بچنے کے لیے اپنی بیوی کے نام رجسٹری کرائی۔ اس جائیداد میں بیوی نے کوڑی تک نہیں لگائی۔ اس پر معتبرین شاہد بھی ہیں۔ اب وہ بیوی فوت ہو گئی۔ دو لڑکے اور تین لڑکیاں اور خاوند موجود ہے۔ اس کے سوا اور کوئی وارث نہیں۔ جواب طلب امور حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا یہ جائیداد اراضی کی واحد مالکہ بیوی تصور ہو گی یا واحد مالک خاوند ہو گا۔ پہلی صورت میں تقسیم کیسے کی جائے گی۔ دوسری صورت میں تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) جائیداد پر قرضہ ہے۔ اس مسئلہ کو لکھ کر ثواب دارین حاصل کریں۔

فضل الرحمٰن ولد میاں الٰہی بخش خواجہ صدیقی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ اس جائیداد کا مالک شخص مذکور ہے۔ اس کی بیوی اس کی مالکہ تصور نہیں ہو گی۔ لہٰذا عورت مذکورہ کی فوتگی پر یہ جائیداد اس کے ورثاء میں تقسیم نہ ہو گی۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح عبدالستار عفا اللہ عنہ
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

﴿ھو المصوب﴾

کسی کے نام جائیداد خریدنا اس حقیقت پر ہے کہ اس کو ہبہ کرنا مقصود ہوتا ہے اور ہبہ کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ موہوب وقت ہبہ ملک واہب میں ہو اور ظاہر ہے کہ ملک بعد الشراء ثابت ہو گی۔ سو اس کے بعد کوئی عقد دال علی تملیک ہونا چاہیے اور بدون اس کے مشتری لہ مالک نہ ہو گا۔ بلکہ وہ بدستور ملک مشتری کی رہے گی۔ پس صورت مسئولہ میں جبکہ زید نے ٹیکس یا شفعہ سے بچنے کے ارادہ سے بیوی کے نام جائیداد خریدی اور قبضہ بھی خود زید کا رہا تو صرف بیوی کے نام سے جائیداد خریدنے سے اس کی ملک نہیں ہوتی بلکہ یہ جائیداد خود ملک زید ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

ہبہ کی تعریف اور حقیقت

﴿س﴾

مسئلہ مذکورہ بالا کو قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح فرمادیں۔ کیونکہ حدیث کے لفظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز بخش کر کے دوبارہ طلب کرے اس نے اپنی قے کو واپس کیا۔

عبدالرحمٰن نیشنل ایڈمنسٹریشن حافظ جان روڈ ملتان

﴿ج﴾

دراصل آنجناب کو جو شبہ ہے وہ ہبہ (بخشش) کی تعریف اور حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر ہے تو معلوم ہو کہ ہبہ کی تعریف یہ ہے کہ آپ نے کسی کو کوئی چیز دی اور اس نے منظور کر لیا یا منہ سے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ آپ نے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اس نے لے لیا۔ تو اب وہ چیز اس کی ہوگئی۔ اب آپ کی نہیں رہی بلکہ وہی اس کا مالک ہے۔ اس کو شرع میں ہبہ کہتے ہیں لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کے حوالہ کر دینا اور اس کا قبضہ کر لینا ہے۔ جب تک اس نے قبضہ نہ کیا ہو ہبہ نہیں ہوا۔ **کما فی الهداية ص ۲۸۱ ج ۳ وتصح الهبة بالايجاب والقبول والقبض. اما الايجاب والقبول فلانه عقد والعقد ينعقد بالايجاب والقبول والقبض لابد منه لثبوت الملك (الى قوله) ولنا قوله عليه السلام لايجوز الهبة الا مقبوضة الخ.** حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ ہبہ بغیر قبض کے صحیح نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جو بانٹ دینے اور تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے اور اس سے استفادہ ہو سکے تو بغیر تقسیم کیے ان کا ہبہ صحیح نہیں۔ جیسا کہ عالمگیری ج ۴ ص ۳۷۴ اور ص ۳۸۰ کے جزئیات سے ظاہر ہے۔ پس ہم نے فتویٰ نمبر ۲۸۹۴ ج ۱۵ کے جواب میں جو ہبہ کے عدم صحت اور جواز رجوع کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسئولہ صورت میں چونکہ جائیداد کی تقسیم ہو سکتی ہے لیکن تقسیم نہیں کی اس لیے تقسیم کیے بغیر ہبہ کرنا صحیح نہ ہوا اور جب ہبہ صحیح نہ ہوا تو بکر کا اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ ورنہ اگر ہبہ صحیح ہو جاتا تو اس کے بعد اس کا مطالبہ کرنا گناہ ہے۔ جبکہ اسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجوع کی قباحت کو ذکر فرمایا ہے جو آپ نے لکھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

لڑکوں کا والد کی زندگی میں جائیداد کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

(۱) والدین کی زندگی میں جائیداد کی تقسیم کا مطالبہ صرف ایک وارث یا دو ورثاء کی طرف سے شرع متین میں کہاں تک جائز ہے اور واجب۔

(۲) اگر والدین اپنی زندگی میں ہی ورثاء کے لیے اپنی رضا مندی سے حصہ کشی کے لیے حسب ذیل حدود مقرر کر دیں تو کیا اس میں کوئی شرعی قباحت تو پیش نہیں آئے گی۔ اگر آئے گی تو وضاحت فرما دیں۔

مجوزہ حدود و شرائط تقسیم جائیداد (۱) والد دو حصے (۲) والدہ دو حصے، بڑا بیٹا دو حصے، منجھلا بیٹا دو حصے، چھوٹا بیٹا دو حصے، بڑی بیٹی ایک حصہ، چھوٹی بیٹی ایک حصہ۔ ہر بیٹی کو بارھواں حصہ اور بیٹے کو کل کا چھٹا حصہ ملے گا۔

عبدالخالق ریٹائر ہیڈ ماسٹر ملتان شہر

﴿ج﴾

زندگی میں والد جائیداد کا خود مالک ہے۔ لڑکوں کا والد کی جائیداد میں حصہ کا مطالبہ کرنا باطل ہے۔ البتہ اگر والد اپنی مرضی سے زندگی میں جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو تمام اور لڑکوں اور لڑکیوں میں بحصہ برابر تقسیم کرے۔ جتنا لڑکے کو دے اتنا حصہ لڑکی کو بھی دے دے۔ اپنے لیے جتنا حصہ رکھنا چاہے جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

والد کی رضامندی کے بغیر بیٹا اگر زمین کسی کو ہبہ کر دے اور قبضہ بھی دے دے تو ہبہ تام ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) باپ کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد میں سے باپ کی غیر مرضی اور بلا اجازت کے کوئی لڑکا ہبہ وغیرہ کر دے تو شریعت کی رو سے وہ ہبہ ہو جائے گا اور موہوب لہ شے ہبہ شدہ کا حقیقی مالک ہو جائے گا یا نہیں۔

اصل حال یہ ہے کہ میرا لڑکا سید محمد الیاس شاہ اکثر زمین کا کاروبار انجام دیتا ہے۔ اس معاملہ میں ہوشیار ہے۔ اتفاق سے ایک ملحقہ زمین فروخت ہوئی اس پر شفعہ کرنا چاہا لیکن خود تو نہیں کیا اور ایک دوسرے شخص مسمی احمد کو شفعہ

کرانے پر آمادہ کیا اور دونوں نے آپس میں باہمی معاہدہ کیا کہ شفعہ کرنے پر جس قدر رقم خرچ ہوگی اس کا ذمہ دار میں خود ہوں گا اور تمہارا کام صرف شفعہ دائر کرنا ہے اور جب تم شفعہ میں کامیاب ہو جاؤ تو تم پھر اس زمین مذکورہ کو ہمارے نام بیع وغیرہ کرا دینا اور جب زمین ہمارے نام منتقل ہو جائے گی تو پھر میں تم کو اس کے عوض ایک کنال زمین جو تمہارے پاس ملحقہ آبادی میں ہے دے دوں گا اور تمہارے نام انتقال کرا دوں گا۔ محمد الیاس و احمد نے آپس میں یہ جو معاملہ طے کیا تھا میری بغیر مرضی اور خلاف منشاء اور بغیر میری اجازت کے کیا۔ مجھے اس کا علم بعد میں ہوا غرضیکہ احمد کامیاب ہو گیا اور زمین مذکور بیع کرا چکا لیکن یہ سب میری لاعلمی میں ہوا۔ مجھے عرصہ کے بعد معلوم ہوا ہے اور پھر برخوردار موصوف نے میری بغیر اجازت کے حسب وعدہ خود وہ ایک کنال زمین مسمی احمد مذکورہ کو دے دی اور قبضہ کرا دیا۔ احمد اس میں ایک کچا کوٹھا ڈال کر رہنے لگا۔ ایک ڈیڑھ سال گزرا ہوگا کہ بقضاء الٰہی احمد موصوف فوت ہو گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون) اس صورت مذکورہ میں بروئے قانون شریعت چند امر دریافت طلب ہیں اور زمین مذکور بدستور کاغذات سرکاری میں میرے نام ہے۔

احمد مرحوم اس ہبہ وغیرہ کی بنا پر شرعاً مالک حقیقی ہو گیا ہے یا بالکل نہیں۔

(۲) احمد مرحوم کے وارثان کو اس صورت میں حق وراثت پہنچتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مقام محمود کوٹ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جب باپ جائیداد کا مالک ہو تو اس کا بیٹا اس کی مرضی کے بغیر اس کو بیع و ہبہ وغیرہ نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں احمد مذکور کو زمین دینے پر اگر آپ رضامند نہ تھے تو ہبہ نہیں ہوتا اور احمد مذکور اس زمین کا مالک نہیں بنا ہے۔ آپ واپس کر سکتے ہیں لیکن اگر آپ کو پتہ تھا کہ میرا بیٹا احمد کو زمین دے رہا ہے۔ یا دے چکا ہے اور آپ نے ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور نہ اس وقت جب اس نے کوٹھا بھی ڈالا، رہائش بھی اسی میں رکھی اور آپ کو سب کچھ کا پتہ تھا دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ احمد فوت ہو گیا ہے۔ اب فرما رہے ہیں کہ میری مرضی کے بغیر زمین دی گئی ہے۔ مجھ سے نہیں پوچھا گیا۔ تو ایسی صورت میں بہرحال آپ کی عدم رضامندی مشتبہ ہے ویسے مسئلہ وہی ہے جو اوپر لکھ دیا گیا۔ حقیقت حال سے آپ بخوبی واقف ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ محرم ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشترکہ زمین ہبہ کرنا درست نہیں ہے اگرچہ موہوب لہ اس پر مکان تعمیر کر چکا ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جگہ چند آدمیوں کے درمیان زمین مشترکہ پڑی ہوئی تھی اور ہر ایک نے تھوڑی جگہ پر قبضہ کر لیا تو ان قابضین میں سے ایک شخص نے دوسرے کو زمین اس شرط پر ہبہ کی کہ موہوب لہ مجھے آمد و رفت کے لیے گلی دے گا تو موہوب لہ نے یہ شرط منظور کر لی اور موہوب لہ نے زمین پر مکان بھی بنالیا۔ کچھ عرصہ بعد موہوب لہ نے آمد و رفت کے لیے واہب کو گلی سے منع کر دیا تو جب واہب نے دیکھا کہ موہوب مجھے گلی سے روک رہا ہے تو واہب سے بھی کہا کہ اپنا مکان توڑ کر میری زمین واپس کر دو۔ اب یہ واہب اپنی زمین واپس لے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر لے سکتا ہے تو مکان کے توڑنے کا نقصان کے ذمہ ہوگا۔ بینوا توجروا

محمد بخش تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

یہ ہبہ شمار نہ ہوگا کیونکہ ہبہ مشاع کا اگرچہ شریک کو ہو صحیح نہیں ہے۔ بلکہ مشترکہ زمین پر ایک قابض شریک نے دوسرے شریک کو مکان بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ لہٰذا نزاع کی صورت میں اس کا حل یہ ہو سکتا ہے کہ یہ ساری مشترکہ زمین حصص کے مطابق تقسیم کر دی جائے۔ اگر یہ قطع زمین جس پر یہ شخص مکان تعمیر کر چکا ہے مکان تعمیر کرنے والے کے حصہ میں آیا تب تو یہ مکان بمعہ زمین کے اس کا ہو گیا اور اگر کسی دوسرے شریک کے حصہ میں مکان کی یہ زمین آ گئی تو صاحب مکان اس کو راضی کر لے۔ اگر وہ راضی ہو جائے تو صاحب مکان اپنے مکان کا مالک قرار دیا جائے گا اور اگر وہ بالکل راضی نہ ہو تو وہ زمین والا اس مکان والے کو مکان کے توڑنے کا حکم دے سکتا ہے اور نقصان کا ذمہ دار وہ مکان والا خود ہوگا۔ مالک زمین نہ ہوگا۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۲۶۸ ج ۶ (كتاب القسمة) (بني احمد هما) اى احد الشريكين (بغير اذن الآخر) فی عقار مشترک بينهما (فطلب شريكه رفع بنائه قسم) العقار (فان وقع) النباء (فی نصيب البانی فبها) و نعمت (والا هدم) البناء وحكم الغرس كذلك.

وقال الشامی تحته (قوله بغير اذن الآخر) وكذا لو باذنه لنفسه لانه مستعير لحصة الآخر وللمعير الرجوع متى شاء اما لو باذنه للشركة يرجع بحصته عليه بلاشبهة رملی علی الاشباه.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ

بارش کا پانی قبضہ میں لینے سے قبل کسی کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی زمین عمر کے ہاں فروخت کر کے حج پر چلا گیا۔ زید جب حج سے واپس آیا تو اُس نے کہا مجھے اپنی زمین جو میں نے آپ کے ہاتھ فروخت کی ہے وہ مجھے واپس دے دیں۔ میں زمین کی قیمت دے دوں گا۔ جو کچھ پہلے میں نے آپ سے لیا ہے یعنی قیمت۔ عمر نے زمین واپس کر دی اور زمین کی قیمت واپس لے لی۔ زید نے کہا میں آپ کو مثلاً فلاں جگہ کا پانی جو کہ میرا ہے اور بارش کا ہے میں آپ کو دوں گا تا کہ آپ میرے سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اب زید اور عمر دونوں فوت ہو چکے ہیں۔ اب تک وہ پانی عمر اور اس کے لڑکے استعمال کرتے رہے۔ اس وقت زید کی اولاد یہ کہتی ہے کہ ہم پانی واپس لیتے ہیں۔ عمر کی اولاد کہتی ہے زید نے پانی دے دیا ہے اب ہمارا ہے ہم نہیں دیتے۔ آیا شریعت کی رو سے زید کی اولاد یہ پانی واپس لے سکتے ہیں یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا

مولانا عبدالخالق ملتان

﴿ج﴾

یہ ہبہ درست نہیں ہے۔ ہبہ کے شرائط صحت میں سے یہ شرط بھی ہے کہ موہوب شے واہب کے قبضہ اور ملک میں ہو۔ کما فی الدر المختار ص ۶۸۸ ج۵ و شرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیز اغیر مشغول۔ لہٰذا زید کی اولاد کا مطالبہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان

ولا یباع الشرب ولا یوهب اه کذا فی الشامیة ص ۸۰ ج ۵ روایت ہذا سے بھی جواب بالا کی تصدیق ہوتی ہے۔

والجواب صحیح بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ شعبان ۱۳۸۸ھ

باپ نے اگر تمام جائیداد ایک بیٹے کے نام رجسٹر کرا کے رجسٹری چھپائی رکھی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص اللہ دتہ نامی فوت ہو گیا ہے اور چھ لڑکے ایک لڑکی تین

بھائی ایک بہن چھوڑ گیا ہے۔ اس کی زمین ۱۵ بیگھہ تھی جو کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے ایک لڑکے کے نام رجسٹری کرا دی تھی اور باقی ورثاء کو اپنی وراثت سے محروم کیا تھا لیکن یہ رجسٹری اپنی زندگی میں اس نے چھپائی رکھی جو کہ اس کی موت کے بعد اس کے لڑکے نے دکھلائی کہ تمام زمین میرے قبضہ میں ہے۔ کیونکہ میرے والد نے میرے نام رجسٹری کرائی تھی تو اب بھائیوں کے درمیان جھگڑا شروع ہے۔ اگر شرع میں وہ رجسٹری فسخ ہو سکتی ہے جو کہ اس نے اپنی زندگی میں کرائی تھی تو وہ زمین مندرجہ بالا ورثاء میں کس طرح تقسیم ہوگی۔

﴿ج﴾

کسی کے نام جائیداد خریدنے سے ملک ثابت نہیں ہوتی پس اگر کوئی شرعی ثبوت ہو اس بات کا کہ واقعی اللہ دتہ نے تمام جائیداد کسی ایک لڑکے کو (ہبہ) بخش دی تھی تو اس لڑکے کی ثابت ہوگی اور اگر بغیر اس رجسٹری دکھانے کے اور کوئی ثبوت نہ ہو تو یہ لڑکا جس کے نام جائداد رجسٹری شدہ ہے مالک تمام جائیداد کا نہیں سمجھا جائے گا بلکہ دیگر بھائی بہن بھی وارث ہوں گے لیکن اللہ دتہ کے بھائی اور بہن کو لڑکے کے ہوتے ہوئے کچھ نہیں ملے گا۔ بلکہ تمام جائیداد تیرہ حصص کر کے ہر ایک لڑکے کو دو دو حصہ اور لڑکی کو ایک ایک حصہ ملے گا۔ اللہ دتہ کے بھائی بہن محروم ہیں۔

عبدالرحمن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

موہوبہ لڑکی کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ زید نے اپنی منکوحہ مسماۃ نور بھری کو بحالت حمل طلاق دے دی اور حمل بھی ہبہ کر دیا اب وہی حمل لڑکی وضع ہوئی۔ دریں صورت موہوبہ حمل (لڑکی) غیر موثر کی حالت میں بغیر اپنے والد کی اجازت کے نکاح کرا سکتی ہے یا نہیں اور اس کا والد بوقت نکاح برسر اعلان کہتا ہے کہ میری کوئی اجازت نہیں۔

السائل غلام رسول

﴿ج﴾

لڑکی کا ہبہ صحیح نہیں ہوتا محض لغو ہے۔ نیز اگر اس کا مقصد یہی ہے کہ میں نکاح کرانے کا اختیار نہیں دیتا ہوں تب بھی یہ توکیل لازم نہیں ہے۔ جب چاہے اس سے رجوع کر سکتا ہے۔ اب جب باپ کہتا ہے کہ میری اجازت نہیں ہے تو نکاح ہرگز صحیح نہ ہوگا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ جمادی الثانیہ ۱۳۷۹ھ

دادا کا کسی ایک پوتے کو شرط فاسد کے ساتھ زمین ہبہ کرنا

مقروض بیٹوں کا باپ کچھ زمین بیٹوں کو دینا اور کچھ وقف کرنا چاہتا ہے افضل کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنے دو بیٹوں اور ایک بیٹی (عمر، بکر، زینب) کی موجودگی میں عمر کے ایک لڑکے مسمی عثمان کو چودہ ایکڑ زمین اس شرط پر دی کہ عثمان اپنے والد عمر کی اس وراثت میں جو زید کی وفات ہونے کے بعد اس کے حصہ میں آئے گی۔ کوئی دعویٰ نہ کرے گا عثمان نے اپنے دادا کی اس شرط کو قبول کرتے ہوئے اسے اقرار نامہ لکھ دیا۔

اب اگر عثمان اپنے اقرار نامہ کے خلاف کر کے اپنے والد کے متروکہ جائیداد میں سے اپنے حصے کا دعویٰ کرے تو کیا اس کے لیے شرعاً کرنا جائز ہے یا نہیں اور اگر عثمان کا والد اس کے کیے ہوئے اقرار نامہ کے مطابق اپنی زندگی میں اسے جائیداد سے محروم کر کے دوسرے بیٹوں اور بیٹیوں میں تقسیم کر کے ہبہ کر دے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے۔

(۲) یہ کہ مذکورہ بالا شخص مسمی عمر کو اپنے والد سے وراثت میں ۲۵ ایکڑ زمین ملتی ہے۔ عثمان کے علاوہ اس کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئے۔ عمر قرضدار ہونے کے سبب سے چاہتا ہے کہ پانچ ایکڑ زمین فروخت کر کے اپنے قرضے ادا کروں اور بقایا بیس ایکڑ زمین میں سے پانچ ایکڑ وقف کروں اور بقایا پندرہ ایکڑ کو اپنی اولاد میں تقسیم کروں۔

اب عرض یہ ہے کہ عمر کے دو بیٹے محتاج اور غریب ہیں اور ایک بیٹا عثمان چودہ ایکڑ زمین کا مالک ہے۔ اگر عمر اپنے بیٹوں کی محتاجی کو مدنظر رکھ کر وقف کے پانچ ایکڑ اپنے بیٹوں کو صدقہ کر دے تو کیا ایسا کرنا از روئے ثواب بہتر ہے یا وقف کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا اولاد کی محتاجی کا لحاظ کرتے ہوئے وقف کے پانچ ایکڑوں میں تخفیف کرنا بہتر ہوگا۔
بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) اگر شخص مذکور اپنے پوتے عثمان کو ہبہ تام یعنی قبضہ دلانے کے ساتھ کر چکا ہے تب تو یہ زمین ۱۴ ایکڑ اس کی ہوگئی ہے۔ باقی جو شرط یہ شخص لگا چکا ہے کہ عثمان اپنے والد کی متروکہ جائیداد میں سے اپنے حصہ کا دعویٰ نہ کرے گا اور اس نے اس شرط کو قبول کر کے اقرار نامہ لکھ دیا ہے تو چونکہ یہ ایک قسم کا معاہدہ اور وعدہ ہے عثمان مذکور اگر اس کی پابندی کرے تو جائز اور بہتر ہے اور اگر اس کی خلاف ورزی کر کے والد کی فوتیدگی کے بعد اس کے ترکہ میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کرے تو قضاء شریعت میں یہ مطالبہ کر سکتا ہے اور اس کا اپنا حصہ شرعیہ دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اقرار نامہ محض ایک وعدہ ہے اس میں

اپنے حصے کی کوئی تملیک نہیں کر چکا ہے۔ کیونکہ دادا اور باپ کی فوتیدگی سے قبل وہ اس جائیداد میں سے کسی حصے کا مالک نہیں ہے۔ تو کیسے وہ تملیک کر سکتا ہے یا اس کو تخارج کہا جا سکتا ہے اور اس شرط لگانے سے اگر چہ فاسد ہے اس سے ہبہ فاسد نہ ہوگا۔ کیونکہ ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا۔ **کما قال فی الکنز ص ۲۳۴ وما لا یبطل بالشرط الفاسد القرض والھبة والصدقة الخ**

(۲) عمر مذکور اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ جائیداد کا واحد مالک ہے۔ وہ اس میں ہر قسم کا تصرف کر سکتا ہے۔ قرضوں کی ادائیگی کے لیے بیچ سکتا ہے اور صدقہ جاریہ کے طور پر اسے وقف بھی کر سکتا ہے۔ اپنی زندگی میں اگر وہ اپنی جائیداد اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے لیکن اپنی زندگی میں تقسیم کرنے کی صورت میں تمام لڑکوں اور لڑکیوں میں برابر حصہ تقسیم کرے تاکہ قطع رحمی کا گناہ نہ ہو۔ ویسے اگر وہ اپنی اولاد میں سے کسی کو زیادہ دے کسی کو کم یا بالکل نہ دے تب بھی اسے اختیار ہے لیکن گنہگار بن جائے گا۔ اگر چہ شرعاً یہ تقسیم صحیح شمار کی جائے گی۔ ہاں اگر کسی ایک بیٹے کو بوجہ اس کی زیادہ حاجت کے یا بوجہ اس کی دیانتداری اور دینداری زیادہ دے دے دوسرے کو کم تو مکروہ نہیں ہے۔ **کما قال قاضی خان علی ھامش العالمگیریة ص ۲۷۹ ج ۳ ولو وھب رجل شیئا لا ولادہ فی الصحة واراد تفضیل البعض فی ذلک علی البعض لا روایة لھذا فی الاصل عن اصحابنا رحمھم اللہ تعالی روی عن ابی حنیفةؒ انه لاباس به اذا کان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین فان کانا سواء یکرہ وروی المعلی رحمه اللہ تعالی عن ابی یوسف رحمه اللہ تعالی انه لا باس به اذا لم یقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوی بینھم یعطی للابنة مثل ما یعطی للابن وقال محمد رحمه اللہ تعالی یعطی للذکر ما یعطی للانثی والفتوی علی قول ابی یوسف رحمه اللہ تعالی رجل وھب فی صحته کل المال للولد جاز فی القضاء. ویکون آثما فیما صنع.**

اولاد کے لیے حلال مال چھوڑنا یہ بھی صدقہ اور کار خیر ہے اور وقف کرنا بھی صدقہ جاریہ ہے۔ خود وہ حالات کا جائزہ لے جس کو ترجیح دے اس میں انشاء اللہ ثواب زیادہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

بیوی کا دل رکھنے کے لیے زرعی زمین اس کے نام کرنا اور تصرف خود کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو حق المہر مقررہ سالم ادا کر دیا تھا۔ مگر اتفاقاً یہ ادا

شدہ حق المہر مقبوضہ ناکح کے گھر سے چوری ہوگیا جس سے منکوحہ کو زبردست صدمہ پہنچا۔ ناکح نے اپنی منکوحہ کا دل رکھنے کے لیے اپنی جائیداد غیر منقولہ سکنی وزرعی جس کی قیمت بوقت ہبہ (تملیک) ۵۰۰۰ ہزار روپے کے قریب تھی اور اب یہ جائیداد تقریباً ایک لاکھ روپے قیمت کی ہے۔ برائے نام اپنی بیوی مذکور کو ہبہ کردی مگر قبضہ اور عمل دخل سالم اس کا اپنا رہا۔ اس شخص کی اولاد دو بیویوں میں سے ہے اور اب وہ شخص فوت ہوگیا ہے جس بیوی کے نام جائیداد ہبہ کی ہے اس کی اولاد کو تو کوئی خسارہ نہیں کیونکہ وہ اب اس ساری جائیداد کے مالک ہونے کے مدعی ہیں۔ مگر دوسری بیوی کی اولاد اس طرح محروم ہوتی ہے۔ حالانکہ نہ یہ ہبہ شرعی طور پر صحیح طریقہ سے کیا گیا ہے اور نہ ہی اس ہبہ پر آج تک عمل درآمد ہوا ہے۔ آیا شرعاً دوسری بیوی کی اولاد اس موہوبہ جائیداد سے واقعی محروم ہوں گے یا اس جائیداد میں ان کو بھی شرعی حصہ ملے گا۔

نوٹ: اس موہوبہ جائیداد میں بعض ایسی جائیداد بھی تحریر ہے جو مرحوم کی ملکیت ہی نہ تھی نہ کبھی اس کے قبضہ میں رہی ہے۔ صرف بے نامی کے طور پر مرحوم کے دیگر بھائیوں نے خرید کر کے کسی قانونی وجہ سے اس کے نام کرائی ہوئی تھی۔ بینوا توجروا

زنانہ ہسپتال روڈ بہاولپور مسٹری حافظ واحد بخش صاحب

﴿ج﴾

ہبہ کے صحیح ہونے کے لیے قبضہ کر لینا شرط ہے۔ قبضہ ہوئے بغیر موہوب لہ اس چیز کا مالک نہیں بنتا۔ صورت مسؤلہ میں اگر شخص مذکور نے اپنی جائیداد سکنی وزرعی فی الواقع مفت میں اپنی ایک بیوی کو ہبہ کردی ہو تو اگر حالت صحت میں ہبہ کر چکا ہو اور عورت کا اس جائیداد پر شرعی قبضہ اس کی زندگی میں اس کی رضامندی کے ساتھ ہوا ہو اور عورت ہی اس جائیداد کے اندر تصرف مالکانہ کرتی چلی آتی ہو اور یہ جائیداد مشترکہ بھی نہ ہو تو عورت اس کی واحد مالکہ بن گئی ہے اور اس شخص کی فوتیدگی کے بعد اس کے دیگر وارثوں کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا اور اگر جائیداد مذکور مشترک ہو یا قبضہ شرعیہ اس پر اس کی عورت اس کی موجودگی میں نہ کر چکی ہو تو جائیداد مذکور عورت کی ملکیت شمار نہ ہوگی۔ بلکہ تمام وارثوں پر حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم ہوگی۔ **کما قال فی الهداية ص ۲۸۱ ج۳ وتصح بالايجاب والقبول والقبض وفيها ايضًا ص ۲۸۳ ج۳ ولا يجوز الهبة فيما يقسم الا محوزة مقسومة وهبة المشاع فيما لا يقسم جائز**۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

لڑکی کو چھوڑ کر صرف لڑکے کو جائیداد دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کچھ جائیداد کا مالک ہے۔ اس کی اولاد ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ جبکہ دونوں شادی شدہ ہیں اور لڑکا بھی اپنے والد سے علیحدہ کاروبار کر رہا ہے۔ اس شخص نے اپنی زمین میں سے کچھ اپنے لڑکے کو عارضی طور پر دی ہے۔ انتقال نہیں کرایا ہے۔ مگر اپنی لڑکی کو کچھ نہیں دیا ہے۔ تو کیا اس طرح کرنا جائز ہے۔

﴿ج﴾

زندگی میں یہ شخص اپنی جائیداد کا خود مالک ہے اور اس میں وہ تصرف کر سکتا ہے۔ اگر زندگی میں جائیداد تقسیم نہ کرے تو بھی اس پر لازم نہیں لیکن اگر تقسیم کرنا چاہے تو تمام اولاد لڑکوں اور لڑکیوں کو بحصہ برابر تقسیم کر دے۔ یعنی لڑکے اور لڑکی کو برابر حصہ دے اور ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے قبضہ دے دینا بھی ہبہ تام ہونے کے لیے ضروری ہے۔ نیز کسی دینی فضیلت اور خدمت کی بنا پر بعض اولاد کو زیادہ حصہ دینا بھی جائز ہے لیکن کسی وارث کو بالکلیہ محروم کرنا درست نہیں۔ حدیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے۔ **من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیمة (مشکوٰة باب الوصیة ص ۲۶۶) قال فی العالمگیریة ص ۳۹۱ ج ۴ ولو وهب رجل شیئا لا ولاده فی الصحة واراد تفضیل البعض علی البعض فی ذلک لاروایة لهذا فی الاصل عن اصحابنا وروی عن ابی حنیفة رحمه الله انه لابأس به اذا کان التفضیل لزیادة فضل له فی الدین وان کانا سواء یکره وروی المعلی عن ابی یوسف رحمه الله انه لابأس به اذا لم یقصد به الاضرار وان قصد به الاضرار سوی بینهم یعطی الابنة مثل ما یعطی للابن وعلیه الفتویٰ.** صورت مسئولہ میں اگر بیٹے کو جائیداد تملیک کر کے نہیں دی تو عارضی طور پر امداد کرنے کی وجہ سے وہ گنا ہگار نہیں اس لیے کہ اس سے بیٹی کو جائیداد سے محروم کرنے کا قصد نہیں۔ البتہ بیٹی کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرے تا کہ اس کی دل شکنی نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

کیا یہ درست ہے کہ زندگی میں جائیداد تقسیم کرتے وقت حصوں کی کوئی پابندی نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد بیویوں، لڑکوں

اور لڑکیوں میں اپنی مرضی کے مطابق کم وبیش حصص دے کر تقسیم کر دی ہے اور وہ کہتا ہے کہ زندگی میں اپنی جائداد میں جیسے تقسیم کروں شریعت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تو کیا یہ درست ہے؟

بشیر احمد ولد ملک فقیر احمد صاحب تحصیل وضلع رحیم یار خان

﴿ج﴾

زید کے لیے ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ شرعاً زید پر لازم ہے کہ اگر وہ اپنی زندگی میں جائیداد اولاد کے مابین تقسیم کرے۔ تو کسی کو محروم نہ کرے اور لڑکے ولڑکی کو برابر حقوق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ جمادی الثانی ۱۳۹۸ھ

کسی عورت کی بعض اولاد کو کل جائیداد دینا اور بعض کو محروم کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عورت اس کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ اس نے اپنی زندگی میں اپنی جائیداد اپنی اولاد میں سے صرف دو لڑکوں کو تملیکاً دے کر قبضہ دے دیا ہے اور باقی اولاد کو محروم کر دیا ہے۔ بلکہ وہ نافرمان بھی نہیں ہے۔ تو کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے۔

ڈرائنگ ماسٹر یار محمد گورنمنٹ ہائی سکول مقام لکی مروت ضلع بنوں

﴿ج﴾

زندگی میں اگر کوئی شخص اپنی جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی تمام اولاد لڑکوں اور لڑکیوں میں بحصہ برابر تقسیم کر دے اور اپنے کسی لڑکے کو دینی فضیلت اور خدمت کی وجہ سے کچھ زیادہ دینا بھی جائز ہے لیکن اولاد میں سے کسی کو بالکلیہ محروم کرنا جائز نہیں سخت گناہ ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی وارث کو محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے حصہ سے محروم کر دیں گے۔ **عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ** (مشکوٰۃ ص ۲۶۶)

صورت مسئولہ میں اگر ان دو لڑکوں کو الگ الگ حصے کا رقبہ دے دیا ہے تو جائیداد شرعاً ان کی ملکیت ہے اور والد گناہ گار ہے۔ اگر بھائی رضامند ہوں اور تمام جائیداد دوبارہ تقسیم کی جائے اور دیگر اولاد کو بھی حصہ دے دیں تو یہ بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

اگر ایک شخص نے جائیداد کے حصے کر کے ہر مستحق کو حصہ دے دیا تو اب مال دوبارہ تقسیم نہ ہوگا اگرظالمانہ تقسیم ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ والد نے اپنی زندگی میں اپنے بیٹوں کے درمیان مال تقسیم کیا۔ کسی کو زیادہ دیا اور کسی کو کم اور کسی کو بالکل محروم رکھا۔ آیا وفات کے بعد وہ مال جمع کیا جائے گا اور بیٹوں میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔ یا جس طرح والد نے مال تقسیم کیا ہے۔ اسی طرح تقسیم رہے گا کہ جن کے پاس زیادہ ہے ان کے پاس اس طرح مال رہے گا اور جن کو محروم رکھا وہ اس سے محروم رہے گا۔

احمد دین سکنہ کوٹ موسیٰ تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

﴿ج﴾

برتقدیر صدق مستفتی شخص مذکور نے اگرچہ اپنے مال کی غیر منصفانہ تقسیم کر کے معصیت کا ارتکاب کیا ہے لیکن وہ تقسیم شرعاً معتبر ہے۔ دوبارہ وہ مال تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

مفتی غلام مصطفیٰ رضوی مدرسہ انوار العلوم

اگر ہر ایک کا حصہ الگ الگ کر کے دے دیا ہے اور قبضہ بھی وہ اس پر کر چکے ہیں تو یہ ہبہ تام ہو گیا ہے اور وہ اس کے مالک ہو گئے ہیں۔ اگرچہ باپ اس طرح کرنے پر گنہگار رہو گا کیونکہ ایک لڑکے کو محروم کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

اگر گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ فلاں شخص نے کچھ جائیداد دختر کے نام رجسٹر کر کے قبضہ دے دیا ہے تو دوبارہ تقسیم نہ ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اللہ وسایا فوت ہو چکا ہے۔ اس کی اولاد نرینہ و مادینہ و بیوہ موجود ہیں۔ عالیجاہ اپنی زندگی میں ۴۷ بیگھہ اراضی زرعی محمد بخش پسر حقیقی فیض احمد، اعجاز احمد پسران احمد بخش کے نام حسب ضابطہ رجسٹری انتقال منتقل کر کے قبضہ دے دیا ہوا ہے۔ اب ۱۴ بیگھہ زرعی زمین دو مکانات وراثت مرحوم موجود ہیں۔ ان میں ہر دونوں مکانات اپنی زندگی میں حوالہ دختر خود کے کر دیے ہیں۔ جن کے گواہ موجود ہیں۔

(۱) کیا شرعاً مکانات سے دیگر وارث حصہ حاصل کر سکتے ہیں۔ جبکہ مرحوم دختر خود کو قبضہ بحیثیت مالکہ کے دیا تھا۔

(۲) کیا باقی ارضی زرعی میں سے بیوہ کے علاوہ دختر دو پسران حصہ دار بن سکتے ہیں یا نہیں اور اگر حصہ دار بن سکتے ہیں تو کتنے کتنے حصے کے۔ جبکہ محمد بخش خود اور احمد بخش کی اولاد کے نام رقبہ منتقل ہو چکا ہے۔

ریاض احمد ولد اللہ وسایا تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

شرعی طریق سے اس کی پوری تحقیق کی جائے اگر معتمد علیہ گواہوں سے یہ ثابت ہو جائے کہ باپ نے اپنی زندگی میں مکانات دختر کو تملیک کر دیے ہیں اور زندگی میں قبضہ بھی دے دیا ہے تو پھر یہ مکانات شرعاً دختر کی ملکیت شمار ہوگی اور بطور وراثت کے دوسرے ورثاء میں تقسیم نہ ہوگی اور اگر گواہوں سے تملیک کا ثبوت نہ ہو سکے یا زندگی میں قبضہ متحقق نہ ہو تو یہ مکانات دختر کی ملکیت شمار نہ ہوگی اور دیگر جائیداد کے ساتھ شرعی حصص کے مطابق تمام ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ بہرحال خوب تحقیق کی جائے جو صورت صحیح ثابت ہو جائے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ صفر ۱۳۹۹ھ

ناجائز اولاد کے نام ہبہ کی ہوئی زمین کا ہبہ درست ہے یا نہ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی محمد عبداللہ نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے دو لڑکے ہوئے۔ پھر مذکورہ شخص کے اپنی منکوحہ عورت کی ہمشیرہ کے ساتھ ناجائز تعلقات ہو گئے اور ان ناجائز تعلقات کی بنا پر اس سے بھی اولاد ہوگئی۔ ظاہر ہے کہ اس دوسری عورت کے ساتھ تو نکاح ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ یہ عورت اس کی منکوحہ کی ہمشیرہ ہے۔ اب کچھ دن ہوئے اس شخص نے اپنی منکوحہ کو تو طلاق دے دی اور تین سال قبل اپنی ناجائز اولاد کے نام اپنی زمین میں سے کچھ رقبہ ہبہ کر دیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ ہبہ درست ہے یا نہیں اور منکوحہ کے بطن سے جو لڑکے ہوئے ہیں ان کا بھی کچھ حصہ بنتا ہے یا نہیں۔

محمد اقبال، اقبال نگر ضلع ساہیوال

﴿ج﴾

صحت ہبہ کے لیے موہوب کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے۔ ہبہ مشاع جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم ہو نیز تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ بھی ضروری ہے ورنہ بلا قبض ہبہ کر دینے سے موہوب لہ موہوب کا مالک نہیں بن سکتا۔

پس صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے ان لڑکوں کا حصہ الگ کر کے قبضہ دے دیا ہے تو ہبہ تام ہے اور دوسرے ورثاء اس میں حصہ نہیں لے سکتے اور بغیر نکاح کے ثبوت نسب نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

والد نے اگر زندگی میں دو بیٹوں کو مکان دیا ہو تو وہ مال میراث میں شامل نہیں البتہ والد سے لی گئی قرض رقم مالِ میراث ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو بھائیوں نے مشترکہ طور پر مل کر ایک قطعہ اراضی خرید کیا۔ رقم پوری نہ ہونے کے باعث انہوں نے اپنے بڑے بھائی صاحب سے امداد چاہی اور یہ امداد بھی بطور قرض تھی۔ جو کہ واپس کرنا ضرور تھا لیکن بڑے بھائی صاحب نے قرض دینے سے انکار کر دیا۔ قطعہ اراضی خریدنے کے بعد مکان کی تعمیر کا مسئلہ درپیش ہوا تو پھر بھی بڑے بھائی صاحب نے کلی طور پر کوئی تعاون مالی نہیں کیا۔ البتہ والد صاحب نے اپنی جائیداد فروخت کر کے جو کہ والد صاحب ہی کی ملکیت تھی اور جس کی قیمت فروخت ۱۵۵۰۰ روپے تھی۔ وہ انہوں نے مکان کی تعمیر پر خرچ کیا۔ جبکہ باقی تمام مکان بشمول زمین مکان تعمیر کا خرچہ بھی صرف دو بھائیوں نے لگایا۔ نیز بڑا بھائی والدین سے الگ اپنا مستقل کاروبار اور رہائش رکھتا تھا۔ کھانا پینا تک بالکل علیحدہ تھا۔ اس تعمیر شدہ مکان میں اس نے والد صاحب کی زندگی میں بھی عمل دخل نہیں دیا۔ بلکہ اس کا کہنا تھا کہ اس مکان سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

تو اب حل طلب سوال یہ ہے کہ والد صاحب کی وفات کے بعد یہ تمام بہن بھائی جو کہ تین بھائی اور دو بہنیں ہیں ان میں والد صاحب کا ترکہ ۱۵۵۰۰ روپے کے طور پر تقسیم ہوگا یا پورے کا پورا مکان والد صاحب کی ملکیت ہو جائے گا اور پورا مکان وارثوں میں تقسیم ہوگا۔ اس مسئلہ میں یہ پہلو بھی زیر غور ہے کہ والد صاحب نے اپنی زندگی میں یہ مکان انہی دو بچوں کے نام رجسٹری کرا کے موجودہ مروجہ قانون کے لحاظ سے دونوں لڑکوں کے نام کر گئے اور ان کی ملکیت کر گئے تھے۔

والد صاحب کی اپنی زندگی میں ترکہ کی تقسیم کے لیے جو تین افراد پر مشتمل کمیٹی قائم کی تھی۔ اس کمیٹی کو والد صاحب نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ مکان انہی دو بچوں کے نام ہے۔ یہ ان بچوں کی مرضی ہے کہ وہ اپنے مشترکہ مکان کے درمیان دیوار کھینچ کر علیحدہ رہائش اختیار کریں یا نہ کریں۔ میری طرف سے ان کو اس بات کا مکمل اختیار ہے کہ وہ اس مشترکہ مکان کے درمیان دیوار کھینچ لیں اور اپنی رہائش بھی الگ الگ کر لیں۔

عبدالرحمٰن ولد خدا بخش مرحوم رشید آباد کالونی ملتان شہر

﴿ج﴾

یہ مکان صرف مذکورہ دو بھائیوں کا ہے۔اس مکان میں دوسرے بھائی بہن حقدار نہیں ہیں۔البتہ ۱۵۵۰۰ روپیہ جو اس مکان کی تعمیر پر خرچ کیا گیا ہے اگر یہ روپیہ والد صاحب سے بطور قرض حسنہ لے کر صرف کیا ہے تو یہ رقم ورثاء میں حسب قانون شرع تقسیم ہوگی۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

اگر دادا نے تیسرا حصہ مکان الگ کر کے پوتے کو قبضہ دیا ہو تو ہبہ درست ہے ورنہ درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی محمود اپنے پسر احمد بخش کی زندگی میں اپنے پوتے فیض بخش کے حق میں ایک وصیت نامہ بصورت اشٹام مندرجہ ذیل مضمون کا تحریر کرتا ہے۔خلاصہ وصیت نامہ کا یہ ہے کہ میں بسلامتی ہوش و حواس خمسہ بلا جبر کسی کے اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میرا ملکیتی سکنی مکان جس کا تیسرا حصہ بحق تملیک اپنے پوتے فیض بخش ولد احمد بخش کر دیا ہے۔آج کے بعد اس حصہ سے میرا بھی کوئی مالکانہ تعلق نہیں ہوگا اور نہ میرے پسر احمد بخش کا اور نہ اس کی باقی اولاد کا۔نقشہ مکان تیسرے حصہ کا بھی تحریر شدہ اشٹاموں میں دیا جا چکا ہے جس میں اندر باہر آنے کا راستہ کی تفصیل بھی تحریر ہے اور پانی کا نکاس اور پرنالہ کا ذکر بھی موجود ہے۔نیز یہ بھی تحریر ہے کہ اس تیسرے حصہ تملیک کردہ کے فلاں کوٹھی میں جتنے باقی میری زندگی کے دن ہیں میں رہائش کے طور پر رہوں گا اور اگر میری زندگی کے بعد میری زوجہ بھی زندہ رہی تو وہ بھی اس کوٹھی میں بطور رہائش رہ سکے گی وغیرہ وغیرہ۔نیز وصیت نامہ میں یہ بھی تحریر ہے کہ یہ تملیک اس لیے اپنے پوتے کے حق میں کر رہا ہوں کہ چونکہ میرے پسر احمد بخش کے اور میرے بڑے پوتے فیض بخش کے آپس میں تعلقات اچھے نہیں ہیں۔شاید پسر احمد بخش میری اس جائیداد سے اس کو محروم کر دے تقریباً چار پانچ روز کے بعد ایک دوسرے سادہ کاغذ پر مسمی محمود اپنی زوجہ کے حق میں یہ بھی تحریر کر دیتا ہے کہ اگر میری زوجہ میرے بعد زندہ رہی تو اس کا خرچ نان ونفقہ فیض بخش میرا پوتا کرتا رہے گا اور اگر وہ اپنی دادی یعنی میری زوجہ کو خرچ نان ونفقہ نہ دے تو پھر میری زوجہ کی صرف اس کوٹھی کو رہن رکھ دینے کا حق واختیار ہوگا یعنی جس میں زندگی تک رہائش رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے۔بیع کرنے کا میری زوجہ کو اختیار نہ ہوگا۔مسمی مذکور کا نان ونفقہ کا پوتے کے ذمہ لگانا پسر حقیقی کی موجودگی میں شاید اس لیے ہوگا کہ میرے اس وصیت نامہ کی وجہ سے یا دوسرے حالات کی وجہ سے پسرم حقیقی اپنی والدہ کی خدمت کا خیال نہ رکھے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں وصیت نامہ شرعاً درست ہوگا یا نہ۔نیز خرچہ نان ونفقہ مسمی مذکور کی زوجہ کا جس کا ذکر وصیت نامہ کے چار پانچ روز والے کاغذ پر ہے۔لہٰذا شرعاً کس کے ذمہ خرچہ نان ونفقہ ہوگا۔مسمی مذکور کے

پوتے کے ذمے یا مسمی مذکور کے پسر حقیقی کے ذمہ۔ اب اس وصیت نامہ اور کاغذ لکھنے کے بعد تقریباً چار سال مسمی مذکور فوت ہو جاتا ہے۔ اب اس کو تقریباً چھ سال فوت ہوئے کو ہو چکے ہیں۔ اس عرصہ میں کچھ مدت تو متوفی مذکور کی زوجہ اپنے پوتے فیض بخش کے پاس رہی۔ اب تین سال سے اپنے حقیقی پسر احمد بخش کے پاس رہتی ہے اور اب نان نفقہ کا خرچ بھی وہی کرتا ہے۔ اب فیض بخش وہ تیسرے حصہ تملیک شدہ کو اپنے قبضہ میں پورے طور رکھنے کے لیے کوشاں ہے لیکن احمد بخش کہتا ہے کہ جتنا عرصہ میری والدہ میرے پاس رہی ہے اس کے نان نفقہ کا خرچ اپنے دادا کی وصیت کے مطابق فیض بخش دے دے۔ تب تو میں وصیت کے مطابق کچھ حصہ مکان کا دینے کو تیار ہوں ورنہ نہیں مگر فیض بخش کہتا ہے کہ میری دادی صاحبہ میرے پاس رہے گی تو خرچ نان ونفقہ دینے کے لیے تیار ہوں ورنہ نہیں۔

السائل احقر الا مام محمد سعید عفی عنہ جامع مسجد کہروڑ پکا ضلع ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر محمود مذکور نے اپنی زندگی میں اپنے پوتے کو قبضہ دے دیا ہے تو فیض بخش اس کا مالک ہو گیا اور کسی قسم کا نان ونفقہ دادی کا یا دادی کو حق رہن ور ہائش مکان میں کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ ہبہ میں جو شرط لگائی جاتی ہے وہ لغو ہوتی ہے اور ہبہ صحیح ہوتا ہے۔ قبضہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مکان کو تقسیم کر کے ۱/۳ حصہ الگ کر کے حدود قائم کر کے اس کے حوالہ کر دے۔ اگر قبضہ زندگی میں مذکورہ بالا طریق سے نہیں دیا تو فیض بخش کسی چیز کا قطعاً مستحق نہیں۔ ہبہ ہی صحیح نہیں ہے اور نہ وصیت۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ جمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ

بیوی یا بعض اولاد کو اگر چہ زندگی میں بہت کچھ دیا ہو لیکن وہ سب میراث سے حصہ پائیں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص بیماری کی حالت میں اپنی جائیداد اپنے ورثاء میں تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ باعتبار شرع شریف اس کے ورثاء کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ پانچ بیٹے ایک لڑکی ایک گھر والی۔ اس شخص نے اپنی گھر والی کو نکاح کے وقت حق مہر میں بہت کچھ مال اور جائیداد جو دی تھی۔ کیا اس کے بعد بھی گھر والی کو اس کی جائیداد کا حصہ بطور ورثہ کے ملے گا یا نہیں۔ اگر نہ ملے گا تو محروم کرنے پر یہ شخص گنہگار ہو گا یا نہیں۔

(۲) اور ان پانچ لڑکوں میں سے دو لڑکے پہلی گھر والی سے پیدا ہوئے تھے جن کی شادی پر اس شخص نے زر کثیر خرچ

کی تھی اور کچھ زمین بھی خرید کر کے ان کے نام کرائی تھی۔ جس سے اب یہ دونوں اپنے گزر اوقات کر رہے ہیں اور حکومت سے اس زمین کو مکفول رکھ کر قرضہ لے کر ٹریکٹر وغیرہ بھی لے رکھا ہے تو کیا ان دونوں بیٹوں کو بھی اس باپ کی جائیداد کا حصہ ملے گا یا نہ۔ جبکہ دوسری گھر والی کے تین بیٹے اور ایک بیٹی باپ سے روٹی کپڑا تو حاصل کرتے ہیں لیکن نہ اُن کے نام باپ نے کوئی جائیداد منتقل کرائی ہے اور نہ ان کی شادی پر زر کثیر خرچ کی ہے۔ کیونکہ ان کی شادی اب تک نہیں ہوئی ہے۔ تو کیا ان تین لڑکوں اور ایک لڑکی کو باپ کی جائیداد سے کچھ حصہ زائد ملے گا یا ان دو شادی شدہ لڑکوں کے برابر حصہ ملے گا۔ بینوا توجروا

سید غلام مرتضیٰ شاہ

﴿ج﴾

(۱) حق مہر میں اگرچہ شخص مذکور نے اپنی عورت کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس کے باوجود یہ عورت شخص مذکور کے ترکہ سے محروم نہ ہوگی اور شخص مذکور کے لیے اس کو اپنی جائیداد سے محروم کرنا جائز نہیں۔

(۲) ان دونوں لڑکوں کو بھی شخص مذکور کی جائیداد سے حصہ پہنچے گا اور ان تین لڑکوں اور ایک لڑکی کو باپ کی جائیداد سے زائد حصہ نہیں ملے گا۔ بلکہ یہ تمام لڑکے اور لڑکی شرعی قانون کے مطابق حصہ لیں گے۔ البتہ اگر شخص مذکور زندگی میں اولاد کے مابین جائیداد تقسیم کرنا چاہے تو ان کے مابین حصص میں کمی زیادتی نہ کرے لیکن ان دو بڑے لڑکوں کی رضامندی سے چھوٹے لڑکوں اور لڑکی کو زائد حصہ دے دے تو بلا کراہت جائز ہے۔ اسی طرح اگر چھوٹے لڑکوں اور لڑکی کی وجہ سے ان کی علمی فضیلت یا ان کے تنگ دست ہونے کی وجہ سے حصہ میں زیادتی کرے۔ تو بھی جائز ہوگا۔ **هكذا ذكر في الكتب**۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

دکان کو مالکانہ طور پر حاصل کرنے کے لیے لڑکی قسطیں دیتی رہی لیکن کاغذوں میں شوہر کے نام کر دیا تو مالک کون ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک باپ اپنی بیٹی فاطمہ کو ایک دکان دیتا ہے بعد ازاں گورنمنٹ اس دکان کی قیمت مقرر کرتی ہے۔ باپ بیٹی کے شوہر محمد یامین سے کہتا ہے کہ دکان کی قیمت مقرر ہوئی ہے جس کی اسی روپے

ماہوار قسطیں ادا کرنی ہوں گی۔ اگر تم ادا کر سکتے ہو تو دکان تمہارے پاس رہ سکتی ہے ورنہ جو قیمت ادا کرے گا اس کی ہوگی۔ محمد یامین یہ کہہ کر انکار کرتا ہے کہ میری تنخواہ اتنی نہیں ہے کہ میں قسطیں ادا کروں مگر مسکین فاطمہ بیٹی قسطیں ادا کرنے کی حامی بھر لیتی ہے کہ جیسے بھی ہوگا میں ادا کروں گی۔ پھر وہ کچھ کپڑے سی کر اور کچھ بچت کر کے دکان کی قیمت اپنے والد صاحب کے ذریعہ اپنے سسر اللہ داد کے نام سے ادا کر دیتی ہے۔ اللہ داد مرنے سے تقریباً سات ماہ قبل وہ دکان اپنے لڑکے محمد یامین کے نام فاطمہ کے مشورہ سے تاکہ فاطمہ کو عدالت میں نہ جانا پڑے رجسٹری کرا دیتا ہے اور اس میں مبلغ ایک ہزار روپے کے عوض فروخت کرنا ظاہر کرتا ہے۔ اللہ داد کی فوتگی کے بعد محمد یامین کئی مرتبہ اپنے رشتہ داروں میں اس بات کا اظہار کر چکا ہے کہ دکان فاطمہ کی ہے۔ اس میں میرا کوئی حصہ نہیں۔ یہ اسی نے خریدی ہے تو کیا دکان کا اصل مالک شریعت کی رو سے کون ہے۔ فاطمہ یا محمد یامین یا اللہ داد۔ بینوا توجروا

مجاہد علی بیوٹی جنرل سٹور صدر بازار کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اس دکان کی مالکہ مسماۃ فاطمہ ہوگی۔ قسطیں اس نے ادا کی ہیں۔ اگرچہ قسطیں اللہ داد کے نام سے ادا کی ہیں۔ اس کا ملکیت پر ہرگز اثر نہیں پڑتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جائیداد لڑکوں کے نام کر کے لڑکیوں کو محروم کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص جو نمازی اور تہجد گزار ہے اس کی ایک بیوی سے دو لڑکیاں ہیں جو شادی شدہ ہیں اور دوسری بیوی سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے۔ جو غیر شادی شدہ ہیں اور دونوں بیویاں حیات ہیں۔ وہ اپنی لاکھوں کی جائداد زرعی و سکنی محض اس اندیشہ کے پیش نظر کہ اس کی وفات کے بعد لڑکیاں بمطابق شریعت حصہ جائیداد لیں گی۔ وہ دیدہ و دانستہ طور پر جائیداد اپنے بیٹے کے نام تملیک کر رہا ہے اور لڑکیوں کے نام شرعی حق سے بہت کم جو کہ ان کے حق سے ۱۰/۱ حصہ بھی نہیں بنتا دینا چاہتا ہے اس طرح سے وہ اپنی لڑکیوں کو شرعی حصہ جائیداد سے محروم کر رہا ہے۔ کیا ایسا کرنے والا شخص عند اللہ مجرم ہے اگر ہے تو اس پر دنیا و عاقبت میں کیا سزا لازم ہے۔

﴿ج﴾

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ تمام اولاد لڑکوں اور لڑکیوں میں جائیداد بحصہ برابر تقسیم

کرے۔ یعنی جتنا لڑکے کو دے اتنا ہی لڑکی کو دیوے۔ البتہ دینی خدمت اور فضیلت کی بنا پر بعض اولاد کو کچھ زیادہ دینا چاہے تو یہ بھی جائز ہے لیکن کسی وارث کو محروم کرنا یا دوسرے ورثا کو ضرر پہنچانے کے لیے بعض کو زیادہ دینا درست نہیں۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی وارث کا حصہ کاٹ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس شخص کا حصہ قیامت کے دن جنت میں سے کاٹ دیں گے۔ **عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قطع میراث وارثہ قطع اللہ میراثہ من الجنۃ یوم القیمۃ۔ رواہ ابن ماجہ و رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ابی ھریرۃؓ مشکوٰۃ ص ۲۶۶**۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ صفر ۱۳۹۸ھ

اگر لاولد عورت نے جائیداد محفوظ کرنے کی نیت سے بدون قبضہ دیے بھتیجے کے نام کر دی تو اس کی وفات کے بعد قابل تقسیم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ شرم خاتون مرحومہ کا شوہر اوباش قسم کا تھا اور وہ اس کی جائیداد کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ مرحومہ بالا جو لاولد تھی جائیداد محفوظ کرنے کی مصلحت کے تحت اپنی تمام جائیداد (جو صرف ایک دکان پر مشتمل ہے) اکلوتے اور حقیقی بھائی کی موجودگی میں بھتیجے مسمی ضیاء الحق کو اس وقت نابالغ تھا۔ بطور ہبہ تحریر کر دی لیکن جائیداد مذکور کا قبضہ اپنی زندگی میں منتقل نہ کیا بلکہ آخر دم تک مرحومہ خود ہی قابض و متصرف رہی۔ مسماۃ مذکورہ کی فوتیدگی کے وقت اس کے ورثاء میں سے صرف ایک حقیقی بھائی مسمی رحیم بخش صاحب تھا۔ اب مسمی رحیم بخش بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اس وقت رحیم بخش مرحوم کے صرف تین لڑکے مسمیان غلام حسین، فضل الحق، ضیاء الحق موجود ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بروئے شرع شریف محمدی ہبہ مذکورہ بالا کی کیا حیثیت ہے۔ کیا اس صورت حال کے پیش نظر مرحومہ کے ترکہ سے ضیاء الحق کے علاوہ اس کے دوسرے دو بھائی غلام حسین و فضل الحق بھی حصہ لینے کے مستحق ہیں۔ اس جائیداد کی تقسیم شرعاً کس طرح ہوگی۔ بینوا توجروا

بمقام احمد پور شرقیہ ریلوے اسٹیشن فضل الحق سیف فردوس بیکری کنگن روڈ احمد پور شرقیہ

ہبہ بغیر قبض کے تام نہیں ہوتا۔ مسماۃ شرم خاتون ہی چونکہ اس جائیداد پر آخری دم تک قابض و متصرف رہی ہے اور

اپنے نابالغ بھتیجے کے ولی کو قبضہ نہیں دلا چکی ہے۔ اس لیے ہبہ تام نہیں ہوا ہے اور وہ جائیداد مسماۃ مذکورہ ہی شمار ہوگی۔ اس لیے اس کے مر جانے کے بعد اس کے وارثوں پر تقسیم ہوگی۔ وارث ایک شوہر اور ایک حقیقی بھائی رحیم بخش ہے۔ اس جائیداد کا نصف حصہ اس کے شوہر کو اور نصف حصہ اس کے بھائی رحیم بخش کو ملے گا۔ رحیم بخش کے فوت ہو جانے کی صورت میں اس کا اپنا وہ نصف حصہ اس کے وارثوں میں شریعت کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اگر اس کے وارث صرف یہی تین لڑکے ہیں اور کوئی وارث ماں باپ دادا وغیرہ نہیں ہے تب ان میں حصہ برابر تقسیم ہوگا۔ گویا اس کا ہر ایک لڑکے کو مکان کے چھ حصوں میں سے ایک ایک حصے اور باقی تین حصہ مرحومہ کے شوہر کو ملیں گے۔ قال فی الدر المختار ص ۶۹۰ ج ۵ (وتتم) الھبۃ (بالقبض) الکامل وقال الشامی تحتہ (قولہ بالقبض) فیشرط القبض قبل الموت ولو کانت فی مرض الموت للاجنبی کما سبق فی کتاب الوقف کذا فی الھامش فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ محرم ۱۳۸۵ھ

اگر مکان ہبہ کر دیا جائے اور متصل خالی پلاٹ بھی ہبہ کر دیا لیکن قبضہ نہ دیا تو پلاٹ کا ہبہ درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیچیدہ سوال پیدا ہو گیا جس کا حل ہمارے لیے مشکل ہے۔ برائے کرم سوال ذیل کا فتویٰ دیا جائے تا کہ عمل کیا جائے۔

(۱) یہ کہ نقشہ مکان رہائشی۔ پشت ہے یہ مکان کریم بخش کا تھا جو صرف ایک کوٹھہ تھا۔ اس کوٹھہ کی جانب جنوب تمام صحن سفید زمین خالی پڑی تھی جو کہ کریم بخش متوفی نے اپنی حیات میں اپنے رہائشی کوٹھہ کے علاوہ سفید زمین صحن عبدالستار ولد غلام سرور کو بعوض خدمت لکھ دی تھی۔

(۲) عبدالستار ولد غلام سرور نے کریم بخش کی حیات میں کوٹھہ رہائشی کریم بخش کے سامنے جانب جنوب سفید زمین قبضہ کرنے کے لیے ۲/۳ فٹ دیواریں رکھ دیں۔ مگر کریم بخش متوفی اپنے مکان رہائش کوٹھہ میں راستہ نمبر۲ سے آ جاتا تھا۔

(۳) عبدالستار ولد غلام سرور کے پاس صرف یہی کریم بخش متوفی جو کہ مکان کے آگے سفید زمین صحن بعوض خدمت عبدالستار کو دی۔ پھر اس کے بعد علاوہ مکان کا دروازہ بند کرنے یا کسی اور طرف نکالنے کی کوئی تحریر نہیں ہے۔

(۴) کریم بخش فوت ہوگیا اس کا وارث بھتیجا محمد علی مکان رہائش کریم بخش متوفی کو راستہ نمبر۲ سے رکاوٹ کرتا ہے کہ یہ آگے سفید زمین صحن عبدالستار کا ہے۔

اب فتویٰ دیا جائے کہ محمد علی وارث کریم بخش متوفی نے راستہ نمبر۲ میں آنے جانے کا حق دیا۔ راستہ نمبر۲ کا جس سے کریم بخش متوفی اپنی حیات میں آتا جاتا تھا محمد علی حق دار وراثت ہے یا نہ۔ برائے مہربانی فتویٰ دیا جائے تاکہ حق دار کو حق مل جائے۔ عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

اگر کریم بخش مذکور قطعہ نمبر۲ کا بھی عبدالستار کو ہبہ کر چکا ہے۔ عبدالستار نے ۲/۳ فٹ دیوار راستہ نمبر۲ کے گرد کریم بخش کے عین حیات میں تعمیر کر دی ہے اور یا ویسے کریم بخش نے عبدالستار کو نمبر۲ کا قبضہ دلایا ہے اور کریم بخش ویسے قبضہ دلانے کے بعد بھی نمبر۲ میں آتا جاتا رہا ہے تو پھر ان صورتوں میں نمبر۲ عبدالستار کا ہوگا اور اگر نمبر۲ کو سرے سے ہبہ ہی نہیں کیا۔ جیسے کوٹھہ یا ہبہ کر چکا ہے۔ مگر قبضہ دلایا نہیں ہے۔ خود اُسے تا موت استعمال کرتا رہا ہے۔ تو پھر یہ نمبر۲ وارث کا ہوگا۔ کیونکہ ہبہ بغیر قبض تام نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حکومت پاکستان نے جو زمینیں زمینداروں سے لے کر لوگوں کو دی ہیں اُن کا خریدنا جائز ہے یا نہیں

ہندو اور مسلمانوں کی مشترکہ زمین سے مسلمان کو مفت پلاٹ دینا

نذر کی رقم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا

﴿س﴾

(۱) حکومت پاکستان نے زرعی اصطلاحات کے تحت زمینداروں سے زمینیں سلب کر کے کاشتکاروں میں بعوض قیمت تقسیم کی ہیں۔ آیا یہ زمین مسلوب شدہ کاشتکاروں یا دوسرے اشخاص کو خریدنا جائز ہے۔

(۲) مسلمان اور ہندو کی مشترکہ زمین ہے۔ مسلمان نے اپنے اقرباء کو مشترکہ زمین میں سے مفت پلاٹ دیا ہے۔ اس پلاٹ پر انہوں نے مکان بھی بنائے ہیں اور زیر قابل کاشت بھی اس کا خراج بھی مالکان دیتے ہیں۔ شریعت میں اس کا حکم کیا ہے۔

(۳) کسی شخص نے نذر مانی ہے کہ میں اس مصیبت سے بچ گیا تو سالانہ دو ہزار روپیہ خیرات کروں گا کسی مد کی تعیین نہیں کی۔ اب وہ شخص اس نذر کے پیسوں سے اپنے کبار اولاد فقیر کو دے سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی بڑی لڑکی شادی شدہ جو اس

کے گھر میں رہتی ہے اس کو بھی دے تو جائز ہے۔ مسجد کے بنانے میں دے سکتا ہے۔ کسی فقیر کو حج کرنے کے لیے دے سکتا ہے۔ براہ کرم تمام مسائل کو دلیل سے بیان کریں تا کہ اطمینان ہو۔

ابوالنصر نورانی مدرسہ دارالفیوض کندھ کوٹ

﴿ج﴾

(۱) سوال نمبرا دوبارہ الگ لکھ کر دریافت کیجیے۔ نیز یہ بھی تحریر فرمادیں کہ حکومت نے زمینداروں سے قیمت ادا کر کے زمینیں لی ہیں یا کیا صورت ہوئی۔

(۲) ہبہ کردہ زمین کی قیمت لگا کر ہندو شریک کو اس کے حصہ کی قیمت دی جائے یا پھر مسلمان شریک بقایا زمین میں بمقدار موہوبہ زمین میں شریک نہیں ہوگا یعنی اگر پہلے وہ دونوں نصف نصف حصہ کے شریک تھے تو اب وہ نسبت نہ رہے گی۔ ثلث دوثلث وغیرہ کی نسبت سے مشترک ہوں گے۔

(۳) اپنی اولاد پر (خواہ وہ فقراء بھی ہوں) نذر کا روپیہ صرف کرنا درست نہیں۔ اس کا مصرف فقراء اور مساکین ہیں۔ لہٰذا اس رقم سے تعمیر مسجد بھی درست نہیں ہوگی اور اگر ایک ہی فقیر کو وہ کل رقم دے دے تو نذر ادا ہوگی لیکن اس فقیر پر یہ لازم نہیں ہوگا کہ وہ اس رقم کے ساتھ حج کو جائے بلکہ دیگر ضروریات میں بھی وہ اسے خرچ کر سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

اپنی زندگی میں جائیداد کو بطریقہ مذکورہ تقسیم کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ من سائل کا ایک قطعہ مکان عمارت پختہ دومنزلہ مشتمل بر ۴ کوٹھہ جات ایک برآمدہ صحن کشادہ اراضی تحتانیہ ۲۰۰ مربعہ گز ملتانی کا مالک کامل قابض بلاشراکت غیرے ہے۔ بوجہ ضعیف العمری و پیرانہ سالی حیات مستعار کا قطعی کوئی بھروسہ نہیں کہ کس وقت روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ من سائل کا ایک پسر مسمی محمد حسین عرف فضلو و دو دختران مسمات شریفاں مائی و منظور مائی پر دونوں شادی شدہ زوج فوت شدہ پوتا من سائل ظفر محمد پسر مسمی محمد حسین کو من سائل مکان ہذا کا رقبہ اس طور دینا چاہتا ہے کہ پسرم محمد حسین پچیس گز مسمات شریفاں مائی و منظور مائی بہر برابر دختران ایک سو پچیس مربعہ گز۔ پوتا شفیع محمد ۲۵ مربعہ گز و ۲۵ مربعہ گز پوتا ظفر محمد کو دینا چاہتا ہوں۔ پسرم کی تین بیویاں ہیں اس کے حصہ سے اس کی بیویوں کے نام بیشتر ازیں ۲۳۱ مربعہ گز رقبہ برائے حق مہر دے چکا ہوں۔ پسرم کا حق مکمل طور پر ادا کر چکا ہوں اس کے متعلق فتویٰ قرآن کریم وحدیث شریف کی روشنی میں صادر فرمائیں۔

حاجی پیر بخش ولد ملک خدا بخش قوم کوٹلہ توری خان ٹبی کھنڈاں ملتان شہر

﴿ج﴾

زندگی میں آپ اپنی جائیداد کے مالک ہیں اس میں آپ ہر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں۔ پس اگر مندرجہ بالا تقسیم میں کسی وارث کا اضرار مقصود نہیں اور اس پر تمام ورثاء رضامند ہیں تو پھر یہ تقسیم درست ہے لیکن یہ ہبہ تام اس وقت ہوگا جبکہ ہر ایک کو اپنے حصہ کا قبضہ زندگی میں دیا جائے درمختار ص ۶۹۶ ج ۵ میں ہے **ولا بأس بتفضيل بعض الاولاد في المحبة لانها عمل القلب وكذا في العطايا ان لم يقصد به الاضرار وان قصده فسوى بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني وعليه الفتوى.**

محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

عورت کا حق المہر ہبہ کرنے کا اگر شرعی ثبوت نہ ہو تو عورت مطالبہ کرسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عبدالرشید خان ولد عبدالرحمٰن خان ساکن چک نمبر ۱۵۸ تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع فیصل آباد نے مورخہ ۶۷-۱۰-۱۵ کو مقام ملتان شہر میں حق المہر دس ہزار بتیس روپے کے عوض آمنہ ایس شاہین دختر راؤ خورشید علی خان قوم راجپوت کے ساتھ نکاح اور شادی بمعہ کل شرائط کیا تھا اور حسب ضابطہ یونین کونسل میں رجسٹرڈ ہوا تھا۔ مگر کسی وجہ سے طلاق ہوگئی عبدالرشید خان نے ایک دست بردار نامہ تحریر کروالیا۔ اس میں عبدالرشید خان نے دعویٰ کیا ہے کہ آمنہ ایس شاہین نے حق المہر دس ہزار بتیس روپے کا دعویٰ ترک کردیا ہے اور شادی کا خرچہ ایک ہزار روپیہ کے عوض کچھ سامان جہیز جو دست بردار نامہ میں درج ہے چھوڑ دیا اور باقی سامان آمنہ ایس شاہین نے لے لیا ہے اور اس دست بردار نامہ کے لیے عبدلرشید نے دو گواہوں عبدالخالق عرضی نویس اور محمد طفیل پیش کیے ہیں۔ گواہان اور عبدالرشید خان کی شہادت ہے کہ آمنہ ایس شاہین نے بقائی ہوش وحواس خمسہ اور بغیر جبر واکراہ رضامندانہ دست بردار نامہ کی تحریر پڑھ کر دستخط کیے ہیں اور تحریر کے مطابق فیصلہ ہوگیا ہے۔ مگر آمنہ ایس شاہین اپنے دستخط اور اُن کے فیصلہ سے انکاری ہے۔ تو کیا اس صورت میں شاہین آمنہ ایس شاہین اپنے حق مہر لینے کی حقدار ہے یا نہیں۔

آمنہ ایس شاہین دختر راؤ خورشید علی خان ملتان

﴿ج﴾

اگر آمنہ ایس شاہین کے ہبہ کرنے پر خاوند کے دو دیندار گواہ موجود ہیں تو ہبہ تام ہوگیا ہے اور اس میں عورت کو رجوع کرنے کا اختیار بھی نہیں ہے۔ **ففی العالمگیریة ص ۳۸۶ ج ۴ ومنها الزوجية سواء كان احد**

الزوجین مسلما او کافرًا کذا فی الاختیار الخ. واذا وھب احد الزوجین لصاحبہ لایرجع فی الھبة وان انقطع النکاح بینھما۔ البتہ اگر گواہوں سے یہ ہبہ ثابت نہ ہو تو عورت چونکہ اس وقت انکاری ہے اس لیے پھر وہ اپنا مہر وصول کر سکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

اگر کوئی لڑکا سوتیلی والدہ کی خدمت کا حق ادا کر رہا ہو تو کیا اس کے نام زمین منتقل کرائی جا سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ من مسماۃ زینب دختر ہبہ خان قوم بلوچ سکنہ چاہ قطب والا سائلہ یوں عرض پرداز ہے کہ جب میرے والد محترم فوت ہوئے تو میری عمر ڈیڑھ سال کی تھی۔ میری والدہ محترمہ بیوہ نے میری پرورش کی۔ میں اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ میرے والد محترم کی جائیداد غیر منقولہ تقریباً ۱۶ بیگھے زمین تھی۔ جو کہ میرے والد کے نام بعوض خرچہ اور میرے پرورش کے منتقل ہو گئے۔ چنانچہ ایسا ہوتا رہا۔ جوان ہونے پر اس نے میری شادی میرے اپنے کنبے میں میرے چچازاد بھائی کے ساتھ کر دی۔ پھر میری والدہ بوڑھی ہو گئی۔ چنانچہ اس کی خدمت میں نے اپنے ذمہ لے لی اور والدہ صاحبہ حصہ اراضی ۱۶ بیگھے بھی میرے قبضے میں کرا دی گئی۔ پھر بقضاء الٰہی میری والدہ محترمہ فوت ہو گئی۔ آدھا حصہ اراضی کا ۸ بیگھے میرے نام اور باقی ۸ بیگھے باقی ورثاء کے نام منتقل ہو گئے۔ میں بھی کچھ عرصہ کے بعد بیوہ ہو گئی۔ پھر میری دوبارہ شادی (عقد نکاح) میرے وارثان نے اپنے منشا کے مطابق عوض بازو لے کر کر دیا۔ چودہ سال کے بعد پھر بیوہ بن گئی ہوں۔ اب میرا کوئی خدمت گزار نہیں رہا۔ میں نے اپنے وارثان بازگشت کو بھی اپنے لیے خرچہ و اخراجات کے لیے کہا اُس نے جواب دے دیا اس کے بعد میں نے اپنے سوتیلے لڑکے کو کہا کہ میری خدمت گزاری اور دیگر ضروریات زندگی پورا کرنا اپنے ذمہ لو چنانچہ اس نے میرے ساتھ عہد کیا اور وہ اس عہد کو پورا کر رہا ہے۔ جس کو تقریباً ایک سال کا عرصہ ہو رہا ہے۔ کیا میں اس کے عوض اس کی حمایت کے سلسلہ میں اپنی جائیداد اراضی ۸ بیگھے اس کو بحق خدمت منتقل کرا دینے کی شرعاً مجاز ہوں یا نہ۔ میں اس جائیداد کے فروخت کرنے وغیرہ کی کلی طور پر حق بجانب ہوں یا نہ۔ کیا میرے والد کے وارثان میری اس بیع وشراء میں مداخلت کرنے کے مستحق ہیں۔ بینوا تو جروا

مسماۃ زینب بیوہ محمد خان بمعرفت نور احمد ولد محمد خان قوم بلوچ موضع قادر پور

﴿ج﴾

آپ اپنی زندگی میں اور صحت کی حالت میں اس آٹھ بیگھے اراضی کی بیع کر سکتی ہیں اور اگر کسی ایک وارث کو حصہ یا

تملیک کرنا چاہیں تو یہ بھی درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ کل اراضی کی بیع یا ہبہ نہ کریں بلکہ بمقدار ضرورت ہبہ یا فروخت کریں تاکہ آپ کے تمام ورثاء کو آپ کی فوتیدگی کے بعد بقایا اراضی میں شرعی حصہ مل جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۳ جمادی الثانی ۱۳۹۶ھ

جب زندگی میں بیٹی کو مکان دے کر قبضہ دے دیا تو اب وہی مالکہ بلا شرکت غیر ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی امیر خان ولد خدا بخش خان پٹھان سکنہ نواب پور تحصیل ملتان کا صرف ملکیہ مکان رقبہ چھ مرلہ آبادی نواب پور میں ہے۔ جس کی صرف سائلہ اکلوتی بیٹی ہے۔ امیر خان مرحوم کی نہ کوئی ماسوائے سائلہ کے دیگر اولاد نرینہ و مادینہ ہے نہ بیوی ہے۔ اس کا ایک بھائی رہنواز ایک ہمشیرہ ماداں بھی زندہ ہے۔

امیر خان والد ضعیف العمر بیمار کافی عرصہ رہا۔ جس کی سائلہ نے از گرہ خود علاج معالجہ و تیمارداری و خدمت گزاری کرتی رہیں۔ والد میرے پاس رہا۔ میں نے اس کا علاج نواب پور، ملتان، بہاولپور وغیرہ ہسپتالوں و ڈاکٹروں سے کرایا اور میں نے کثیر رقم اس کے علاج معالجہ پر خرچ کی۔

چونکہ والد کے پاس کوئی نقدی وزیور نہ تھا صرف گھریلو سامان معمولی بستر و برتن و مکان بھی تھا جس نے مجھے مورخہ ۷۶-۱۰-۱ کو بذریعہ تملیک نامہ قطعی مجھے تملیک کر کے قبضہ دے دیا۔ جس پر آج تک میں سائلہ قابض ہوں۔

میرے والد امیر خان کی ہمشیرہ ماداں اور اس کے بھائی رہنواز نے اس کی بیماری سے پہلے یا بیمار ہونے پر کبھی تیمارداری نہ کی۔ بلکہ پوچھا تک کبھی نہ تھا۔ اس کی ہمشیرہ زمیندار ہے۔ جس کے نام کافی اراضی زرعی ہے اور اس کے بھائی رہنواز کا بھی ذاتی مکان ہے۔ میرے والد کا صرف چھ مرلہ مکان تھا۔ جو اُس نے بذریعہ تملیک اپنی حسن حیات میں مجھے منتقل کر دیا ہے۔ اس میں فتویٰ فرمایا جائے کہ متوفی کے مکان مذکور کا حقدار سائلہ کے سوائے دیگر بھی کوئی ہے یا نہیں۔

مسماۃ منظوراں دختر امیر خان متوفی بذریعہ عبدالمجید خاوند نواب پور ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت ہبہ کے لیے موہوب کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے۔ نیز تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ ضروری ہے۔ القبض فی الهبة كالقبول فی البیع بناء علیه تتم الهبة اذا قبض الموهوب له فی مجلس الهبة المال الموهوب الخ (المجلہ ص ۱۹۰)

پس صورت مسئولہ میں اگر واقعی اس شخص نے زندگی میں اس مکان کا ہبہ کر کے قبضہ اپنی بیٹی کو دے دیا ہے اور تملیک کر دیا ہے تو یہ مکان شرعاً اس کی لڑکی کی ملکیت شمار ہوگی اور اس شخص کے مرنے کے بعد دیگر ورثاء کا اس میں کوئی حق نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تقسیم جائیداد سے متعلق متعدد سوالات

جناب عالی دام مجدکم بعد از سلام مسنون عرض آنکہ زید ایک ضعیف العمر غریب عیالدار آدمی ہے۔ نمبر ۱، ۲، ۳ پسران زید ہیں۔

نمبر ۲ پسر زید بغیر شادی نکاح بقضاء الٰہی فوت ہو چکا ہے۔ اب نمبر ۱، ۳ پسران زید موجود ہیں۔ پسر نمبر ۱ شادی شدہ ہے زید کا ایک ملکیتی مکان سکنی ہے جس میں مذکورہ لوگ مقیم ہیں۔ پسر نمبر ۱ اپنے والدین سے علیحدگی کے لیے متدعی و مستعدر ہا کہ مکان واثاثہ بیت مذکورہ میں حصہ یا بطور عطیہ کچھ میرے تملیک کر دیا جائے تاکہ بخیر وخوشی اوقات حیات بسر ہو سکیں۔ والدین یعنی زید وغیرہ نے تسلیم ورضا سے انکار کیا۔ پسر زید نمبر ا طوعاً وکرہاً وہیں زید کے مکان مذکور میں مقیم رہا۔ زید خود تو بوجہ ضعیف العمری ذریعہ معاش کی عملی کارگزاری سے معذور ومقصور ہے۔ دیگر پسران زید بوجہ خوردسالی کسی کام کے لائق نہیں اور نہ ہی زید کے پاس کوئی نقد مالیت ہے۔ آخر زید کے پسر نمبر ا نے کسی غیر سے اپنی ذمہ داری پر کچھ نقد رقم بطور قرض حسنہ حاصل کی۔ جس سے توکل علی اللہ تجارت کتب کا کام شروع کیا دکان ماہانہ اجارہ پر حاصل کی۔ رب العزت نے خیر وبرکت بخشی۔ واپس ادائیگی قرض ہوگئی اور بفضلہ تعالیٰ تجارت کتب کا کام بھی بدستور جاری رہا۔ جس سے بدست پسر نمبر ا کی اولاد کے بعد دیگرے تین بچے تولد ہوئے۔ پسر زید نمبر ا کو مکان کی اشد ضرورت ہوئی۔ بنابریں مکان زید کے ملحقہ مکان فروخت ہوا تو پسر زید نمبر ا نے اپنی ذاتی ضرورت اور اولاد کی سکونت کی خاطر اپنی مکسوبہ تجارت کی مالیت سے ملحقہ مذکورہ مکان خرید لیا۔ مگر بغرض تحفظ شفعہ بیعنامہ مکان ملحقہ مذکور اپنے والد زید مذکور کے نام تکمیل کرایا کہ بعد اختتام ایام شفعہ مکان مذکور کی تملیک منتقل کرالی جائے گی۔ مگر خرید مکان کے ڈھائی ماہ بعد زید مذکور بقضاء الٰہی فوت ہو گیا اور منتقل تملیک مکان مذکور نہ ہو سکی۔ بعد از وفات زید مندرجہ ذیل ورثاء موجود ہیں۔ بیوہ زید پسر نمبر ۱ اور پسر نمبر ۳

اب تفصیل اس امر کی مطلوب ہے کہ مکان ملحقہ مذکور جو کہ تحفظ شفعہ کی خاطر بنام زید کرایا گیا تھا وہ ترکہ زید میں

محسوب ہوگا یا مستثنیٰ ہوگا۔

(۲) یہ کہ بعد از وفات زید پسر نمبرا نے اپنی تجارتی مکسوبہ مالیت سے ملحقہ مکان کے احاطہ میں دو پختہ کمرے جدید تعمیر کیے ہیں۔تو یہ دو کمرے بھی زید کے ترکہ میں محسوب ہوں گے یا نہیں۔

(۳) یہ کہ ملحقہ مکان مذکور میں زید کا پسر نمبر۳ واجب قابض ومقیم ہے۔تجارتی کارگزاری کرتا ہے تو اس کے کرایہ کا پسر زید نمبرا مستحق ہوگا یا نہیں۔

(۴) یہ کہ پسر زید نمبرا کے نوعمر دو پسران عرصہ تقریباً دس سال تک پسر زید نمبر۳ کی تجارتی فرم میں مکمل واکمل طریق سے کام کرتے رہے ہیں۔جن کو کوئی حق یا معاوضہ یا تنخواہ یا کمیشن وغیرہ نہیں دیا گیا۔دیگر ملازمین کو باقاعدہ معاوضہ ملتا رہا ہے۔مذکورہ پسران کو معاوضہ وغیرہ نہیں ملا ان کی حق رسی کیسے ہوگی۔

(۵) یہ کہ زید کے مملوک محض زیورات طلائی ونقری تھے۔جن کو ہر سہ ورثاء زید بیوہ پسر زید نمبرا،۲ نے برضا وخوشی ضرورت کی خاطر فروخت کیے قیمت زیورات محفوظ رکھ لی گئی۔پسر نمبر۳ نے بغرض تجارت بطور قرض حسنہ بقیہ ورثاء شرکاء سے حاصل کر لی۔مگر تجارت میں خسارہ ہوا۔تمام مالیت ختم ہوگئی۔(ضائع ایک نے کی) بقیہ ورثاء شرکا کی کیسے حق رسی ہوگی۔

(۶) یہ کہ پسر زید نمبرا نے بعد از وفات زید اپنی تجارتی مکسوبہ مالیت سے ایک احاطہ مکان وایک دکان مستجارہ جو اپنی تحویل میں تھی خرید کر کے بیعانہ اپنے نام تکمیل کرایا۔کیا ان دو اشیاء ترکہ وورثہ زید سے کوئی نسبت تعلق ہے یا مستثنیٰ ہیں۔بینوا توجروا

حافظ محمد امین خادم جامع مسجد ضلع بہاولنگر

﴿ج﴾

(۱،۲،۳) زید کے پسر نمبرا نے قرضہ حاصل کر کے جو تجارت کی اور اس سے جو منافع حاصل ہوئے اس کا مالک پسر نمبرا ہے۔زید اور پسر نمبر۳ کا اس میں کوئی حق نہیں۔پسر نمبرا نے اپنی کمائی سے جو مکان خریدا ہے اس کا واحد مالک خرید کنندہ پسر نمبرا ہے۔کسی غرض سے مثلاً شفعہ سے بچنے کے لیے کسی اور کے نام جائیداد تحریر کرانے سے اور رجسٹری کرنے اس شخص کی ملکیت متحقق نہیں ہوتی۔اس لیے یہ مکان ترکہ زید میں شمار نہ ہوگا۔پسر نمبرا کے اس مکان پر اگر پسر نمبر۳ قابض ہے تو اس سے باقاعدہ اجارہ کر لے اور آئندہ کے لیے کرایہ طے کر کے کرایہ لینا پسر نمبرا کے لیے جائز ہے۔

(۴) نوعمر دو پسران کے ساتھ اگر زید کے پسر نمبر۳ نے کوئی معاہدہ کیا ہے تو معاہدہ کے مطابق ان کا استحقاق ہے۔ اگر کوئی معاہدہ نہیں ہوا اور دونوں پسر نمبر۳ کے تجارت میں معین و مددگار ہیں تو پسر نمبر۳ پر کوئی حصہ دینا واجب نہیں۔

تطییب قلب کے لیے اگر ان کو کچھ دے دیا جائے تو بہتر ہے۔

(۵) زید کے ترکہ کے فروخت شدہ زیورات کی قیمت سے بیوہ زید، پسر نمبر ا اور پسر نمبر ۳ کو شرعی حصص کے مطابق حصہ دے دینا پسر نمبر ۳ کے ذمہ واجب ہے۔ قرض کے ضائع ہونے سے قرض ساقط نہیں ہوتا۔ پسر نمبر ۲ اگر زید کے بعد مرا ہے تب اس کا حصہ بنتا ہے اور اُن کا حصہ اس کے ورثاء والدہ اور بھائیوں میں تقسیم ہوگا۔

(۶) احاطہ مکان اور دکان دونوں پسر نمبر ا کی ملکیت ہیں زید اور اس کے دیگر ورثاء کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی قاسم العلوم ملتان
۲۷ جمادی الثانیہ ۱۳۹۸ھ

کسی بستی والوں کے پاس مقبوضہ زمین تھی بعض لوگ چھوڑ کر چلے گئے دوسرے لوگ آباد ہو گئے کیا پہلے والے لوگوں کو اٹھا سکتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہماری بستی کے لیے جو رقبہ ہے وہ تقریباً ۶۶ کنال ہے۔ نقل پٹواری سے ظاہر ہے کہ وہ کسی خاص زمیندار کی ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ مقبوضہ باشندگان ہے۔ ۱۹۲۰ء کو اور اس سے قبل یہاں چار قومیں بستی تھیں۔ سید، ڈھوئے، گاذر، کھتران اول الذکر تین قوموں سے موضع ہذا میں مملوکہ اراضی موجود ہیں۔ چوتھی قوم کے لوگوں کے پورے موضع میں ایک مرلہ بھی موجود نہیں ہے۔ ۱۹۲۸ء یا ۱۹۲۹ء میں آخر الذکر قوم کے افراد اس بستی کو چھوڑ کر تقریباً ۲۰ میل کے فاصلے پر رہنے لگے اراضیات میں جو موضع جلووالی میں ہیں مستقل سکونت پذیر ہوئے۔ جواب تک وہاں زندگی بسر کر رہے ہیں جو مکانات بستی موجودہ میں تھے وہ ایک دفعہ گر گئے تھے۔ دوبارہ تعمیر کرایا گیا۔ اب پھر گرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض موجود ہیں اس قوم کے افراد میں سے ایک فرد جس کا نام اللہ داد خان تھا اپنے گرے ہوئے مکان کی جگہ مسمی لعل فقیر کو دی تھی۔ صاحب مذکور نے اس دی ہوئی جگہ پر اپنے مکانات بنوائے جن میں وہ شخص اور اس کے دو بیٹے علیحدہ علیحدہ طور پر بس رہے ہیں۔ باقی اکثر مکانات سالم یا گرے ہوئے موجود ہیں یا ان کا میدان ان کے قبضے میں موجود ہے۔ اب تقریباً ۲ ماہ سے انہوں نے شدید جھگڑا کیا ہوا ہے کہ ہمارے چچا اور باپ کی دی ہوئی جگہ واپس کر دو اور مکانات کا اسباب اٹھا لو۔ نیز جو لوگ ان کے مکانات سے ملحقہ زمین میں بعد میں آباد ہوئے ہیں وہ ان کو بھی اٹھ جانے کا آرڈر دیتے ہیں۔ حالانکہ چالیس سال ہو گئے ہیں کہ وہ لوگ ان مکانات کو چھوڑ گئے ہیں۔ ان کے بعد یہ

لوگ آباد ہوئے ہیں اور ان کے مکانات بھی موجود ہیں۔ اپنے پورے کے پورے مکانوں پر ان کا قبضہ ہے۔ بجز دیے ہوئے کے ان کے آباء نے لعل فقیر کو اس شرط پر جگہ دی تھی کہ فروخت کرنے کا حق تجھ کو نہیں ہے اور اُٹھانے کا حق ہم کو نہیں ہے۔ نیز یہ واضح رہے کہ ملحقہ زمین پر ان کے نہ تو مکان تھے اور نہ قبضہ تھا۔ بلکہ اب تو پورے موضع کا اشتمال ہو چکا ہے اور وہ ملحقہ زمین آبادی سے خارج نکلی ہے۔ مملوکہ زمیندار کلاچی نکلا ہے۔ اس لیے گزارش ہے کہ ان مندرجہ بالا حالات پر وہ حضرات آباء کی دی ہوئی زمین سے صاحب موصوف کو اٹھا سکتے ہیں یا ان لوگوں کو جو ملحقہ زمین میں آباد ہوئے ہیں ان کو اٹھا سکتے ہیں چونکہ فیصلہ شریعت پر ہے اس لیے آپ کے جواب کو فیصل قرار دیا جائے گا۔ یہ بات پھر بھی واضح رہے کہ یہ نقل پٹواری کو تصدیق کے لیے پیش کی جارہی ہے کہ یہ رقبہ آبادی کے لیے ہے کسی قوم کا مملوکہ نہیں ہے۔

بشیر احمد (مودہ) معرفت حاجی فیض اللہ صاحب دکاندار مقام وڈا کھانہ دھوا تحصیل تونسہ شریف

﴿ج﴾

وہ رقبہ جو کسی کا مملوک نہیں تھا غیر آباد تھا۔ وہ ارض موات کہلائے گا۔ لہٰذا چونکہ یہ آبادی کے لیے مختص تھا۔ اس لیے سب سے پہلے جو شخص اس میں کسی حصہ پر قبضہ کر کے مکانات وغیرہ تعمیر کر چکا ہے۔ وہی شخص اس حصے کا شرعاً مالک بن گیا ہے۔ لہٰذا ان مکانات کے بعد میں گرنے سے ان کی ملکیت ختم نہ ہوگی۔ وہ بدستور اس کے مالک رہیں گے۔ اللہ داد خان نے جو زمین جو کہ آباد کرنے سے اس کی ملکیت بن گئی ہے لعل فقیر کو دی تھی۔ چونکہ وہ تملیک و ہبہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ یہ شرط لگا رہا ہے کہ آگے وہ فروخت نہیں کر سکے گا وہ عاریۃ ہے اور جب وہ چاہے یا اس کے وارث چاہیں تو وہ لعل فقیر اور اس کی اولاد کو اس زمین سے اٹھا سکتے ہیں۔ اسی طرح ملحقہ زمین پر اگر یہ لوگ کوئی آبادی وغیرہ از قسم تعمیر یا کھیتی باڑی کر چکے ہیں تو وہ اس کے مالک بن گئے ہیں اور موجودہ لوگوں کو اس زمین سے اٹھا سکتے ہیں اور اگر آبادی وغیرہ نہیں کر چکے ہیں تب یہ مالک نہیں ہیں اور موجودہ لوگوں کو اٹھا نہیں سکتے ہیں۔ **کما قال فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ص ۳۸۶ ج ۵ و تفسیر الاحیاء ان یبنی علیھا او یغرس فیھا او یسقیھا کذا فی الخلاصۃ۔**

گویا ان زمینوں کے سب سے پہلے قابض ان کے مالک بن گئے ہیں۔ باقی مالک بن جانے کے بعد لعل فقیر کو ایک شخص مسمی اللہ داد جو زمین دے چکا ہے اگر یہ اس کو صرف رہائش کے لیے دے چکا ہے تو یہ استعارہ ہے اور جب چاہے اس سے واپس لے سکتا ہے۔ **وللمعیر ان یرجع متی شاء** اور اگر تملیک و ہبہ کر کے لعل فقیر کو دے چکا ہے اور لعل فقیر کو اس زمین کا مالک بنا چکا ہے لیکن ساتھ ساتھ اس پر یہ شرط لگا دی ہے کہ فروخت کرنے کا حق تجھ کو نہیں ہے۔ تب لعل فقیر اس کا مالک بن گیا ہے اور شرط لغو ہے۔ آگے بھی وہ فروخت کر سکے گا اور اس کو اٹھا بھی نہیں سکے گا۔ لہٰذا آپ خود ہی مسئلہ کی وضاحت کے بعد صورت مسئولہ کا حکم معلوم کر سکتے ہیں۔ ویسے اکثر ان کے مابین کوئی معاہدہ از قسم بیعنامہ،

تملیک نامہ، کرایہ نامہ موجود ہو تو اس کی نقل وغیرہ ہمارے پاس بھیج کر بھی صورت مسئولہ کا حکم دریافت کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زندگی میں وارثوں پر حصے بانٹنا ہبہ ہے وصیت نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی نعمت علی شاہ ولد نادر علی شاہ قوم قریشی ہاشمی سکنہ دکان نمبر ۸۲ وارڈ نمبر ۶ مسلم ملتان شہر حین حیات میں معززین محلہ کے روبرو وصیت کی کہ دکان نمبر ۸۲ وارڈ نمبر ۶ مسلم ملتان شہر اپنی خورد دختر مسماۃ انوری بیگم جو کہ متوفی کی ملکیت تھی دختر مذکورہ بالا کو بعوض خدمت مالکہ قرار دیتا ہوں اور مکان نمبر ۲۳۳۴ وارڈ نمبر ۶ مسلم ملتان جس میں متوفی مذکور کا حصہ ہے بڑی لڑکی مسماۃ صدیقہ بیگم کو مالکہ کرتا ہے اور جو حصہ متوفی مذکور کا اختر علی وغیرہ کی طرف ہے پلاٹ کی صورت میں ہے۔ چار بھتیجوں کو مالک قرار دیتا ہے۔ متوفی کا سوائے دو لڑکیوں اور بھتیجوں کے دیگر کوئی وارث نہیں ہے۔ استفتاء ہے کہ وصیت نامہ زبانی متوفی مذکور اور معززین پر عمل درآمد ہو سکتا ہے۔ مسمی نعمت علی شاہ مورخہ ۱۷-۱۰-۱۲ کو فوت ہوا ہے اور صحت کی حالت میں تھا۔ رحلت سے پندرہ یوم پہلے متوفی مذکور نے وصیت کی کہ فقط ۱۷-۱۱-۲۷ مکرر آنکہ جائیداد متروکہ کا قبضہ اپنی حین حیات میں مذکوران کو دے گیا ہے۔ تمام معززین جن کے روبرو متوفی نے وصیت کی۔ (۱) نثار علی شاہ ولد انور علی شاہ (۲) اقبال علی شاہ ولد انور علی شاہ (۳) نیک محمد ولد خوشی محمد (۴) شمس الدین ولد نامعلوم (۵) محمد صدیق نمبردار۔

الراقم نیک محمد ولد خوشی محمد سکنہ بیرون دہلی گیٹ محلہ آغا پورہ ملتان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی مسمی نعمت علی شاہ نے اپنی زندگی میں ہر ایک وارث کا حصہ علیحدہ کر کے ہر ایک کو زندگی میں قبضہ دے دیا ہے تو یہ ہبہ شرعاً صحیح اور نافذ ہے۔ یہ وصیت نہیں ہبہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ شوال ۱۳۹۱ھ

صورت مسئولہ میں دوسری گائے کے نصف کا ہبہ درست ہے اور پہلی گائے کے نصف کا مطالبہ کرنا غلط ہے

﴿س﴾

عبدالکریم اور واحد بخش دونوں بھائی اکٹھے رہے۔ عبدالکریم نے شادی کی۔ واحد بخش نے عبدالکریم کی بیوی کو نصف گائے دینی کی بطور خوشی۔ اس وقت واحد بخش کے پاس ایک ہی گائے تھی۔ جبکہ نصف کا عبدالکریم بھی مالک تھا۔ کسی اور آدمی کے پاس بطور امان تھی۔ چند دن کے بعد عبدالکریم نے وہ گائے بغیر واحد بخش کی اجازت کے جا کر پکڑ لی چند دن کے بعد عبدالکریم سے گائے کے اپنے نصف کا مطالبہ کیا۔ عبدالکریم نے کہا کہ میں نہیں دیتا۔ کیونکہ گائے کا نصف میرا اپنا ہے اور تم نے اپنا نصف میری بیوی کو دیا۔ واحد بخش نے کہا کہ میں یہ گائے نہیں دیتا۔ القصہ گائے سے بچھڑا پیدا ہوا۔ فریقین کے مابین نزاع رہا کچھ عرصہ کے بعد واحد بخش نے ایک اور گائے لی اور عبدالکریم کی بیوی کو کہا کہ مائی میں نے تم کو نصف گائے دینے کا وعدہ کیا۔ لہٰذا یہ گائے (ثانیہ) جو میری ہے۔ بہت عمدہ ہے۔ اس کا نصف میں نے آپ کو دیا۔ اس مائی نے کہا مجھے یہی منظور ہے۔ دوسری گائے اور بچھڑے کا معاملہ تم دونوں بھائی آپس میں طے کرلو۔ اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کچھ دنوں کے بعد عبدالکریم کو اس بات کا پتہ ہوا۔ اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ تم دوسری گائے کے نصف کا انکار کر دو۔ ہم وہی پہلی گائے بچھڑا والی لیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ واحد بخش کہتا ہے کہ میں نے نصف گائے کا وعدہ کیا۔ تعیین نہیں لہٰذا میں دوسری گائے کا نصف دیتا ہوں۔ پہلے بچھڑے والی نہیں دیتا۔ عبدالکریم کہتا ہے وعدہ کے وقت تمہارے پاس دوسری گائے نہ تھی۔ گویا تعیین نہیں کی اس لیے میں پہلی گائے بچھڑے والی کا نصف تم کو نہیں دیتا۔ آپ کا کوئی حق نہیں۔ لہٰذا عرض ہے کہ شرعاً کون حق بجانب ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں واحد بخش حق بجانب ہے اور عبدالکریم کا واحد بخش کی مملوکہ گائے کو پکڑ لینا اور قبضہ کر لینا غلط و ناجائز ہے اور تعدی ہے۔ اس لیے کہ واحد بخش نے نصف گائے کا وعدہ کیا تھا دیا نہیں تھا اور اس وعدہ کو واحد بخش نے اس طرح پورا کیا کہ ایک دوسری گائے خرید کر کے عبدالکریم کی زوجہ کو نصف حصہ تملیک کر دیا اور اس نے قبول کرلیا۔ لہٰذا اس خرید شدہ گائے میں ہبہ تام ہوگیا۔ موہوب الیہا عبدالکریم کی زوجہ ہے۔ اس نے تو دوسری گائے کا نصف حصہ قبول کرلیا لیکن بعدہ عبدالکریم کا اپنی زوجہ کو ورغلانا اور ترغیب دینا کہ اس دوسری گائے کے نصف حصہ سے انکار کر دے اور پہلے گائے سے حصہ کا مطالبہ کرے۔ اس کا عبدالکریم کو شرعاً کوئی حق حاصل نہیں اور واحد بخش کے وعدہ پورا کرنے کے بعد زوجہ سے انکار کرانا اس کی صاف تعدی ہے۔ جو کہ ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

• بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

جب کچھ زمین کسی کو بیچ دی اور کچھ ہبہ دی اور قبضہ ہو گیا تو واہب رجوع کا حق نہیں رکھتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے تین مرلے زمین قیمتاً خریدی۔ اس کے بعد زید نے بکر سے کہا کہ بھائی زمین تین مرلے کم ہے۔ آپ اور زمین دے دیں قیمتاً یا ہبہ کی کوئی شرط نہیں لگائی۔ البتہ زید کا ارادہ مول لینے کا تھا۔ اس تذکرے میں بکر نے زید سے کہا کہ میں نے آپ کو چار مرلے زمین جو اُن تین مرلے کے ساتھ ہے بخش دی ہے دعا کرنا اب اس کے بعد زید نے اس ساری زمین میں تین مکان بنائے۔ اب زید جبکہ چار سال رہائش کر چکا ہے تو بکر نے اب کہنا شروع کر دیا ہے کہ میری زمین واپس دی جائے اور شریعت مجھے واپس دلواتی ہے اور تین مرلے اور چار مرلے کا انتقال ہبہ بھی الگ زید کے نام ہو چکا ہے۔

عبداللطیف ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ مندرجہ چار مرلے زمین پر جب موہوب لہ نے مکان بنالیا ہے تو واہب بکر کو اس ہبہ میں رجوع کرنے کا حق باطل ہو گیا ہے۔ (لما فی الدرص ۶۹۹ ج ۵۴) **فالدال الزیادۃ فی نفس العین الی قولہ (کبناء وعرس) الخ**

لہٰذا بکر کا کہنا (کہ شریعت مجھے واپس دلواتی ہے) درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ

﴿س﴾

ایک شخص اپنی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ اپنی زندگی میں اپنی ایک بیوی آٹھ لڑکوں اور دو لڑکیوں میں شریعت کے مطابق کیسے تقسیم کرے اور اپنے لیے پس اندوختہ کیا رکھے۔ جبکہ اس شخص نے نہ تو کسی کا قرضہ دینا ہو اور نہ ہی اس کی طرف حق مہر واجب الادا ہو اور اس کے لڑکے اور لڑکیوں میں سے صرف ایک لڑکے کی شادی کرنی باقی ہو اور یہ لڑکا بھی بالغ ہو لیکن جائیداد مالیت ۳۸۰۰۰۰ تین لاکھ اسی ہزار، غیر منقولہ جائیداد کی مالیت ۳۸۰۰۰۰ تین لاکھ اسی ہزار کل ۷۶۰۰۰۰ روپے ہو۔

حاجی فضل محمد کپ بازار ملتان

﴿ج﴾

زندگی میں جائیداد تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو کچھ حصہ مثلاً آٹھواں دے دے اور باقی جائیداد اپنی تمام اولاد لڑکوں اور لڑکیوں میں بحصہ برابر تقسیم کر دے۔ یعنی جتنا لڑکے کو دے اتنا لڑکی کو دے دے اور ہر ایک کو اس کا حصہ علیحدہ کر کے قبضہ بھی زندگی میں دے دے۔ کذا فی فتاویٰ قاضی خان واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ رجب ۱۳۹۸ھ

مشترکہ زمین سے اپنا حصہ کسی کو ہبہ کرنا درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جائیداد غیر منقولہ یعنی اراضی حاجی محمد بخش چوھان و حاجی اللہ وسایا آرائیں کے درمیان مشترک ہے اور حاجی محمد بخش چوہان اپنے حصہ کی اراضی بغیر تقسیم حصہ دار کے اپنے پوتے عطاء محمد چوہان کو تملیک کر دی ہے۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ یہ تملیک شرعاً صحیح ہے یا نہ۔ بینوا تو جروا

خیر پور ٹامیوالی تحصیل حاصل پور مولانا نیاز احمد صاحب ناظم مدرسہ عربیہ تجدید القرآن

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صحت ہبہ کے لیے موہوف کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے۔ ہبہ مشاع جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم ہو۔ **کما فی الهداية ولا يجوز الهبة فيما يقسم الا محوزة مقسومة الى قوله ومن وهب شقصا مشاعا فالهبة فاسدة (هدايه ص ۲۸۳ ج۳)**

صورت مسئولہ میں سوال میں اجمال ہے۔ بظاہر یہ ہبہ مشاع معلوم ہوتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۶ھ

ہندوؤں کے ساتھ مشترکہ بھینس تھی انہوں نے اپنا حصہ ہبہ کر دیا کیا قربانی درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین صورت مسئولہ میں کہ زید کے پاس ۱۹۲۶ء میں ہندوؤں کے ساتھ ایک بھینس مشترکہ تھی۔ جس وقت ہندو ہندوستان جانے لگے تو زید نے ان کو کہا کہ اپنی بھینس کا فیصلہ کر لو۔ ہندوؤں نے کہا

اب ہم جا رہے ہیں۔ اگر ہم بخیریت واپس آ جائیں گے تو اپنے حصہ کے مستحق ہوں گے۔ اگر نہ آئیں تو یہ بھینس وغیرہ تمہاری ملک ہے۔ تم اپنے اخراجات میں صرف کر سکتے ہو۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ وہ بھینس مذکورہ کی قربانی کرنے کا ارادہ ہے۔ وہ شرعاً قربانی کے واسطے جائز ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا عند الرحمٰن عند القیامۃ

السائل عبدالرشید بہاولپور کھوان ڈاکخانہ اچ شریف ڈویژن بہاولپور

۱۲ ذی قعدہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں چونکہ یہ ہبہ (بوجہ اضافۃ الی المستقبل کے) صحیح نہیں ہے۔ اس لیے اس کی قربانی سے اجتناب کیا جائے اور کسی غیر مشتبہ جانور کی قربانی کی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۵ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ

مشترکہ جائیداد کے حصے جب الگ الگ نہ ہوئے تو ہبہ درست نہیں واہب کی موت کے بعد میراث کے مطابق تقسیم ہو گی

﴿س﴾

افرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نامی ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اور دونوں سے اولاد ہے۔ کچھ عرصہ ہوا زید کو خیال آیا کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی جائیداد کی تقسیم کا اپنے وارثوں کے درمیان خود فیصلہ کر دے تاکہ اُس کے بعد ورثاء میں کسی قسم کا جھگڑا نہ پیدا ہو۔ اس مقصد کے پیش نظر زید نے پہلے اپنی مختلف قسم کی جائیداد کی مالیت تشخیص کی اور اپنی بڑی بیوی کے لڑکوں کو کہا کہ اگر ان کے نزدیک یہ تشخیص درست نہ ہو۔ تو وہ اپنی دانست کے مطابق کل جائیداد کی قیمت تشخیص کر کے اُسے بتائیں۔ جائیداد کی مالیت کی جو تشخیص زید نے کی تھی وہ اُس کے بڑے لڑکوں کے نزدیک صحیح نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق مختلف جائیداد کی مالیت خود تشخیص کر کے زید کو پیش کی اور اپنے والد کی خدمت میں عرض کیا کہ اس تشخیص کے مطابق جائیداد کو جس صورت میں بھی ازروئے شریعت تقسیم کیا جائے وہ انہیں منظور ہو گی لیکن زید نے اپنے بڑے لڑکوں کی تشخیص کو قبول نہ کیا اور اپنی تشخیص کو بحال رکھتے ہوئے ایک وصیت نامہ اُس تشخیص کی بنیاد پر لکھا جس میں تمام جائیداد کی قیمت اپنی مرضی کے مطابق لگائی۔ اس کو اس طرح تقسیم کرنے کی وصیت کی کہ جس سے ہر بیوی کی اولاد کو حصص تو شریعت کے مطابق ملیں لیکن مالیت کی صحیح تشخیص نہ ہونے کے باعث چھوٹی بیوی کی اولاد کو جو جائیداد ملتی ہے وہ زیادہ قیمتی زیادہ آمدنی والی ہوتی۔ اس لیے بڑی بیوی کی اولاد نے زید کو یہ حقیقت بتلا دی کہ یہ

وصیت از روئے مالیت جائیداد میں برانصاف نہیں ہے۔ کچھ عرصہ بعد زید کو خود بھی احساس ہوا کہ چونکہ اس کی وصیت کے مطابق جائیداد کی تقسیم منصفانہ نہیں ہوگی اس لیے ایسی وصیت کا نفاذ شرعاً و قانوناً نہیں ہو سکے گا۔ لہٰذا اب زید نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ اپنی جائیداد کو وقف بر اولاد کر دینا چاہتے ہیں اس مقصد کی تکمیل کے لیے انہوں نے وقف علی اولاد والے قانون کی کتاب منگوا کر اُس کا مطالعہ کیا اور اُس قانون کے مطابق اپنی جائیداد کو وقف کر دینے کی تیاریاں شروع کر دیں اور وقف علے اولاد کے بارے میں وصیت کا ایک پورا مسودہ تیار کر لیا لیکن چھوٹی بیوی نے اس دوران میں وقف علے اولاد کی تجویز کی مخالفت شروع کر دی۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ جائیداد کی تقسیم وصیت نامہ کے مطابق ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اس کی اولاد کو زیادہ آمدنی والی جائیداد ملتی تھی۔ لہٰذا وہ مسلسل زید پر اپنا اثر ڈالتی رہی اور کوشش کرتی رہی کہ زید وقف علے اولاد کی تجویز ترک کر دے۔ اور اس کی بجائے اپنی جائیداد کا زیادہ قیمتی اور زیادہ آمدنی والا حصہ ان کے شرعی حصہ کے طور پر اپنی زندگی میں اس کی اولاد اور اُس کے اپنے نام منتقل کر دے۔ چونکہ زید اپنی چھوٹی بیوی کے اثر میں تھا اس لیے بیوی کی یہ کوشش انجام کار کامیاب ہوگئی اور زید نے ایک دستاویز کے ذریعہ اپنے وصیت نامہ کو منسوخ کرتے ہوئے اس میں یہ لکھا کہ میں اپنی جائیداد اپنے ورثاء کو پورے انصاف کے ساتھ ان کے شرعی حصص کے مطابق اپنی زندگی میں ہی منتقل کرنا چاہتا ہوں اس لیے اپنی وصیت کو منسوخ کرتا ہوں۔ اس کے بعد زید نے اپنی زرعی جائیداد کا قیمتی حصہ بذریعہ انتقال داخل خارج اور تمام قیمتی سکنی جائیداد بذریعہ رجسٹرڈ تملیک نامہ چھوٹی بیوی اور اس کی اولاد کو منتقل کر دی۔

زید نے مختلف لوگوں کے سامنے اپنی گفتگو میں بھی اور دستاویزات کی تحریروں میں بھی بار بار یہی کہا ہے کہ اُس نے شرعی تقسیم کی ہے اور بلا ترجیح دونوں بیویوں کی اولاد کے درمیان پورے انصاف سے کام لیا ہے مگر حقیقت اس کے خلاف ہے جو اس بات سے ظاہر ہے کہ چھوٹی بیوی کی اولاد کے چار حصص اور بڑی بیوی کی اولاد کے چھ حصص یعنی ایک اور ڈیڑھ کے تفاوت کے باوجود چھوٹی بیوی کی اولاد کو جو جائیداد ملی ہے وہ آمدنی اور مالیت کے اعتبار سے چھ حصص والی۔ بڑی بیوی کی اولاد کے مخصوص کردہ جائیداد کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ قیمتی اور زیادہ آمدنی والی ہے۔ دوسرے الفاظ میں چھوٹی بیوی کی اولاد کو جائیداد منتقل کی ہے اس کے باوجود آمدنی کسی صورت میں بھی تمیں پینتیس ہزار روپیہ سالانہ سے کم نہیں اور یہ جائیداد ایسی ہے کہ آئندہ دن بدن مالیت اور آمدنی میں ترقی کرے گی اور ہر لحاظ سے اُس کی قیمت میں اور آمدنی میں اضافہ ہوتا رہے گا لیکن جو جائیداد زید نے اپنی بڑی بیوی اور اس کی اولاد کے لیے مختص کی ہے اور ابھی ان کے نام منتقل نہیں کی ہے اس کی زیادہ سے زیادہ آمدنی چھ ہزار روپیہ سالانہ ہے اور اس کی آمدنی میں آئندہ اضافہ کی توقع تو در کنار کمی کا ہر وقت احتمال ہے۔

زید ایک مالک مختار کی حیثیت سے یہ کہہ سکتا تھا کہ اس اپنی مرضی اور خواہش سے چھوٹی بیوی کی اولاد کو ان کے

حصص کے لحاظ سے کچھ زیادہ مالیت کی جائیداد اور بڑی بیوی کی اولاد کو ان کے حصص کے اعتبار سے کچھ کم مالیت کی جائیداد دی ہے اور ان وجوہات کے بنا پر ایسا کیا ہے۔ مگر وہ ایسا نہیں کہتا بلکہ وہ دستاویزات پر صاف طور پر لکھتا ہے اور زبانی بار بار کہتا ہے کہ اس کی تقسیم منصفانہ بلاترجیح اور شرعی حصص کے مطابق ہے اور اس نے کسی فریق کو نقصان پہنچانے یا فائدہ پہنچانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ زید کی نیت اور منشاء تو یہی تھا کہ وہ اپنی اولاد میں انصاف کرے اور دونوں بیویوں کی اولاد کے درمیان جائیداد کی منصفانہ تقسیم کرے مگر چھوٹی بیوی کے زیر اثر رہ کر اس کی سمجھ نے ٹھوکر کھائی اور اس سے غلطی سرزد ہوگئی اور وہ توازن قائم نہ کر سکا۔ ان حالات میں دریافت طلب امور یہ ہیں کہ

(۱) کیا زید کی بڑی بیوی کی اولاد کو از روئے شرع شریف اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ صریح حق تلفی اور ناانصافی کا ازالہ کرنے کے لیے مناسب اقدام کرے۔

(۲) کیا وہ ایسا اقدام زید کی زندگی میں بھی کر سکتے ہیں یا اُس کی وفات کے بعد انہیں یہ حق حاصل ہوگا۔

(۳) کیا زید کی بڑی اولاد انصاف حاصل کرنے کے لیے قانون شریعت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہیں اور کیا قانون زید کو انصاف کرنے پر مجبور کر سکتا ہے۔

(۴) اگر زید کی بڑی اولاد انصاف حاصل کرنے کے لیے زید کی زندگی میں ہی کوئی قانونی چارہ جوئی کرے جس سے زید رنجیدہ ہو کر اپنی بڑی بیوی کی اولاد کو عاق کر دے تو زید کے اس فیصلہ کی شرعی حیثیت کیا ہوگی اور کیا شرع شریف میں بھی زید کی بڑی اولاد کو انہیں محض اپنا حق مانگنے میں عاق قرار دے گی۔ بالخصوص جبکہ زید کی بڑی اولاد نے اپنے باپ کی ہمیشہ تابعداری اور خدمت کی ہو اور خود زید بھی اور دوسرے تمام جاننے والے اس کے معترف ہوں۔

السائل حامد خان درانی ابدالی میڈیکل ہال گھنٹہ گھر ملتان شہر

﴿ج﴾

شرعاً چونکہ ہبہ مشاع یعنی غیر منقسم اراضی کا صحیح نہیں ہوتا تمام فقہاء مذہب حنفی کا اس پر اتفاق ہے اور زید نے چھوٹی بیوی اور بعض بالغ اور بعض نابالغ اولاد کے نام جو جائیداد انتقال کرا کر تملیک کر دی ہے اس میں اس نے بغیر تقسیم کے مشترک طور پر حصص ان کے نام انتقال کرائے ہیں۔ اس لیے یہ ہبہ شرعاً صحیح نہیں ہے اور شرعاً زمین واہب کی ملکیت پر باقی ہے۔ اسی طرح بڑی بیوی اور اس کی اولاد کا ہبہ صحیح نہیں ہوا۔ وہ بھی واہب کی ملکیت ہے۔ نیز واہب نے اپنی زندگی میں چونکہ کسی کو قبضہ نہیں دیا اور قبضہ دلائے بغیر بھی ہبہ کامل نہیں ہوتا۔ اس لیے یہ ہبہ غیر صحیح ہے۔ اب اس کی موت کے بعد با قاعدہ وراثت کے اصول کے مطابق صحیح تقسیم سب کی مرضی سے ہوگی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ

ایک تہائی مکان کو ہبہ کر کے دوسری جگہ سارا مکان فروخت کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی عطا محمد نے اپنے بھتیجے محمد عارف کو اپنے ایک ذاتی مکان کا ۳را حصہ غیر معین ہبہ کیا تھا بلکہ محمد عارف اپنے چچا عطاء محمد کا فرمانبردار اور مطیع تھا۔ ابھی تک محمد عارف نے اس مکان پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کے چچا عطاء محمد نے اس مکان کو فروخت کر دیا۔ اب مسمی محمد عارف مکان کی تہائی قیمت کا مطالبہ کر رہا ہے لیکن عطاء محمد اسے ہبہ شدہ مکان کی قیمت نہیں دینا چاہتا کیونکہ محمد عارف غیر شرعی امور میں مبتلا ہو چکا ہے۔ البتہ محمد عارف کے پاس تہائی مکان کے ہبہ کرنے کا اشٹام ہے۔ کیا عطاء محمد اس ہبہ میں رجوع کر سکتا ہے یا نہیں۔

السائل محمد رمضان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ صورت مسئولہ میں ہبہ مکمل نہیں ہوا۔ عطاء محمد ہی اس سارے مکان کا واحد مالک ہے اور اپنے ذاتی مکان کو ہی فروخت کر چکا ہے۔ لہٰذا رجوع کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ رجوع تو ہبہ کے تام ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ صورت مسئولہ میں تو ہبہ تام ہی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے جیسے پہلے عطاء محمد اس مکان کا واحد مالک تھا اب بھی وہی اس مکان کا واحد مالک ہے اور اپنے مکان کو فروخت کر چکا ہے۔ لہٰذا اس کی ساری قیمت اس کی ذاتی ملکیت شمار ہوگی۔ محمد عارف کو اس میں سے کسی قسم کے مطالبہ کا حق نہیں پہنچتا۔ ہبہ تب تام ہوتا ہے کہ کسی قطعہ زمین کو معین کر کے ہبہ کر دے۔ کسی حصہ غیر معینہ مثلاً ۲را یا ۳را وغیرہ کو ہبہ کرنے سے ہبہ تام نہیں ہوتا ہے۔ نیز موہوب لہ کو اس ہبہ شدہ مکان پر باقاعدہ قبضہ شرعیہ حاصل ہو جائے تب ہبہ تام ہو جاتا ہے۔ قبضہ دلانے سے قبل اگر واہب نہ دے تو اس کی مرضی ہے زبردستی موہوب لہ اس سے کسی طرح نہیں لے سکتا۔ کما قال فی البدایة متن الهدایة ص ۲۸۳ ج ۳ ولا یجوز الهبة فیما یقسم الا محوزة مقسومة وهبة المشاع فیما لا یقسم جائز ولو وهب من شریکه لایجوز قال ومن وهب شقصا مشاعا فالهبة فاسدة فان قسمه وسلمه جاز وفی العالمگیریة ص ۳۸۵ ج ۴ یجب ان یعلم بان الهبة انواع هبة لذی رحم محرم وهبة لاجنبی او لذی رحم لیس بمحرم او لمحرم لیس بذی رحم وفی جمیع ذالک للواهب حق الرجوع قبل التسلیم هکذا فی الذخیرة سواء کان حاضراً او غائباً اذن له فی قبضه او لم یأذن له کذا فی المبسوط۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۸۶ھ

کرایہ پر لی گئی زمین کو ہبہ کرنے کا مقصد اس کے منافع کو ہبہ کرنا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی عبدالرحمٰن عرصہ تقریباً ۲۰ سال سے ایک جگہ ڈھائی فٹ مربع واقعہ چوکبازار ملتان شہر پر قابض چلا آ رہا تھا۔ ایک شخص مسمی نور محمد نے کمیٹی ملتان سے کرایہ کی پرچی کٹوالی۔ عبدالرحمٰن مذکور کو علم ہونے پر اُس نے اپنی بھاگ دوڑ شروع کر دی جھگڑا طول پکڑ گیا۔

مسمی عبدالرحمٰن مذکور کی والدہ جو کہ نور محمد کی حقیقی ہمشیرہ ہے نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ آپ اپنے ماموں نور محمد سے یہ جگہ بحیثیت ہبہ لے لو۔ میں بھی ان سے کہوں گی کہ وہ تم کو ہبہ کر دے۔ گویا اس اثناء میں فتح محمد اور والدہ عبدالرحمٰن نے مل کر نور محمد سے یہ جگہ بطور ہبہ مانگ لی اور فتح محمد نے کہا کہ اپنی زبانی یہ جگہ عبدالرحمٰن کو بخش دو۔ اس کے کہنے پر نور محمد مذکور خاموش رہا۔ اپنی زبانی کوئی لفظ نہ بولا مگر فتح محمد نے بات کو عیاں کرنے کے لیے کہہ دیا کہ نور محمد نے یہ جگہ تمہیں بخش دی ہے۔ اپنا کام کریں۔ آپ کو کوئی شخص نہیں اُٹھائے گا۔ اس وقت کافی آدمی موجود تھے۔ اس وقت سے عبدالرحمٰن عرصہ دس گیارہ سال سے اس جگہ پر مالک وقابض تسلیم ہوتا رہا اور نور محمد اتنا عرصہ خاموش رہا۔ اب عرصہ تقریباً ڈیڑھ ماہ سے پھر نور محمد سے جھگڑا شروع ہو گیا ہے اور عبدالرحمٰن کو زبردستی اس جگہ سے بے دخل کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ بخش کی ہوئی جگہ سے وہی ہبہ کردہ شخص بے دخل کر سکتا ہے یا نہ۔ بوقت ہبہ کرنے نور محمد کی خاموشی سے بخش کی ہوئی جگہ کا مالک عبدالرحمٰن ہو سکتا ہے یا نہ۔ اب چونکہ نور محمد و فتح محمد جو کہ حقیقی بھائی ہیں اس جگہ پر قبضہ کر لیا ہے کیا ان کی کمائی حلال ہے یا نہ۔ مفصل حل فرمایا جائے۔

عمر الدین ولد صدر الدین اندرون حرم گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں نور محمد نے چونکہ مذکورہ اراضی کمیٹی سے کرایہ پر لی ہے اس لیے یہ زمین اس کی مملوکہ نہ بنے گی بلکہ یہ اس کے پاس بطور کرایہ کے ہوگی۔ لہٰذا کمیٹی کی مملوکہ اراضی کو یہ ہبہ نہیں کر سکتا۔ بالفرض اگر ہبہ کر بھی چکا ہے تب بھی یہ اس اراضی کے منافع کی تملیک ہوگی اور اس کے استعمال کرنے کی اجازت ہوگی۔ لہٰذا یہ عاریہ کہلائے گا۔ ہبہ نہ ہوگا اور عاریہ کو اعادہ کرنے والا جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔

لہٰذا نور محمد مذکور کو اس زمین کا واپس لینا درست ہے اور اس کی کمائی حلال ہے اور وہ اس اراضی کا مالک نہیں بلکہ کرایہ دار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

جس نے زمین تاحیین حیات اپنی بیوی کو ہبہ کر دی وہی مالکہ ہے دوسرے وارث شریک نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حاجی سردار علی نے اپنی زندگی میں چار مربع زمین اپنی زوجہ نور النساء کو تاحیین حیات دی تھی اور اس کے نام کر دی تھی حاجی سردار علی کے دوسرے ورثاء بھی زندہ موجود ہیں ۔ کیا یہ مذکورہ زمین تاحیین حیات نور النساء کی ہوگی یا کہ حاجی سردار علی کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے سب ورثاء پر تقسیم ہوگی یا کہ ہمیشہ کے لیے یہ زمین نور النساء کی ملکیت ہوگی ۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں یہ زمین نور النساء کے ملک میں آ گئی ہے اور یہ اس کی مالک ہوگئی ۔ نور النساء کے مرنے کے بعد مثل اس کے باقی ترکہ کے اس کے وارثوں میں تقسیم ہوگی ۔ حاجی سردار علی کے فوت ہونے کے بعد اس زمین کو واپس لینا جائز نہیں اور نہ ہی نور النساء کے مرنے کے بعد واپس لی جا سکتی ہے ۔ بلکہ یہ نور النساء کی پختہ ملکیت ہوگئی ہے اس قسم کے معاملہ کو شریعت میں عمریٰ کہتے ہیں اور عمری ہبہ کی ایک قسم ہے جو کہ قبضہ کرنے کے بعد نافذ اور لازم ہو جاتا ہے اور اس میں اگر یہ شرط لگائی گئی ہو کہ بعد موت (معمرلہ جس کو زمین یا مکان تاحیین حیات دیا گیا ہے) واپس لے لوں گا ۔ تو یہ شرط باطل ہے ۔ قال فی الهداية ص ۲۹۰ ج ۳ والعمری جائزة للمعمر له حال حیاته ولورثته من بعده لما روینا و معناه ان یجعل داره له مدة عمره واذا مات ترد علیه فیصح التملیک ویبطل الشرط فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

جب باپ نے زمین بیٹوں کو دے دی اور ایک بیٹا فوت ہو گیا تو اُس کا حصہ واہب کے پوتے کو ملے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک آدمی اپنی زمین اپنی زندگی میں گواہوں کے سامنے اپنے چار بیٹوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور زمین پر بیٹوں کا قبضہ بھی ہو جاتا ہے ۔ کچھ سال کاشت بھی ہو جاتی ہے ۔ بعد میں چار بیٹوں میں سے ایک مر جاتا ہے ابھی باپ زندہ ہے جس نے بیٹوں کو زمین دی تھی لیکن جو بیٹا مر جاتا ہے اس کا بھی لڑکا موجود ہے ۔ کیا مذکورہ

بالاصورت میں پوتے کو باپ کی وراثت مل سکتی ہے یا کہ نہیں۔ شرع میں اگر مل سکتی ہو تو دلائل سے حدیث و فقہ حنفی سے ثابت فرما کر مشکور فرما دیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال باپ نے جبکہ زندگی میں اپنی زمین اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دی اور ہر ایک کا حصہ علیحدہ کر کے اس کو قبضہ بھی دے دیا ہے تو یہ ہبہ ہو گیا ہے۔ اس جائیداد کے اب لڑکے مالک بن گئے ہیں۔ اب باپ کا اس زمین کے ساتھ ملکیت کا تعلق نہیں۔ **کما فی الهدایه ص ۲۸۱ ج ۳ الهبة عقد مشروع لقوله علیه السلام تهادوا تحابوا وعلی ذلک انعقد الاجماع وتصح بالایجاب والقبول والقبض. لقوله علیه السلام لا یجوز الهبة الا مقبوضة.**

اور جب بیٹے مالک بن گئے ہیں تو ان کے مرنے کے بعد وہ جائیداد اس مرنے والے کے وارثوں کو ملے گی۔ پس مسئولہ صورت میں مرنے والے کا لڑکا ہی اس جائیداد کا مستحق ہے۔ لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کے چچوں کو اس مرنے والے کی جائیداد سے حصہ نہیں ملتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ

جب باپ نے تمام جائیداد ایک بیٹے کے نام کر دی اور قبضہ دے دیا تو دوسرے وارثوں کا دعویٰ درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی مولوی گل محمد نے برضامندی و تندرستی و بصحت ہوش و حواس اپنے بیٹے حافظ غلام محمد کو اپنی تمام جائیداد لکھ دی کہ میں اور میری جمیع اولاد خواہ میری منکوحات سے ہوں یا منکوحات کے گزشتہ خاوندوں سے ہوں۔ تمام کو بری و بیزار کر کے تمام جائیداد اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ تاحین حیات میرا اور میری اولاد کا اور اولاد زوجہ کا خرچہ و اخراجات آپ کے ذمہ ہے۔ اس کے بعد ان کے بیٹے نے تمام جائیداد پر قبضہ کر کے تمام کاروبار اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ والد مرحوم کی حیات تک اور اولاد کی بلوغت تک سب کی خدمت کرتا رہا اور ان کا نوشتہ آج تک موجود ہے۔ اب اگر کوئی اپنے باپ کی جائیداد یا ماں کی وراثت پر دعویٰ کرے تو ازروئے شریعت وہ ان سے کچھ لے سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ غلام محمد ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ شریف

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مولوی گل محمد نے جب اپنی رضامندی اور بحالت تندرستی اپنی تمام جائیداد اپنے بیٹے غلام محمد کو ہبہ کر کے لکھ دی ہے اور بیٹے نے تمام جائیداد پر قبضہ بھی کر لیا ہے تو ہبہ صحیح ہے اور اب شرعاً دوسرے بیٹوں یا وارثوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا۔

قال فی الخلاصة ولو وهب جميع ماله لابنه جاز فی القضاء وهو اثم نص محمد هكذا فی العيون الخ (خلاصة الفتاوىٰ ص ۴۰۰ ج۴) لیکن ایسا کرنے پر سخت گنہگار ہوگا۔قال عليه الصلوٰة والسلام من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة (مشكوٰة باب الوصايا ص ۲۶۶) وعن النعمان بن بشير ان اباه اتى به الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انى نحلت ابنى هذا غلاماً فقال اكل ولدک نحلت مثله قال لا قال فارجعه. قال الطيبى فيه استحباب التسوية بين الاولاد فى الهبة فلا يفضل بعضهم على بعض سواء كانوا ذكورًا او اناثا قال بعض اصحابنا ينبغى ان يكون للذكر مثل حظ الانثيين والصحيح الاول ولو وهب بعضهم دون بعض فمذهب الشافعى و مالک وابى حنيفة رحمهم الله انه مكروه وليس بحرام والهبة صحيحة وقال احمد والثورى واسحاق هو حرام انتهى مشكوة ص ۲۶۱ وحاشيته. وفى البزازية ص ۲۳۷ ج ۶ على هامش العالكيرية الافضل فى هبة الابن الى ان قال ولو وهب جميع ماله من ابنه جاز وهو آثم نص عليه محمد رحمه الله. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ

تمام وارثوں کو محروم کر کے اگر کسی کو جائیداد ہبہ کر کے قبضہ دے دیا گیا ہے تو واہب کا رجوع درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حاجی محمد رمضان صاحب کا اپنے لڑکے، لڑکیوں، بیوی اور دیگر تمام خاندان سے کسی وجہ سے لڑائی جھگڑا ہو گیا۔ جھگڑا اس نوبت تک پہنچا کہ حاجی محمد رمضان نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ طلاق دینے پر حاجی محمد رمضان صاحب کو سب گھر والوں نے بے حد زدوکوب کیا۔ حاجی محمد رمضان صاحب گھر سے بھاگ کر حافظ اللہ بخش کے پاس چلا آیا اور اس کو تمام واقعہ سنایا۔ حافظ اللہ بخش نے اس کو سمجھایا اور حاجی محمد رمضان صاحب کے گھ

والوں اور باقی تمام خاندان سے مصالحت کی کوشش کی مگر مصالحت نہ ہو سکی اور حاجی رمضان صاحب نے حافظ اللہ بخش کے پاس رہائش اختیار کر لی۔ چند روز گزرنے کے بعد حاجی محمد رمضان نے حافظ اللہ بخش کو اپنی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ حق الخدمت تملیک کی پیشکش کی۔ حافظ اللہ بخش عرصہ تین ماہ تک خود بھی سمجھاتا رہا اور معتبرین سے بھی کہلواتا رہا کہ اس بات سے ورثاء حق سے محروم ہوتے ہیں۔ حاجی محمد رمضان صاحب واپس یہی جواب دیتے کہ میرے ورثاء نے میرے ساتھ بے حد زیادتیاں کی ہیں۔ لہٰذا جو کچھ کر رہا ہوں وہ سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں۔ آخرکار حافظ اللہ بخش کو تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ حق الخدمت میں تملیک کر دی۔ حافظ اللہ بخش عرصہ دو سال تک جائیداد واپس کرنے کے لیے حاجی صاحب کو کہتا ہے حاجی صاحب واپس جواب دیتے اگر تو میرے روٹی اور کپڑے سے تنگ ہے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔ حافظ اللہ بخش نے کسی اپنے دینی بزرگ کے فرمان پر ایک بار پھر کہا مگر حاجی محمد رمضان نے وہی جواب دیا کہ تو بھی مجھ سے تنگ آ چکا ہے کل میں یہاں سے بھی چلا جاؤں گا۔ حافظ اللہ بخش نے کہا آپ ناراض نہ ہوں پھر نہیں کہوں گا۔ اگر آپ کسی وقت میری جائیداد کا مطالبہ کریں گے تو میں ہرگز ہرگز واپس نہ دوں گا۔ ابھی ابھی محمد رمضان صاحب نے تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ تین ماہ لگا کر عرصہ چھ سال گزرنے کے بعد حافظ اللہ بخش سے جائیداد واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ حافظ اللہ بخش کے واسطے کیا حکم ہے اور حاجی محمد رمضان صاحب کے واسطے کیا حکم ہے۔ مندرجہ بالا حالات میں فریقین کے لیے کون سی صورت اولیٰ ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ حاجی محمد رمضان نے اپنی جائیداد حافظ اللہ بخش کو ہبہ کر کے قبضہ دے دیا ہے اور عرصہ چھ سال سے حافظ اللہ بخش اس جائیداد میں ہر قسم کا تصرف کر چکا ہے تو اب حاجی محمد رمضان کو دوبارہ مطالبہ کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر حافظ اللہ بخش رضامندی سے اس جائیداد کو واپس کر دے تو لینا دینا دونوں درست ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ ذوالحجہ

مشترکہ زمین سے اپنا حصہ یتیم بچوں کو بخشنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید فوت ہو گیا۔ (بکر) والد زید کی وراثت کا ۶/۱ حصہ کا مالک ہے۔ زید کی فوتیدگی کے تیسرے دن ۱۶ آدمیوں کے مابین بکر نے بلا کسی جبر کے اپنا (۶/۱) متوفی کے اولاد (۶ لڑکیاں نابالغ اور دو لڑکے نابالغ) کو بخش دیا۔ دعا خیر پڑھ لی گئی۔ بعد میں اس نے اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ کیا شرع اُسے اس وراثت کا حصہ دلاتی ہے۔ اگر دلاتی ہے تو اس پر کوئی حد آتی ہے کیا شرعاً اسے لینا جائز ہے۔

عبدالرحمٰن نیشنل انڈسٹریز ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں بکر کا اپنا حصہ علیحدہ کرنے سے پہلے زید کی اولاد کو ہبہ کرنا صحیح نہیں ہوا۔ بکر بدستور اپنے حصہ (۱/۶) کا مستحق ہے اور اس کا مطالبہ شرعاً صحیح اور اپنا حق لینا جائز ہے۔ **وھبۃ حصۃ من العین لوارث او غیرہ تصح فیما لا یحتمل القسمۃ ولا تصح فیما یحتملھا کذا فی القنیۃ** (عالمگیریہ ص ۳۹۰ ج ۴) **والشیوع من الطرفین فیما یحتمل القسمۃ مانع من جواز الھبۃ بالاجماع** (عالمگیریہ ص ۳۷۸ ج ۴) واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳۸۸ھ

گم شدہ بیٹے کی جائیداد پوتوں کے نام کر دی اور وہ واپس آ گیا اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اللہ وسایا مرحوم نے اپنی زندگی میں اپنی کل جائیداد سوائے اپنی بیوی کے حق مہر کے اپنے لڑکوں میں تقسیم کرنی چاہی۔ مگر نور محمد ولد اللہ وسایا اکثر اوقات گھر سے پانچ سال سے لے کر دس سال تک گم رہتا تھا۔ جس کا کہیں پتہ نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت نور محمد کے والد میاں نے نور محمد کے حصے کی جائیداد اس کے لڑکوں کے نام منتقل کرا دی جس کا شجرہ حسب ذیل ہے۔

یہاں اللہ وسایا نے ایک وصیت نامہ تحریر کیا کہ میں اب قریب المرگ ہوں اور میرا لڑکا نور محمد موجود نہیں اس لیے میں مذکورہ بالا جائیداد کو اپنے پوتوں کے نام منتقل کر رہا ہوں۔ اللہ وسایا کی وفات کے وقت نور محمد موجود نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اپنے والد کا جنازہ پڑھا بلکہ والد کی وفات کے کچھ عرصہ بعد واپس آیا۔ اب چونکہ جائیداد نور محمد کے بجائے اس کے لڑکے منظور حسین اور محبوب حسین کے نام کل جائیداد مشترکہ انتقال و رجسٹری کرا دی گئی تھی۔ وصیت نامہ بھی رجسٹرڈ ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے لڑکے نور محمد کو اپنی جائیداد سے عاق کر دیا ہے۔ جب نور محمد واپس آیا تو اس نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ میرے نام کوئی جائیداد نہیں اب میں بڑھاپا کیسے گزاروں گا۔ اس پر دونوں لڑکوں نے اپنی جائیداد کا مختار بنا دیا اور کچھ عرصہ کے بعد نور محمد نے مختار نامہ منسوخ کرا دیا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد نور محمد نے اپنے لڑکے منظور حسین کی شادی کر دی۔ کچھ عرصہ بعد منظور حسین فوت ہو گیا جس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ صرف ایک بیوہ تھی اب وہ اپنا حق مہر اور حصہ مانگتی ہے۔ اس کے بارے میں بتایا جائے کہ وہ حقدار بن سکتی ہے یا کہ نہیں۔

(ب) احکام میراث میں از روئے شرع محمدی کے نافرمانی کرنے میں ارشاد خداوندی کیا ہے۔

(ج) زیورات کی تفصیل یہ ہے جو کہ وارثوں کے پاس ہیں۔ایک جو کنگن (ڈھائی تولہ) کٹ مالا (چار تولہ) ایک جوڑی کانٹے (ایک تولہ) جُمر (ڈیڑھ تولہ) کل نو تولہ اور چاندی کل ۶۰ تولہ۔ یہ زیورات بطور حق مہر کے پہنایا گیا تھا۔ سب انہوں نے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ اگر واقعی اللہ وسایا نے اپنی زندگی میں جائیداد کا کچھ حصہ اپنے پوتوں منظور حسین اور محبوب حسین کے نام منتقل کرا دیا ہے اور اس کو تقسیم کر کے زندگی میں قبضہ بھی دے دیا ہے تو یہ ہبہ صحیح ہو چکا ہے اور پوتے مالک بن گئے ہیں۔ اس لیے کہ شرعاً اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی پوری جائیداد اپنے بیٹوں میں سے کسی ایک کے نام منتقل کر کے قبضہ دے دے تو وہی مالک ہو جاتا ہے لیکن وہ شخص سخت گنہگار ہوگا۔ بنابریں صورت مسئولہ پوتے مالک بن گئے ہیں۔ منظور حسین کی وفات کے بعد اگر والد اور بیوہ کے علاوہ اور کوئی لڑکا یا لڑکی اس کے ورثاء میں نہیں تو منظور حسین کی کل جائیداد کا چوتھا حصہ اس کی بیوہ کو اور باقی تین حصے اس کے والد کو ملیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

کیا مرض الوفات میں ہبہ کرنا کسی کو درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بحالت مرض ابن ابن العم کو اپنی تمام جائیداد منقولہ وغیر منقولہ ہبہ کر دی ہے۔ از اں بعد زید متواتر چھ سال بقید حیات رہا اور تکلیف بھی تھوڑی بہت اسے رہی لیکن جس مرض میں ان کا انتقال ہوا ہے وہ مرض کچھ اور تھی۔ یعنی بوقت انتقال مرض میں تبدیلی واقع ہو چکی تھی تو کیا یہ ہبہ شرع شریف میں جائز ہے۔ یعنی اس ہبہ کا تعلق کل جائیداد میں ہے یا ثلث میں؟ بینوا توجروا

ڈاکخانہ تاج گڑھ ضلع رحیم یار خان بمعرفت مولوی صدیق محمد

﴿ج﴾

اگر زید مذکور اپنی اس جائیداد کا اپنے ابن ابن العم کو ہبہ کر کے باقاعدہ قبضہ شرعیہ کرا چکا ہے تو یہ ہبہ کل جائیداد سے صحیح شمار ہوگا اور اس کے وارثوں کو اس ہبہ شدہ مال سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کا ابن ابن العم اس جائیداد پر زید کی رضامندی کے ساتھ اس کی حالت صحت میں قبضہ کر چکا ہو تو اس کا وہ واحد مالک بن گیا ہے اور جس پر اس قسم کا قبضہ نہ کر

چکا ہو تو وہ متوفی زید کے وارثوں میں حصص شرعیہ کے مطابق تقسیم ہوگا۔ کیونکہ ہبہ میں قبضہ ضروری ہے اور کل مال میں اس لیے ہبہ صحیح ہوگا کیونکہ یہ ہبہ حالت صحت کا شمار ہوگا۔ مرض موت کا شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ اس مرض سے کچھ اچھا ہو گیا تھا اور اس کے بعد چھ سال تک بقید حیات رہا تھا۔

لہٰذا یہ ہبہ صحت کا شمار ہوگا اور کل مال سے صحیح ہوگا۔ حالت مرض موت کا شمار نہ ہوگا۔ کما قال فی الهداية ص ۲۲۹ ج۴ (باب العتق فی مرض الموت) ومن اعتق فی مرضه عبداً او باع او حابى او وهب فذلک کله جائز وهو معتبر من الثلث ويضرب به مع اصحاب الوصايا. وفيها ايضا ص ۶۷۰ وكل مرض صح منه فهو كحال الصحة لان البرء تبين انه لاحق لاحد فی ماله وفی الشامية ص ۳۸۵ ج ۳ (باب طلاق المريض) قلت وحاصله انه ان صار قديما بان تطاول سنة ولم يحصل فيه از دياد فهو صحيح اما لو مات حالة الازدياد الواقع قبل التطاول او بعده فهو مريض. وقال فی الهداية ص ۲۸۱ ج۳ وتصح بالايجاب والقبول والقبض. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

اگر اپنی زمین کا کسی کو مالک بنا کر اُسے ہبہ کر دیا لیکن کسی عذر کی وجہ سے کاغذی انتقال نہ ہو سکا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

امیر شاہ ولد لطف اللہ شاہ صاحب، حسن شاہ اور رمضان شاہ پسران عبدالحمید شاہ قریشی ہاشمی ساکنان موضع ٹھٹھہ بادلیاں تحصیل خانیوال ضلع ملتان بقائمی ہوش وحواس خمسہ برضائے خود بلا جبر غیرے اقرار کرتے ہیں اور باوضو در خانہ خدا بیٹھ کر قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اور اللہ کی قسم کھا کر حسب ذیل تحریر کر دیتے ہیں کہ

(سکیم کے تحت الاٹ نمبر ۱۰ مربعہ نمبر ۱۹) الاٹ نمبر ۱۱ مربعہ نمبر ۲۰ الاٹ نمبر ۱۴ مربعہ نمبر ۲۵ جو مورخہ ۱۰/ اکتوبر ۵۹ ہمیں الاٹ ہوئی ہیں۔ ہم خدا کو حاضر کر کے تحریر کر دیتے ہیں کہ یہ تینوں الاٹیں اللہ کے فضل وکرم سے سید احمد شاہ ولد مخدوم بہاؤ الدین شاہ صاحب کی ان تھک کوششوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ ہر قسم کے اخراجات سید احمد شاہ مذکور نے ان تینوں الاٹوں کے متعلق پہلے بھی از گرہ خواہ کیے ہیں اور آئندہ بھی تمام اخراجات وہ از گرہ خود ادا کریں گے۔ ہم نے پائی بھر خرچ نہ پہلے خود ادا کیں اور نہ آئندہ پائی بھر کا خرچ ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ ان حالات کے پیش نظر الاٹ نمبر ۱۰، ۱۱ نمبر

۱۴ کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں احمد شاہ کے مذکورہ بالا الاٹس ہمارے پاس بطور امانت ہیں۔ جتنی جلدی قانونی اجازت ہمیں مل گئی۔ ہم مذکورہ الاٹمیں سید احمد شاہ کے نام یا ان کے بیٹوں کے نام منتقل کردیں گے اور کوئی عذر نہ کریں گے۔ عذر یا ٹال مٹول کی صورت میں دنیا میں مخلوق خدا کے اور آخرت میں خالق حقیقی کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۲) ہم نے آج جو مختار نامہ اور ابراء نامہ تحریر کردیا ہے ہم خدا کو حاضر کر کے تحریر کردیتے ہیں کہ یہ مختار نامہ اور ابراء نامہ ہمیشہ کے لیے ہے۔ ہم سید احمد شاہ مختار مذکور کو ہمیشہ کے لیے اپنا مختار رکھتے ہیں۔ مختار نامہ واپس لینے کی کوئی درخواست افسران بالا کو نہیں دیتے ورنہ آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۳) سید احمد شاہ مذکور الاٹ ہائے مذکورہ درج کرنے کے لیے افسران بالا کے سامنے دیگر کسی قسم کے بیانات کے دلانے کے لیے بلائیں گے ہم بلا چون وچرا الاٹمیں درج کرنے کے تمام بیان کے فوراً اس کے حق میں دیں گے۔ مخلوق خدا کے سامنے اور آخرت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔

(۴) ہم خدا کو گواہ کر کے تحریر کردیتے ہیں کہ فصل پر ہر قسم کی پیداوار کی رسیدات اور کثیر اخراجات کی رسید کے سید احمد شاہ مذکور کو دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ کوئی عذر نہ کردیں گے ورنہ خدا کے سامنے آخرت میں جوابدہ ہوں گے۔

(۵) ہم مسجد میں بیٹھ کر قرآن پاک پر ہاتھ رکھ کر اللہ کی قسم کھا کر تحریر کردیتے ہیں کہ ہم الاٹوں کے واپس کرنے تک ساری عمر میں دوسرے لوگوں کے بہکانے میں نہیں آئیں گے اور سید احمد شاہ مذکور کے خلاف ذرہ بھر نہیں ہوں گے۔ نہ ہی دوسرے لوگوں کے کہنے پر سید احمد شاہ کے خلاف کوئی درخواست کریں گے اور نہ ہی افسران بالا اور پبلک کے سامنے کسی قسم کی کوئی شکایت کریں گے۔ کیونکہ الاٹوں کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں۔ ان کا یہ احسان ہے کہ قیمتی زمین کے اخراجات ہم ان کو ۳۰ سے ۵۰ تک ادا کریں گے۔ اتنی زمین وہ ہمارے نام منتقل کردیں اور ہماری اولاد عمر بھر بلکہ آخرت تک ان کے شکر گزار رہوں گے اور ان کا یہ احسان نہیں بھولیں گے۔

﴿ج﴾

بموجب اقرار نامہ حلفیہ ۵۹-۱۱-۳ مسلکہ ہذا چونکہ امیر شاہ حسن شاہ احسان شاہ نے سید احمد شاہ کو الاٹ نمبر ۱۳، ۱۴،۱۱ کا صحیح مالک قرار دیا ہے اور خود ان الاٹوں کی ملکیت سے دستبردار ہوگئے ہیں۔ ان افراد کے اقرار نامہ کے بعد سے لیکر آج تک سید احمد شاہ اس زمین کے اندر بطور ذاتی مالک کے اخراجات کر چکا ہے۔ للہذا وہی زمین کا شرعاً مالک شمار ہوگا۔ اقرار نامہ حلفیہ محررہ ۵۹-۱۱-۳ میں درج ذیل الفاظ ہیں کہ ہر قسم کے اخراجات سید احمد شاہ مذکور نے ان تینوں الاٹوں کے متعلق پہلے بھی از گرہ خود ادا کیے ہیں اور آئندہ بھی اخراجات از گرہ خود ادا کریں گے۔ ہم نے پائی بھر خرچ نہ پہلے خود ادا کیا ہے اور نہ آئندہ پائی بھر کا خرچ ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ ان حالات کے پیش نظر الاٹ نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۴ مذکورہ

کے صحیح مالک سید احمد شاہ مذکور ہیں۔ الحاصل مذکورہ الاٹیں ہمارے پاس امانت ہے جتنی جلدی قانونی اجازت ہمیں مل گئی ہم مذکورہ بالا الاٹیں سید احمد شاہ کے نام یا ان کے بیٹوں کے نام منتقل کردیں گے۔ وہ سید احمد شاہ کو بیعہ کر کے اس کو مالک بنا چکے ہیں قانونی مجبوری کے تحت فقط کاغذی انتقال نہیں کرا سکے ہیں۔ لہٰذا شرعاً سید احمد شاہ ان الاٹوں کا مالک شمار ہوگا۔ وہ اگر یہ زمین ان کو دینا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔ جتنی قیمت میں چاہے دے سکتا ہے اور اگر ان کو نہ دے تو شرعاً اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح فریق ثانی اگر اس سے یہ الاٹیں خریدیں تو خرید سکتے ہیں ان کو بھی مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال اب بیعہ وغیرہ فریقین کی رضامندی پر موقوف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ شوال ۱۳۸۸ھ

اگر کسی عورت نے اپنی جائیداد بھائی کے نام کر کے قبضہ دے دیا تو اُس کا شوہر میراث کا مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ جندائی اپنے ایک بھائی کے پاس رہتی تھی تین بھائی جندائی کی موت سے پہلے فوت ہو گئے اور جندائی خود لاولد تھی۔ جندائی اپنی تمام جائیداد اپنے ایک بھائی محمد رمضان کو لکھ کر دے گئی۔ اب جندائی کے ترکہ کی تقسیم شریعت کے مطابق کس طرح ہوگی جواب سے مطلع فرمادیں۔

جندائی کا (لاولد) خاوند وارث نامی تھا۔ جندائی کی وفات سے پہلے ایک خاوند فوت ہو گیا تھا۔

مقام جھنگ صدر محلہ شیخ لاہوری محمد فاروق ناظم مدرسہ ہذا

﴿ج﴾

جندائی اگر زندگی میں تمام جائیداد بھائی محمد رمضان کو لکھ کر زندگی میں قبضہ بھی دے چکی ہے تو یہ محمد رمضان کی ملکیت شمار ہوگی اور جندائی کی وفات کے بعد بطور ترکہ تقسیم نہ ہوگی اگر زندگی میں قبضہ متحقق نہیں ہوا تو پھر جندائی کی ترکہ شمار ہوگی اور تمام ورثاء میں شرعی حصص کے مطابق تقسیم ہوگی۔ آپ نے سوال میں جندائی کے رشتہ دار یعنی ورثاء کا ذکر نہیں کیا کہ ان کو حصص تقسیم کیے جائیں۔ اگر صرف بھائی محمد رمضان اور خاوند کی اولاد جو اللہ وسائی کے بطن سے ہے موجود ہیں اور کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں تو تمام جائیداد محمد رمضان کو ملے گی اور خاوند کی اولاد جو اللہ وسائی کے بطن سے ہے شرعاً محروم ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

حلال اور حرام مال کامل جانا

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مال حلال کو اگر کسب حرام میں ملایا جائے جس طرح کہ مال سرقہ یا نیازات غیر اللہ ہیں۔تو مال حلال حرام ہو جاتا ہے یا صرف فعل حرام ہے۔جس طرح گیارہویں ہے یا اس طرح کوئی اور مال حرام میں ملایا جائے۔کسی مثال سے سمجھا دیں۔

محمد موسیٰ مدرس مدرسہ ہذا

اصل مال اگر حلال ہو لیکن بعد میں اس کے ساتھ کسب حرام شامل ہو جائے تو وہ خبیث واجب الاحتراز عنہ ہو جاتا ہے۔مثلاً حلال بکری تھی اسے چور لے گئے۔اسے چوروں نے ذبح کر کے خود کھایا اور دوسروں کو ہدیہ دیا یا اس میں سے صدقہ دیا۔تو مہدی الیہ اور فقیر کو معلوم ہو جائے کہ یہ بکری چوری کی ہے تو اس کو ہدیہ قبول نہیں کرنا چاہیے۔اسی طرح گیارہویں اور جانور غیر اللہ کا نامزد بھی واجب الاحتراز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

باپ بیٹوں میں ناچاقی کی صورت میں اگر کسی نے بیٹوں سے کرایہ پر مکان حاصل کیا ہو اور باپ مانگ رہا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

چہ فرمایند علماء دین۔ایک شخص کی پہلی بیوی سے چار لڑکے ہیں۔مگر پہلی بیوی کو اس نے طلاق دے دی ہے اس وجہ سے والد اور لڑکوں کے درمیان ناچاقی بنی ہوئی ہے۔صرف ایک مکان پر لڑکوں کا قبضہ ہے سائل نے لڑکوں سے اس مکان کا قبضہ عاریۃً لیا ہوا تھا اب چونکہ سائل چھوڑ کر چلا آیا ہے لیکن لڑکوں کے والد نے اسی مکان کے سائل کے تالہ پر تالہ لگا دیا ہے۔سائل کا سامان اس مکان میں پڑا ہوا ہے۔سائل غریب آدمی ہے اگر لڑکوں کے والد کو قبضہ نہیں دیتا تو سائل کا ڈیڑھ سو کے سامان کا نقصان ہوتا ہے اور اگر لڑکوں کو چابی اور قبضہ نہیں دیتا تو وعدہ خلافی کا مرتکب ہوتا ہے۔

احمد حسن ولد عبدالمجید

﴿ج﴾

بظاہر سوال سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقعہ اس مکان کا مالک درحقیقت والد ہے اور لڑکے باپ کے مملوکہ مکان پر قبضہ کیے ہوئے تھے۔

اگر یہ صورت ہے تو سائل کو بلا تامل مکان والد کے حوالہ کرنا چاہیے اگر نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ کسی کے مملوکہ مکان کو اس سے روکنا اس کے لیے ہرگز جائز نہیں اور چونکہ وہ شرعی حکم کے ماتحت دے رہا ہے اس لیے کوئی وعدہ خلافی لازم نہیں آتی۔ بلکہ ایسا کرنا جائز نہ تھا البتہ اگر مکان کسی شرعی رو سے بیٹوں کی ملکیت ہو تو بیٹوں کو واپس کریں۔ خواہ آپ کا نقصان ہی کیوں نہ ہو لیکن سوال میں کوئی ایسی وجہ مذکور نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ مکان لڑکوں کا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۴ رجب ۱۳۷۳ھ

ہبہ کیے ہوئے زیور بیوی خاوند سے واپس لے سکتی ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بیوی نے اپنے خاوند کو زیور حق مہر کا ہبہ کر دیا تھا اور زیور خاوند کو دے بھی دیا تھا۔ اب وہ ہبہ واپس کرنا چاہتی ہے۔ خاوند کہتا ہے کہ ہبہ واپس نہیں ہوتا میں تمہیں کیوں دوں۔ کیا شرعاً ہبہ خاوند کو کیا ہوا بیوی واپس کر سکتی ہے۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

بیوی نے جب خاوند کو زیورات ہبہ کر کے قبضہ دے دیا تو ہبہ کامل ہو گیا اور زوجہ اپنے زوج پر رجوع نہیں کر سکتی اس لیے یہ ہبہ ہرگز واپس نہیں ہو سکتا۔

وفی الدر المختار ص ۷۰۴ ج ۵ قال حین عد موانع الرجوع فی الهبة والزوجية وقت الهبة فلو وهب لامرأة ثم نكحها رجع ولو وهب لامرأته لا كعكسه. وقال الشامی (كعكسه) ای لو وهبت لرجل ثم نكحها رجعت ولو لزوجها لا انتهى. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۵ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ

عورت نے اگر اپنی جائیداد دیور اور اُس کے لڑکوں کے نام کردی تو عورت کی وفات کے بعد وہ واپس نہیں ہوسکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا اور دو بیویاں اور ایک بیوی مثلاً زینب سے دو لڑکیاں چھوڑ گیا۔ اُس زمانہ میں چونکہ جائیداد کی تقسیم حسب رواج قانون انگریزی ہوتی تھی اس واسطے کل جائیداد دونوں بیویوں کو دے دی گئی۔ بعدازاں متوفی کے بھائی اور بھتیجے نے زینب اور ہر دو بیوہ سے اثر رسوخ سے کام لے کر جائیداد اپنے نام لکھوالی لیکن دوسری بیوی نے اپنے حصہ کی بعض جائیداد اپنے پاس رکھی اور بعض حصہ متوفی کے بھتیجے کو لکھ کر دے دی۔ اس کے بعد یہ دوسری بیوی فوت ہوگئی اور اپنے بعد اپنی ایک حقیقی بہن اور سوتیلا بھائی چھوڑ گئی ہے۔ اب متوفی کے بھائی بھتیجے سے بعض لی ہوئی جائیداد کو واپس کرنا چاہتے ہیں تو اب جواب طلب امر یہ ہے کہ وہ لی ہوئی جائیداد کس طرح واپس کریں۔

﴿ج﴾

باقاعدہ شرعاً تقسیم کرنے کے بعد جو حصہ لڑکیوں کا ہے وہ لڑکیوں کو دیا جائے اور متوفی کے بھائی وغیرہ سے اُن کا حصہ ضرور واپس کیا جائے جو بیوگان تھا۔ چونکہ اُنہوں نے خود اپنی مرضی سے متوفی کے بھائی کو دے دی ہے وہ اُن کے مر جانے کے بعد واپس نہیں ہوسکتی۔ واہب کی موت کے بعد رجوع فی الھبۃ صحیح نہیں کذا فی فتاویٰ الفقہ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر شے موہوب تقسیم ہونے کے باوجود تقسیم نہ کی گئی تو ہبہ درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی زندگی میں اپنی کچھ زمین اپنے چار پوتوں اور ایک بہو کے نام تملیک کردی تھی۔ تملیک کی صورت یہ ہے۔

انتقال زمین کا پانچ حصہ داروں کے نام کردیا لیکن موہوبہ زمین کو پانچوں میں مشترک رکھا۔ یعنی زمین کے حصے مقرر کیے گئے۔ مگر زمین کو معین نہیں کیا گیا۔ مثلاً فلاں فلاں کا یہ قطعہ ہے اور نہ ہی موقع پر کسی حصہ دار کو قبضہ دیا گیا اور واہب اب فوت ہوگیا ہے اور موہوبہ زمین پر اس کی زندگی سے قبل تا حال اس کا حقیقی بیٹا واحد قابض اور مالک بنا ہوا ہے اور واہب کو فوت ہوئے عرصہ تقریباً دس سال سے اوپر ہو چکا ہے۔ اتنے عرصے تک بلکہ آج تک اس منقولہ متروکہ زمین پر اس کے اپنے بیٹے کا قبضہ کاشت ہے۔ قابض کی رضامندی کے بغیر موہوب لہ کسی صورت میں موہوبہ زمین کو اپنی

تملیک میں نہیں لا سکتے اور اگر موہوب لہ اپنی زمین منقسم کرنا چاہیں تو قابض کی رضامندی کے ساتھ موہوبہ زمین کی منقسم حدیں مقرر کرنا ہوں گی۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی تملیک از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد رفیق ولد دین محمد ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو

﴿ج﴾

صحت ہبہ کے لیے موہوب کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے ہبہ مشاع جائز نہیں بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم ہو اور تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ بھی ضروری ہے ورنہ بلا قبضہ ہبہ کر دینے سے موہوب لہ موہوب کا مالک نہیں بن سکتا۔ **قال فی الدر المختار ص ۶۸۸ ج ۵ و شرائط صحتها فی الموهوب ان یکون مقبوضا غیر مشاع ممیزًا غیر مشغول. وتتم الهبة بالقبض الکامل (درمختار ص ۶۹۰ ج ۵) وقال فی الشامیه هبة المشاع فیما یقسم لا تفید الملک عند ابی حنیفة وفی القهستانی لا تفید الملک وهو المختار کما فی المضمرات وهذا مروی عن ابی حنیفة وهو الصحیح اه. فحیث علمت انه ظاهر الروایة انه نص علیه محمد و رواه عن ابی حنیفة ظهر انه الذی علیه العمل وان صرح بان المفتی به خلافه ولا سیما انه یکون ملکا خبیثا کما یاتی ویکون مضمونا کما علمته فلم یجد نفعًا للموهوب له فاغتنمه** (شامی ص ۶۹۲ ج ۵)

پس صورت مسئولہ میں یہ ہبہ صحیح نہیں اور حسب قواعد بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث یہ زمین جملہ ورثاء پر حسب حصص شرعی تقسیم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

اگر ہبہ فاسد کی صورت میں واہب فوت ہو جائے اور وارث بھی شے موہوب، موہوب لہ کو ہبہ کر دیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کچھ زمین کسی کے نام ہبہ کی تھی۔ وہ چند شرائط نہ ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں نکلا۔ اب واہب فوت ہو چکا ہے اور وہ موہوبہ زمین شرعاً وارثوں پر تقسیم ہوگی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ وارث اپنے اپنے حصے قبل از انتقال وفیصلہ موہوب لہ کو زبانی بخش دیں تو کیا شرعاً بخشش جائز ہوگی یا نہیں۔

ملک دین محمد ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو

﴿ج﴾

صحت ہبہ کے لیے موہوب کا تقسیم اور غیر مشترک ہونا ضروری ہے۔ نیز تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ بھی ضروری ہے۔ **کذا فی الشامی باب الهبة**

پس صورت مسئولہ میں جائیداد تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک وارث اپنا اپنا حصہ ہبہ کر سکتا ہے لیکن تقسیم اور قبضہ موہوب لہ سے پہلے صرف زبانی ہبہ سے ہبہ صحیح نہیں ہوتا۔ نیز قبضہ دیے بغیر کاغذات میں کسی کے نام انتقال کر دینے سے زمین اس کی ملکیت نہیں بنتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

پھل دار درخت کا ہبہ صرف پھل وصول کرنے کی صورت میں تام نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی حیاتی میں بکر کو ایک درخت آم کا بخش دیا۔ جس کا ثمرہ بکر اٹھاتا رہے گا۔ دو سال خود زید ثمر پہنچاتا رہا۔ دو سال سے وہ مر چکا ہے۔ ثمر بکر لیتا رہتا ہے۔ وارث بھی راضی ہے۔ شبہ ہوا یہ بخشش شرعاً درست ہے یا نہ۔ تحقیق کے لیے سوال بھیجا جاتا ہے۔ مع حوالہ جواب دیا جائے۔

زید نے بکر کو صراحۃً قبضہ کی اجازت دی تھی۔ مگر چونکہ زید کارکن ثمر بھیجتا رہا اس لیے بکر کو وہاں جانے کی حاجت نہیں تھی۔ زید کی زندگی میں بغیر ثمر لینے کے دوسرا قبضہ نہیں کیا۔ بعد وفات زید کے بکر دوسرے آدمی کے ذریعہ ثمر بھیجتا رہا اور بیع کی رقم وصول کرتا رہا۔ یہ ہبہ شرعاً درست ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

تکمیل ہبہ کے لیے قبض موہوب لہ ضروری ہے۔ ورنہ بلا قبض ہبہ کر دینے سے موہوب لہ موہوب کا مالک نہیں بن سکتا۔ صورت مسئولہ میں جب زید کی زندگی میں کسی وقت بھی بکر نے خود جا کر آم کے درخت پر قبضہ نہیں کیا اور ثمر خود حاصل نہیں کیا بلکہ ہمیشہ زید ہی ثمر پہنچاتا رہا اور بکر نے زید کی زندگی میں بغیر ثمر لینے کے کسی دوسری قسم کا قبضہ نہیں کیا تو یہ ہبہ تام نہیں ہوا اور زید کے مرنے کے بعد اب قبضہ بھی نہیں کر سکتا۔ یہ درخت اب زید کے ورثاء کی ملکیت ہے۔ زید کے ورثاء اگر بکر کو درخت ہبہ کر دیں اور بکر اس پر قبضہ کر دے تو ہبہ صحیح ہو جائے گا۔ **قال فی المجلة مادہ ایجاب الواهب دلالة اذن بالقبض و اما اذنه صراحةً فهو قوله خذ هذا المال فانی وهبتک ایاه ان کان**

حاضراً فی مجلس الهبة وان کان غائبًا فقوله وهبتک المال الفلانی اذهب وخذه امر صریح. ماده ۸۴۴ اذا اذن الواهب صراحة بالقبض صحیح قبض الموهوب له المال الموهوب فی مجلس الهبة. ماده ۸۴۹ اذا توفی الواهب او الموهوب له قبل القبض تبطل الهبة. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ

والدہ اپنے یتیم بیٹے کے نام کچھ زمین کرانا چاہتی ہے لیکن شوہر ثانی طلاق کی دھمکی دیتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک لڑکے کی والدہ کو اپنے والد کی زمین ورثہ میں ملی تھی۔ وہ زمین اپنے لڑکے کے نام انتقال کرانا چاہتی ہے لیکن اس کا دوسرا شوہر اس کو روکتا ہے کہ اپنے لڑکے کے نام زمین انتقال نہ کرے ورنہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔ اس لڑکے کی والدہ کہتی ہے کہ میں ضرور بالضرور اپنے اس لڑکے یتیم کے نام یہ زمین انتقال کرتی ہوں۔ کیا یہ لڑکا یتیم کا حق ہے یا نہیں۔ کیونکہ یہ زمین اس کے نانے کی اس کی والدہ خوشی سے دیتی ہے لیکن اس کا شوہر اس کو نہیں دینے دیتا۔ پہلے اس کے شوہر نے اقرار کر دیا تھا کہ جو زمین اس کی والدہ کے نام ہے یہ اپنے اس یتیم لڑکے کے نام انتقال کر دے گی۔

حفیظ اللہ ولد بہادر خان تحصیل علی پور

﴿ج﴾

والدہ زندگی میں اپنی جائیداد کی خود مالکہ ہے اور اس میں ہبہ وغیرہ ہر قسم کا تصرف کر سکتی ہے۔ زندگی میں جائیداد بیٹے کے نام منتقل کر سکتی ہے اور بیٹا اس کا مالک بن جائے گا۔ بشرطیکہ اس کو قبضہ دے دیا جائے لیکن کسی وارث کو محروم کرنے اور ضرر پہنچانے کی غرض سے تمام جائیداد کو ایک وارث کے نام ہبہ کرنا گناہ ہے۔ البتہ بعض وارثوں کو زیادہ حصہ دینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ صفر ۱۳۹۵ھ

ہبہ بشرط العوض میں رجوع شرعاً نافذ نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی محمد بخش نے ایک عورت سے شادی کی جس سے ایک لڑکا مسمی غلام قادر پیدا ہوا اس کے بعد مسمی غلام قادر کی والدہ فوت ہوگئی۔ اس کے بعد مسمی محمد بخش مذکور نے مسماۃ بخت سوائی سے شادی کی۔ بعدہ مسمی محمد بخش مذکور فوت ہو گیا اس کے بعد مسماۃ بخت سوائی کو جو ورثا اپنے خاوند سے ملا تھا اپنے ہوش و حواس کے ساتھ مسمی غلام قادر مذکور کو ملک کر دیا اور سرکاری کاغذ میں لکھ دیا ہے کہ مسمی غلام قادر جو کہ پسر خاوند مسمی محمد بخش بعمر اٹھارہ سال موجود ہے جو کہ میری بھی حقیقی والدہ کی طرح خدمت گزاری کرتا رہا ہے اس واسطے میں اپنے حصہ کا تمام جائیداد غیر منقولہ جو مجھے والد غلام قادر سے پہنچی ہے اس کی تملیک بنام غلام قادر ولد خاوند محمد بخش کر کے قبضہ کر دیا ہے اور اس کے عوض ایک گائے اور دوسو روپے مسمی غلام قادر نے دے دیا ہے اور یہ عوض سرکاری کاغذ میں نہیں لکھا ہوا اور گواہ موجود ہیں۔ اب وہ عورت مسماۃ بخت سوائی رجوع کرنا چاہتی ہے کیا رجوع کر سکتی ہے؟ بینوا توجروا

شاہ علی ضلع و تحصیل مظفر گڑھ

﴿ج﴾

جب عورت مذکورہ نے زمین غلام قادر کو تملیک کر دی ہے اور قبضہ بھی دے دیا ہے تملیک کامل ہوگئی چونکہ اس تملیک کے عوض میں دوسو روپیہ اور گائے لے چکی ہے اس لیے یہ رجوع کی مستحق نہیں۔ ہبہ بشرط العوض میں رجوع شرعاً نافذ نہیں اور اگر ابتداء سے وراثت کی تقسیم غلام قادر اور بیوہ مذکورہ وغیرہ ورثاء کے درمیان ہوئی بھی نہ تھی پھر تو عورت ابتداء زمین کی مالکہ ہی نہ بنی بلکہ جب وہ گائے اور دوسو روپیہ لے کر راضی ہوگئی تو یہی اس کا حق وراثت ہے جو بطور تخارج اس کو حاصل ہو گیا۔ باقی زمین کے ساتھ عورت کا تعلق نہیں بلکہ زمین کا مالک ابتداء غلام قادر ہی ہے تو رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۸ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

ہبہ قرائن سے بھی ثابت ہوتا ہے با قاعدہ ایجاب وقبول کی ضرورت نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے والد کو رقم کی ضرورت ہوئی اس نے ہماری والدہ کو کہا کہ اپنا کھٹمالہ طلائی رہن کر کے مجھے رقم نکلوا دو۔ کھٹمالہ طلائی جو ہماری والدہ کی اپنی ملکیت تھا ہماری والدہ نے کھٹمالہ طلائی

مذکورہ بالا اپنے بھائی کے پاس رہن بعوض دوصد روپیہ رکھا اور یہ روپیہ ہمارے والد کو دیا گیا۔ اصل واقعہ یہ تھا کہ درحقیقت کھٹمالہ اور دوصد روپیہ ہماری والدہ کی اپنی ملکیت تھی۔ ہماری والدہ نے کھٹمالہ اپنے بھائی کے پاس امانت رکھ کر اور خود رقم دے کر ہمارے والد کی ضرورت پوری کی لیکن ہمارے والد کو مذکورہ بالا بیان کیا تاکہ یہ دوسرے کا قرضہ سمجھ کر جلدی ادا کرے لیکن ایکا ایک وہ فوت ہوگئی اور ہمارے ماموں نے جس کے پاس یہ کھٹمالہ تھا ہماری والدہ کی فوتیدگی کے بعد ہماری خالہ کو اصل قصہ بیان کیا۔ ہماری خالہ نے کھٹمالہ اپنے قبضہ میں لے لیا اور کہا کہ جب لڑکے جوان ہوں گے تو ان کو بوقت ضرورت دیا جائے گا مگر اس حقیقت کا ہمارے والد کو پتہ چل گیا اس نے ہمارے ماموں اور ہماری خالہ کو کہا کہ کھٹمالہ مجھے کیوں نہیں دیتے۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تم دوسری شادی کرو گے اور اولاد ہوگی مگر یہ کھٹمالہ ان لڑکوں کی والدہ کا ہے جب یہ جوان ہوں گے تو ہم ان کو دیں گے۔ ہمارے والد نے یہ سن کر کہا کہ میں کوئی دوسری شادی نہیں کرنا چاہتا۔ اگر تمہیں یقین نہیں تو میرے ساتھ آؤ ہمارے والد نے ہمارے ماموں کو ساتھ لے کر ایک اسٹامپ ایسا تحریر کرایا کہ جس میں تحریر ہے کہ ایک مکان بطریقہ بیع ملکیت کر دیا اور وہ اس ہماری ملکیت کو ۱۶ سال تک مانتا رہا۔ اس کے بعد اس نے دوسری شادی کر لی۔ اس سے اور اولاد ہوئی۔ اب وہ جھگڑا کرتا ہے کہ مکان مجھے واپس دو کیونکہ میں نے اس وقت تمہیں امانت دیا تھا۔ حالانکہ ہم دونوں نابالغ تھے جبکہ ہمارے والد نے مکان کو ہمارے ملک کیا تھا۔ اس وقت ہمارے پاس اور کچھ نہ تھا دوسرا وہ کہتا ہے کہ اُس وقت مجھ پر یہ قرضہ تھا اس کے ڈر سے تمہارے نام کر دیا تھا مگر حقیقتاً قرضہ میں دوسرے دو مکان رہن تھے۔ یہ مکان رہن قرضہ سے آزاد تھا بعد میں دو مکان قرض خواہ نے بہ معرفت عدالت اپنے قرضہ میں نیلام کرائے تھے۔ قرضہ خواہ کا عدالت نے مطالبہ ختم کر دیا تھا۔ اب وہ کافی مالدار ہے اور اپنی دوسری جائیداد سے ہمیں کچھ نہیں دینا چاہتا بلکہ وہ اپنی کچھ جائیداد دوسری اولاد اور بیوی کے نام کر چکا ہے۔ باقی ماندہ کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً وہ یہ مکان جو ہماری ملکیت دیا گیا تھا واپس لے سکتا ہے کیا یہ نابالغوں کے پاس امانت رکھی جا سکتی ہے۔

مندرجہ ذیل امور ایسے ہیں جن سے اس کا اس مکان کو ہمیں بخش دینا اور ہبہ کر دینا ثابت ہے۔

یہ کہ انہوں نے چار دکانیں مستاجری کیں تو وہ ہمارے ہی نام سے کیں اور جب بعد از معیاد کرایہ نامہ کرایہ داروں سے لکھوائے تو وہ بھی ہمارے نام سے لکھوائے گئے اور اپنے ہی سر پر لکھوائے۔

کرایہ نامہ ہمارے نام سے لکھے جاتے ہیں اور کرایہ ہم اکٹھا کر کے ان کی ضرورت پوری کرتے تھے لیکن جب ان کا اپنا کاروبار شروع ہوگیا تو ہم نے کرایہ بند کر دیا اور یہ رقم ہم دونوں بھائی تقسیم کرتے رہتے ہیں اور کرتے ہیں۔

۱۹۴۳ء میں ایک ٹکڑا دکان جو کہ ہمارے ساتھ لگتا تھا اس میں ہمارے والد نے بطور سربراہ یہ مکان حدود اربعہ اس طرح لکھوایا کہ مغرباً مکان مالکان ہم دونوں بھائی جنوباً مکان مالکان ہم دونوں بھائی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حوالہ

۱۹۳۵ سے لے کر ۱۹۴۳ء تک یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ یہ مکان ان دونوں بھائیوں کی ملکیت ہے۔ جب انہوں نے دوسری شادی کی اور اس سے دوسری اولاد ہوئی تو انہوں نے یہ مطالبہ کیا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ جائیداد متنازعہ فیہ کو باپ نے ہبہ کر دیا تھا۔ لہٰذا اس مکان میں دوسرا شخص شریک نہیں ہوسکتا۔ شامی ص ۶۸۸ ج ۵ ج ۴ قلت فقد افادان التلفظ بالایجاب و القبول لایشترط بل تکفی القرائن الدالة علی التملیک الخ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد صدیق غفرلہ نائب مفتی خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد عبداللہ غفرلہ خادم خیر المدارس ملتان

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر کہا جائے کہ یہ ہبہ مشاع ہے اور جائز نہیں ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ہبہ مشاع والد کی طرف سے انہیں صغیرین کے لیے ہے اور یہ جائز ہے۔ منحة الخالق حاشیہ البحر الرائق جلد ۷ ص ۲۹۰ میں ہے۔ نعم اذا قلنا اذا کان الولدان صغیرین تجوز الهبة یکون مخالفًا لاطلاق المتون عدم جواز هبة واحد من اثنین ولکن اذا تامل الفقیه فی علته عدم الجواز علی قول الامام وهی تحقق الشیوع یجزم بتقید کلام المتون بغیر ما اذا کان صغیرین لان الاب اذا وهب منهما تحقق البقض منه لهما بمجرد العقد وعبارة البزازیة او ضح فی افادة المراد الخ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ غفرلہ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ رمضان ۱۳۷۲ھ

حالت مرض میں وارث کے لیے وصیت جائز نہیں ہے
غیر وارث کے لیے ایک تہائی میں جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ کوئی شخص ایسے وارث کے حق میں ہبہ کر جائے کہ جس کے حصہ کی تصریح قرآن شریف میں آ چکی ہو جیسے بیٹا۔ تو کیا از روئے شریعت ایسے وارث کے حق میں ہبہ صحیح ہے۔ نیز ہبہ مشاع کوئی وارث شرعی کے حق میں کر جائے تو اُس کے متعلق از روئے شریعت کیا حکم ہے۔

قاضی محمود احمد خانپور

﴿ج﴾

اگر حالت صحت میں لڑکے یا کسی دوسرے وارث یا جو غیر وارث کو زمین یا کسی دوسری چیز کا ہبہ کر دیا گیا اور اس کو کامل قبضہ بھی دے دیا گیا تو ہبہ صحیح ہے اور اگر حالت مرض موت میں لڑکے یا کسی دوسرے وارث کے لیے ہبہ کر دیا ہے تو صحیح نہیں ہے اور غیر وارث کے لیے ایک تہائی کا صحیح ہے۔ واللہ اعلم

اگر کسی نے قرض رقم وصول کرنے کے لیے پولیس کو بھیجا اور اُس نے رقم وصول کر کے خود ہضم کر لی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی نے کسی شخص کے پیسے دینے تھے۔ پھر پیسے لینے والے نے پولیس میں اطلاع دے دی۔ پولیس والے نے رقم لے کر خود ہضم کر لی لیکن جس کی رقم دینی تھی اسے نہ دی۔ پولیس والا تبدیل ہو کر چلا گیا۔ پھر دوبارہ رقم لینے والا شخص مقروض سے رقم طلب کرتا ہے۔ اس حالت میں رقم مقروض کو ادا کرنی پڑے گی یا نہ۔

المستفتی صوفی اللہ یار صاحب دایہ مقام لودانی تحصیل لودھراں ضلع ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر پیسے لینے والے نے پولیس کو اپنی طرف سے وکیل بنایا ہے رقم وصول کرنے کے لیے تب تو دوبارہ اس کا حق نہیں کہ وصول کرے اور اگر ویسے امداد کے لیے پولیس کو اطلاع دی ہے تو یہ رقم (قرض دینے والے) مقروض کے ذمہ باقی رہے گی۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ

قرض دہندہ فوت ہو گیا اور قرض رقم پر بیوی ذاتی مال کا اور لڑکے وراثت کا دعویٰ کر رہے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک شخص مسمی شہسوار سے تجارتی کاروبار کے لیے تین ہزار روپیہ مانگا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو یہ رقم نکال کر دے دو۔ تو اس کی بیوی نے مجھے روپیہ نکال کر دے دیا۔ کچھ دنوں بعد میں نے اس سے کہا کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ خدانخواستہ اگر تیری موت واقع ہو جائے تو یہ رقم

میں کس کو دوں۔ تو اس شخص نے کہا کہ یہ رقم تم میری بیوی کو دے دینا۔ قضا الٰہی سے یہ شخص تقریباً عرصہ دو سال سے فوت ہو گیا۔ اس کی موت کے وقت ورثہ میں ایک زوجہ، بیٹا، بہو، بیٹا، بھائی، بہن زندہ تھے۔

پھر تقریباً ایک سال کے بعد اس کا بیٹا فوت ہو گیا۔ جو کہ اپنی ایک زوجہ چھوڑ گیا۔ اب اس کے فوت شدہ بیٹے کی زوجہ کہتی ہے کہ مجھے اس رقم سے میرا شرعی حصہ دیا جائے اور اس کا دوسرا زندہ بیٹا بھی کہتا ہے کہ مجھے اس سے یہ شرعی حصہ دیا جائے اور شہسوار کی زوجہ کہتی ہے کہ یہ ساری رقم مجھے دے دی جائے اور کسی کا بھی اس میں حق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ رقم میرے پہلے خاوند کی تھی، میں اپنے ساتھ لائی تھی۔ ان لیے اس رقم میں کسی کا حق نہیں ہے۔ مگر شہسوار کی زوجہ کے پاس سوائے قسم کھانے کے اور کوئی ثبوت نہیں ہے کہ یہ رقم وہ پہلے خاوند سے لائی تھی۔ ادھر اس کا بیٹا اور فوت شدہ بیٹے کی زوجہ دونوں کہتے ہیں کہ یہ رقم شہسوار کی ہے۔ لہٰذا ہم کو اپنا اپنا حصہ ملنا چاہیے۔ شرعی طور پر اس رقم کی تقسیم کا حل بیان فرمادیں۔
اس شہسوار سے ایک اور شخص شمس الدین نے بھی رقم لی تھی تو اُسے شہسوار نے ڈاک خانہ سے نکلوا کر دی تھی۔

نوٹ: میری اور شمس الدین کی رقم پر ان لوگوں کا ایک جیسا بیان ہے کہ شہسوار کی زوجہ یہ دونوں رقمیں اپنی ذاتی بتاتی ہے اور اس کا بیٹا یہی کہتا ہے کہ یہ رقمیں شہسوار کی تھیں۔

﴿ج﴾

ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم شہسوار متوفی کی ہے۔ اس کی بیوی اس رقم کا دعویٰ رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کے اوپر بینہ (دو عادل گواہ) پیش کرنا ہوں گے اور شہسوار کا بیٹا اور بہو منکر ہیں ان پر قسم آئے گی۔ لہٰذا حاکم مسلمان کے پاس یہ عورت (شہسوار کی بیوی) دعویٰ دائر کرے یا آپس میں شہسوار کی بیوی اور اس کے ورثا ایک دو دیندار عالم آدمیوں کو اس مقدمہ کے تصفیہ کے لیے حکم (ثالث) مقرر فرمائیں اور شہسوار کی بیوی تصحیح دعویٰ کے بعد اپنے گواہ پیش کر دے اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس کا بیٹا اور بہو یہ قسم اُٹھالیں کہ ہمارے علم میں یہ مال اور یہ رقم شہسوار کی اس بیوی کی ذاتی نہیں۔ قسم اُٹھانے کے بعد ورثہ کے حق میں فیصلہ صادر کیا جائے اور اپنے حصوں کے مطابق اسے تقسیم کر دیا جائے اور گواہ پیش کرنے کی صورت نیز ان باقی وارثوں کے قسم علی العلم اٹھانے سے انکاری کی صورت میں شہسوار کی بیوی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا جائے۔ فیصلہ کنندہ حضرات دونوں فریق کے بیانات سننے کے بعد حالات وقرائن کو بھی دیکھیں کہ واقعی عورت پہلے خاوند سے مال لائی تھی۔ نیز شہسوار کی مالی حالت کیسی تھی اور جو فریق حق پر معلوم ہو اس کے مخالف فریق کو سمجھائیں اور جھگڑا چھوڑنے کو کہیں اور ناحق دوسرے کا مال کھانے سے ڈرائیں اور اگر کوئی فریق جھگڑا و دعویٰ نہ چھوڑے تو جواب مذکورہ بالا کے مطابق فیصلہ کریں۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

مکیلات اور موزونات کا قرضہ دینا جائز نہیں ہے
گندم قرض لے کر فصل کٹائی کے بعد واپس کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) قرض حسنہ جنس کی شکل میں دے یا لے سکتا ہے یا کہ صرف نقدی۔

(۲) کچھ عرصہ کے لیے کوئی جنس یا کوئی چیز اُدھار لے سکتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد وہی جنس یا چیز اپنے پاس دستیاب ہونے پر واپس کرسکتا ہے۔ مثلاً پھاگن میں گندم اُدھار لی اور ہاڑی آنے پر گندم کی گندم واپس کردی۔ کچھ عرصہ سے مراد کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کیا صورت جائز ہے۔

چوہدری رحمت علی

﴿ج﴾

مکیلات اور موزونات اور عددی متقارب کا قرض لینا دینا جائز ہے۔ یعنی جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز آپ واپس دے سکتے ہیں تو اس کا قرض لینا درست ہے۔

الحاصل اناج، انڈے، گوشت وغیرہ قسم کی چیزوں کا قرض لینا جائز ہے۔ **قال فی التنویر فی فصل فی القرض ص ۱۶۱ ج ۵ وصح فی مثلی لافی غیرہ. وفی الشامیة (قوله فی مثلی کالمکیل والموزون والمعدود المتقارب کا الجوز والبیض. والحاصل ان المثلی مالا تفاوت احاده ای تفاوتا تختلف به القیمة فان نحو الجوز تتفاوت احاده تفاوتا یسیرًا** الخ۔

(۲) جائز ہے۔ واپسی کی تاریخ متعین ہونی چاہیے اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ شوال ۱۳۹۲ھ

کسی رشتہ دار کو بطور امداد جو رقم دے دی وہ بظاہر قرض ہے لہٰذا اس پر نفع جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میرا ایک بھانجا ہے وہ یتیم ہے۔ اس کے نام ایک دکان منتقل ہوگئی ہے۔ اس کے پاس اس کی رقم ادا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ میں خود اس دکان پر کام کرتا ہوں۔ کچھ رقم اپنے پاس سے اور

کچھ رقم اپنی خرچہ داری پر داخل خزانہ کی ہے۔ اس دکان کے بارے میں میری اپنی رقم صرف اتنی ہی تھی جتنی کہ میں نے ادا کرلی ہے۔ آیا اُس دکان سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھا سکتا ہوں یا کہ نہیں۔

(۱) میں اور بھانجا آپس میں شریک کار بنیں تو اپنا منافع کس طرح تقسیم کریں۔

(۲) اگر اس دکان کو کسی اور آدمی کے ہاتھ کرایہ پر دیں تو اس کرایہ سے میں کچھ فائدہ حاصل کرسکتا ہوں یا نہیں۔

فقط والسلام محمد شریف

﴿ج﴾

بظاہر یہ رقم آپ نے بھانجے کو بطور امداد کے قرض دی ہے۔ اس لیے اس کے عوض دکان سے فائدہ اُٹھانا کسی صورت سے خواہ کرایہ سے کیوں نہ ہو جائز نہ ہوگا۔ آپ کی شرکت کس طرح ہے اس کی تفصیل معلوم ہونے پر حکم بتلایا جا سکتا ہے۔ بہرحال اگر شرکت جائز ہے تو شراکت نامہ میں طے شدہ طریقہ سے نفع تقسیم ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۱ھ

اگر مقروض ثالث کے روبرو حلف اُٹھا کر قرض سے انکار کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر کے درمیان کچھ عرصہ سے دین کے متعلق جھگڑا چلا آ رہا تھا۔ ہر دو فریقین نے فیصلہ کرانے کے متعلق ایک ثالث مقرر کیا اور ثالثی نامہ حسب ضابطہ قرار دیا۔ جس میں تحریر تھا کہ جو فیصلہ ثالث کریں گے ہم فریقین کو منظور ہوگا۔ ثالث مذکور نے ہر دو فریق کے بیانات لیے مگر کسی قطعی فیصلہ تک نہ پہنچے۔ آخرکار بکر مقروض سے حلف اُٹھوانے کو کہا جس پر زید قرض خواہ نے اعتراض کیا کہ میں اس سے نہ اٹھواؤں گا۔ ثالث نے کہا کہ اگر بکر کو حلف اٹھوانے نہیں دیتے تو تم خود حلف اٹھا دو لیکن زید کو قرض خواہ نے بھی منظور نہ کیا۔ ثالث نے بکر مقروض کو حلف اٹھوائی جس میں اس نے کہا کہ حلفاً کہتا ہوں کہ میرا کوئی دین ہمراہ زید قرض خواہ کے نہیں ہے۔ اس پر قرض خواہ نے اقرار کیا کہ جو دعویٰ عدالت میں برخلاف بکر مقروض کے دائر کردے اس کے متعلق میں راضی نامہ داخل کروں گا۔ مگر بعد میں زید قرض خواہ نے راضی نامہ داخل نہ کیا اور اپنے اس اقرار سے منحرف ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اندریں صورت مقروض کی حلف درست ہے یا نہ۔ جبکہ ثالث مذکور نے حلف اٹھوائی ہے۔

مورخہ ۴ جولائی سلطان محمود ولد شاہ او دو کوٹ سلطان تحصیل کبیروالا ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر ثالث نے مقروض سے قرض خواہ کے کہنے پر حلف اٹھوایا ہے تو مقروض قرض سے حلف اٹھانے کے بعد بری ہو گیا اور اس کے خلاف اب قرض خواہ دعویٰ نہیں کر سکتا اور اگر اس کی مرضی کے بغیر اٹھوایا ہے تو حلف کا اعتبار نہیں لیکن چونکہ قرض خواہ حلف نہیں اٹھوا رہا اس لیے اس کا دعویٰ خارج ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ

اگر باپ بیٹے کا قرضہ اتار کر فوت ہو جائے تو وہ تمام ورثاء میں تقسیم کی جائے گی یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی علی محمد متوفی کی بیوی ساحرہ بی بی علی محمد مرحوم کی زندگی میں بقضائے الٰہی فوت ہو چکی ہے۔ علی محمد کے ساحرہ سے غلام فرید، محمد بشیر، آمنہ بی بی تولد شدہ ہیں۔ مسماۃ فضل بی بی متوفی کی دوسری بیوی ہے۔ علی محمد کو بحصہ وراثت ساحرہ بی بی مبلغ ایک ہزار روپے وصول ہوا جو کہ علی محمد متوفی نے غلام فرید کی شادی کا قرضہ اتارا۔ حالانکہ قبل ازیں آمنہ بی بی کی شادی از گرہ خود علی محمد نے کی تھی۔ محمد بشیر نے بھی اپنی شادی از گرہ خود کی غور طلب امر یہ ہے کہ رقم مذکور جو کہ بذمہ غلام فرید ہے اس کے شرعی حصص کیا ہیں۔ نیز فضل بی بی بھی وراثت ساحرہ کی حقدار بنتی ہے یا نہیں؟

حاجی بشیر محمد ولد نور محمد قدیر آباد ملتان

﴿ج﴾

اگر علی محمد نے یہ رقم اپنے بیٹے کو بطور قرض دی ہو یا اس کے حکم سے اس شرط پر قرضہ ادا کیا کہ بعد میں غلام فرید یہ رقم اپنے باپ کو ادا کرے گا پھر تو یہ قرض شمار ہوگا اور اس میں وراثت کے مطابق حصص جاری ہوں گے۔ اگر اس قسم کا کوئی معاہدہ نہیں ہوا اور اپنے بیٹے کا قرضہ ادا کر دیا تو یہ بیٹے کے ساتھ تبرع واحسان ہے اور کسی وارث کو اُن سے حصہ کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر ۱۳۹۹ھ

اگر کسی شخص نے کسی کے واسطہ سے کسی کو قرضہ دیا ہوا اور مقروض دیوالیہ ہو گیا ہو تو قرض کی ادائیگی کی جائز صورت کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید بکر کے واسطہ سے عمر کو بغرض تجارت کچھ رقم دیتا ہے۔ مگر عمر تجارت کے بجائے اس رقم سے سٹہ کھیلتا ہے اور وہ رقم سٹہ میں ہار جاتا ہے۔ اس کے بعد عمر کے پاس کچھ رقم بھی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ اپنے گزارے سے بھی عاجز آ جاتا ہے اور دوسرے عمر زکوٰۃ وغیرہ کی رقوم بھی لینا گوارہ نہیں کرتا۔ اب پیسے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی اور زید بھی غریب آدمی ہے۔ اب یہ صورت ہو سکتی ہے کہ زید زکوٰۃ وغیرہ کی رقم جمع کر کے کسی مستحق زکوٰۃ کو دے دے اور پھر وہ عمر کی جانب سے دیں۔ وہ اس کے حوالے سے زید کو دے دے یا اس کی کوئی اور دوسری صورت جائز ممکن ہے اور کیا مذکورہ صورت میں بکر کے ذمہ تو کوئی ضمان وغیرہ لازم نہیں آتا۔

محمد عبداللہ نواں شہر ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر پر تو ضمان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو محض واسطہ ہے۔ البتہ عمر پر ضمان لازم آتا ہے۔ کیونکہ اس نے بجائے تجارت کے سٹہ میں رقم برباد کر دی اب اُسے لازم ہے کہ کسی طرح محنت مزدوری سے قرضہ ضمان ادا کرے اور اگر اُسے زکوٰۃ ملتی ہے اور وہ مستحق بھی ہے تو زکوٰۃ لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے اور دوسرا شخص بھی زکوٰۃ لے کر اس کی طرف سے قرضہ ادا کر سکتا ہے۔ قرض خواہ اس کو اطلاع دے دے کہ ہم نے تیرا قرضہ وصول کر لیا ہے اور تو اب بری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۵ جمادی الثانیہ ۱۳۹۴ھ

کسی سے کوئی چیز خریدی، قیمت کی ادائیگی میں ایک سال کی مدت تھی قرضہ بروقت ادا نہ کرنے کی وجہ سے مالک رقم زیادہ مانگ رہا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں نے اپنے بڑے بھائی کا ۱/۲ حصہ ایک ہزار روپیہ میں خرید لیا بڑا بھائی صاحب وسعت تھا اور اب بھی صاحب وسعت ہے۔ رجسٹری سے پہلے بھائی جان نے فرمایا کہ تم میرا ایک ہزار روپیہ ایک سال کے بعد ادا کر دینا بڑے بھائی جان کا ایک ہزار روپیہ میرے پاس قرض حسنہ کے طور پر رہا۔ میرے پاس صرف

وہ ایک مکان ہے میرے گیارہ بچے ہیں وہی ایک سر چھپانیکا آسرا ہے۔ میں غربت کی وجہ سے بھائی کی رقم ایک سال میں ادا نہ کر سکا کوشش کے بعد میں اب ایک ہزار روپیہ جمع کر چکا ہوں۔ اب میں بھائی جان کا قرضہ ادا کرنا چاہتا ہوں لیکن وہ اس بات پر بضد ہیں کہ میں وعدہ پر رقم ادا نہ کرنے سے کوتاہی کر چکا ہوں میں اپنی غلطی پر معافی کا طلبگار بھی ہوا لیکن وہ فرماتے ہیں کہ میں اب چھ ہزار روپیہ لوں گا کیونکہ اب میرے حصہ کی قیمت چھ ہزار ہوتی ہے لیکن پہلے ۲ فروری ۱۹۷۴ء کو وہ ایک ہزار روپیہ میں رجسٹری کر چکے ہیں وہ ایک ہزار روپیہ قرضہ میں بھی ادا کرنا چاہتا ہوں۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمایا جائے کہ میں اپنا سابقہ قرضہ ایک ہزار روپیہ دوں یا چھ ہزار روپیہ۔

علاؤالدین ولد میاں محمد دین دہلی گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر واقعی بھائی صاحب سے اس کا حصہ ۷؍۱ ایک ہزار روپیہ میں باقاعدہ بیع کی صورت میں خرید لیا ہے اور قرضہ کی ادائیگی میں ایک سال کی مہلت تھی تو اس میں اگر کوتاہی ہوئی اور کئی سال گزر گئے پھر بھی شرعاً ایک ہزار روپیہ کی ادائیگی لازم ہے۔ ایک ہزار سے زیادہ کا مطالبہ شرعاً حرام ہے اور اس کے لیے رقم لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ رجب ۱۳۹۶ھ

سعودی ریال قرضہ میں دیے تو پاکستان میں ادائیگی کی کیا صورت ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سعودی عرب میں پاکستانی روپیہ کی قیمت آٹھ آنے ہے۔ (یعنی نصف ریال ہے) ایک شخص پاکستانی عرب میں ۵۰ ریال بطور قرض کسی سے لیتا ہے اور وہ رقم پاکستان آکر واپس کرنا چاہتا ہے۔ جب رقم قرض لی تھی تو پاکستان میں آکر دینے کی صورت اصل رقم ریال سے دگنی رقم پاکستانی سکہ دینے کا عہد ہوا تھا۔ آیا یہ لین دین شرعاً جائز ہے۔ ۵۰ ریال کے عوض کتنے روپے دے۔

المستفتی حاجی محمد صاحب

﴿ج﴾

قرض دہندہ کا اس شخص کے ذمہ ۵۰ ریال سعودی واجب ہوتا ہے۔ ریال کی صورت میں اگر ادا کرنا چاہتا ہے تو ۵۰ ریال ہی ادا کرے گا اور اس کے عوض پاکستانی روپیہ دیتا ہے تو جانبین کی رضامندی سے سو روپیہ پاکستانی دے سکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر قرض دہندہ ہندوستان جا کر لا پتہ ہوگیا ہو تو اُس کا حق کیسے ادا کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ۱۹۴۷ء میں بلا سود قرضہ لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ ہندوستان چلے گئے۔ اُس کے بعد اُس شخص نے قرضہ کا مطالبہ کیا۔ اس وقت اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ اس کے بعد اُس شخص کو کئی بار خط لکھے لیکن اس کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ یہ رقم کس طرح خرچ کی جائے تا کہ قیامت کے دن وہ شخص اس کا قرضہ دار نہ ہو۔

ملک احمد یار

﴿ج﴾

اگر قرض خواہ یا اس کے ورثاء کا پتہ چل سکتا ہے تو رقم اُن کو دینا ضروری ہے۔ اگر قرض خواہ اور اُس کے ورثاء کا کچھ پتہ نہیں چلتا تو اس کی طرف سے فقراء پر تصدق کیا جائے اور یہ تصدق چونکہ حقیقی مالک کی طرف سے ہے اس لیے یہ مال فقراء کے لیے حلال ہے اور اُس مال کا تصدق اپنے اصول وفروع اور بیوی پر بھی کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ مساکین ہوں۔ اس لیے کہ حقیقی مالک کے حق میں یہ لوگ اجانب ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ صفر ۱۳۹۵ھ

قرض دہندہ کے پاس اگر گواہ نہ ہوں تو مقروض کے لیے قسم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو نقد رقم بغیر کسی منافع کے بطور ہمدردی کے مبلغ -/۲۳۰۰ روپیہ کاروبار کے لیے عارضی طور پر دیا تھا۔ کیونکہ بکر زید کا پھوپھی زاد بھائی ہوتا ہے اب زید کی اور بکر کی دنیاوی وجہ سے آپس میں جھگڑا ہو گیا ہے اور جس وقت زید نے بکر کو -/۲۳۰۰ روپیہ دیا تھا خدا کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا اور نہ کوئی لکھ پڑھ صرف خدا پر بھروسہ۔ اور اب زید نے بکر کو کہا کہ میری رقم واپس دو۔ بکر جواب دیتا ہے کہ میں تمہاری رقم دے چکا ہوں۔ زید کہتا ہے بکر بالکل جھوٹ بولتا ہے۔ زید یہ بھی کہتا ہے کہ بکر یا تو رقم دو ورنہ مسجد میں چل کر قسم اٹھائے۔ تو بکر قسم اُٹھانے سے بھی انکار کرتا ہے۔

حافظ انور محمد جنرل اسٹور چمن بازار بمقام ٹنڈو یار و ضلع نواب شاہ سندھ

﴿ج﴾

اگر زید نے یہ رقم بطور قرضہ حسنہ بکر کو دی تھی تو بکر پر لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کرے اور اگر بکر ادائیگی کا مدعی ہے اور اس کے پاس ادائیگی پر دو دیندار گواہ نہیں ہیں تب بھی بکر کے حلف پر فیصلہ ہوگا حلف سے انکار کرنے پر فیصلہ بکر کے خلاف ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ

کسی کو قرض رقم دے کر اُس کی دکان کرایہ پر لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنی ایک دکان جس کا کرایہ مارکیٹ کے لحاظ سے مبلغ پچاس روپے ماہوار ہے۔ اپنی مرضی سے بکر کو پانچ سال کی مدت کے لیے دس روپے ماہوار کرایہ پر دیتا ہے اور مبلغ تین ہزار روپیہ بطور پیشگی مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ مقررہ مدت کے بعد جب میں اپنی دکان خالی کراؤں گا تو مبلغ تین ہزار روپیہ جو کہ میں بطور پیشگی لے رہا ہوں اس میں سے پانچ سال کا کرایہ بحساب دس روپے ماہوار منہا کر کے بقایا رقم واپس کر دوں گا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ صورت جائز ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر کا زید کو تین ہزار روپیہ پیشگی بطور قرض دے کر پچاس روپیہ ماہوار کرایہ کی دکانیں دس روپیہ ماہوار کرایہ کے حساب سے لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرض سے نفع حاصل کرنا ہے اور قرض پر نفع حاصل کرنا ناجائز اور سود ہے۔ **کما فی الهدایه کتاب الحواله ص ۱۳۱ ج ۳ نهی الرسول علیه السلام عن قرض جر نفعًا.** واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

قرض خواہ نے اگر مقروض سے قرض وصول کرنے کی نیت سے ایسی چیز خرید لی جس کی قیمت قرض سے زیادہ ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسمی بکر کے مبلغ پچیس روپے دینے تھے۔ مگر وعدہ میں کچھ لیت و

لعل ہوتا رہا۔ بعد ازاں مسمی زید کے پاس ایک سائیکل تھا بکر اس سائیکل کا خریدار ہو گیا تو اس سائیکل کی قیمت مبلغ ۷۵ پچھتر روپے ہوئی تو بکر نے مسمی زید کو بقایا رقم پندرہ دن کے بعد دینے کا وعدہ کیا۔ جب مسمی زید رقم لینے گیا تو بکر نے جواب میں کہا کہ میں نے اپنی رقم وصول کرنے سے دھوکہ میں سائیکل خرید لیا۔ اب تم میری رقم پچیس روپے واپس دے دو اور میں سائیکل واپس کر دوں گا۔ ورنہ نہ میں سائیکل اور نہ رقم دوں گا۔ نیز یہ بھی عرض خدمت ہے کہ بکر نے سائیکل کو استعمال کیا۔ یہ استعمال کرنا اس کے لیے جائز تھا یا نہ اور اگر جائز نہ تھا تو اس کا کیا جرمانہ ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مسمی زید اب سائیکل کا حقدار ہے یا بقایا پچاس روپے کا مفصلاً تحریر فرمائیں۔

مستفتی عبدالملک عفی عنہ ضلع مظفر گڑھ براستہ کوٹ سلطان بمقام بکھری احمد خان

﴿ج﴾

جب بکر نے زید سے اُس کی سائیکل مبلغ ۷۵ پچھتر روپے میں خرید لی اور باقاعدہ ایجاب وقبول کر کے سودا کر لیا گیا تو اب بکر زید کی مرضی کے بغیر سائیکل واپس نہیں کر سکتا اور نہ بیع توڑ سکتا ہے۔ باقی زید کا یہ کہنا کہ میں نے اپنی رقم وصول کرنے کے دھوکہ میں سائیکل خریدی تو اس سے سودا کے پورا ہونے میں کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا۔ پچیس روپے رکھ لے اور بقایا پچاس روپیہ ادا کر دے اور اگر رضامندی کے ساتھ بیع کو واپس کرنا چاہتے ہیں تو جرمانہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۴ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

اینٹیں قرض لیتے وقت کرایہ مقرض نے دیا تھا واپسی پر کرایہ کس کے ذمہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی مسمی اللہ بخش نے زید نامی شخص کو خشت پختہ بطور قرض دی تھی لیکن وہ خشت پختہ شہر سے تقریباً دو میل دور تھیں جس کا کرایہ مسمی زید نے ادا کیا تھا۔ اب اللہ بخش ان سے خشت پختہ مذکورہ واپس لینا چاہتا ہے اور زید بھی ادا کرنا چاہتا ہے لیکن نزاع اس بات میں ہے کہ زید جو اللہ بخش کو خشت پختہ ادا کرنا چاہتا ہے ان کا کرایہ اللہ بخش ادا کرے یا زید جبکہ قرض دینے کے وقت اللہ بخش نے کہا تھا کہ میں خشت شہر میں لوں گا۔ نیز زید کو اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ شہر میں ہے یا باہر اور نہ اس بات کا ذکر ہوا تھا۔ نیز اللہ بخش کہتا ہے کہ میں نے یہ خشت مذکور اس لالچ پر دی تھی کہ کرایہ ادا کرنے سے بچ جاؤں۔ بینوا توجروا

سعید احمد چوٹی زیدین ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اللہ بخش کا لالچ کرنا جائز نہیں۔ یہ سود بن جائے گا جو کہ حرام ہے۔ ہر قرض جس پر منفعت لی جائے وہ ربوا (سود) بن جاتا ہے۔ خشت مذکور کو بھٹہ سے لانے کا کرایہ اللہ بخش نے دینا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مقروض کو قرض دیتے وقت کوئی تیسرا ضامن بنا ہو تو اس سے مطالبہ درست ہے محض موجود ہونا کافی نہیں

﴿س﴾

زید اور بکر دو دوست ہیں ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں زید دکانداری کرتا ہے اور بکر ملازمت۔ بکر کا ایک دوست عمر جس کے ساتھ بکر کے کل دو ماہ سے تعلقات ہیں۔ پہلے سے کچھ واقفیت نہیں کہ کیا ہے عمر بکر کے پاس دو تین خط لکھتا ہے۔ عمر دوسری جگہ کہیں رہتا ہے۔ خط لکھتا ہے کہ مجھے ایک آٹا پیسنے کی مشین الاٹ کرائی ہے جس پر درست کرانے کے تقریباً دو ہزار روپے لگیں گے۔ یہ رقم آپ دے دیں میں ادا کر دوں گا۔ بکر جواب دیتا کہ میرا اپنا گزارہ مشکل سے چلتا ہے۔ اسی اثنا میں عمر بکر کے پاس ملنے کے لیے آجاتا ہے رقم کے لیے پھر کہتا ہے مگر بکر پھر وہی جواب دے دیتا ہے۔ اسی اثنا میں بکر اپنے دوست زید سے بھی اس بات کا ذکر کرتا ہے اور زید اور بکر کی ملاقات کراتا ہے۔ زید عمر سے خوب باتیں کر کے اس چیز کے متعلق واقفیت کرتا ہے اور اس کے بعد کہتا ہے کہ میں اس چیز کا واقف نہیں اور میں وہاں کام نہیں کر سکتا۔ آپ کام کر سکتے ہیں تو رقم میں ادا کر دوں گا۔ اس کے بعد زید ۳ ہزار رقم بکر کو دیتا ہے۔ تو تم وہاں جا کر لینے دینے کا فیصلہ کرا لاؤ اور اس کو ملازمت سے تین دن کی چھٹی خود دلاتے ہیں تو بکر جس شخص کے ساتھ مشین کا سودا کرتا ہے وہ وہاں نہ ملا۔ بکر تین دن اور ٹھہر کر واپس گھر آیا۔ رقم عمر کو دے آیا۔ عمر نے کہا کہ اس کے ساتھ میں خود فیصلہ کر لوں گا۔ عمر نے اس میں سے کچھ رقم مالک کو دے دی جس کے نام پہلے اس مشین کی الاٹمنٹ تھی اور کچھ رقم اس کی مرمت پر لگائی اور اس سے ایک عدالتی اسٹامپ ساڑھے بارہ سو روپے کا اٹھا بنوا لیا جس میں ایک حصہ زید کا ایک بکر کا اور ایک اپنا اور ایک حصہ الاٹمنٹ والے کا لکھوایا۔ اس رقم کا مشورہ پہلے طے نہیں ہوا تھا اور نہ رقم دیتے وقت کوئی شرط طے ہوئی تھی۔ اس کے بعد جب اس تحریر کا پتہ چلتا ہے تو زید بکر کو مجبور کرتا ہے کہ تم اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے کر وہاں جاؤ کیونکہ اب تو تمہارا حصہ بھی لکھا گیا ہے۔ بکر ملازمت سے استعفیٰ دے کر وہاں پہنچتا ہے اندازہ کے بعد اسے معلوم ہوتا ہے کہ لگی ہوئی رقم بھی وصول نہ ہوگی۔ تو وہ فروخت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ لگی ہوئی رقم مل جائے اور تمام حقیقت کی اطلاع زید کو دیتا ہے۔ تو

اس طرح تین دفعہ بکر نے زید کو اطلاع دی بلکہ ایک دفعہ خود اس مقصد کے لیے زید کے پاس پہنچا مگر زید راضی نہ ہوا۔ بکر جب اپنی تمام کوشش کر چکا اور پھر چپ ہو کر ایک سال میں ۶۰۰ روپے بچا کر مالک رقم زید کی خدمت میں بھیج دیے۔ مگر چوتھے حصہ دار نے پولیس بلا کر مشین پر قبضہ کر لیا۔ عمر وہاں سے بھاگ گیا بکر کو اور بکر کے والد کو پولیس نے جیل بھیج دیا۔ کیونکہ الائی غنڈوں کا سردار تھا اور پولیس ان کی اپنی تھی۔ ان غنڈوں نے بکر کے گھر کا سامان لوٹ لیا۔ اب زید ۵ سال کے بعد بکر کو کہتا ہے کہ میری پوری کی پوری رقم دے دو کیونکہ میں عمر کو نہیں جانتا تھا۔ اب شریعت میں بکر تمام رقم دینے کا حقدار ہے فیصلہ کیا ہے۔

﴿ج﴾

جب زید نے رقم عمر کو دی ہے تو بکر کے ذمہ ادا کرنا واجب نہیں۔ جب تک یہ اس کا ضامن نہ بنا ہو اور اگر دونوں کو بالخصوص قرض دیا ہے تو بکر سے اپنے حصہ کا لے سکتا ہے۔ زیادہ نہیں لے سکتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ

قرض رقم کی ادائیگی مقروض پر واجب ہے نہ کہ اس کے کسی اور رشتہ دار پر

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی دلشاد خان ولد اللہ داد خان کم عقل، جواری، فضول خرچ قسم کا آدمی ہے۔ مسمی مذکور نے مذکورہ اوصاف کی بنا پر ایک شخص مسمی لعل خان گلکھی المعروف بادشاہ سے اڑھائی ہزار روپیہ قرض لیا اور لعل خان سے کہا کہ تجھے ایک اونٹ باقی غلہ وغیرہ بعوض رقم دوں گا لیکن دل شاد خان سے یہ دو اڑھائی ہزار روپیہ کسی طرح ادا نہ ہو سکا تو لوگوں سے مخفی طور پر اپنے قرض خواہ لعل خان کو اپنی زوجہ مسماۃ مہر مائی کی طلاق دے کر ادائیگی قرضہ کا اسٹام بھی کر لیا۔ آپس میں دونوں نے جب یہ معاملہ مخفی طور پر کر لیا تو دلشاد خان نصف رات کے قریب جب گھر آیا تو اپنی بیوی زوجہ مسماۃ مہر مائی سے کہا کہ تیری فلاں بہن بیمار ہے اب اسی وقت ان کے ہاں جانا ہے۔ اس بہانے سے اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ مگر ان کی ہمشیرہ کے گھر پہنچنے کے لیے ایک نالہ یعنی دریا پر سے بذریعہ کشتی گزرنا پڑتا ہے جب کشتی پر پہنچے تو ملاح نہیں تھا بیوی کو کہتا ہے یہاں جنگل ہے اور پھر رات کا وقت اکیلی نہ بیٹھے دونوں میاں بیوی ملاح کے گھر جاتے ہیں۔ تاکہ اس کو بلائیں اور یہ کشتی ملاح قرض خواہ لعل خان گلکھی ہے۔ اس بہانہ سے رات کے وقت دل شاد خان مذکور اپنی بیوی مسماۃ مہر مائی اپنے قرض خواہ لعل خان کے حوالے کر دیتا ہے۔ جبکہ طلاق نامہ پہلے لعل خان کے حوالے کر چکا تھا۔ اس واقعہ ہو چکنے کے بعد مسماۃ مہر مائی کے والد ہیبت خان کو پتہ چلا تو وہ اپنی لڑکی مہر مائی کو جا کر اپنے گھر لے آیا۔ قرض خواہ لعل خان کہتا ہے کہ دلشاد خان نے تو اپنی بیوی کا طلاق نامہ دے کر میرا قرضہ ادا کر دیا ہے لیکن لڑکی کا

باپ جب اپنی لڑکی اُٹھا کر لے گیا ہے تو اب میرا قرضہ بھی مسماۃ مہر مائی کا باپ ہیبت خان ادا کرے۔ تو قابل دریافت بات یہ ہے کہ قرض خواہ لعل خان اپنے قرض کا مطالبہ دل شاد خان سے کر سکتا ہے یا لڑکی کے باپ سے۔ شرعاً کیا حکم ہے۔

کیا اس طرح آزاد عورت کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے یا نہ۔

عبدالملک خطیب جامع مسجد احمد خان تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال لعل خان کا قرضہ دل شاد خان کے ذمہ ہے اور وہ دلشاد خان سے قرضہ کا مطالبہ کرے گا۔ ہیبت خان سے وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ دل شاد خان نے اگر واقعی طلاق نامہ لکھ دیا ہے تو اس کی منکوحہ مطلقہ ہو چکی ہے اور عدت کے بعد اس کی مرضی سے دوسری جگہ نکاح جائز ہے۔ اس عورت کے ساتھ اب لعل خان اور دل شاد خان کسی کا کوئی تعلق نہیں۔ صحت واقعہ کی ذمہ داری سائل پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ

جب کسی کو اپنی زمین پر دکان بنانے کی اجازت دے دی اور بوقت ضرورت واپسی کی بھی بات ہوگئی لیکن کرایہ کی بات نہ ہو سکی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو کہا کہ تمہارے مکان کے ساتھ ایک سفید ٹکڑا زمین ہے۔ اس پر ہم ایک دکان تعمیر کرتے ہیں تا کہ اپنا کاروبار شروع کریں اور آپ کو جب ضرورت ہوگی ہم خالی کر دیں گے۔ عمر نے کہا یہاں میرا ملبہ یعنی چھت کا سامان اور دروازہ موجود ہے۔ میں بقایا خرچ مستری ومزدور کا آدے گا خود برداشت کرو اور تعمیر کرو اور جب مجھے دکان ضرورت ہوئی تو خالی کر دو گے۔ چنانچہ زید نے دکان تعمیر کر کے اور عمر کا مکان بھی بغیر اُس کی اجازت جس میں دو کمرے اور تقریباً ایک کنال کی صحن عرصہ اڑھائی سال سے استعمال کرتے رہے عمر نے سمجھا کہ دکان کو ضرورت میں خرچہ لگا کر خود برداشت کریں گے اور جب مجھے ضرورت ہوئی خالی کر دیں گے۔ اس وقت کرایہ کا کوئی سوال نہیں ہوا کہ میں اتنا کرایہ لوں گا۔ اب اڑھائی سال کے بعد عمر نے کہا کہ مجھے اپنے دکان اور مکان خود ضرورت ہے۔ خالی کر دو تو زید کہتا ہے کہ دکان مذکور پر میں نے تین سو روپیہ خرچ کیا ہے۔ وہ ادا کر دو تو خالی کرتے ہیں کیونکہ تم نے کہا تھا کہ جب دکان واپس لوں گا تو دکان کا خرچہ تین صد واپس دوں گا۔ عمر کہتا ہے کہ اڑھائی سال دکان اور

مکان میری اجازت کے بغیر استعمال کرتے رہے اور فائدہ اٹھاتے رہے اگر اُس کا ۲۰، ۳۰ روپیہ کرایہ ماہوار شمار ہو تو ظلم ہے کہ تین صد کا ۲۰، ۳۰ روپے ماہوار سود وصول کرو اور تین صد روپیہ الٹا طلب کرو۔ یہ صریح سود ہے میں ادا نہیں کرتا یہ رہن ہے جو کہ شرعاً سود حرام اور ناجائز ہے۔ مگر زید نہیں مانتا وہ جائز کہتا ہے عمر نے اُس کو کہا کہ کلاچی قاضی عبدالکریم صاحب کے پاس جا کر شریعت میں فیصلہ کرلو تو گواہوں کے سامنے صاف اُس نے کہا کہ ہم شریعت پر فیصلہ نہیں کرتے اور نہ ثالثوں پر جائز عدالت میں دعویٰ کرو برائے مہربانی ہر دو مسئلہ کا فقہ حنفی کی روشنی میں مشکور فرما دیں۔

یہ لین دین سودی اور سود کو جائز سمجھنے والا کون ہے اور شریعت سے انکار پر کیا حکم ہے اور عمر زید کو تین صد دے کر رہن چھڑا سکتا ہے سود تو نہیں ہے اور اب کرایہ وصول کرسکتا ہے اولین فرصت میں جواب سے جلد مشکور فرمائیں۔

معرفت ماسٹر فضل القیوم خان پنالہ

﴿ج﴾

عمر نے جب زید کے ساتھ دکان اور مکان کے کرایہ لینے کا کوئی سودا نہیں کیا تھا بلکہ زید ویسے بغیر کرایہ کے اس دکان اور مکان کو استعمال کرتا تھا تو عمر کی طرف سے تبرع شمار ہوگا اور اب عمر دکان اور مکان کا کرایہ وصول نہیں کرسکتا۔ باقی عمر یا تو زید کو وہ خرچہ ادا کرے گا جو اس تعمیر میں اُس نے صرف کیا ہے یا پھر زید سے کہہ دے کہ اپنا ملبہ وغیرہ جو آپ نے خرچ کیا ہے وہ اُٹھا کر زمین کو فارغ کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۸ رجب ۱۳۸۹ھ

جو رقم کاروبار کے لیے نصف منافع پر دی گئی ہو کاروبار میں نہ لگنے کی صورت میں وہ قرض ہوگی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کو کہا کہ تم ہزار روپیہ دے دو اور ہزار روپیہ میں دے دوں گا تو بطور مشارکت کے تجارت کریں اور نفع بھی اس کا دونوں لیں گے یا کہا کہ ہزار روپے تم دے دو اور تجارت کا کام میں کروں گا اور میعاد مقرر کی کہ فلاں میعاد کو حساب کریں گے۔ اصل رقم تم دے دینا اور نفع نصف نصف تقسیم کریں گے لیکن بعد کو یہ ثابت ہوا کہ زید نے اس رقم سے تجارت سرے سے نہیں کی ہے اور اصل رقم کو اپنے کاروبار میں خرچ کردیا ہے۔ اب میعاد مقرر آ چکی ہے اور زید کہتا ہے کہ اگر تم کچھ نفع لینا چاہو تو میں دینے کو تیار ہوں لیکن جب زید نے سرے سے تجارت نہیں کی اور اصل رقم کو اس نے اپنے کاروبار میں خرچ کردیا ہے تو اصل رقم کا تو وہ ضامن بنے گا لیکن کیا عمر اس

سے نفع لے سکتا ہے حالانکہ اس نے تجارت نہیں کی ہے یا نفع نہیں لے سکتا ہے اور وہ دونوں صورتوں میں یعنی زید کی رضامندی کی صورت میں بھی نفع نہیں لے سکتا اور عدم رضامندی کی صورت میں بھی یا فقط عدم رضامندی کی صورت میں نفع نہیں لے سکتا اور رضا کی صورت میں لے سکتا ہے۔ بینوا توجروا

مقام خاص ڈمر والا شمال ڈاکخانہ خاص علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

عمرو نے جب زید کو اس شرط پر رقم دی کہ زید اس سے تجارت کرے گا اور منافع نصف ونصف تقسیم کریں گے تو اب جبکہ زید نے اس رقم کو اس معاملہ میں نہیں لگایا بلکہ اپنے ذاتی کاروبار میں خرچ کیا جیسا کہ جانبین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں تو یہ رقم جس وقت سے زید نے اپنے ذاتی کاروبار میں خرچ کی اس وقت سے رقم زید کے ذمہ قرض ہوگئی۔ اب عمر زید سے اپنا قرضہ وصول کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے منافع بتراضی ہوں یا بدون تراضی لینا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ شعبان ۱۳۹۰ھ

غیر مسلم کی قرض رقم کیسے ادا کی جائے جب کہ اس سے رابطہ ممکن نہ ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بکر کا ایک ہندو سے جبکہ وہ ہندوستان میں تھا تجارتی کاروبار میں ہزاروں کا لین دین تھا لیکن پاکستان بن جانے کے بعد بکر ترک وطن کر کے پاکستان چلا آیا اور ہندو بنیا ہندوستان رہ گیا۔ بکر کے ذمہ ہندو کی کچھ رقم واجب الادا تھی۔ شروع شروع میں بکر کی حالت بہت خراب تھی وہ رقم ادا کرنے کے قابل نہ تھا۔ مگر اب بفضل خدا اس کی حالت بہتر ہوگئی تو اب وہ چاہتا ہے کہ حقوق العباد کے ماتحت وہ اس ہندو کا قرضہ ادا کر دے مگر رقم کسی صورت سے بھی ہندوستان نہیں جا سکتی۔ براہ کرم تحریر فرما دیں کہ اب بکر کیا کرے جس کے باعث وہ حقوق العباد کے تحت ہندو کا حق ادا کرے۔ قیامت کے دن کے مواخذہ سے بچ سکے۔ زید کی بھی ایسی ہی صورت ہے۔ مگر وہ آتے دفعہ اپنے قرض خواہ کے پاس بطور امانت کچھ زیورات پارچہ جات رکھ آیا تھا۔ مگر یہ کہہ کر نہیں آیا تھا کہ یہ چیزیں اُس قرض کا بدل ہیں۔ اب اس نے سنا ہے کہ ہندو نے وہ چیزیں اپنے استعمال میں لا کر بغیر زید کی مرضی اور مشورہ کے ختم بھی کر دی ہیں یا زیر استعمال ہیں۔ اب زید بھی چاہتا ہے کہ میں اپنے قرض خواہ کا قرضہ چکا دوں مگر وہ مجبوریاں اس کو حائل ہیں جو بکر کو ہیں۔ یعنی منی آرڈر کا نہ آنا جانا یا خود آنا جانا۔

السائل حاجی رفیع الدین دکاندار نشاط روڈ ملتان

یکم ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

﴿ج﴾

اس صورت میں بکر کسی طریقہ سے قرض خواہ کو رقم پہنچا سکتا ہے تو پہنچادے اور اگر اس کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اس سے بذریعہ خط و کتابت پوچھ لے کہ تیری رقم کو کیا کروں۔ اگر وہ پاکستان میں ہی کسی کو اپنا وکیل بنالے تو پاکستان میں اس کے وکیل کو رقم دے دی جائے یا اگر اس کی کوئی چیز طلب کرے تو ایسی کوئی چیز اس سے خرید کر کے پارسل کر لے۔ جو اس کے قرضہ کے مساوی قیمت والی ہو۔ زید بھی خط و کتابت سے اس سے معاملہ صاف کر دے کہ تیرا قرضہ اتنا میرے ذمہ ہے اور میرا مال اتنا تیرے پاس ہے اگر مساوی ہو تو دونوں معاف کر دیں۔ لینے دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اگر کسی کی رقم زیادہ ہو تو مندرجہ بالا صورت سے ایک دوسرے کو پہنچادی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی رشتہ دار کو اس نیت سے زمین ہبہ کرنا کہ وہ نمبردار بن جائے پھر واپس کر دے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سائل نے اپنے عزیز رشتہ دار کے نام جائیداد زرعی اس واسطے ہبہ کر دی کہ وہ نمبردار بن جائے۔ کیونکہ اس کی اپنی زرعی جائیداد قلیل تھی۔ اس نے استدعا کی کہ اگر سائل اس کے نام ہبہ اراضی کر دے تو وہ نمبرداری حاصل کرنے کے بعد واپس کر دے گا۔ اب عرصہ چھتیس سال ہو چکے ہیں اس نے واپس نہیں کی۔ لیت و لعل سے کام لیتا رہا ہے۔ اندریں حالات شرعاً سائل اراضی واپس کرنے کا مجاز ہے یا نہیں۔

واحد بخش ولد محمد بخش تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال یہ ہبہ نہیں بلکہ عاریت ہے۔ جس کا واپس کرنا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ شعبان ۱۳۷۶ھ

مزروعہ زمین کو ہبہ کرنے سے متعلق متعدد سوال جواب

﴿س﴾

(۱) جس زمین کی فصل ابھی تک تیار نہ ہو کیونکہ مزارع کا قبضہ فصل کے تیار ہونے تک موعود ہو۔ ایسے مزارع کو شرعاً کس طریقہ سے بے دخل کیا جا سکتا ہے تاکہ مالک اپنی زمین زیر کاشت بذریعہ مزار کا ہبہ جب چاہے کر سکے۔

(۲) ۴۷ء کے انتقال کے وقت جن قطعات کا ہبہ کیا گیا تھا ان قطعات کا کچھ حصہ مزروعہ و بیشتر حصہ بوجہ عدم وسائل آبپاشی و بنجر وغیرہ غیر مزروعہ تھا۔ لہٰذا غیر مزروعہ حصہ جات مزارع کی تحویل میں نہیں تھے۔ بلکہ اُن پر مالک قابض تھا۔ کیا ایسے غیر مزروعہ حصوں کا ہبہ صحیح ہو گیا۔

(۳) جو مزروعہ زمین مزارع کو کاشت کے لیے دی جاتی ہے اس میں سے کچھ زمین اگر وہ قابل کاشت ہوتی ہے آئندہ فصل کے لیے خالی چھوڑ دی جاتی ہے کیا اس خالی زمین پر قبضہ مالک تصور ہوگا یا مزارع؟ اگر قبضہ مالک تصور ہو تو کیا ایسی خالی زمین کا ہبہ صحیح مانا جائے گا۔

(۴) مثال کے طور پر اگر ایک قطعہ برقبہ دس بیگھے زمین میں سے تین بیگھے مزروعہ ہو اور سات بیگھے غیر مزروعہ اور مالک نے ایسے قطع زمین کا ۲/۱ حصہ نابالغ اولاد کے نام ہبہ کیا ہو اور بعد تحقیقات ثابت ہو کر مزروعہ زمین کا ہبہ ناجائز اور غیر مزروعہ کا ہبہ جائز ہے۔ تو کیا غیر زرعی رقبہ سے ہبہ والا ۲/۱ حصہ یعنی پانچ بیگھے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

(۵) چونکہ باپ کی طرف سے نابالغ اولاد کے نام ہبہ شدہ زمین پر اس نے خود قابض ہونا ہے۔ لہٰذا مزارع کو بے دخل کرنے کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی واہب اپنی مرضی و طیب خاطر سے مزارع کو بے دخل نہیں کرتا بلکہ اسے بحیثیت قائم مقام موہوب لہ ہبہ شدہ زمین پر مزارع بحال رکھنا چاہتا ہے۔ اس صورت میں صرف ہبہ کرنے کے لیے مزارع کو فرضی طور پر دوبارہ قبضہ دینا کوئی غرض پورا نہیں کرتا۔ لہٰذا نظر ثانی فرما کر اس بارے میں وضاحت فرمائی جائے۔

﴿ج﴾

(۱) بغیر رضا مزارع زمین کی تملیک نہیں کر سکتا۔ البتہ جب فصل پک جائے تو اس کے بعد تملیک کر سکتا ہے۔

(۲) جن بنجر قطعات پر مالک خود قابض تھا اس کا ہبہ جب لڑکی نابالغہ ہو بغیر قبض صحیح ہو جاتا ہے۔

(۳) زمین جو کاشت کے لیے دی جاتی ہے اور بعض اوقات اس کو آئندہ فصل کے لیے بھی خالی چھوڑا جائے اس کا قبضہ مزارع کا شمار ہوتا ہے اس کا حصہ مالک نہیں کر سکتا۔ جب تک مزارعت کو فسخ نہ کر دے۔

(۴) پوری زمین کا ۲/۱ حصہ چونکہ ہبہ کر دیا ہے اب جب لڑکی نابالغ ہو تو قبض چونکہ ضروری نہیں ہے اور حصے کا ہبہ ہو جاتا ہے تو غیر مزروعہ کا ۲/۱ حصہ صحیح ہبہ ہوگا۔ یعنی سات بیگھے کا ۲/۱ حصہ ہوگا۔

(۵) چونکہ مزارع کا قبضہ صحیح قبضہ ہے اس لیے قبض کو واپس کرنے کے بعد ہی ہبہ صحیح ہو سکتا ہے۔ پہلے ہبہ صحیح ہی نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۶ رجب ۱۳۷۵ھ

اگر عاریہ گھوڑی دے دی اور آفت آسمانی سے ہلاک ہو گئی تو کوئی ضمان نہیں اگر چہ شرط لگائی گئی ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسمی گل خان نے اپنے ایک دوست سے بطور عاریت گھوڑی طلب کی اس نے چند شرائط منوائیں کہ اگر آپ کو یہ منظور ہوں تو گھوڑی لے جاؤ۔ وہ شرطیں یہ ہیں۔ (۱) گھوڑی پر اکیلا سوار ہونا (۲) گھاس وغیرہ میں احتیاط رکھنا بغیر دانے کے بھوسہ نہ ڈالنا (۳) اگر گھوڑی کسی عارضہ سے یا بھوک کی وجہ سے مر گئی تو مبلغ چار صد روپیہ ادا کرنا ہوگا۔ مسمی گا غن خان نے یہ تمام شرائط منظور کر کے گھوڑی لے لی۔ اب گھوڑی مر گئی ہے کیا۔ اب قابل طلب امر یہ ہے کہ اس سے قیمت وصول کی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

خلیفہ حاجی احمد صاحب

﴿ج﴾

اگر گھوڑی کسی آسمانی آفت سے مر گئی اور اس کی موت میں گا غن خان کے فعل کو کوئی دخل نہ ہو تو اس پر کوئی ضمان تاوان لازم نہیں آتا اور اگر اس کے فعل کو اس میں دخل ہو مثلاً اس نے دوسرے آدمی کو سوار کیا وغیرہ وغیرہ تو تاوان دینا لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

اگر کوئی شخص دکان کا تھڑا عاریۃً لے کر اب خالی نہ کرتا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ انیس الرحمٰن نے مجھ سے کہا کہ اپنی دکان کے تھڑے پر تھوڑی سی جگہ دے دو میں کچھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ میں جگہ تلاش کر کے تمہارا تھڑا چھوڑ دوں گا۔ میں نے اخلاقی طور پر کچھ دنوں کے لیے اپنی دکان کے تھڑے پر جگہ دے دی۔ بغیر کسی معاوضہ کے اور تاکید کر دی کہ تم جلد سے جلد جگہ تلاش کر کے چند دنوں میں میرا تھڑا فارغ کر دو۔ مجھ سے وعدہ کیا کہ میں عنقریب جگہ تلاش کر کے تمہارا تھڑا خالی کر دوں گا۔ جس کو بیٹھے ہوئے تقریباً ۸ سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ وہ میری دکان کا تھڑا خالی نہیں کرتا۔ کیا وہ شرع کی رو سے بیٹھ سکتا ہے یا نہ۔

نفیس احمد ملتان چھاؤنی صدر بازار

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال جب نفیس احمد نے اپنی دکان کا تھڑا انیس الرحمٰن کو عارضی طور پر بیٹھنے کے لیے بغیر کسی کرایہ طے کیے دے دیا تو یہ تبرع اور عاریۃ ہے اور عاریۃ دینے کی صورت میں نفیس احمد جب چاہے واپس لے سکتا ہے۔ للمعیر ان یرجع عن الاعارة عتی شاء (المجلہ مادہ ۸۰۶)

پس صورت مسئولہ میں انیس الرحمٰن پر لازم ہے کہ وہ بغیر کسی تاخیر کے فوراً تھڑا خالی کر کے مالک کو واپس کر دے۔ شرعاً اس کو اب اس جگہ بیٹھنا جائز نہیں۔ متیٰ طلب المعیر العاریة لزم المستعیر ردھا الیه فورًا (المجلة مادة ۸۲۵)

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد کو زمینیں یا درخت وغیرہ عاریۃ دی جاتی ہیں وہ اس کے ورثاء کو ملیں گی یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بعض زمیندار ایک شخص کو ایک مکان برائے سکونت دیتے ہیں کہ ہماری مسجد میں امامت کو پڑھے بھی اور پڑھائے بھی اور بعض اشجار کھجور کا صاف ثمر اور بعض چند مکان زمین کا محض مافرخ منہا بصورت اباحت و منہا دینے نہیں اور سالانہ تخم ریزی امام صاحب کو کاشت بھی کر دیتے ہیں۔ نہ انتقال رقبہ اشیاء مذکورہ کرایہ جو کاغذات سرکاری پر درج ہوتا ہے۔ لہٰذا مطالعہ سرکاری بھی خود ادا کرتے رہتے ہیں۔ اب جو جائیداد امام صاحب کی منقولہ غیر منقولہ تھی وہ بلحاظ شریعت تقسیم ہو چکی ہے مگر یہ اشیاء مذکورہ جو بعض زمیندار نے بحالت امام اپنی پتی واپس کر دی تھی اور بعض نے بعد وفات واپس کی اور بعض نے جو امامت اس کی فوتگی کے بعد موجود تھا اس کو انتقال کرا دیا۔ آیا شرعاً اشیاء کس کی ملکیت موروثہ ہے۔ بینوا توجروا

عبدالستار تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ ان زمینداروں کا شخص مذکور کو یہ اراضی و اشجار دے دینا عاریت ہے۔ یہ ان کے ملک سے خارج نہیں ہوتے۔ امام صاحب صرف ان سے نفع اٹھانے کا حقدار تھا۔ اس لیے امام صاحب فوتگی کے بعد یہ زمین اور درخت ان زمینداروں کی اجازت سے تصرف میں لائے جائیں گے۔ ان کو امام صاحب کے ورثاء بطور وراثت حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لیے جن زمینداروں نے اپنی چیزیں واپس کر لی ہیں ان کا معاملہ تو اور ہے اور جس میں

ان میں سے جو چیزیں موجود امام کو تملیکاً دے دی ہیں وہ صرف امام کی ملکیت ہے اور وہی ان میں تصرف کا مالک ہے۔

هی تملیک المنافع مجانا فاذا مات المعیر تبطل العاریة ص ۶۷۲ ج ۵ واللہ اعلم

محمد اسحاق غفر اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح خیر محمد عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح بندہ عبدالرشید

بشرط صحت واقعہ جواب صحیح ہے لیکن امام اول یا اس کی عدم موجودگی میں اس کے ملک کے مدعی ہوں تو پھر جانبین پر روبرو حاکم شرعی کے فیصلہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ محرم ۱۳۸۵ھ

غیر معینہ مدت کے لیے بطور عاریہ لی گئی گدھی اگر ہلاک ہوگئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد اکرم نے محمد بخش سے گدھی برائے کھاد برداری بطور عاریت لی۔ محمد بخش نے بوقت دینے گدھی کے دو قول کیے۔ ایک تو یہ کہ میری گدھی گابھن ہے کسی غیر کو نہ دینا کہیں ہلاک نہ کر دے۔ دوسرا یہ کہ جس وقت فارغ ہوا اس وقت پہنچا دینا پہلے قول کا محمد اکرم منکر ہے اور محمد بخش کے ہاں شاہد بھی نہیں اور دوسرے قول کا منکر نہیں۔ گدھی بروز سوموار کھاد برداری کرتی رہی اور بروز منگل بھی کھاد برداری کرتی رہی بوقت پانچ بجے بروز منگل فارغ ہوئی۔ محمد اکرم گدھی پہنچا نہ سکا کسی غیر آدمی کو کہا کہ گدھی کے پاؤں میں ڈانوں لگا دو۔ اس غیر آدمی نے ڈانوں لگا دیا۔ گدھی رات کو کہیں چلی گئی اور گم ہوگئی۔ اب محمد اکرم کہتا ہے کہ میں ڈانوں لگانے کے بعد ۱۸ گھنٹے ضرور دیکھ بھال کرنے میں مجھے سستی واقع ہوئی ہے۔ ۱۸ گھنٹے کے بعد مجھے فکر دامن گیر ہوا اور مکمل طور پر تلاش کرنے میں جدوجہد کی لیکن گدھی کہیں نہیں ملی۔ محمد بخش کہتا ہے تو نے بروز خمیس گدھی تلاش کرنی شروع کر دی ہے۔ پھر ہم نے محمد اکرم کو کہا کیا تیرے گواہ ہیں۔ اس نے کہا ہاں میرے بروز بدھ ۹ بجے کے تلاش کرنے کے گواہ ہیں۔ جب گواہوں سے گواہی لی گئی ایک گواہ نے کہا میں ایمان سے کہتا ہوں مجھے محمد اکرم نے خود کہا ہے کہ میں آج بروز خمیس گدھی تلاش کر رہا ہوں حالانکہ بروز منگل پانچ بجے فارغ کر کے ڈانوں لگایا تھا۔ دوسرے گواہ نے کہا میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ بروز بدھ ۱۲ بجے محمد اکرم نے تلاش کرنی شروع کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ گدھی بروز منگل پانچ بجے فارغ ہوئی اور محمد اکرم نہ پہنچا سکا۔ مذکورہ بالا دیر کے بعد تلاش کرنے سے کیا محمد اکرم کی تعدی شمار کرتے ہوئے ضمان آئے گا یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال محمد اکرم مذکور محمد بخش کے لیے گدھی کا ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ محمد اکرم مستعیر ہے اور استعارہ غیر موقتہ ہے۔ کیونکہ شرط یہ لگائی گئی ہے کہ جس وقت فارغ ہو اسی وقت پہنچا دینا۔ بشرطیکہ صورت مسئولہ میں محمد اکرم کام سے فارغ نہ ہوا ہو۔ بلکہ کل بھی اس نے گدھی سے کام لینا ہو تب تو ضامن نہ ٹھہرے گا۔ کیونکہ کسی کے ذریعے سے باوجود مدت استعارہ کے ڈانوں پر بندھوانا تعدی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کام سے فارغ ہوا تھا لیکن ابھی اسی وقت رد کرنا بوجہ دوری وغیرہ کے ممکن نہ تھا تب بھی ضامن نہ بنے گا۔ کیونکہ آخر وہ رات کو کہیں نکل گئی اور بدون اس کے تعدی سے گم ہو گئی ہے۔ بعد میں تلاش میں تاخیر بالفرض اگر ہو بھی گئی ہو تب بھی یہ تعدی نہیں ہے۔ ہاں اگر کام سے فارغ ہوا تھا کل اس کے کھاد برداری کا کام نہیں کرنا تھا بلکہ کھاد ساری کی ساری اٹھائی گئی۔ نیز اسی وقت پانچ بجے رد کرنا کوئی مشکل نہ تھا۔ تب یہ ضامن ٹھہرے گا۔ اگرچہ تعدی نہ بھی ہوئی ہو کیونکہ مدت استعارہ کے گزرنے کے بعد باوجود امکان ردشی مستعار کا امساک موجب ضمان ہوتا ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۶۸۳ ج ۵ (وبخلاف الرد مع الاجنبی) ای (بان کانت العاریة موقتة فمضت مدتها ثم بعثها مع الاجنبی) لتعدیه بالا مساک بعد المدة (والا فالمستعیر یملک الایداع) فیما یملک الاعارة من الاجنبی به یفتی زیلعی وقال الشامی تحته بعد ما حقق وفی جامع الفصولین لو کانت العاریة موقتة فامسکها بعد الوقت مع امکان الرد ضمن وان لم یستعملها بعد الوقت هو المختار سواء توقتت نصا او دلالة حتی ان من استعار قدوما لیکسر حطبا فکسره فامسک ضمن ولو لم یوقت اه فعلی هذا فضمانه لیس بالارسال الاجنبی الا ان یحمل علی ما اذا لم یمکنه الرد تامل فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر ایک بھائی نے دوسرے کے ساتھ عارضی طور پر مکان کا تبادلہ کیا ہے تو دونوں بدستور اپنے اپنے مکانوں کے مالک ہیں

﴿س﴾

حیات اللہ خان و رحمت اللہ خان دو حقیقی بھائی تھے۔ انہوں نے اپنی جدی جائیداد یوں تقسیم کی کہ ایک مکان اور دو دکان نما بیٹھک حیات اللہ خان کے حصہ میں آئے اور ایک مکان رحمت اللہ خان کے حصہ میں آیا۔ رحمت اللہ خان کا لڑکا

کوئی نہیں ہوتا تھا حیات اللہ خان نے کہا تم مکان بدل لو۔ شاید تم کو اللہ پاک لڑکا دے دے۔ چنانچہ حیات اللہ خان نے اپنے مکان میں رحمت اللہ خان کو بٹھایا اور خود رحمت اللہ خان کے مکان میں جا بیٹھا۔ کچھ عرصہ بعد رحمت اللہ خان کا لڑکا سعد اللہ خان پیدا ہوا۔ بعد ازاں رحمت اللہ خان نے حیات اللہ خان سے مطالبہ کیا کہ میں جس مکان میں ہوں اس کے ساتھ دو بیٹھک ہیں وہ مجھے دو۔ حیات اللہ خان نے کہا کہ یہ تبادلہ عارضی ہے پھر ہم نے اپنے اپنے مکان میں آ جانا ہے اس لیے دکانیں تیرے پاس رہیں گی۔ اسی طرح حیات اللہ خان نے دو دکانیں فروخت کر کے رقم اپنے پاس رکھ لی۔ رحمت اللہ خان فوت ہو گیا ہم اپنے مکان میں واپس نہ آ سکے۔ دو بیٹھک جو اس مکان کے ساتھ تھیں وہ بھی نہ لے سکے اور ان کی رقم بھی نہ ملی۔ اس وقت اس کا لڑکا سعد اللہ خان چند ماہ کا تھا بڑا ہو کر یہ چند عرصہ باہر پھرتا رہا۔ حیات اللہ خان دیوالیہ ہو گیا اور وہ مکان نیلام ہو کر اس کی بیوی نے خرید لیا۔ سعد اللہ اب بڑا ہو کر حیات اللہ خان فوت شدہ کے لڑکے غلام حسین خان سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس کے والد والے حصہ کی دکانوں کے عوض زمین یا قیمت دی جائے۔ مکان اب غلام حسین خان کے قبضہ میں ہے جو رحمت اللہ خان کا حصہ تھا۔ کیا سعد اللہ خان شرعاً اب اس حصہ کا حقدار ہے اور کیا غلام حسین خان شرعاً یہ حصہ دینے کا پابند ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ سعد اللہ خان اپنے والد رحمت اللہ خان کے مکان کا مالک ہے جو اس نے عارضی تبادلہ میں اپنے بھائی حیات اللہ خان کو دے دیا تھا اور خود حیات اللہ خان کے مکان میں رہ رہا تھا جو کہ بعد میں حیات اللہ خان کی بیوی نے خرید لیا۔ لہٰذا حیات اللہ خان کے قبضہ میں جو رحمت اللہ خان کا مکان رہا اور اس وقت وہ اس کے لڑکے غلام حسین کے قبضہ میں ہے۔ یہ مکان سعد اللہ خان کا حق ہے۔ غلام حسین پر لازم ہے کہ وہ مکان فوراً اس کے حوالہ کرے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

﴿ھو المصوب﴾

حیات اللہ خان کا دکانوں کو فروخت کرنا تبادلہ کو عارضی قرار دینا خواہ کسی وجہ سے ہو وہ مکان حیات اللہ خان کا متصور ہو کر نیلام ہوا در اصل ملکیت رحمت اللہ خان کی ہے۔ قابض پر واپس کرنا لازم ہے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح محمد عبد الشکور عفی عنہ
۴ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ادھار رقم کو مقررہ وقت سے قبل ادا کرنے کی وجہ سے کم کر کے دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے جنس خریدی۔ دو صد بیس روپے کی رقم دو مہینے بعد یکم تک دینے کا وعدہ ہوا لیکن کسی امر ضروری کی وجہ سے زید کو رقم کی ضرورت ہوگئی۔ بکر کو بیس دن پہلے رقم کے لیے کہا جس پر بکر نے کہا کہ چالیس روپیہ کم لے لو یعنی ایک سو اسی روپے لے لو۔ چونکہ ضرورت سخت تھی زید نے مذکورہ رقم ایک سو اسی روپے لے لیے۔ یعنی چالیس روپے خسارہ ادا کیا۔ چند دنوں بعد پھر زید سے بکر کا لین دین ہو گیا اور رقم کا اسی طرح دو مہینے بعد وعدہ ہوا۔ جب میعاد مقررہ ختم ہوئی تو زید نے رقم بکر سے طلب کی۔ مگر بکر لیت ولعل کرتا رہا۔ دو تین مہینے بعد میں رقم ادا کی جس پر زید نے کہا کہ تم نے بیس دن پہلے رقم دینے پر چالیس روپیہ کا مجھے خسارہ دیا تھا۔ اب میرا حق زائد رقم لینے کا ہے لیکن بکر نے کہا کہ شریعت پاک کی رو سے اگر مجھے رقم دینی پڑی تو دوں گا۔ اب آپ وضاحت سے تحریر فرمائیں کیا پہلی رقم جائز ہے یا نہ۔ خسارہ ادا کرنا چاہیے یا پوری رقم دی جائے یا دوسری رقم زائد لی جائے یا یہ سود ہے۔ بینوا توجروا

ضلع مظفر گڑھ براستہ کوٹ سلطان غلام قادر گورمانی

﴿ج﴾

زید نے جو جنس بکر کو دو سو بیس روپے میں فروخت کی تھی یکم تک کا رقم دینے کا وقت مقرر کیا گیا اور پھر زید نے چالیس روپے کم کر کے اپنی رضامندی کے ساتھ وقت مقررہ سے چند دن قبل بقایا رقم وصول کر لی تو یہ صورت شرعاً ناجائز ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا اس نے اجل کے مقابلہ میں چالیس روپے کم کر دیے اور اعتیاض عن الاجل حرام ہے۔ **كما قال الهداية ص ۲۵۰ ج ۳ ولو كانت له الف مؤجلة فصالحه على خمسأة حالة لم يجز لان المعجل خير من المؤجل وهو غير مستحق بالعقد فيكون بازاء ماحطه عنه وذلك اعتياض عن الاجل وهو حرام**۔ لہٰذا زید کو وہ چالیس روپے واپس کرنے ضروری ہیں۔ باقی رہا دوسرا سوال سود والا تو اگر کسی جنس کی فروخت کا مسئلہ ہے تو اگر بکر اپنی رضامندی کے ساتھ مع دیگر شرائط کے زیادتی دینا چاہے تو جائز ہے اور اگر وہ زیادتی نہ دے تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ ہرگز ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ **كما قال في العالمگيرية ص ۱۷۱ ج ۳ الزيادة في الثمن والمثمن جائزة حال قيامهما سواء كانت الزيادة من جنس الثمن او غير جنسه الخ**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ شوال ۱۳۸۵ھ

عاریت لی ہوئی گھڑی اگر مستعیر نے گھڑی ساز کو دے دی اور غائب ہوگئی تو مستعیر ضامن ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عمر سے ایک گھڑی چند روز کے لیے ضرورت کے واسطے استعمال کے لیے لے لی۔ لینے کے بعد زید کی لاپرواہی کی وجہ سے گھڑی خراب ہوگئی۔ اُس نے جا کر گھڑی ساز کے ہاں رکھ دی تاکہ وہ اس کو مرمت کرے لیکن گھڑی ساز کے ہاں سے گھڑی غائب ہوگئی۔ اب کیا زید کے ذمہ گھڑی کی قیمت یا اس قسم کی دوسری گھڑی عمر کو دینا ضروری ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو وجہ کیا ہے۔ نیز گھڑی کی اگر قیمت واجب الادا ہے تو گھڑی کی پہلی قیمت کا اعتبار ہوگا یا موجودہ قیمت کا باحوالہ تحریر فرمادیں۔

محمد عبداللہ ولد عبدالرحمٰن نزد حیدر چوک ملتان

﴿ج﴾

زید کے ذمہ گھڑی دینا لازم ہے۔ اس کی موجودہ قیمت ادا کرے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ

قرض رقم کا لوٹانا ضروری ہے ثبوت شرعی کے بغیر ہبہ نہیں ہوسکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی کا قرضہ اتارا ہے اور وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنے حقیقی بھائی کو وہ نہ ہبہ کی اور نہ بخشش ہے۔ بلکہ وہ میرا قرض ہے کیا وہ اپنے بھائی سے اس رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے یا نہیں۔

مستری عبدالمالک کہروڑپکا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں قرض دہندہ اپنے بھائی مقروض سے رقم مذکور کا مطالبہ کر سکتا ہے اور مستقرض پر قرض ادا کرنا زندگی مین لازم اور ضروری ہے۔ ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔ وکل دین حال اذا اجلہ صاحبہ صار مؤجلاً الا القرض فان تأجیلہ لا یصح قدوری ص۷۳ باب المرابحۃ اور برحاشیہ قدوری مذکور ہے۔ فان للمقرض ان یطالب المستقرض فی الحال بعد التاجیل اور فقہ کی معتبر کتاب درمختار ص ۱۵۸ ج ۵ میں مذکور ہے کہ ولزم تاجیل کل دین الا فی القرض فلا یلزم تاجیلہ الخ. کلیم اللہ

الجواب صحیح نور الحسن انصاری خطیب جامع مسجد رحمانیہ
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

﴿ھوالمصوب﴾

واقعی اگر اس کا بھائی ہبہ کا ثبوت نہیں پیش کر سکتا تو یہ قرضہ ہے اور اس کی ادائیگی شرعاً لازم ہے۔

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

اگر چند ماہ بعد قیمت کی ادائیگی کے وعدہ پر اناج قرض لیا ہو لیکن بوقت ادائیگی غلہ کے ریٹ گر گئے ہوں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کو مثلاً چار پانچ من غلہ قرضہ دے دیا اور کہا کہ تین چار مہینہ کے بعد اس وقت کی قیمت دے دینا اور جب مدۃ مقررہ آ گئی تو اس وقت غلہ ارزان ہو گیا تھا۔ اب اگر زید کہتا ہے کہ میرے پاس رقم نہیں لہٰذا تم اب کی قیمت پر مجھ سے غلہ لے لینا تو کیا زید کے لیے جائز ہے کہ برضا بکر غلہ لے یا نہیں۔ حالانکہ اب غلہ دیے ہوئے غلہ سے زیادہ زید کے حق میں آئے گا۔ برائے کرم اس مسئلہ کو بدلائل قطعیہ مبرہن فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

محمد عبداللہ بلوچستانی متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اگر غلہ قرضہ میں دیا ہے تو غلہ کا غلہ (یعنی جنس کے بدلے جنس) لینے میں زیادہ لینا جائز نہیں بلکہ زیدہ لینا ربوا ہے اور اگر اس کی قیمت لے یا غیر جنس سے لے تو جائز ہے۔ باقی یہ شرط لگانا کہ "اس وقت کی قیمت نقد دے دینا" شرط فاسد ہے۔ واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

کسان کو کپاس کی فصل تیار ہونے سے قبل روپے دے کر ریٹ طے کیا لیکن بوقت ادا ریٹ چڑھ گئے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے کسانوں کو قرض اس شرط پر دیا کہ کپاس کی فصل کے مہینہ پر بیس روپے من کپاس خرید کروں گا۔ اگر کسان اس موقعہ میں جبکہ کپاس کا ریٹ چالیس روپے من ہے کپاس دینے سے انکار کر دے تو شرعاً یہ جائز ہے یا کہ نہیں۔

خدا بخش تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

یہ معاملہ جائز نہیں۔ شخص مذکور کے لیے مندرجہ بالا طریق پر کسانوں سے کپاس لینا درست نہیں۔ حدیث شریف کل قرض جر نفعا فھو ربا کے تحت یہ سود میں داخل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ دار سے پیشگی رقم لے کر کم کرایہ پر دکان دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنی ایک دکان جس کا کرایہ مارکیٹ کے لحاظ سے پہلے پچاس روپے ماہوار ہے اپنی مرضی سے بکر کو پانچ سال کی مدت کے لیے دس روپے ماہوار کرایہ پر دیتا ہے اور مبلغ تین ہزار روپیہ بطور پیشگی مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ مقررہ مدت کے بعد جب میں اپنی دکان خالی کراؤں گا تو مبلغ تین ہزار روپیہ جو کہ میں بطور پیشگی لے رہا ہوں اس میں سے پانچ سال کا کرایہ بحساب دس روپے ماہوار منہا کر کے بقایا رقم واپس کر دوں گا۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ صورت جائز ہے یا کہ نہیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بکر کا زید کو تین ہزار روپیہ پیشگی بطور قرض دے کر پچاس روپیہ ماہوار کرایہ کی دکان دس روپیہ ماہوار کرایہ کے حساب سے لینا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرض سے نفع حاصل کرنا ہے اور قرض پر نفع حاصل کرنا ناجائز اور سود ہے۔ کما فی الھدایہ ص ۱۳۱ ج۳) نھی الرسول علیہ السلام عن قرض جر نفعًا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

ایک شخص لاولد اور متعدد لوگوں کا مقروض ہے حج بھی کرنا چاہتا ہے کیا وہ ساری جائیداد فروخت کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس بارہ میں کہ ایک شخص لاولد ہے اور بھائی بھتیجے بھی ہیں۔ مگر اس کی خدمت کرنے والا ان میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنی اراضی فروخت کر کے حج بیت اللہ شریف کروں۔ کہتا ہے

کہ ہندوستان میں میں نے جو لوگوں کا نقصان کیا ہے جس میں ہندو مسلم سب شامل ہیں اور نہ اتنا روپیہ ہے کہ سب کو ادا کرے اور نہ ان سب کے ملنے کا بندوبست ہو سکتا ہے جو پاکستان میں موجود ہیں ان کو ادا کر سکتا ہے اور جو ہندوستان میں رہ گئے ہیں یا مر گئے یا لاپتہ ہیں ان کی کیا سبیل ہے اور جو حقدار ہیں کیا ان کے لیے بھی کچھ باقی رکھنا ہے یا سب اراضی فروخت کر کے حج بیت اللہ شریف اور حقوق العباد ادا کروں مفصل حکم صادر فرما کر مشکور فرمائیں۔

نصیر الدین ولد رحیم بخش مہاجر کوٹلہ جام تحصیل بھکر

﴿ج﴾

زمین کا تھوڑا سا حصہ فروخت کر کے حقوق العباد ادا کریں پہلے ان لوگوں کا جو پاکستان میں ہیں اور اس طرح جو ہندوستان میں ہیں ان کے بھی قرض کی ادائیگی کی کوشش کرے اور جو غیر معلوم ہوں یا فوت ہو گئے ہوں اور ان کے وارثوں کا علم نہ ہو تو ان کے دیون کا صحیح اندازہ کر کے ان کی طرف سے خیرات کر دے انشاء اللہ ذمہ بری ہو جائے گا۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد حج کا ارادہ کرے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۳ شعبان ۱۳۸۲ھ

میت کے مال سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی آدمی اپنی ماں یا اپنے باپ کے بدلے میں حج اور نماز فرض اور روزہ رمضان شریف کا رکھ سکتا ہے۔ فرض نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں اور جب والد بقید حیات ہے لیکن اس کو کوئی عذر لاحق ہے جیسا کہ ضعف تو اس ضعیف العمر انسان کا بیٹا اس کے بدلہ میں نماز ادا کر سکتا ہے تو ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جب وہ وصیت کرے اگر نہ کرے تو دونوں صورتوں میں کیسا ہے اور جب کسی کا ماں باپ مر جانے کے بعد وہ وصیت کر جائے کہ بیٹا میرے اوپر اتنا قرض ہے وہ اپنا اتنی نمازیں فرض رہ گئی ہیں۔ وہ ادا کرنا یا حج بدل کرنا جو میرے اوپر فرض تھا اس میں دو باتیں ہیں۔ ایک تو حیات وصیت کے ساتھ مسئلہ ہے دوسرا حیات مگر بغیر وصیت کے ساتھ مسئلہ ہے۔ تیسرا مرنے کے بعد وصیت کے بغیر۔ چوتھا مرنے کے بعد وصیت کے ساتھ قرض اور فرض نماز اور فرض روزہ اور فرض حج ادا کرنا کیسا ہے۔

محمد صالح ولد عبدالشکور ڈگری ضلع تھرپارکر سندھ

﴿ج﴾

ایک شخص کے ذمہ جو قرضہ ہو وہ تو اس کی جائیداد سے ادا کیا جائے گا۔ وہ وصیت کرے یا نہ کرے اور اگر اس کی

جائیداد کوئی نہ ہو تب اگر اس کے وارث اس کا قرضہ ادا کریں تب بھی ادا ہو جائے گا لیکن اس صورت میں ان کے ذمہ ادائیگی ضروری نہیں ہے۔ **قال تعالٰی من بعد وصیة یوصی بھا او دین** فرض نماز اور روزہ کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو۔ وصیت کر چکا ہو یا وصیت نہ کی ہو ہاں نماز اور روزہ کا ثواب اس کو بخش سکتا ہے۔ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ باقی حج نفل اپنے باپ اور ماں کی طرف سے کر سکتا ہے۔ خواہ وہ زندہ ہوں یا مر گئے ہوں، وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، وہ عاجز ہوں یا نہ ہوں۔ اور حج فرض تب جائز ہے کہ وہ ادا کرنے سے خود عاجز ہوں یعنی دائمی مرض کے مریض ہوں یا وہ مر گئے ہوں لیکن ان کا حکم ہو یا وصیت کر چکے ہوں تب تو حج فرض ادا ہو جاتا ہے۔ **لوجود الامر دلالة کما قال فی التنویر ص ۵۹۷ ج ۲ العبادة المالیة تقبل النیابة مطلقا والبدنیة لامطلقا والمرکبة منھما تقبل النیابة عند العجز فقط بشرط دوام العجز** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ شوال

گورنمنٹ سے ٹیوب ویل لگانے کے لیے قرضہ لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ آج کل پانی کی کمی اور بنجر زمین کے باعث گورنمنٹ ٹیوب ویل وٹریکٹر کے لیے رقم دیتی ہے اور اس گورنمنٹ کی مشینری میں کافی رعایت بھی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں زیادہ یا تھوڑی رقم بھی کسی جگہ سے آج کل مشکل ملتی ہوگی کیا اہم نقصان کو دور کرنے کے لیے جس پر مزارع وزمیندار کا گزارہ ہو سکتا ہے گورنمنٹ سے رقم و مشینری لے سکتا ہے مہلت وقرض پر یا نہیں۔ ورنہ پانی کو ٹیوب ویل پر گراں قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ بسا اوقات ملتا بھی نہیں۔ بینوا توجروا

محمد عطاء اللہ معرفت شیخ محمد یعقوب ناظم وقت جمعیۃ علماء ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں چونکہ اس قرض پر حکومت سود ضرور لیتی ہے اور سود کا لینا دینا شرعاً حرام ہے اس لیے گورنمنٹ سے ٹیوب ویل اور رقم قرضہ کے طور پر سود کے ساتھ لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر بغیر سود یہ معاملہ ہو تو بلا شبہ لینا جائز ہے۔ واللہ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ
۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

مالِ زکوٰۃ سے مقروض کا قرضہ ادا کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک مسلمان آدمی ہے پابند صوم وصلوٰۃ ہے لیکن اس وقت وہ ساڑھے پانچ صد روپے کا مقروض ہے۔ اگر کوئی صاحب زکوٰۃ یا صاحب نصاب آدمی اس کا قرضہ سالم یا جزوی طور پر ادا کرے تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے۔

سراج الدین بھٹی

﴿ج﴾

مقروض کو بقدر قرض زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اگر مقروض اس زکوٰۃ کی رقم سے قرض ادا کر دے تو شرعاً اس شخص کی زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ محرم ۱۳۹۲ھ

عاریت مانگی ہوئی گاڑی اگر مستعیر کے پاس بالکل ناکارہ ہو گئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید بکر سے گڈا برائے اٹھانے خام لکڑی کے مانگتا ہے اور استعمال کرتا ہے جو اب بالکل خراب ہو گیا ہے۔ قابل استعمال نہیں رہا اب بکر زید سے گڈا کی قیمت طلب کرتا ہے۔ کیا شرع محمدی میں بکر زید سے قیمت لینے کا مستحق ہے۔

عطاء اللہ مہاجر تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر بکر نے گڈا دیتے وقت جس عمل کو شرط کیا تھا اور زید نے اس سے زیادہ کام کر کے اس کو خراب کر دیا یا بکر کے مطالبہ کے باوجود واپس کرنے میں کوتاہی کر رہا تھا تو قیمت کا ذمہ دار ہے دینی ہو گی۔ ورنہ ضمان قیمت لازم نہیں۔ نفس عاریت موجب ضمان نہیں ہوتا۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ صفر المظفر ۱۳۹۷ھ

اجارہ کا بیان

وعظ، گانے اور موسیقی کے لیے لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین دریں مسئلہ کہ زید نے برائے تجارت وکرایہ لاؤڈ سپیکر خریدا ہے۔ عمرو ماہانہ روپے معین کر کے کرایہ پر لیتا ہے۔ چلائے یا نہ چلائے اس نے ماہانہ کرایہ ادا کرنا ہے۔ آگے کرائے پر لے کر وعظ، شیٹے، جلسہ جلوس اور شادیوں پر عشقیہ فسقیہ رکارڈ وغیرہ لگا کر چلانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیا زید شرعاً عمرو کو لاؤڈ سپیکر دے سکتا ہے یا نہ۔ دیگر زید خود لاؤڈ سپیکر پر رکارڈ لگا کر شادی وغیرہ والوں سے کرایہ وصول کر سکتا ہے یا نہ جو صورت شرعاً جواز کی ہو تحریر فرمادیں۔

غلام رسول صاحب مہتمم مدرسہ نصرت العلوم تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

ناجائز امور میں استعمال کرنے کے لیے لاؤڈ سپیکر کرایہ پر دینا درست نہیں۔ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے جو ناجائز ہے۔ سپیکر پر رکارڈ لگا کر کرایہ وصول کرنا بھی درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ رمضان ۱۳۹۴ھ

ختم قرآن کے موقع پر استاد کو تحفے میں کپڑے وغیرہ دینا، اجرت پر لی گئی زمین کا عشر مالک پر ہے یا مزارع پر، آبیانہ دینے کی صورت میں عشر ہے یا نصف عشر، مجسٹریٹ کا عورت کے خاوند سے روپے لے کر جدائی کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک حافظ قرآن ہے جس کی باقاعدہ ماہانہ تنخواہ مقرر ہے۔ کوئی طالب علم قرآن مجید ختم کرنے کے بعد اپنے استاد کو ہدیۃً وتحفۃً کوئی چیز مثلاً کپڑے یا نقدی یا کوئی بکری گائے دیتا ہے۔ بغیر جبر واکراہ اور بغیر طلب کیے تو کیا حافظ کے لیے ان اشیاء کا لینا جائز ہے یا نہ۔

(۲) ایک شخص دوسرے آدمی کی زمین بیچتا ہے اور مالک زمین کو مقرر شدہ اجناس مثلاً گندم، گڑ، کپاس وغیرہ دیتا ہے یا مالک زمین کو ثلث پیداوار یا ربع پیداوار دیتا ہے تو شرعی عشر کیا مالک زمین پر واجب ہے یا کھیتی کرنے والے پر نیز اس زمانہ میں حکومت کو ہر فصل کا ٹھیکہ آبیانہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے تو کیا یہ ٹھیکہ اور آبیانہ عشر سے وضع کیا جا سکتا ہے یا نہ۔

(۳) ایک عورت مجسٹریٹ کے ہاں فسخ نکاح کا اپنے خاوند کے خلاف دعویٰ دائر کرتی ہے اور مجسٹریٹ کچھ رقم خاوند کو دلوا کر یا بغیر رقم دلوائے مابین زوجین جدائی کرا دیتا ہے۔ درانحالیکہ خاوند اپنی زبان سے عورت کو طلاق نہیں دیتا تو کیا محض مجسٹریٹ کے فیصلہ پر یہ عورت دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے یا نہ۔ تفصیل کے ساتھ بالدلائل مسئلہ تحریر فرما کر ثواب حاصل فرمائیں۔

بمعرفت حافظ اللہ بخش کلاتھ مرچنٹ خوجہ خاص بمقام خانگڑھ مدرسہ تعلیم القرآن ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) حافظ قرآن کے لیے ان اشیاء کا لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ تنخواہ دینے والوں کو یہ معلوم ہو کہ حافظ قرآن کو باقاعدہ تنخواہ کے علاوہ کچھ تحفے اور ہدیے بھی ملا کرتے ہیں اور وہ اس پر راضی ہوں اور تحفے دینے والے حافظ صاحب کو ہی یہ تحفے دیتے ہوں۔ ادارہ کے لیے دینے کی نیت سے نہ دیتے ہوں۔ نفس جواز کے لیے درمختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۵۶ ج ۶ کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

(ویجبر علیہ) دفع (الحلوۃ المرسومۃ) ھی مایھدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بھا لان العادۃ اھداء الحلاوی.

(۲) مالک زمین اپنے حصہ کی فصل کا عشر ادا کرے گا اور مزارع اپنے حصہ کی فصل کا عشر ادا کرے گا۔ **کما فی الدرالمختار ص ۳۳۵ ج ۲ وفی المزارعۃ ان کان البذر من رب الارض فعلیہ ولو من العامل فعلیھا بالحصۃ** جس زمین کا آبیانہ یعنی پانی کی قیمت ادا کرنا پڑے تو اس زمین کی کل فصل میں بیسواں حصہ واجب ہوگا۔ کما فی الدرالمختار ص ۵۵ ج ۲ وفی کتب الشافعیۃ او سقاہ بماء اشتراہ وقواعدنا لا تاباہ اور امداد الفتاویٰ ص ۵۴ ج ۲ پر ہے اور جس نہری میں بیسواں حصہ لکھا ہے مراد اس سے جس میں آبپاشی کرنا پڑے یا پانی کی قیمت دینا پڑے۔

(۳) اس میں بڑی تفصیل ہے۔ اجمالاً یہ ہے کہ جو فیصلہ شریعت کے مطابق ہو وہ درست ہے۔ ورنہ غلط اور مردود ہے۔ جو واقعہ آپ کے پاس پیش ہوا ہو اس کی تفصیل اور فیصلہ کی نقل بھیج کر فتویٰ حاصل کریں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ شوال ۱۳۸۷ھ

خسروں وغیرہ کا اجرت پر ناچنا اور گانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خسرے پیدائش والے لڑکے کے گھر جا کر طبلے اور سارنگی اور ناچ وغیرہ کے لیے جاتے ہیں تو ان کو روپوں کی ویلیں دی جائیں، آٹا اور کپڑا بھی دیا جائے آیا کہ یہ شریعت میں جائز ہے۔ اگر نہیں تو عقبیٰ میں اور دنیا میں سزا کیا ہوگی۔ حضرت مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں۔

السائل قاری سردار محمد مدرسہ خیر العلوم نزد وہاڑی

﴿ج﴾

خسروں کا ناچنا طبلے، سارنگی اور گانا بجانا سب ناجائز اور حرام ہے۔ ان کو آٹا کپڑا وغیرہ دینا ناچ گانے پر ناجائز ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے متعلق سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **ومن الناس من یشتری لھو الحدیث الآیۃ.** اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت غناء وغیرہ کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔

اور حدیث میں ہے **عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ثمن الکلب وکسب الزمارۃ رواہ فی شرح السنۃ** (مشکوٰۃ ۲۴۲) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت اور گانے والی کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری ص ۴۴۹ ج ۴ میں ہے۔ **ولا تجوز الاجارۃ علی شیء من الغناء والنوح والمزامیر والطبل وشیء من اللھو وعلی ھذا الحداء وقراءۃ الشعر وغیرہ ولا اجر فی ذلک وھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد رحمھم اللہ تعالیٰ کذا فی غایۃ البیان** یعنی گانے، نوحہ، طبلے وغیرہ پر اجرت دینا جائز نہیں ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ شوال ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر منشی سے اس کی مقررہ ڈیوٹی کے علاوہ کوئی کام لیا جائے تو اُس کو منشیانہ دینا درست ہے

اگر کوئی منشی اس شرط پر ملازمت کے لیے تیار ہو کہ تنخواہ کے علاوہ فی سینکڑہ ایک آنا لوں گا تو کیا حکم ہے

کسی دفتر سے دستاویز کی نقل حاصل کرنے پر اُجرت لینا یا دینا

﴿س﴾

ایک منشی اندراج کھاتہ وغیرہ کا ایک معین معاوضہ یعنی تنخواہ حاصل کر رہا ہے۔ اب طے شدہ معاوضہ کے علاوہ

فروختگی مال پر مزید ایک آنہ فی سینکڑہ روپیہ پر معاوضہ مانگ رہا ہے۔ جس کی تشریح یوں ہے کہ ایک بیوپاری کسی آڑھتی کے پاس کچھ جنس فروخت کرنے کے لیے لاتا ہے۔ اس فروختگی پر آڑھتی نے اسے آڑھت مزدوری دے دی چھشیانہ وغیرہ کاٹ کر بقایا رقم بیوپاری کو دیتا ہے۔ اس قسم کے تمام اخراجات کا معاوضہ منشی بصورت تنخواہ حاصل کرتا ہے۔ اب بیوپاری مزید اپنے کھاتہ کی نقل حاصل کرنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنے مال کی فروختگی کی پوری نقل مل جائے کہ (۱) وزن کتنا ہوا (۲) کس بھاؤ میں فروخت ہوا (۳) اور کتنی رقم ہوئی (۴) اس میں سے اخراجات کتنے وضع ہوئے (۵) اور صافی رقم کتنی وصول ہوئی وغیرہ وغیرہ۔ جس پر منشی اس زائد قسم کے کام پر صرف ار وپیہ فی سینکڑہ روپے بکری پر معاوضہ چاہتا ہے۔ جس کو عرف میں عام منشیانہ کہا جاتا ہے۔ مگر ایک آڑھتی صاحب اس پر معترض ہے کہ اس نقل کے اتارنے پر مزید معاوضہ حاصل کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ جبکہ منشی کے فرائض منصبی ہیں۔ بیوپاری کا حساب صرف سمجھانا ہوتا ہے مگر نقل اتارنا نہیں (تجارتی محاورہ میں اس نقل کو پختہ بل کہا جاتا ہے) لہٰذا استدعا ہے کہ شرعی نقطہ نگاہ سے مذکورہ بالا قسم کا معاوضہ حاصل کرنا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) ایک منشی بوقت ملازمت طے کرتا ہے کہ میں اس صورت میں ملازمت کرنے کو تیار ہوں کہ اتنی تنخواہ لوں گا اور مزید ایک آنہ فی سینکڑہ پر منشیانہ لوں گا۔ اس پر مالک دکان رضامند ہو جاتا ہے اور بیوپاری کے مال سے آڑھت وغیرہ کے ہمراہ ایک آنہ سینکڑہ روپے پر منشیانہ بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ جو منشی کو ملتا ہے اور اس طرح یہ کام سالہا سال سے چل رہا ہے۔ اب بروئے شرع مذکورہ معاوضہ منشی کے لیے حلال و جائز ہے یا حرام و ناجائز ہے وضاحت فرمائی جائے۔

(۳) ایک سرکاری دفتر میں کسی افسر کو درخواست گزاری جاتی ہے کہ مجھے میرے مقدمہ یا زمین جائیداد وغیرہ (جس کا اندراج دفتر میں پہلے موجود ہوتا ہے) کی نقل دی جائے جس پر نقل دیتے ہوئے دو قسم کا معاوضہ حاصل کیا جاتا ہے مثلاً درخواست گزارنے پر کورٹ فیس لگائی جاتی ہے جو ایک روپے یا کم و بیش قسم کی ہوتی ہے۔ دوسری نقل اتار کر دینے پر معین معاوضہ لیا جاتا ہے۔ جس کی باقاعدہ حصولی معاوضہ کی رسید دی جاتی ہے۔ بروئے شرع اس قسم کا معاوضہ جو نقل دینے پر حاصل کیا جاتا ہے جائز ہے یا ناجائز۔ جبکہ اس نقل دینے سے قبل اندراج کا ایک علیحدہ معاوضہ بھی حاصل کیا جا چکا ہوتا ہے۔ جیسے فیس رجسٹری وغیرہ اور افسر منشی وغیرہ بھی اپنی پوری پوری تنخواہ حاصل کر رہے ہوتے ہیں اور اس نقل کے معاوضہ میں بھی منشیوں کو برابر کا حصہ ملتا ہے۔

غضنفر علی خان انجمن منشیان ملتان شہر

﴿ج﴾

جب تجارت کے عرف میں منشی کے ذمہ صرف زبانی حساب کا سمجھانا ہے نقل اتارنا نہیں جیسا کہ سوال سے معلوم

ہوتا ہے تو اگر بیوپاری منشی سے نقل اتروانا چاہتا ہے اور منشی اس سے منشیانہ طلب کرتا ہے تو منشی کے لیے شرعاً اس معاوضہ کا لینا جائز ہے کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۲) جائز ہے۔

(۳) یہ صورت بھی جائز ہے واللہ اعلم

سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان

پہلی اور دوسری صورت جائز ہے۔

ملا محمد عبدالکریم عفا اللہ عنہ مدرسہ رحمانیہ ملتان شہر

﴿ھوالمصوب﴾

دوسری اور تیسری صورت ہر دو جائز ہیں اور صورت اول میں منشی چونکہ اجیر خاص ہے اور اس نے وقت ملازمت الگ منشیانہ لینے کی کوئی بات طے نہیں کی ہے اس لیے جبراً لینے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ الا یہ کہ اپنے سابقہ معاملہ کو فسخ کر کے دوسری قسم کا معاملہ کرے۔ البتہ مالک کی رضامندی اور خوشی سے لے لے تو جائز ہے یا اب طے ہو جائے کہ مالکان قسم اول والے منشیوں کو منشیانہ دیا کریں گے تو پھر داخل عقد ہو کر قسم دوم میں شامل ہو جائیں گے۔

والجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ

مدرسین کی تعطیلات و مشاہرہ سے متعلق مسائل

﴿س﴾

(۱) وفاق کے آئین کے مطابق یا مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بلا وضع تنخواہ مدرس کے لیے سال بھر میں کتنی رخصتیں معین کی گئی ہیں۔

(۲) عیدالاضحیٰ کی کتنی رخصتیں ہیں۔

(۳) دو ماہ کی سالانہ رخصتوں میں مدرس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے رہ سکتا ہے یا مدرسہ میں ایام تعطیل بسر کرنا ضروری ہیں۔

(۴) منتہی اسباق (مثلاً تفسیر بیضاوی، شرح عقائد، ہدایہ آخرین، متنبی وغیرہ) ایک مدرس کو کتنے دیے جاتے ہیں تاکہ بخوبی تیاری کر کے ان کا حق ادا کر سکے۔

(۵) روزانہ تعلیم کتنے گھنٹے ہونی چاہیے۔

(۶) اوقات تعلیم کے علاوہ مدرس جہاں چاہے رہ سکتا ہے یا مدرسہ میں پابند رہنا چاہیے۔

(۷) کیا مدرس اپنے طلبہ سے (جیسا کہ طلبہ اپنے استاذ کی بطیب خاطر خدمت کرنا چاہتے ہو) اپنے ذاتی کام بھی کرا سکتا ہے بشرطیکہ ان کی تعلیم میں حرج بھی واقع نہیں۔

خلیل احمد مدرس اول مدرسہ حفظ القرآن کہروڑ پکا ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) اتفاقی با تنخواہ بیس یوم بوجہ مرض ایک ماہ۔

(۲) عید الاضحیٰ کی تعطیلات ایک ہفتہ۔

(۳) ایام تعطیلات میں مدرس جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ مدرسہ کا اس وقت سے کوئی تعلق نہیں۔

(۴) منتہی اسباق ہوں یا غیر منتہی تعداد اسباق کا لحاظ نہیں۔ بس چھ گھنٹے تدریس اس کے ذمہ ہے۔

(۵) روزانہ تعلیم چھ گھنٹے۔

(۶) اوقات تدریس کے علاوہ مدرس آزاد ہے۔ جہاں چاہے جا سکتا ہے۔

(۷) بطیب خاطر طلبہ سے کام لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ استاد کی خدمت موجب ترقی ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مدرس اعلیٰ مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی شخص کو کسی ادارہ میں کوئی اور عہدہ سونپ کر پھر اس سے امامت کے فرائض ادا کروانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں کالونی بنوں میں پیش امام ہوں۔ پہلے تو یہ لوگ چندہ کر کے کچھ روپیہ جمع کر لیتے تھے اور مجھے اسی سے تنخواہ دیا کرتے تھے۔ بعد میں وہ چندہ دینا لوگوں کو مشکل ہو گیا اور سب نے کہا کہ مولانا صاحب آپ کو اسسٹنٹ لائن مین کیوں نہ بنا دیا جائے جیسا کہ عام سرکاری جگہوں میں امام کا طریقہ ہے۔ چنانچہ مجھ کو اسسٹنٹ لائن میں بنا دیا۔ اس کے بعد بعض شریروں نے شرارت کی کہ یہ مولوی کام اسٹنٹی کا نہیں کرتا اور تنخواہ لیتا ہے۔ یہ تنخواہ حرام کھاتا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ واقعی یہ تنخواہ حرام ہے یا نہیں۔

سائل مولوی محمد سلیم کالونی بنوں

﴿ج﴾

گو صورت مسئولہ اجیر خاص کی ہے اور اجیر خاص کے ذمہ اپنا وقت مستاجر کی مرضی کے مطابق خرچ کرنا ہوتا ہے۔ مستاجر اسے جس کام پر لگائے یا بالکل اس سے کوئی کام نہ لے وہ اپنے آپ کو کام کے لیے پیش کرے تو وہ اجرت کا مستحق بن جاتا ہے لیکن صورت مسئولہ میں کالونی کے با اختیار افسر چونکہ محکمہ سرکاری کے وکلاء ہیں اگر قانوناً محکمہ کی طرف سے

ان کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو اسسٹنٹی کا عہدہ دے کر اس سے محض امامت کا ہی کام لے سکتے ہیں تب تو تنخواہ مذکورہ دینی اور لینی جائز ہے اور اگر قانوناً ان کو اس بات کا اختیار نہیں ہے بلکہ یہ خیانت شمار ہوتی ہے تو شرعاً اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور نہ اس قسم کے معاملہ کے جواز کا فتویٰ دیا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دلال اور آڑھتی کے لیے فی صد کے حساب سے متعین کر کے اُجرت لینا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک دکاندار آڑھت کا کام کرتا ہے کہ زمینداروں کا مال واجناس وغیرہ فروخت کرتا ہے اور ایک پیسہ فی روپیہ بطور آڑھت وصول کرتا ہے اور خریدار سے بھی دھیلہ فی روپیہ بطور دامی وصول کرتا ہے اور یہ دامی زمانہ ہنود میں مروج تھیں بدین وجہ خریدار کو دو چہار یوم رقم وصول کرنے کی مہلت دی جاتی تھی اور بعض مرتبہ خریدار رقم نقد بھی ادا کر دیتا ہے۔ مگر مروجہ طریق خریدار سے دھیلہ فی روپیہ وصول کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خریدار نے آڑھتی کو کوئی خرید بھی نہیں دی ہوتی بلکہ وہ خود مال خریدتا ہے کیا صورت مسئولہ میں خریدار سے یہ دامی لینا جائز ہے یا نہ۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کو مدلل بیان فرمائیں۔ کیونکہ اس میں اختلاف پڑا ہوا ہے۔ بینوا بالکتاب توجروا بیوم الحساب

السائل غلام یٰسین متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ جمادی الثانیہ ۱۳۷۴ھ

﴿ج﴾

دلال کی اُجرت کام و محنت کے مطابق لینا دینا جائز ہے۔ بغیر محنت کے لینا ہرگز جائز نہیں۔ نیز بغیر محنت کیے ہوئے اگر روپے کی چند دنوں کی مہلت کی وجہ سے تب بھی حرام ہے۔ نیز محنت کی صورت میں ایسی بات جائز ہے کہ محنت کے مطابق وصول کرے اور یہ کہ فی روپیہ اتنا لوں گا یہ جائز نہیں۔ شامی ص ۶۳ ج ۶ میں ہے **قال فی التتارخانیة وفی الدلال والسمسار یجب اجر المثل وما تواضعوا علیه ان فی کل عشرة دنانیر کذا فذاک حرام علیهم**

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حج ایجنٹ نے لوگوں سے اس شرط پر رقم لی کہ خشکی کے راستے حج کراؤں گا لیکن لوگ راستہ سے ناکام لوٹے اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

بخدمت حضرت مفتی صاحب ایک حج ایجنٹ نے دوسرے شخص سے یہ معاملہ طے کیا کہ پہلا شخص (حج ایجنٹ)

تین ہزار سات سو روپے لے کر دوسرے شخص کے لیے درج ذیل امور سرانجام دے گا۔

(۱) پاکستان سے سعودی عرب تک خشکی کے راستہ جانے کے لیے سب سے پہلے پاسپورٹ درست کرائے گا۔ ویزے لگوائے گا اور سفر حج کے لیے تمام ضروری کاغذات وغیرہ مکمل کرائے گا۔

(۲) اور پھر ویگن کے ذریعہ کراچی سے کوئٹہ، افغانستان، ایران، عراق، کویت سے ہوتے ہوئے سعودی عرب لے جائے گا اور ۱۹۷۲ء، ۱۳۹۱ھ میں حج بیت اللہ اور مدینہ طیبہ کی زیارت کرائے گا اور پھر حج وغیرہ سے فارغ ہو کر اسی راستہ سے واپس کراچی پہنچائے گا۔

(۳) سعودی عرب کے اخراجات وغیرہ کے لیے چالیس پونڈ کی کرنسی بھی مہیا کر کے مذکور رقم کے اندر دے گا۔ اس کے بعد ایجنٹ مذکور نے پاسپورٹ درست کرائے۔ اکثر ویزے لگوائے اور دوسرے شخص کو ٹیلیفون پر کہا کہ سب کاغذات اور انتظامات مکمل ہو گئے۔ فلاں تاریخ کو کراچی سے بذریعہ کوئٹہ سعودی عرب حج کے لیے چلنا ہے چنانچہ ایجنٹ مذکور نے کوئٹہ سے ۱۵ جنوری ۱۹۷۱ء کو حج کے امیدواروں کو چالیس پونڈ فی کس دیے اور دو ویگنوں سے حجاج کا قافلہ سعودی عرب یہ کہہ کر روانہ کر دیا کہ اب سب کاغذات مکمل ہیں۔ نیز اپنے بیٹے کو بطور رہبر اور راستہ کی مشکلات دور کرنے کے لیے قافلہ کے ساتھ کر دیا اور کہا کہ میں خود (مکہ مکرمہ میں تمہارا انتظام کروں گا۔ جب قافلہ افغانستان میں داخل ہوا تب رہبر نے بتایا کہ سعودی عرب کا ویزا پاکستان سے نہیں مل سکا۔ بغداد یا کویت سے لیں گے۔ جب قافلہ ایران سمنان شہر سے گزرا تو ۲ جنوری ۷۲ء بروز جمعرات تقریباً ۲ بجے شام ایک ویگن حادثہ کا شکار ہو کر بیکار ہو گئی۔ ڈرائیور زخمی ہو گیا۔ رہبر نے جواب دے دیا کہ اب قافلہ والے آزاد ہیں۔ میں کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔ چنانچہ وقت کی قلت کے پیش نظر ۲۱ جنوری ۷۲ء کو زخمی ویگن کے مسافر تہران سے ہوائی جہاز کے ذریعہ کویت پہنچے لیکن کویت میں سعودی عرب کے سفیر نے ویزا دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ۲۰ جنوری ۷۲ء کو صبح ۶ بجے سے سعودی عرب جانے کے لیے خشکی کا راستہ بند ہو چکا ہے۔ انتہائی کوشش کے باوجود قافلہ کو سعودیہ کا ویزا نہ مل سکا۔ زخمی ویگن والے مسافر حادثہ کے بعد انتہائی مشکلات سے دوچار ہوئے اور اپنی جیب سے خرچ کرتے ہوئے حج سے ناکام ہو کر واپس پاکستان پہنچے۔

دوسری صحیح وسالم ویگن والے بھی سعودیہ کا ویزا نہ ہونے، وقت کی قلت اور راستہ کی بندش وغیرہ کی وجہ سے حج نہیں کر سکے۔ البتہ حج کے ایام کے بعد عمرہ کر کے واپس آئے ہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ معاہدہ مذکورہ کی بنا پر ایجنٹ موصوف زخمی ویگن والے مسافروں کی ساری یا بعض رقم واپس کرنے کا ذمہ دار ہے یا نہیں۔ اسلامی شریعت کی رو سے مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمایا جائے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں حادثہ پیش آ جانے کے بعد اصولی طور پر عازمین حج کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ وکیل موجر سے جدید انتظام کرنے کا مطالبہ کرتے۔ جیسا کہ جزئیہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ **ولو استاجر دابة الى موضع معلوم فلما سار بعض الطريق نخت الدابة وضعفت عن السير فان كان المستاجر استاجر الدابة بعينها (الى ان قال) وان كان المستاجر تكارى حمولة بغير عينها ليحمل الى ذلك المكان فاذا ضعفت الاولى كان له ان يطالبه بدابة اخرى اھ۔ هنديه** ص۴۸۸ ج۴ لیکن وکیل نے جب ایسا انتظام کرنے سے انکار کر دیا اور عازمین حج مجبوراً اس پر راضی ہو گئے تو عقد اجارہ باطل ہو گیا۔ مگر جتنا سفر طے کر چکے ہیں اس کی اجرت ایجنٹ کو ملے گی۔ کیونکہ ہر مرحلہ مسافت مقصود ہے۔ جس کے طے کرنے پر استحقاق اجرت ہوتا ہے۔ **ومن استاجر بعيرا الى مكة فللجمال ان يطالبه باجرة كل مرحلة لان سير كل مرحلة مقصودة وكان ابو حنيفة يقول اولا لايجب الاجرة الا بعد انقضاء المدة وانتهآء السفر الخ (هدايه ص ۲۹۳ ج۳)** جزئیہ ذیل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ **وان تكاراها الى بغداد على انها ان بلغته بغداد فله اجر عشرة دراهم والا فلا شئ له فالاجارة فاسدة وعليه اجر مثلها بقدر ماسار عليها اه (هنديه ص۴۴۳ ج۴)** یہ جزئیہ بھی مؤید ہے۔ **رجل استاجر بعيرا من الكوفة الى مكة ذاهبا وايبا ثم مات بعد ماقضى المناسك فانما عليه من الاجر بحساب ذلك فان العقد فيما بقي قد بطل فسقط من الاجر بحسابه ويجب في تركته بحساب ما استوفى الخ** ھندیہ ص۴۸۹ ج۴

اس اجرت کے علاوہ باقی رقم ایجنٹ کے ذمہ واجب الادا ہے کا غذات بنوانے کی قیمت نیز پونڈوں والی رقم بھی وضع کی جانی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۹۲ھ

ریڈیو کی خرید و فروخت اور مرمت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص ہے کہ وہ مالداری یعنی غنا کے باوجود ریڈیو مرمت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس نیت سے ایک تو اس کام میں منافع یعنی کمائی بھی زیادہ ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ کام سہل الحصول ہے۔ نہ اس نیت

سے کہ میں فسق کو ترقی دوں گا۔ دوسرے یہ کہ ریڈیو کی خرید برائے فروخت حرام ہے یا نہیں اور اگر حرام نہیں تو کیا مکروہ ہے یا نہیں اور اگر مکروہ ہے تو کون سا درجہ کی ہے یعنی غنا ہونے کی صورت میں اس شخص پر حج اور زکوٰۃ فرض ہوتا ہے یا نہیں اور اس سے نفقہ حرام ہو جاتا ہے یا نہیں۔

منشی عبدالعزیز چھوٹیالی شریف ضلع لورالائی بلوچستان

﴿ج﴾

ریڈیو پر چونکہ تلاوت کلام پاک، خبریں اور درست مضامین بھی سنے جا سکتے ہیں۔ اس لیے ریڈیو کا رکھنا یا مرمت کرنا حرام نہیں اور اس کی کمائی حلال ہے لیکن اس پر گانے وغیرہ غیر شرعی کلام کا سننا جائز نہیں۔ مرمت کے وقت بھی گانے سننا جائز نہیں اگر اس کا اہتمام کیا جائے کہ غیر شرعی امور کا ارتکاب لازم نہ آئے تو اُس کی مرمت میں کوئی حرمت نہیں اور کمائی میں بشرط نصاب وحولان حول زکوٰۃ واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شوال ۱۳۹۴ھ

بینک والوں کو بلڈنگ کرایہ پر دینا، طوائفوں کو مکان کرایہ پر دینا
گورنمنٹ جو آبیانہ وصول کرتی ہے وہ عشر میں سے منہا کیا جا سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص نے اپنی بلڈنگ بنک کو کرایہ پر دی۔ جہاں بنک اپنا کاروبار کرتا ہے ایسی صورت میں مالک بلڈنگ جو کہ کرایہ بنک سے وصول کرتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا ایک شخص اس مقصد کے لیے اپنی بلڈنگ کرایہ پر دے سکتا ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی بلڈنگ طوائفوں کو کرایہ پر دی۔ اس سے وصول شدہ رقم کرایہ کی حیثیت کیا ہے اور کیا جسم فروشی کا کاروبار کرنے والوں کو بلڈنگ کرایہ پر دی جا سکتی ہے۔

(۳) کاشتکار سرکار کو باقاعدہ آبیانہ ادا کرتا ہے۔ کیا آبیانہ کی رقم عشر کی مد میں وضع ہو سکتی ہے یا آبیانہ کی رقم کو عشر تصور کیا جا سکتا ہے۔ بینوا توجروا

محمد نور الحق قریشی کچہری روڈ ملتان

﴿ج﴾

(۲،۱) ان مسائل میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ اجارہ جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اجارہ ناجائز اور اُجرت لینا درست نہیں۔ اس لیے بلاضرورت شدیدہ اس میں مبتلا نہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ نفس عقد جائز ہے۔ مگر بوجہ اعانت علی المعصیۃ اس معاملہ میں احتیاط کرنا لازم ہے۔ اذا استأجر رجلا یعمل له خمرا فله الاجر فی قول ابی حنیفة رحمه الله وقالا لا اجر له عالمگیری ج ۴ ص ۴۴۹ اھ۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ فتاوی رشیدیہ ص ۵۰۲ میں لکھتے ہیں ایسے لوگوں کو کرایہ پر مکان دینا درست نہیں۔ بقول صاحبین کے اور امام صاحب کے قول سے جواز معلوم ہوتا ہے کہ مکان تو کرایہ پر دینا گناہ نہیں گناہ بفعل اختیاری مستاجر کے ہے۔ مگر فتویٰ اسی پر ہے کہ نہ دیوے کہ اعانت گناہ کی ہے۔ لا تعاونوا علی الاثم والعدوان (فتاویٰ رشیدیہ)

(۲) بلا وضع مصارف کل پیداوار پر عشر واجب ہے۔ آبیانہ وضع کر کے باقی سے نہیں قال فی شرح التنویر بلا رفع مؤن الزرع وبلا اخراج البذر تصریحهم بالعشر فی کل الخارج (درالمختار ص ۳۲۸ ج ۲) نیز آبیانہ کی وجہ سے یہ رعایت ہو جاتی ہے کہ پیداوار میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب نہیں ہوتا بلکہ نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہوتا ہے۔ زکوٰۃ اور عشر ایک عبادت ہے اور آبیانہ ٹیکس ہے جس طرح انکم ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ مالی ساقط نہیں ہوتی۔ اسی طرح آبیانہ ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ

کسی کو پیشگی قرض رقم دے کر اُس کی زمین اُجرت پر لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے کہ زید نے عمرو کو اس شرط پر بٹائی پہ زمین دے دی کہ مجھے چار من گندم یا ۲۰۰ روپیہ ادھار دے گا اور جس وقت میں زمین دوسرے آدمی کو بٹائی پر دوں گا یا فصل اٹھانے کے بعد میں گندم دوں گا چاہے اسی زمین مخصوصہ کے غلہ سے یا اور زمین کی فصل سے آیا یہ مباح ہے اور اس مال کا کھانا یا استعمال کرنا حلال طیب ہے یا رشوت وغیرہ میں داخل ہے کیونکہ اس طریقہ کو مباح کرنا فقراء اور دیگر غرباء زمینداروں کے لیے بہت نقصان دہ اور صاحب مال بہت لوگوں کی زمین لے لیں گے اور یہی کام متعارف ہو گیا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے الراشی والمرتشی کلاهما فی النار کے مصداق بن سکتے ہیں یا نہ کیونکہ اس

میں حق تلفی غرباء کا شتکاروں کی ہوئی ہے چاہے حدیث زجر پر محمول ہو یا ظاہر پر تو اس سد باب کے لیے اگر حرمت کا حکم دیا جائے تو کیسا ہوگا یا مباح اور جانبین کی طرف تبرع کا حکم دیا جائے دلائل واضح سے بیان کریں اور کتابوں کے حوالوں یا کسی کے قول کا نام یا صفحہ بھی تحریر کریں۔ عنداللہ ماجور ہوں گے۔

احقر الانام امیر سردار عفی عنہ بقلم خود

﴿ج﴾

شرط مذکور کے ساتھ اجارہ فاسد ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے کرنے والا گنہگار ہوگا اور اگر کر لیا تو اس عقد کا فسخ کرنا واجب ہے۔ **کما هو حكم العقود الفاسدة** نیز روپے دینے والے نے جو روپے بطور قرض دیے ہیں اور اس قرض کے ساتھ اس کی زمین سے فائدہ اُٹھانے کو مشروط کر دیا ہے۔ یہ حرام ہے۔ **كل قرض جر نفعًا فهو حرام** یہ رشوت نہیں۔ رشوت تو راشی مرتشی کو دے کر واپس نہیں طلب کرتا اور یہاں تو روپے واپس اس سے لے گا لیکن حرام ضرور ہے للحدیث المذکور پس زمین کا لینا اور دینا نیز روپے کا لینا اور دینا سب حرام ہیں۔

الاجارة تفسدها الشروط كما تفسد البيع الخ هدايه باب الاجارة الفاسدة ص ۲۹۹ ج ۳ وكذا في جميع كتب

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی کو اس شرط پر ملازم رکھنا کہ میں اتنی زمین تمہارے نام کر دوں گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں نے یہ زمین خریدی ہے۔ آپ یہاں کام کریں میں اس وقت میں جبکہ مجھے زمین کی پیداوار سے زمین کی قیمت ولاگت وصول ہو جائے گی۔ آپ کے نام پانچ ایکڑ زمین لگا دوں گا۔ اب اس شخص کا بھائی فوت ہو گیا ہے اور اس کی اولاد اس زمین موعودہ کا مطالبہ کرتی ہے۔

کیا شرعاً وہ اس زمین کی مستحق ہے یا اُجرت ومحنت کی حقدار ہے جو اُن کے والد مرحوم کا حق الخدمت ہو۔ بینوا توجروا

حافظ محمد صدیق صاحب گھونکی (سندھ)

﴿ج﴾

یہ اجارہ فاسدہ ہے اور حکم اجارہ فاسدہ کا یہ ہے کہ اس میں اجر مثل لازم ہوتا ہے۔ لہٰذا شخص مذکور کی اولاد کا مطالبہ (کہ ہم کو وہی زمین موعودہ دے دی جائے) شرعاً صحیح نہیں ہے۔ پس جس قدر ان کے والد نے محنت ومشقت کی ہے اس

کا جواجر مثل بن جاتا ہے۔اس کے لینے کے وہ حقدار ہیں۔درمختار ص ۴۵ ج ۶ میں ہے وحکم الاول وھو الفاسد وجوب اجر المثل بالاستعمال۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۰۰ھ

بیع عقد اجارہ سے مشروط کرنا عقد فاسد

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ

(۱) زید بائع جو کہ ایک مکان میں حصہ دار ہے مشتری کے پاس بواسطہ دلال چند شرائط کے ساتھ مکان کی بیع کی بائع اپنے حصہ دار مکان کو رضامند کرے گا۔بشرطیکہ مشتری اس کو دلالی دے اور کسی کو بتلائے بھی نہیں۔چنانچہ مشتری نے اس کو منظور کرلیا۔

(۲) مشتری دلال کے ذریعہ اسی میرے محلہ میں مجھے کوئی مکان تلاش کر دے بائع اس کو مزید کہ اس میں منتقل ہو جائے گا اور اپنا مکان بمع حصہ داران مشتری کے پاس بیع کر دے گا۔چنانچہ مشتری اور اُس کے دلال نے یہ شرط بھی منظور کر لی اور آپس میں دعاء خیر پڑھ دی لیکن اس کے بعد مشتری نے بائع کو جو رقم بغرض باقی حصہ داران کے راضی کرنے کے لیے دی تھی اس کو ظاہر کر دیا جس کی وجہ سے بائع کی از حد بدنامی ہوئی دوسری شرط کو بھی پورا نہیں کر رہا۔باوجودیکہ اس کو بار بار کہا جا رہا ہے کہ اگرچہ تم نے شرط اول کے خلاف کیا ہے لیکن شرط دوم پوری کر کے پہلے تمام کرو لیکن وہ کہتا ہے کہ بیع تو ہو چکی ہے۔مکان کی بیع مجھے کر دو لیکن خود ایفاء وعدہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔اب دو امر جواب طلب ہیں۔

(۱) جبکہ مشتری نے دونوں وعدوں کا ایفاء نہیں کیا اگر بائع بھی ایفاء وعدہ نہ کرتے ہوں تو کیا وہ رقم جو بائع لے چکا ہے وہ مشتری کو واپس کرنی ہوگی یا نہ۔

﴿ج﴾

دوسرے حصہ دار کے حصہ کے لیے کوشش کرنے کی بصرت یعنی دلالی ہے یہ عقد اجارہ ہے اور عقد اجارہ بیع کو مشروط بعقد الاجارہ کرنا عقد فاسد ہے۔علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بیع وشرط الحدیث اس لیے عقد بیع اگر ہو بھی چکی ہے تب بھی فاسد ہے۔جب تک مشتری کو قبضہ مکان مبیعہ کا نہ دلایا ہو مشتری کا ملک میں نہیں آ سکتا۔اس لیے عقد کو ختم کر دیا جائے اور مکان مشتری کو امر عقد کی وجہ سے نہ دے۔البتہ اگر اپنی مرضی سے دوبارہ عقد صحیح بغیر شرط کر کے مکان دینا چاہے تو وہ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

زمین سے ایک خاص کھیت مستثنیٰ کر کے اجارہ پر دینا اور محنت مزارع کے ذمہ لگانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں خادمان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا مربع بکر کو مزارعت پر اس شرط پر دیا کہ زید ایک متعین کھیت مستثنیٰ رکھے گا جس میں تخم زید ڈالے گا اور کام بکر کو کرنا ہوگا اور جنس خارج ساری زید کی ہوگی۔ بینوا مفصلاً جزاکم اللہ خیر

﴿ج﴾

فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ اجارہ شروط فاسدہ سے فاسد ہو جاتا ہے اور یہ شرط جو مذکور فی السوال ہے شرط فاسد خلاف مقتضائے عقد زید کے لیے نافع ہے۔ اس لیے اس سے سارا اجارہ فاسد ہوگا۔ البتہ اگر اس متعین کھیت میں بھی حصہ خارج مزارع کے لیے مقرر کر دیا جائے خواہ حصہ قلیلہ ہی کیوں نہ ہو تو اجارہ صحیح ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شوال

اجارہ پر دی ہوئی زمین خودرو گھاس اور درختوں کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ الف نے ب سے کچھ زمین اور مکان کرایہ پر لیا۔ اب الف نے زمین میں سبزی ترکاری اور گھاس وغیرہ کاشت کیا اور اس سے انتفاع حاصل کرتا رہا۔ اس زمین میں پانی وغیرہ لگنے سے کچھ خودرو درخت اور کچھ کاشت درخت بھی پیدا ہوئے۔ اب یہ درخت کس کی ملکیت ہوں گے کرایہ دار کے یا مالک مکان کے خودرو اور خود کاشت کا ایک ہی حکم ہے یا کچھ فرق ہے۔

﴿ج﴾

خودرو درخت مالک زمین کا حق ہے اور خود کاشت درخت لگانے والے کی ملکیت ہیں مگر مالک زمین جب چاہے زمین خالی کرالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ شعبان ۱۳۹۱ھ

تین آدمیوں نے ایک زمین اجارہ پر لی پھر اُن میں سے ایک نے خرید لی اب کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بدلائل شرع مبین کہ زمین متعین تین افراد نے مالک سے تین سال کے لیے مستاجری پر حاصل کی۔ مگر ازیں میعاد مذکورہ ان مستاجران ثلثہ سے ایک شخص نے وہی زمین خرید کر لی۔ اب وہی شخص دوسرے مستاجران سے بے دخلی کا مطالبہ کرتا ہے۔ جبکہ باقی دو مستاجران کہتے ہیں کہ حسب دستور میعاد مذکور گزرنے کے بعد یہ اراضی عملاً تیری ہوگی۔ البتہ آئندہ زر مستاجری تجھے دیں گے۔ لہٰذا شرعاً فیصلہ مطلوب ومقصود ہے۔

﴿ج﴾

جس دن شخص مذکور نے وہ زمین فروخت کر دی ہے اسی دن سابقہ عقد اجارہ ختم ہو گیا ہے۔ لہٰذا مستاجران پر لازم ہے کہ زمین کا قبضہ خریدار کو دے دیں اور زر مستاجری بائع سے واپس لے سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا باغ اور درختوں کے درمیان خالی زمین خاص مدت کے لیے اُجرت پر دی جاسکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ۱۲ ایکڑ زمین پر ایک شخص کا آم کا باغ ہے اور کچھ حصہ میں کینو اور مالٹا بھی لگا ہوا ہے۔ درختوں کے درمیان زمین بھی ہے جس میں دوسری کاشت بھی ہو سکتی ہے۔ زمین کا مالک وطن سے دور ہے۔ کیا وہ شخص زمین اور باغ سب کو ٹھیکہ پر ایک مقررہ رقم کے عوض سال یا دو سال یا اس سے کم وبیش عرصہ کے لیے دے سکتا ہے اور اگر دے سکتا ہے تو زمین کا عشر کس کے ذمہ ہے مالک یا ٹھیکدار پر۔ اگر ٹھیکدار پر ہے تو کیا زمین ٹھیکہ پر دیتے وقت یہ تسلی کر لینا ضروری ہوگا کہ وہ عشر ادا کرتا ہے یا نہیں۔ اگر یہ صورت جائز نہیں تو کیا کیا صورتیں جائز ہو سکتی ہیں۔ جس میں مالک اتنی دور رہتے ہوئے باغ اور زمین سے از روئے شریعت فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

منشی عبدالرحمن خان ملتان آرٹ پریس کچہری روڈ ملتان

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۴۴۶ ج ۴ ولو استاجر ارضا فیها رطبة سنة فالاجارة فاسدة عند ابی حنیفة وابی یوسف رحمهما الله الی قوله فالحیلة فی ذلک ان یدفع الزرع الیه معاملة. وایضا فیها بعد اسطر وکذلک الحیلة فی الشجر الکرم یدفع الشجر او الکرم معاملة.

روایت سے معلوم ہوا کہ شخص مذکور اگر اپنی زمین کو اجارہ پر دینا چاہتا ہے تو اس کی یہ صورت اختیار کرے کہ زمین کو ایک سال یا زائد کے لیے ٹھیکہ پر دے دے اور زمین کے اندر جو درخت آم اور کینو وغیرہ کے ہیں ان کا معاملہ علیحدہ کرے جس کی صورت یہ ہو کہ ان درختوں کی پرورش پانی وغیرہ ٹھیکہ دار کے ذمہ ہو۔

سرکاری ملازم کی جگہ کسی معاہدہ کے تحت اور شخص سرکاری خرچہ پر نہیں جا سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ سرکاری ملازمت میں سفرخرچ و یومیہ خرچ مقرر ہوتا ہے یہ اس وقت کی حکومت دیتی ہے۔ جب کوئی شخص دفتر کی طرف سے سرکاری کام پر کسی دوسرے شہر میں جائے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ زید اور عمر دو شخص ہیں دفتر کی طرف سے زید کو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ سرکاری کام کے لیے جائے لیکن عمر زید سے کہتا ہے کہ آپ نہ جائیں میں چلا جاتا ہوں۔ اس شرط پر کہ جتنا سفرخرچ یا یومیہ خرچ حکومت مجھ کو دے گی وہ آپ کو دے دوں گا یا وہ کچھ رقم پہلے ہی دے دیتا ہے۔ اگرچہ اُس کو جتنی بھی ملے کیا اس طرح کی رقم لینا یا آپس میں معاہدہ کر کے ایک کی جگہ دوسرے کی ڈیوٹی پر جانا کیسا ہے۔

محمد صابر قریشی متعلم قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

زید کے لیے یہ رقم لینا جائز نہیں اور نہ ہی زید و عمر کا یہ معاہدہ شرعاً درست ہے۔ البتہ حکومت ہی عمر کو زید کی جگہ بھیجنے پر آمادہ ہو جائے تو پھر عمر کے لیے رقم لینا جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ رجب ۱۴۰۰ھ

پگڑی لینا یا دکان خالی کرنے کی اُجرت طلب کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی ذاتی ملکیت ایک دکان بکر کو کرایہ پر دے رکھی ہے باہمی اعتماد اور حسن سلوک کی وجہ سے چودہ سال تک بے دخلی کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ خدا کی قدرت گزشتہ سال ادائیگی قرض، اجرائے وصیت اور دیگر خانگی ضروریات کی بنا پر دکان فروخت کر دینے کی مجبوری پیش آ گئی لیکن کرایہ دار نہ تو خود دکان خریدنا چاہتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے خریدار کے لیے قبضہ چھوڑتا ہے۔ البتہ کرایہ دار مذکور نے دکان خالی کرنے کے لیے ایک شرط رکھی ہے کہ مالک مکان اس کا ٹیلیفون اپنے خرچ پر دوسری مجوزہ دکان میں منتقل کرا دے تو وہ دکان چھوڑ دے

گا۔سوال یہ ہے کہ مالک مکان کو پریشان کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانوں سے رکاوٹیں پیدا کرنا یا کچھ رقم خرچ کرانا یا خود وصول کرنا شرعاً کرایہ دار کے لیے حلال ہے یا حرام بعض لوگوں نے مروجہ پگڑی کا کاروبار بنا رکھا ہے اور متفرق مقامات پر کرایہ پر دکانات یا مکان حاصل کر کے منہ مانگی رقم وصول کر کے قبضہ چھوڑتے ہیں۔لہٰذا اس مسئلہ کا شرعی حکم بیان فرمادیں۔

فقیر عبدالواحد بیگ مرحوم مکان نمبر ۲۰۰ محلہ تھلہ سادات دہلی گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

دکان خالی کرنے کے لیے کرایہ دار کا یہ شرط لگانا کہ مالک دکان اپنے خرچہ پر اس کا ٹیلیفون منتقل کرادے شرعاً باطل ہے اور دکان خالی کرانے کے عوض میں رقم لینا جائز نہیں۔مروجہ پگڑی کا بھی شرعاً یہی حکم ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ سال قبل جس کی اُجرت نہ دی گئی ہو اب دینے میں کون سے سکے کا اعتبار ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پہلے تقریباً پچیس سال کا عرصہ ہو گیا ہے کہ ایک آدمی نے ایک اور آدمی کو اپنے ہاں نوکر رکھوایا اور مزدوری پیشگی ادا کر دی تھی۔مزدوری کے دن ختم کرنے کے بعد مالک نے اجرت سے مزدور کے مبلغ چودہ روپے یہ کہتے ہوئے ضبط کر لیے کہ تم نے مزدوری پوری نہیں کی لیکن ہوتے ہوتے اب یہ بروئے شریعت فیصلہ ہوا کہ مزدور کو ۱۴ روپے واپس ملیں۔اب مالک تو ۱۴ روپے دینا چاہتا ہے۔مگر مزدور ۱۴ روپے نہیں چاہتا وہ کہتا ہے کہ میری خواہ مخواہ آج سے ۲۵ سال پہلے رقم ضبط کی گئی یا تو مجھے وہی ۱۴ روپے چاندی والے سکے دیے جائیں یا اس وقت کے گندم کے نرخ سے رقم یا گندم دی جائے۔لہٰذا گزارش ہے کہ آپ بروئے شریعت محمدی مسئلہ حل فرمادیں کہ ۱۴ روپے آج کے حساب سے لے یا اس وقت کے لحاظ سے لے لے۔

قادر بخش گورمانی سب پوسٹ ماسٹر ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ملازم کو ۱۴ روپے آج کل پاکستان میں جو سکہ رائج ہے یہی دیے جائیں گے۔اس لیے کہ آج سے تقریباً ۲۵ سال پہلے جو سکہ رائج تھا وہ بھی اسی دھات کا تھا جس دھات کا آج پاکستان کا سکہ ہے۔انگریزوں کے آخری دور میں چاندی کا سکہ ختم ہو چکا تھا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۸ھ

بدکردار عورت کا بعد از توبہ جائیداد کو مدرسہ کے لیے وقف کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک فاحشہ عورت یعنی کنجری نے توبہ کی توبہ کرنے کے بعد وہ کسی دینی ادارے کے لیے اپنی کچھ جائیداد وقف کرنا چاہتی ہے۔ اس جائیداد کا وصول کرنا جائز ہے یا حرام۔ از روئے شرع تفصیل فرمادیں۔

﴿ج﴾

زانیہ کی آمدنی حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ **نهى عن ثمن الكلب و كسب البغي ولعن اكل الربوا وموكله والواشمة والمستوشمة والمصور رواه البخاري مشكوٰة شريف ص ۲۴۱** زانیہ کی وہ آمدن جو وہ زنا کی اجرت میں لے چکی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جس جس سے یہ رقم لے چکی ہے اگر وہ اشخاص ان کو معلوم ہوں اور وہ اشخاص خود موجود ہوں یا ان کے وارث موجود ہوں تب تو اس رقم کا ادا کرنا خود اس رقم دینے والے کو اور اس کی فوتیدگی کی صورت میں اس کے وارثوں کو واپس کر دینی ضروری اور لازمی ہے۔ کسی دوسرے مصرف میں از قسم تعمیر مسجد و مدرسہ اور صدقہ بر فقراء وغیرہ میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر رقم دینے والے ان کو معلوم نہ ہوں بالکل لاپتہ ہوں تب اس صورت میں اس زنا کی اجرت کا فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اس کو دیتے وقت دل میں یہی نیت کرے کہ میں یہ رقم اصل مالکوں کی طرف سے صدقہ کر رہی ہوں اور اپنے سے بوجھ ہلکا کر رہی ہے۔ خود اپنے لیے اس مال حرام میں ثواب کی نیت نہ کرے اور اپنے اصل مالکوں کے لاپتہ ہونے کی صورت میں فقراء کے لیے مال حلال ہو جائے گا اور یہ اصل مالکوں کی طرف سے فقراء پر صدقہ شمار ہوگا۔ مسجد اور مدرسہ کی تعمیر میں استعمال کرنا بھی ناجائز ہے۔ محض فقراء و مساکین پر ہی صدقہ کیا جائے۔ **كما في الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۵۵ ج ۶ (و) لا لاجل المعاصي مثل الغنا و النوح والملاهي) ولو اخذ بلا شرط يباح (وقوله يباح) كذا في المحيط وفي المنتقى امرأة نائحة او وصاحبة طبل اوزمر اكتسبت مالا ردته علي اربابه ان علموا والا يتصدق به وان من غير شرط فهو لها قال الامام الاستاد لا يطيب والمعروف كالمشروط اه قلت وهذا مما يتعين الاخذ به في زماننا لعلمهم انهم لا يذهبون الا باجر البتة** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ

مالک کو کرایہ بڑھانے کا حق ہے کرایہ دار راضی نہ ہو تو چھوڑ دے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مالک پلاٹ کسی دکاندار سے جو اس پر کافی عرصہ سے قابض بطور کرایہ دار ہے اور ملبہ اور بھراؤ بھی کرایہ دار کا ہے۔ اختلاف کی بنا پر مالک پلاٹ کرایہ زیادہ وصول کرنا چاہتا ہے۔ کیا اسے شرعاً اس طرح کا حق پہنچتا ہے۔

حاجی محمد امین شیخ آئرن مرچنٹ نزد بشیر حجام ملتان

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۴۳۹ ج۴ واذا زاد الاجر او المستأجر فی المعقود علیه او فی المعقود به الی ان قال وان کانت معلومة من جانب الاجر تجوز سواء کان من جنس ما اجر او من خلاف جنس ما آجر ۔روایت بالا سے معلوم ہوا کہ مالک پلاٹ کو کرایہ زیادہ کرنے کا مطالبہ کرنا درست ہے اگر کرایہ دار کرایہ زیادہ دینے پر آمادہ نہیں ہے تو پلاٹ خالی کر کے دیدے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شعبان ۱۳۹۷ھ

نمازِ جمعہ اور دیگر نمازوں کے پڑھانے پر اُجرت طلب کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی عالم یا مولوی صاحب نماز اور جمعہ پڑھانے کے عوض معاوضہ لے سکتا ہے جبکہ وہ محنت و مزدوری کے قابل ہو۔ فرض کیا اگر معاوضہ لیا جائے تو ان کا یہ ذریعہ معاش نہیں ہوگا اور کیا یہ دین فروشی نہیں کہلائے گی۔ جبکہ خلفاء راشدین کے زمانے کے حالات دیکھے جائیں تو ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔

ایم حسین اینڈ کو وارڈ نمبر ۶ کبیر جھنگ سٹی

﴿ج﴾

امامت کی اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے۔ اس لیے اس پر کچھ اعتراض نہیں ہے۔ **ویفتی الیوم بصحتها (ای الاجارة) لتعلیم القرآن والفقه والامامة (الدر المختار مع شرحه ردالمحتار باب الاجارة الفاسدة ص ۵۵ ج ۶)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رجب ۱۳۹۱ھ

منڈی والوں کا فی بوری کے حساب مال لے آنے والوں سے مدرسہ کے لیے ایک روپیہ چندہ وصول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ منڈی والوں نے ایک مشورہ کیا ہے کہ ہم غلہ کے خریداروں سے ایک پیسہ فی بوری کے حساب سے مدرسہ کے لیے چندہ لیں گے جس سے مدرسہ کو بہت فائدہ ہوگا اور تمام ٹرک پر ایک روپیہ چندہ آ جائے تو خریدار کو تکلیف نہ ہوگی یا مثلاً گڑ کی بوری پر ایک پیسہ وصول کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بعض خریدار تو خوشی سے دے دیتے ہیں اور بعض مجبوراً دیتے ہیں۔ کیونکہ دو ہزار کا غلہ ایک روپیہ پر نہیں چھوڑ سکتے اور چالیس روپیہ کی بوری ایک آنہ پر نہیں چھوڑ سکتے۔ لہٰذا عرض یہ ہے کہ ہمیں تو اس کام پر بہت شک و اندیشہ ہے کہ یہ چیز شرعاً ٹھیک نہیں ہوگی مگر جواز معلوم ہو تو فبہا ورنہ پھر کوئی مناسب حیلہ جواز کے لیے ہو سکتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

بغیر طیب نفس کے اگر کسی نے مجبوراً صدقہ یا ہبہ کر دیا اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ طیب نفس مداخل ہے۔ کما قال صاحب المدارک ص ۲۰۶ ج ۱ تحت قوله تعالٰى فان طبن لكم عن شئ منه نفسًا فكلوه هنيئًا مريئاً۔ نصه فان وهبن لكم شيًا من الصداق وتجافت عنه نفوسهن طيبات غير مخبثات بما يضطرن الى الهبة من شكاسة اخلاقكم وسوء معاشرتكم وفى الآية دليل على ضيق المسلك فى ذلك وجوب الاحتياط حيث بنى الشرط على طيب النفس فقيل فان طبن لكم عن شئ منه نفسًا ولم يقل فان وهبن لكم بان المراعى هو تجافى نفسها عن الموهوب طيبةً (هنيئًا) فى الدنيا بلا مطالبة (مريئًا) فى العقبى بلا تبعة لہٰذا بغیر طیب خاطر مدرسہ کے لیے چندہ لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر منڈی کا آڑھتی (دلال) بصورت اجرت دلالی یعنی (آڑھت) خریدار یا فروخت کنندہ سے اپنی سابقہ مشروط اجرت سے زائد ان پر ظاہر کر کے اور ان سے باقاعدہ طے کر کے وصول کرے اور پھر اسے مدرسہ میں داخل کر دے تو اس صورت میں ثواب صدقہ خود آڑھتی کو ملے گا۔ اس لیے بائع و مشتری سے بطور اجرت دلالی کے لینا بہر حال فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ جبکہ آڑھت میں عمل اور مشقت موجود ہو۔ وہو ظاہر۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی مکان کو کرایہ پر لیتے دیتے وقت درج ذیل شرائط طے کرنا

﴿س﴾
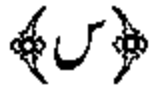
کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اور بکر نے باہمی اجارہ کا معاملہ کیا مثلاً زید نے بکر کو ایک مکان تیس روپیہ ماہانہ کرایہ پر دیا۔ چند سال بعد فریقین میں کرایہ کے اضافہ میں اختلاف ہوا۔ جس پر زید نے کرایہ وصول کرنے سے انکار کر دیا اور بکر نے زید کے نام سے کرایہ بنک میں جمع کرانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد بعض مصلحین نے فریقین میں صلح کی کوشش کی اور فریقین صلح کے لیے آمادہ ہو گئے۔ بعدہ مصلحین نے اضافہ کے ساتھ کرایہ تجویز کر کے فریقین کے سامنے پیش کیا جسے منظور کر لیا گیا۔ مگر زید نے ایک مزید شرط کا اضافہ کر دیا کہ آج کی صلح کے بعد کے مجوزہ کرایہ کا اطلاق آج سے قبل چار پانچ ماہ پر ہونا چاہیے مثلاً صلح اگر اپریل میں ہوئی ہے تو مجوزہ کرایہ کا اطلاق جنوری سے ہونا چاہیے۔ ہر چند مصلحین نے زید کو راضی کرنے کی کوشش کی مگر زید راضی نہ ہوا لہٰذا صلح ہونے کے بعد معاملہ پھر درہم برہم ہو گیا اور مسئلہ جوں کا توں رہ گیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد زید نے عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کا ارادہ کیا جس کا علم بکر کو ہو گیا تو بکر نے بعض مصلحین کے ذریعہ زید کو پھر راضی کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ میں عدالت میں جانے کے لیے بالکل راضی نہیں اور نہ ہی میں اس کو اچھا سمجھتا ہوں۔ کیونکہ عدالت میں جھوٹ افتراء وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے۔ مگر میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا۔ لہٰذا میرے ساتھ یہیں صلح کی صورت بنائی جائے اور بکر نے مصلحین کے ذریعہ منت سماجت اور معافی کی کوشش کی لیکن زید نے پہلے کی بنسبت چند اور شرائط پیش کر دیں مثلاً کرایہ ایک صد روپیہ ماہانہ ہوگا۔ (۲) موجود کرایہ کا اطلاق گزشتہ ماہ جنوری سے ہوگا جبکہ صلح نومبر میں ہو رہی ہے۔ (۳) اور مقدمہ درج نہ ہونے سے قبل دو صد روپیہ ادا کرنا ہوگا اور اگر مقدمہ درج ہونے کے بعد صلح ہوئی تو پانچ صد روپیہ وصول کیا جائے وغیرہ وغیرہ القصہ بکر کی کوئی شنوائی نہ ہوئی اور ان شرائط کی وجہ سے معاملہ پھر کھٹائی میں پڑ گیا اور زید نے مقدمہ دائر کر دیا۔ مجبوراً بکر کو عدالت میں حاضر ہونا اور ڈیڑھ سال تک مقدمہ دعویٰ اور جواب دعویٰ سے آگے نہ بڑھا اس دوران بکر کو پھر یہ فکر لاحق رہا کہ موجودہ عدالتوں میں سوائے کذب بیانی اور افتراء کے کچھ بات نہیں ہوتی اور یہ بات ایک مسلمان کے لیے بہت بری اور انسانیت سے گری ہوئی ہے۔ لہٰذا پھر سے زید کے ساتھ صلح کی کوشش شروع کر دی۔ زید نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق پھر شرائط میں کچھ اضافہ فرما دیا۔ مثلاً (۱) کرایہ ڈیڑھ صد روپیہ ہوگا۔ (۲) زر ضمانت یک ہزار روپیہ پیشگی جمع کرانا ہوگا۔ (۳) اور مقدمہ کا خرچہ پانچ صد روپیہ ادا کرنا ہوگا (۴) اور موجودہ کرایہ کا اطلاق گزشتہ جنوری سے ہوگا جبکہ صلح کی بات مئی کے آخری ایام میں ہو رہی ہے۔ (۵) میری تسلی کے لیے اشٹام وغیرہ یعنی کرایہ نامہ لکھ دینا ہوگا۔ بکر نے زید کا مجوزہ کرایہ ڈیڑھ صد روپے

تسلیم کرتے ہوئے بقیہ شرائط کے متعلق کہا کہ اگر شریعت مطہرہ کی رو سے مجھ پر عائد ہوں گی تو میں ادا کردوں گا ورنہ نہیں۔ بالآخر شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ پر فریقین میں صلح ہوگئی۔ اب قابل دریافت امر یہ ہے کہ مذکورہ شرائط مذکورہ بالا واقعات کی صورت میں بکر کے ذمہ ازروئے شریعت مطہرہ لازم آتی ہیں یا نہیں۔ وہ شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) زرضمانت پیشگی حاصل کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۲) مذکورہ بالا واقعات کی صورت میں مقدمہ کا خرچہ شرعاً بکر کے ذمہ لازم آتا ہے یا نہیں۔

(۳) صلح کے وقت کا طے شدہ کرایہ کو زبردستی چند ماہ پہلے پر نافذ کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۴) زید اپنے اطمینان و یقین کی خاطر جو اشٹام وغیرہ تحریر کراتا ہے تو اشٹام کے کاغذات وتحریر کا خرچہ شرعاً کس کے ذمہ ہوگا۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) زرضمانت پیشگی وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ کما فی امداد الفتاویٰ ص۳۴۴ ج ۳

(۲) بظاہر بکر کو منفعت نہیں ہے اس لیے بکر سے عدالت کا خرچہ لینا جائز نہیں ہے۔ کما یفھم من فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۵۴ ج ۱.

(۳) یہ شرط شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۴) اس کا خرچہ بھی مالک پر ہے لیکن اگر کرایہ دار نصف یا کم وبیش دینے پر رضامند ہوجائے تو یہ بھی صحیح ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تدریس، امامت اور رمضان میں قران کریم سنانے پر اُجرت اور شرینی تقسیم کرنے کے متعلق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل رمضان شریف میں تراویح میں قرآن مجید سنانے پر نمازی لوگ اپنی رضامندی وخوشی سے چندہ کرکے حفاظ صاحبان کی خدمت کرتے ہیں۔ طرفین اس کو معاوضہ نہیں کہتے اور نہ ہی حفاظ صاحبان کی طرف سے طے ہوتا ہے۔ البتہ حفاظ صاحبان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے کہ لوگ حسب توفیق ہماری ضرور خدمت کریں گے اور اگر لوگ خدمت نہ کریں تو بظاہر ناراض نہیں ہوتے۔ ان کے دل پر سخت قسم کا بوجھ ضرور ہوتا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ایک مسجد سے کچھ خدمت نہ ہو تو آئندہ سال قرآن مجید وہاں نہیں سناتے اور بعض حفاظ تھوڑی رقم ملنے والی جگہوں کو چھوڑ کر وہ مساجد تلاش کرتے ہیں جہاں زیادہ رقم ملتی ہے۔ اکثر حفاظ صاحبان غریب

بھی ہوتے ہیں کیا یہ خدمت جائز ہے یا ناجائز۔ کیا ایسے حفاظ کے پیچھے نماز جائز ہے یا مکروہ۔

(۲) اگر ایسے حفاظ کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو کیا چھوٹی سورتوں میں تراویح پڑھا بہتر ہے یا پیچھے سننا ہی بہتر ہے۔

(۳) اگر یہ خدمت ناجائز ہے تو امامت اور تدریس قرآن مجید کی تنخواہ لینا جائز ہے یا ناجائز۔ کیا یہ تینوں امور ایک جیسے ہیں یا شرعی حکم میں ان کی نوعیت الگ الگ ہے۔

(۴) اسی طرح ختم قرآن مجید پر مسجدوں میں نمازی چندہ کر کے تبرک وثواب کی نیت سے شیرینی تقسیم کرتے ہیں اور کسی سال ناغہ نہیں ہوتا۔ زبانی یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس کو ضروری نہیں سمجھتے لیکن اگر کسی سال ناغہ کیا جائے تو لوگ برا مناتے ہیں اور ناراض بھی ہوتے ہیں تو کیا ختم قرآن مجید پر تراویح کے موقعہ پر ہر سال چندہ جمع کر کے ثواب وتبرک کی نیت سے اور نہ کرنے کو برا سمجھنا شرعاً جائز ہے یا بدعت ہے۔ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ حنفی کی مستند کتابوں کے حوالہ جات سے مدلل مطلوب ہے۔

محمد انیس صاحب فاروقی معرفت خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد

﴿ج﴾

فقہاء نے یہ قاعدہ لکھا ہے **المعروف کالمشروط کذا فی الشامی** وغیرہ پس اگر حافظ صاحب کو معلوم ہے کہ ان کو قرآن شریف سنانے پر کچھ روپیہ ملے گا اور لینا دینا معروف ہے تو اس حافظ صاحب کو کچھ لینا درست نہیں ہے اور اس میں تالی اور سامع دونوں ثواب سے محروم ہیں۔ **وان القرأة لشئ من الدنیا لا تجوز وان الآخذ والمعطی آثمان لان ذلک یشبہ الاستیجار علی القراءة ونفس الاستیجار علیھا لایجوز فکذا ما اشبہ الخ. ولا ضرورة فی جواز الاستجار للضرورہ (ردالمحتار باب قضاء الفوائت مطلب بطلان الوصیة ص ۷۲ ج ۲)**

(۲) چھوٹی سورتوں سے تراویح پڑھنا اور اجرت کا قرآن نہ سننا بہتر ہے۔

(۳) امامت اور تدریس قرآن کی تنخواہ لینا جائز ہے۔ امامت، تدریس اور تراویح میں اجرت سے قرآن سنانا تینوں ایک جیسے نہیں ہیں۔ پہلے دو جائز ہیں اور آخری ناجائز ہے۔ **فی الدرالمختار باب الاجارة الفاسدة ص ۵۵ ج ۲ ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والامامة والا ذان**۔ ان کے آپس میں فرق تفصیل کے ساتھ مدلل طور پر امداد الفتاویٰ ج ۱ص ۲۹۰ تا ۳۳۰ میں موجود ہے۔ اگر ضرورت ہو ملاحظہ فرمادیں۔

(۴) اس صورت اور التزام کے ساتھ درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رجب ۱۳۹۰ھ

درجہ کتب کا مدرس اگر بوقت ضرورت حفظ قرآن کرانا شروع کرے اور رمضان میں چھٹی کرے تو تنخواہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

زید کو ایک دینی مدرسہ میں تدریس کتب کے لیے بلایا گیا۔ (اس وقت ربیع الاول کی ابتداء تھی) کام شروع ہو گیا۔ دو تین ماہ کے بعد درجہ قرآن کا ایک مدرس چلا گیا۔ اس کا قائم مقام نہ مل سکا۔ لہٰذا حافظ مذکور کا درجہ زید مذکور (مدرس کتب) کے حوالہ کیا گیا اور زید نے وہ درجہ قرآن سنبھالتے وقت مہتمم صاحب سے یہ کہہ دیا تھا کہ میں چونکہ مدرس کتب ہوں اس لیے دستور مدارس کے مطابق میں ۱۵ شعبان کے بعد چھٹی کروں گا۔ شعبان آ گیا مگر کسی حافظ مدرس کا انتظام نہ ہو سکا۔ اب اگر پندرہ شعبان کو زید مذکور (مدرس کتب) چھٹی کر دیتا تو جرم معلوم ہوتا تھا کہ درجہ قرآن ہی میں بعض طلبہ پڑھ رہے ہوں اور بعض کو چھٹی ہو جائے۔ لہٰذا زید نے مدرسہ کا خیال کرتے ہوئے تعلیم جاری رکھی۔ رمضان شریف میں زید کو معلوم ہو گیا کہ اراکین مدرسہ آئندہ سال اُسے رکھنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا اس نے رمضان شریف میں تعلیم بند کر کے رمضان شریف کی تنخواہ کا مطالبہ کیا۔ جیسا کہ مدارس میں مدرسین کتب میں سے ہر اس مدرس کو جس نے سالانہ امتحان تک تعلیم کرائی ہو تنخواہ دی جاتی ہے۔ مگر مدرسہ والے اس سے انکاری ہیں کہ انہی دنوں کی تنخواہ دیں گے جن میں تعلیم کرائی ہے۔ زید پر مدرسہ کا کچھ قرض تھا۔ (کچھ گندم کی قیمت اور رسید کے پیسے) مدرسہ والوں نے اس کا مطالبہ کیا تو اس نے یہ کہہ کر جواب دیا کہ مجھے تنخواہ ملے گی تو میں وہ قرض ادا کروں گا ورنہ نہیں یعنی اپنا قرض وضع کر کے بقایا میری تنخواہ ادا کر دو۔ فرمائیے کہ جب معیار تعلیم اور مقدار تعلیم اور دیگر امور میں تو مہتمم صاحب خیر المدارس و قاسم العلوم و دیگر مدارس کی نظائر پیش کرتے ہیں کہ وہاں اتنی میں اتنی اور اتنا وقت تعلیم ہوتی ہے وغیرہ ذلک تو تنخواہ میں ان مدارس کے قانون کی پابندی ان پر واجب ہے یا نہیں اور زید مذکورہ مشاہرہ رمضان کا مستحق ہے یا نہیں اور تنخواہ نہ ملنے کی صورت میں مدرسہ کا قرض روکنا اس کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ بصورت جواز مدرسہ کے وہ پیسے اگر مال زکوٰۃ ہے تو اس کی تملیک ضروری ہے یا نہیں۔ جبکہ زید بھی مصرف زکوٰۃ ہے۔ شرح ربط کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

محمد رفیق طارق رشیدی طارق دواخانہ موضع ہوتہ تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال

﴿ج﴾

اگر اس مدرسہ کا اپنا کوئی آئین پہلے سے موجود ہے یا مدرس اور مہتمم کے درمیان تقرری کے وقت کوئی معاہدہ ہوا ہے تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا لیکن اگر مدرسہ کا اپنا کوئی آئین نہیں اور نہ تقرری کے وقت اس قسم کا کوئی معاہدہ ہوا

ہے۔تو عام مدارس کے آئین کے تحت یہاں بھی فیصلہ ہوگا۔

چنانچہ مدرسہ قاسم العلوم خیر المدارس ملتان اور دارالعلوم دیوبند کے مرتب آئین کے تحت اسے کوئی مدرس شوال سے شعبان تک تدریس کو جاری رکھیں تو ایام تعطیل یعنی شعبان اور رمضان کی تنخواہ اسے ملتی ہے چاہے اگلے سال اس مدرس کو رکھیں یا نہ رکھیں۔ بہرحال شعبان رمضان کی تنخواہ مدرس کو دی جاتی ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں زید مشاہرہ رمضان کا مستحق ہے۔زید کے ذمہ مدرسہ کا جو قرضہ ہے زید کا اس قرضہ سے اپنا حق وصول کرنا جائز ہوگا لیکن زکوٰۃ میں زید وکیل ہے زید خود اس میں تصرف تملیک وغیرہ نہیں کرسکتا۔زید کو چاہیے کہ زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے مہتمم کے حوالہ کریں۔

زکوٰۃ کی رقم تاحال مدرسہ کی ملکیت نہیں ہے اس سے وہ تنخواہ وصول نہیں کرسکتا۔**قال فی باب اخذا السرقة من الشامية ص ۹۵ ج۴ فاذا ظفر بمال مديونه له الاخذ ديانة بل الاخذ من خلاف الجنس على ما نذكره قريباً قلت وهذا ما قالوا انه لا مستند له لكن رأيت فی شرح نظم الكنز للمقدسی من كتاب الحجر قال ونقل جد والدی لامه الجمال الاشقر فی شرحه للقدوری ان عدم جواز الاخذ من خلاف الجنس كان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق والفتوی اليوم علی جواز الاخذ عند القدرة من ای مال كان لا سيما فی ديارنا لمدا ومتهم للعقوق۔**فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ

عقد نکاح پر اُجرت اور گواہوں کا لڑکی سے پوچھنے کے متعلق سوال و جواب

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) کیا نکاح خواں نکاح پڑھانے پر اُجرت لے سکتا ہے یا نہیں۔قرون ثلثہ کے زمانہ میں نکاح خوانوں کو اُجرت دی جاتی تھی یا نہیں۔

(۲) عقد نکاح سے قبل گواہوں کو لڑکی سے نکاح وکیل وغیرہ کے متعلق پوچھنا جائز ہے یا نہیں۔

گوہر رحمٰن شہر کراچی لانڈھی

﴿ج﴾

(۱) طرفین کی رضا مندی سے اگر آپس میں کچھ طے ہو جائے تو پھر دے دینا درست ہوگا اگر چہ لینے والے کے لیے اس کے جواز میں شبہ ضرور ہے۔ فتاویٰ دار العلوم ص ۱۵۱ ج ۲۔

اگر لڑکی بالغہ ہے تو نکاح سے قبل اُس سے اجازت لینا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بالغہ لڑکی پر کوئی ولی نکاح کے معاملہ میں جبر نہیں کر سکتا۔ اس لیے بوقت نکاح اس سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہے اور بہتر ہے کہ اس اجازت پر دو گواہ بھی قائم کیے جائیں تا کہ اگر کبھی اس اجازت دینے سے انکار کرے تو اس کا ثبوت کیا جا سکے۔

والجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

دینی مدرسے کے مدرس کا پانچ دن غیر حاضری کے باوجود پوری اُجرت طلب کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مدرس جو کہ دینی مدرسہ کا ملازم ہے استحقاقی چھٹیوں کے علاوہ وہ پانچ چھ دن غیر حاضری کر کے حاضر ہوتا ہے۔ اطلاع وغیرہ بھی نہیں دیتا اور آتے ہوئے بھی مہتمم مدرسہ کو اپنا عذر وغیرہ بھی پیش نہیں کرتا۔ کیا اب وہ شرعاً غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں۔

مولوی سعید احمد صاحب مظفر گڑھ

﴿ج﴾

اگر مدرسہ کا کوئی آئین ہے یا ملازمت کے وقت کوئی شرط ٹھہری ہے یعنی کوئی اصول طے کیے ہیں تو اُس کے مطابق عمل ہوگا۔ اگر کوئی دستور نہیں تو استحقاقی رخصت کے علاوہ ایام غیر حاضری کی تنخواہ دینا تبرع ہوگا لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم محرم ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم محرم الحرام ۱۳۹۶ھ

وقت مقرر کے لیے بیل اُجرت پر دے کر اُجرت میں گندم طلب کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کو ایک بیل کام کرنے کے لیے ۶ ماہ تک اس شرط پر دیا کہ اتنی گندم مثلاً تین من گندم لوں گا۔ آیا بیل دینا اور لینا جائز ہے یا نہیں۔

حبیب اللہ ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر کام کی نوعیت معلوم ہو اور اجرت اور مدت اجارہ متعین ہو تو جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد مالک کے لیے دکان واپس لینا اور باہمی رضامندی سے عقد جدید کرنا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہماری ایک دکان ہے جو کہ چوک بازار میں واقع ہے۔ یہ ہماری والدہ کی ملکیت ہے لیکن کاروبار میرے والد کرتے تھے۔ دکان پر محمد دین نامی نوکر تھا۔ ہم اس کے ساتھ برابر کا سلوک کرتے تھے اور ہر قسم کی اس کو سہولت میسر تھی۔ ہمارے والد صاحب ایک پیر کے کہنے پر سونا بنانے کی دھن میں لگ گئے اور آٹھ ماہ کے لیے دکان اُسے کرایہ پر دے دی اور اُس سے تحریر لی کہ جب ہم چاہیں گے اُس سے دکان لے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تین ماہ پہلے اطلاع دینی ہوگی اور اب جبکہ آٹھ سال گزر چکے ہیں جبکہ ہم دو بہن دو بھائی ہیں اور ہم سب جوان ہیں اور ہم میں سے کوئی برسر روزگار نہیں اور جوان بہنیں گھر پر ہیں دکان پر سے ہمیں کرایہ ملتا ہے لیکن معقول نہیں اور اُس سے گھر کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے۔ ہمارا واحد ذریعہ یہی ہے۔ ہم نے کئی بار اُس سے دکان خالی کرنے کے لیے کہا لیکن وہ نہیں مانتا ہم نے اُسے یہ بھی کہا ہے کہ آدھی دکان ہمیں دے دو لیکن وہ نہیں مانتا۔ آپ ہی بتائیں کیا کریں۔ کیا ہم اُس سے زبردستی لے سکتے ہیں۔ اگر ہم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں پہلے تو انصاف کے فیصلہ ہونے کی کوئی اُمید نہیں اور ہمارے پاس اتنی رقم نہیں کہ ہم مقدمہ بازی کریں۔ اب ہم آپ کے فیصلے کے منتظر ہیں۔

واجد علی

﴿ج﴾

مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد کرایہ دار پر لازم ہے کہ دکان کو خالی کر کے مالک کے حوالہ کر دے یا طرفین کی رضامندی سے اجارہ جدید کرے۔ مدت اجارہ کے بعد شرعاً دکان کا قبضہ لینا مالک کے لیے درست ہے۔ قبضہ لینے کے لیے جو مناسب طریقہ ہو اُسی کو اختیار کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۹۶ھ

درمیانِ سال میں مدرس کو مدرسہ سے الگ کرنے کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص گزشتہ سال کی جگہ پر اپنی خدمت کے لیے مقرر تھا۔ رمضان المبارک میں اتفاقاً ایک مدرسہ میں اس کا جانا ہوا اس مدرسہ کے مہتمم اور دیگر لوگوں نے کہا کہ شوال میں ہمارے ہاں آپ آ جائیں۔ اس سال کے لیے آپ یہاں ہمارے ہاں مقرر ہو جائیں تو اس عالم نے کہا اب شوال میں نیا سال شروع ہو رہا ہے۔ مجھے وہاں سے چھوڑنے کا اختیار ہے اگر مناسب سمجھا تو آ جاؤں گا۔ چنانچہ مناسب سمجھ کر یہ عالم شوال سے اس مدرسہ میں جس میں ان کو بلایا گیا تھا آ گئے۔ چنانچہ ان کے ذمہ صبح کا درس قرآن مجید اور شام کو درس حدیث شریف اور طلبہ اگر موجود ہوں تو پڑھانا لگایا گیا۔ چنانچہ یہ صاحب اپنی ذمہ داریاں پوری طرح سرانجام دے رہے ہیں۔ عوام اور لوگ بھی خوش ہیں اور ان کا خیال اس سال رہنے کا تھا۔ مگر ۲۵ ربیع الاول کو مہتمم مدرسہ ایک اصول تیار کرتے تھے کہ اگر کسی وجہ سے مدرسہ کے کسی مدرس کو علیحدہ کیا گیا تو ایک مہینہ پہلے نوٹس دے کر اس کو علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ مدرس مذکور نے اس وقت بھی اختلاف کیا کہ جس مدرس کو ابتدا سال سے رکھا جاتا ہے وہ آخر تک رہتا ہے۔ مگر اس وقت کسی کا فی الحال علیحدہ کرنے کا خیال تھا۔ اس لیے ۲۵ ربیع الاول دستخط ہوئے تھے۔ مگر مہتمم مدرسہ ایک ہفتہ بعد اس مدرس کو جبکہ یہ کچھ ایام کی رخصت لے کر وطن جا رہا ہے کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں اس سال آمدنی کے ذرائع تھوڑے ہیں۔ فصلات کی آمدنی کم ہوتی ہے اس لیے ہمارا خیال ہے کہ اب اس سلسلہ کو ختم کر دیں مگر مدرس نے کہا کہ مدارس میں کمی وبیشی قرض وغیرہ ہوا کرتا ہے۔ اس کا یہ طریقہ نہیں ہوتا کہ درمیان سال میں کسی مدرس کو مدرسہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اب جبکہ سال سے دو تین ماہ باقی ہیں جبکہ کسی دوسرے مدرسہ میں بھی یہ مدرس اس وقت مقرر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا سال تک گزارہ کریں آئندہ سال کے لیے آپ کے حالات جس طرح ہوں اس طرح کریں کیونکہ میں اس سال کے شروع سے مقرر ہوں انتہا تک

رہوں گا۔ آئندہ سال آپ کی مرضی ورنہ اگر ابھی سے فارغ کرنا چاہتے ہو تو اخیر سال تک کی تنخواہ دے دیں ان حالات کے پیش نظر جناب سے دریافت کیا جاتا ہے کہ از روئے شرع فتویٰ کیا ہے کہ مدرس مذکوران اپنے مشاغل اور اس ملازمت کو چھوڑ دے یا سال کے اخیر تک پورا کریں۔ مہتمم صاحب سال کے اخیر تک رکھیں کیونکہ مدرس کہتا ہے اگر میں درمیان میں فارغ ہو گیا ایک تو اپنی خدمت سے فارغ ہو گیا دوسرا بے روزگار ہو جاؤں گا اور سال کا معاہدہ پورا کیا جائے۔ لہٰذا جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں۔

مولوی گل محمد صاحب مدرس شاہی مسجد کہروڑ پکا تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

مدرسوں کا عموماً عرف یہ ہے کہ مدرسین سے ہر مہینے کا اجارہ الگ ہو رہا ہے۔ منگوانے کے بعد اگر کسی مدرس کو ہٹانا ہو تو مدرسوں کا عموماً اصول یہ ہے کہ اگر وقتی طور پر کوئی حادثہ پیش آ جائے اور اسے بلا تاخیر و تمہیل ہٹانا ہو تو جس مہینے میں اسے ہٹاتے ہیں اس مہینے کی اسے پوری تنخواہ دیتے ہیں اور ہٹا دیتے ہیں۔ مدرس اس میں کچھ کہہ نہیں سکتا اور اگر حالات کشیدہ نہ ہوں تو اسے ایک مہینہ پہلے معطل کرنے کی اطلاع دے دیتے ہیں اور مہینہ گزرنے پر اس مہینہ کی تنخواہ دے کر اسے جواب دے دیتے ہیں۔ چونکہ مدرسہ قاسم العلوم و خیر المدارس و دارالعلوم دیوبند ان کے آئین مرتب ہیں اور آئین کے تحت اقدام معطل کرنے کا کرتے ہیں اس میں سال وغیرہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جس مدرسے کا کوئی آئین نہ ہو تو مدرس سے جیسے پہلے رکھنے کے وقت معاملہ طے ہوا اس کے موافق عمل کرنا ہوتا ہے اور اگر مدرس اور مہتمم کے مابین کوئی بات طے نہ ہو کہ کتنے عرصہ تک رکھنا ہو تو جیسے بڑے اور مشہور اور عام مدارس کا عرف ہو اس کے مطابق ان کے مابین معاملہ طے ہوگا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر پورے سال تک رکھنا اس طرح شرط کیا ہے جیسے مدرس کہتا ہے کہ مجھے پورے سال کے لیے رکھنا ہوگا۔ تب تو درمیان سال میں جواب نہیں دے سکو گے۔ اگر ہٹاؤ گے تو سال کے بقیہ ایام کی تنخواہ بھی دینی ہوگی۔ تو اس صورت میں پہلے تو معاہدہ کے موافق آخر سال تک رکھنا مہتمم کو ضروری ہے۔ ایفاء عہد لازم ہے اور اگر ہٹانا ہی مطلوب ہو تو بقیہ ایام کی تنخواہ دے کر اسے ہٹائے گا۔ مذکورہ بالا معاہدہ کے موافق اور جو الفاظ سوال میں درج ہیں ان سے پورے سال کا معاہدہ باقاعدہ نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ احتیاطاً اخلاقاً مہتمم کو چاہیے کہ اگر مدرس میں عزل کی کوئی اور وجہ شرعی نہ ہو تو محض مذکورہ وجہ سے نہ ہٹائے اور جو مدرس نے قرض وغیرہ سے کام چلانے کو کہا ہے اس طریق کو اختیار کیا جائے مہتمم اور مدرسین اپنے مشاہروں میں تخفیف کر کے مدرسہ کے دوسرے اخراجات میں کفایت شعاری سے کام لے لیں اور چند مہینے اتفاق سے دینی خدمت انجام دے دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ماہ کے درمیان نکالا جانے والا مدرس پوری تنخواہ کا حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مبلغ نے مہتمم مدرسہ کے ساتھ آ کر روٹی کھائی اور جاتے وقت مبلغ نے مدرس کو مصافحہ کیا تو مدرس نے کہا کہ تو نے حرام کھایا ہے اور مدرس نے مبلغ کو دختر کی گالی گلوچ نکالنی شروع کی۔ تو مبلغ نے اس کو لاٹھی ماری تو مہتمم مدرسہ نے دونوں کو پکڑ کر ہٹا دیا۔ چار روز کے بعد جب مبلغ مدرسہ میں پھر آیا تو مدرس اور مدرس کے بھائی دونوں نے مل کر مبلغ کو خوب مارا اور بے عزتی کی تو مہتمم مدرسہ نے مہینہ کی اکیس تاریخ کو مدرس کو جواب دے دیا تو کیا مدرس ۱۰ دن کی تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں۔

مستفتی محمد امیر ٹھوکر چاون

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں مدرس پورے مہینے کی تنخواہ کا مستحق ہے۔ لہٰذا اس مدرس کو اس مہینہ کے آخری ۱۰ دن کی تنخواہ دینا مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدرس اگر امام بن کر مدرسہ میں مفت پڑھانے کا وعدہ کرے تو پھر تنخواہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مدرس درمیان سال کے اندر امامت کی ملازمت دوسری جگہ تلاش کی اور نائب مہتمم صاحب سے ملازمت کی اجازت صرف تین ماہ کے لیے کسی مجبوری کی وجہ سے طلب کی۔ نائب مہتمم صاحب نے مہتمم صاحب کے آنے تک اجازت دی۔ اس کے بعد معاملہ مہتمم کے سپرد ہو گیا۔ اس پر فریقین راضی ہوئے مہتمم نے آ کر فیصلہ کیا کہ مدرس کو دوسری جگہ ملازمت کرنے کی وجہ سے تعلیم میں نقص پڑتا ہے اور طلبہ کی طرف توجہ نہیں رہتی۔ اس لیے آپ کو ایک طرف رہنا ہوگا یا مدرسہ میں یا مسجد میں۔ مدرس نے مسجد کی ملازمت کو ترجیح دی تو مہتمم صاحب نے اخراج کا فیصلہ سنایا۔ بعد میں مدرس نے مفت سبق پڑھانے کے لیے طلب کیے۔ مہتمم نے مفت پڑھانے کی اجازت دے دی۔ مدرس نے سارے سال میں کبھی مدرسہ سے نہ چھٹی کی اور نہ گھر یا باہر جانے کی اطلاع دی بلکہ اپنی مرضی سے آتا جاتا رہتا اور انتظامیہ نے اور مدرس اس کی جگہ درمیان سال میں پہلے مدرس کی تنخواہ پر رکھا۔ پورا سال گزرنے کے بعد شعبان میں گزشتہ تنخواہوں کا مطالبہ کیا۔ مدرسہ کے بجٹ میں زائد مدرس کی تنخواہ کی گنجائش بھی نہیں ہے تو اس صورت میں مدرس تنخواہ کا مستحق ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

مولوی عبدالجبار مدرسہ مظہر العلوم مسجد منزل گاہ بندر روڈ سکھر سندھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال مدرس کا اسباق پڑھانا تبرع ہے۔ کسی قسم کا کوئی عقد تنخواہ نہیں ہوا لہٰذا اس تدریس کی وجہ سے یہ مدرس شرعاً تنخواہ کا حقدار نہیں اور تنخواہ کا مطالبہ شرعاً درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ صفر ۱۳۹۱ھ

نصف پر جانور کسی کو پالنے کے لیے دینا جائز نہیں ہے پرورش کنندہ کو اُجرت مثل دی جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید اپنی بھینس بکر کو نصف حصہ پر پرورش کے لیے دیتا ہے۔ گائے یا بھینس کی چھوٹی چھوٹی بچیاں تقریباً ڈیڑھ سال کی ہوئی ہیں۔ زید بکر کو کہتا ہے کہ یہ ڈیڑھ سالہ کٹی یا وچھی لے جاؤ اس کی پرورش کرو اس کٹی یا وچھی میں نصف حصہ تیرا اور نصف میرا ہے۔ چنانچہ ہر قسم کے چارے وغیرہ کا انتظام اور پرورش وحفاظت بکر ہی کرتا ہے زید سے متعلق اس کٹی یا وچھی کا کوئی خرچہ وغیرہ نہیں رہتا۔ بکر کی پرورش میں وہی کٹی یا وچھی بیاہی جاتی رہے۔ پہلی مرتبہ نوزائیدہ ہونے کی صورت میں ہمارے ہاں عرف میں یہ بات طے ہوتی ہے کہ جب تک یہ پہلا سودا بھینس یا وچھی دودھ دیوے اس دودھ کو بکر ہی کھاتا پیتا رہے۔ پھر جب دوسری مرتبہ وہی کٹی یا وچھی جواب مکمل بھینس یا گائے کے نام سے تعبیر کی جاسکتی ہے وہ بچہ دیتی ہے تو فریقین اس گائے اور بھینس کو مابین تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس کی قیمت لگا دی جاتی ہے اور قیمت بھی پرورش کرنے والا لگتا ہے دوسرا نہیں لگا سکتا۔ نصف حصہ کی رقم فریقین میں سے جو ایک کو دے دے تو بھینس دوسرے کو مل جاتی ہے۔ اب ہمیں اس میں چند امور دریافت طلب ہیں۔

(۱) بھینس کا بکر کو نصف حصہ پر پرورش کے لیے دینا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں جبکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ بہشتی زیور میں ناجائز لکھتے ہیں۔

(۲) بھینس کی نصف ملکیت بکر کی پرورش کرنے سے ہو جاتی ہے یا نہیں۔

(۳) اس طرح قیمت لگا کر بھینس کا ایک دوسرے کو لینا دینا بھی جائز ہوگا یا نہ۔

(۴) پرورش کرنے والا قیمت لگانے کا مجاز ہے یا نہیں علاوہ ازیں جواز یا عدم جواز کی کوئی صورت ہو سکے تو وہ بھی مرقوم فرمادیں۔ جواب باحوالہ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

حافظ محمد شریف غفرلہ ربانی شفاخانہ تحصیل وضلع وہاڑی

﴿ج﴾

جانور بطور شرکت پالنے پر دینے کی مسئولہ صورت جائز نہیں۔ اس صورت میں بچے اور دودھ سب مالک کا ہے اور پالنے والے کو اُجرت مثل دی جائے گی کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے اور اجارہ فاسدہ میں کام کرنے والے کو اجر مثل ملتا ہے۔ اس کی جائز صورت یہ ہے کہ جانور دیتے وقت جانور کی قیمت لگا کر کوئی ایک حصہ مثلاً نصف بکر پر فروخت کر دی جائے۔ جانور دونوں کا مشترک ہو جائے گا پھر بکر اس کی پرورش کرے اور فروخت کرنے کے بعد طرفین کی رضامندی سے قیمت نصف نصف تقسیم کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ کے مکان میں چکی لگانے والا مکان کیسے خالی کرے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا تھا۔ کرایہ دار نے اُس مکان میں آٹا پیسنے کی چکی لگا دی ہے۔ اب مالک مکان کہتا ہے کہ میرا مکان خالی کر دے۔ کرایہ دار کہتا ہے کہ میں نے ترے مکان میں چکی لگائی ہوئی ہے۔ چکی کو کہاں لے جاؤں۔ مالک مکان کہتا ہے کہ چکی کی رقم مقرر کر دیں۔ وہ رقم دینے کے لیے تیار ہوں اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

محمد صادق محلہ کوٹلہ

﴿ج﴾

اگر مالک مکان چکی لینے پر آمادہ ہے تو کرایہ دار کو یہ فیصلہ مان لینا چاہئے۔ دو دیندار منصف جو قیمت چکی کی طے کریں وہ رقم کرایہ دار لے کر مکان مالک کے حوالہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قرآن کریم پڑھانے والے اُستاد کو جوئے کی رقم سے تنخواہ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص حافظ قرآن بچوں کو قرآن مجید پڑھاتا ہے لیکن اس کی تنخواہ جوئے کی رقم سے ادا کی جاتی ہے۔ کیا اس صورت میں یہ تنخواہ لینی جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا تو جروا

﴿ج﴾

جس فنڈ سے حافظ کو تنخواہ دی جاتی ہے اگر وہ بالکل حرام خالص ہے۔ یعنی صرف جوے سے ناجائز طریقہ پر حاصل کردہ رقم اس فنڈ میں جمع کر کے تنخواہ ادا کرتے ہیں تو یہ تنخواہ حلال نہیں۔

اگر فنڈ کی آمدنی مشتبہ اور مختلط الحلال والحرام غالب الحلال ہو مثلاً جوے کی رقم کے علاوہ تجارت حلال اور چندہ کی صورت میں حاصل کردہ رقم بھی اس فنڈ میں جمع کیے جاتے ہیں اور حلال رقم غالب ہے تو اس سے تنخواہ لینے کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر اُجرت پر کسی کے گھر تک سامان پہنچانے کا ذمہ لیا اور سامان راستہ میں ضائع ہو گیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے عمر کا مال اس شرط پر گھر پہنچانے کا ذمہ اُٹھایا کہ اس کو عمر بیس روپے دے گا لیکن زید سے عمر کا مال اس کے گھر تک پہنچانے سے قبل ضائع ہو گیا۔ اب قابل دریافت یہ امر ہے کہ زید سے یہ مال وصول کیا جائے گا یا نہیں۔ جبکہ عمر کا زید سے یہی مطالبہ ہے کہ غائب کردہ مال مجھے واپس دے دے۔

عاشق الٰہی شاہ پور ضلع حیدر آباد

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ اگر اس مال کے ضیاع میں اس کی طرف سے کوئی تعدی اور قصور نہیں ہے تو اس کا ضمان اس پر نہیں آئے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدرسہ کے لیے چندہ کرنے والے کا چندہ کی رقم سے ایک تہائی یا چوتھائی لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک دینی ادارہ کے انتظامی امور اور تدریس حدیث بلا معاوضہ اور بغیر مشاہرہ کے سرانجام دے رہا ہے۔ اس کا ذریعہ معاش دکانداری اور تجارت ہے۔ جب اسے

بغرض فراہمی چندہ بطریق سفارت بھیجا جاتا ہے۔ تو اس کے کاروبار پر بہت اثر پڑتا ہے۔ چونکہ وہ کثیر المعارف اور عیالدار آدمی ہے اور کچھ مدیون بھی ہے۔ لہٰذا وہ ماحصل سے زادِ سفر کے علاوہ ثلث یا ربع لیا کرتا ہے۔ اس کے لیے شرعاً کیسا ہے جائز ہے یا نہ۔

ماسٹر عبدالعزیز ناظم مدرسہ تعلیم الدین صدیقیہ واقع مونڈ تحصیل وضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

اجرت غیر معین ہونے کی وجہ سے یہ اجارہ فاسدہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تحریک نظام مصطفیٰ میں قید ہونے والے اساتذہ کی تنخواہوں کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

پورے ملک میں جو نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے اسلامی تحریک چلی ہے اور اس تحریک میں جن مدرسین وائمہ حضرات نے حصہ لیا ہے اور دو تین ماہ جیلوں میں رہے ہیں اور اس عرصہ میں مدرسہ وغیرہ سے غیر حاضر رہے ہیں تو ان ایام کی تنخواہیں مسجد اور مدرسہ کے فنڈ سے دی جائیں یا نہ۔

قاری غلام محمد خطیب جامع مسجد جھنگ صدر

﴿ج﴾

مدرسہ قاسم العلوم اور خیر المدارس میں تو اُن کو تنخواہیں دے دی گئی ہیں۔ اس لیے آپ بھی رعایت کرتے ہوئے تنخواہ دے دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی مدرسہ والے مدرس کو مجبور کر کے دوسرے مدرسہ سے لے آئیں تو کیا رمضان کی تنخواہ مدرس کو دے سکتے ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر کسی مدرس کو سابقہ مدرسہ سے مجبور کر کے لایا جائے دوسرے مدرسہ کو شدید ضرورت ہو اور سابقہ مدرسہ ماہ رمضان کی تنخواہ نہ دے تو کیا بلانے والا مدرسہ ماہ رمضان کی تنخواہ دے دے یہ جائز ہے یا نہ؟

مولانا علی محمد صاحب مدرسہ دار العلوم کبیر والا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر مدرسہ کے مہتمم نے وعدہ کیا ہے کہ آپ کو ماہ رمضان کی تنخواہ ہم ادا کریں گے اور آپ ہمارے مدرسہ میں آ جائیں اور وہ مدرس رمضان کی تنخواہ جو اُسے سابقہ مدرسہ سے ملتی تھی چھوڑ کر دوسرے مدرسہ میں آ گیا۔ تو وہ عرفاً واخلاقاً اس مدرسہ سے رمضان کی تنخواہ لینے کا حقدار ہے۔ لہٰذا شرعاً بھی اُسے دینی چاہیے اور یہ تنخواہ اس کی تنخواہ میں اضافہ تصور ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کمپوڈر کو کوئی مریض خوشی سے کوئی تحفہ یا بخشش دے دے جبکہ اس کی خدمت سب کے لیے یکساں ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ حال سے میری سرکاری ہسپتال میں کمپوڈری کی ملازمت ہے اور تنخواہ مجھے سرکاری ملتی ہے اور ہر ماہ کے ختم ہونے کے بعد بدستور مل جاتی ہے اگر مجھے کوئی مریض بغیر مانگے کوئی چیز بطور دوائی اچھی دیں گے حالانکہ میں نہ کسی مریض سے مانگتا ہوں اور نہ کسی مریض سے سختی سے پیش آتا ہوں کہ مجھے یہ کوئی چیز دیں اپنی ایمانداری سے دل میں بھی یہ خیال کرنا کہ مجھے دیں اپنی ایمانداری سے جس طرح کسی کی دوائی ہوتی ہے اسی طرح دے دیتا ہوں اگر بغیر مانگے مندرجہ بالاتحریر کے اندر اور مطابق وقت دورو دینا میں لینا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا ثبوت مجھے کسی آیت یا حدیث کے ساتھ دیں۔

۲۵ جمادی الثانیہ ۱۳۷۱ھ

﴿ج﴾

اصل اس باب میں امام بخاری کی حدیث ہے جو حمید الساعدی سے مروی ہے۔ قال استعمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا من الازد یقال لہ ابن اللتبیۃ علی الصدقۃ فلما قدم قال ھذا لکم وھذا لی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فانی استعمل رجالا منکم علی امور مما ولانی اللہ فیاتی احدھم فیقول ھذا لکم وھذہ ھدیۃ اھدیت لی فھلا جلس فی بیت ابیہ او بیت امہ فینظر ایھدی لہ ام لا الخ وایضاً استعمل عمرؓ ابا ھریرۃ فقدم مال فقال لہ من این لک

هـذا قال تلاحقت الهدايا فقال له عمر اى عدو الله هلا قعدت في بيتك فتنظر ايهدى لك ام لا فاخذ ذلك منه وجعله في بيت المال قال عمر بن عبدالعزيز كانت الهديه على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم هدية واليوم رشوة (ذكره البخارى) وقال الخطابى حكم العقود ينظرهل يكون حكمه عند الانفراد كحكمه عند الاقتران ام لا (نقله صاحب المشكوة) وقال تعليل النبى صلى الله عليه وسلم دليل على تحريم الهدية التى سببها الولاية وقال الشامى وكل من عمل للمسلمين عملاً حكمه فى الهدية حكم القاضى شامى ص ۳۷۲ ج ۵ مطلب فى هدية القاضى.

مندرجہ بالا احادیث وآثار صحابہ وتابعین واقوال فقہاء سے معلوم ہوا کہ عہدیدار کو اگر کسی عہدے کی وجہ سے ہدایا پیش ہوتے ہوں وہ سب رشوت محرمہ میں داخل ہیں۔ یہ شخص اس عہدے پر نہ ہوتا پھر بھی جو دوست قریب وغیرہ ہدایا بھیجتے اس کو اس عہدے میں اتنی ہی مقدار سے تو جائز ہوتا اور اب اگر زیادہ مل رہا ہے تب بھی حرام ہے اور جو عہدے کے بغیر بالکل نہ دیتا اور اب دے رہا ہے وہ بھی۔ واللہ اعلم

الجیب مصیب مولانا محمد شفیع صاحب

امام مسجد کو ایامِ اسیری کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین دریں صورت کہ مسمی زید تقریباً نو سال سے ایک مسجد کا امام ہے اور اس نے اپنی تمام سابقہ زندگی میں کبھی بھی کسی تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا اتفاقاً اس مسجد سے تحریک ختم نبوت شروع ہوگئی جس کی بنا پر گورنمنٹ نے بغیر کسی وجہ کے صرف امامت ہی کی بنا پر زید کو سیفٹی ایکٹ میں گرفتار کر لیا۔ زید نے گرفتاری کے وقت اپنے ایک عزیز کو جو کہ پہلے ہی سے اس مسجد میں زید ہی کی وجہ سے صرف بیس روپے ماہوار موذن اور خدمت مسجد پر مامور تھا بغیر کسی مزید اضافہ تنخواہ کے اپنا قائم مقام مقرر کر دیا جو کہ زید کی عدم موجودگی (بوجہ اسیری) میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتا رہا کیا از روئے شرع زید کو اپنے ایام اسیری کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جائز ہے۔ (قال الشامیؒ ص۴۶۰ ج۴) فالذى تحرر جواز الاستنابة فى الوظائف ويؤيده مامر فى الجمعة بترجيح جواز استنابة الخطيب (الى ان قال) ويجب تقييد جواز الاستنابة بوظيفة تقبل الانابة كالتدريس بخلاف التعلم وحيث تحرر الجواز فرق بين ان يكون المستناب مساويا فى

الفضیلة اوفوقه او دونه کما هو ظاهر الخ ثم قال والمسئلة وضع فیها رسائل ویجب العمل بما علیه الناس وخصوصاً مع العذر وعلی ذالک جمیع المعلوم للمستنیب الخ ۔ پھر یہ عذر یقیناً اعذار سماویہ میں سے ہے جو بمنزلہ بیماری وغیرہ کے ہے اس لیے کہ حکومت نے اس کو از خود گرفتار کیا ہے۔ اس نے خود کو گرفتاری کے لیے پیش نہیں کیا تھا اس لیے اس استنابہ کے جواز میں تو کوئی شبہ نہ ہوا اور تنخواہ تمام کی تمام امام اصلی کو دی جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ

جس مدرس کو رمضان میں تنخواہ دی گئی ہو اور ذی قعدہ میں وہ مدرسہ چھوڑ دے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

ایک جدید مدرسہ نے یہ قانون رکھا ہے کہ جو مدرس شوال میں پھر داخل ہوگا اس کو رمضان کی تنخواہ ملے گی اس قانون کے مطابق ایک مدرس کو تنخواہ ماہ رمضان دی گئی اب اس مدرس نے ۱۳ ذوالقعدہ کو بیماری کی وجہ سے استعفیٰ دیا ہے اب مدرسہ والے مدرس کو کہتے ہیں کہ رمضان کی تنخواہ واپس کرو کیونکہ تم نے سارا سال نہیں دیا۔ مدرس کہتا ہے کہ سارا سال شرط نہیں ہے شرط محض یہ ہے کہ شوال میں داخل ہو اور شوال میں داخلہ ہوا اس کے علاوہ میں معذور بھی ہوں اور میں اب اس تنخواہ کا حقدار ہوں کہ نہیں شرعاً اس کا کیا حکم ہے۔

فقیر محمد از بندہ کوٹ ضلع جیکب آباد

﴿ج﴾

رمضان کی تعطیلات کی تنخواہ کا اس طرح مدرس حقدار ہے اس سے یہ تنخواہ واپس نہیں وصول کی جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ شوال ۱۳۷۲ھ

اگر شعبان میں مدرسین کو بتایا جائے کہ چھٹی کی تنخواہ نہیں ملے گی وہ پھر بھی مطالبہ کر سکتے ہیں آدھے ماہ میں نکالے جانے والے مدرس کے لیے بقیہ ایام کی تنخواہ کا حکم

﴿س﴾

حضرت مولانا مفتی صاحب دامت برکاتکم ۔ بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل معروضات پیش خدمت ہیں۔ امید ہے جناب والا ان کی شرعی پوزیشن واضح فرما کر ارسال فرمائیں گے۔ نوازش ہوگی۔

(۱) جب کچھ لوگ ایک ادارہ بنائیں اور اپنے قوانین اس کے لیے منتخب کریں یا وہ اراکین اس پر خرچ کریں تو ایک ایسا ادارہ دوسرے اداروں کے قوانین میں آ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) جب دار العلوم اسلامیہ شعبان کے مہینہ میں یہ فیصلہ کرے کہ رمضان شریف کی تنخواہ کسی مدرس کو نہ دی جائے گی اور سب مدرسین کو کہے کہ تم ہماری طرف سے آزاد ہو اگر تمہیں کسی دوسرے دار العلوم میں ملازمت مل جائے تو آپ خودمختار ہیں۔ تو اس صورت میں اگر مدرس صاحب رمضان شریف کی تنخواہ مانگیں تو شرعاً اس کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

(۳) شعبان کی دسویں تاریخ کو جب دار العلوم مدرس کو مستعفی کرے (نالائقی کی وجہ سے) تو بقیہ شعبان کے بیس دن کا وہ مستحق ہے کہ اس کو تنخواہ دی جائے یا نہیں اور اگر شعبان کی دسویں تاریخ کو مستعفی مدرس صاحب رمضان شریف کی تنخواہ مانگیں تو شرع شریف میں اس کا کیا حکم ہے۔ براہ کرم ان معروضات کا جواب شرعی پوزیشن میں فراہم کریں۔

مدرسہ دار العلوم اسلامیہ مردان

﴿ج﴾

(۱) جب کچھ لوگ ایک ادارہ بنائیں اور اس کے لیے اپنے قوانین منتخب کرلیں وضع کریں بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہوں تو اس ادارے کے مہتمم و مدرسین و دیگر عملہ ان سب کو اس پر چلنا اور ان کا پابند رہنا ضروری ہوتا ہے۔ ان کو اپنے قوانین (جن کا انہوں نے گویا کہ خود التزام کیا ہے) کا خلاف جائز نہیں۔ نیز معروضہ اسلامی اداروں والے جو قوانین و ضوابط وضع کرتے ہیں تو چونکہ منصوص عرفیہ میں نہیں ہوتے ہیں بلکہ ہر ادارے والے اپنی تعلیمی مصلحتوں کو مالی اخراجات کو دیکھتے ہوئے قوانین وضوابط وضع کرتے ہیں اس لیے اگر کسی ادارے کے اپنے اصول وضوابط ہیں تو ان پر دوسرے ادارے کے قوانین کا پابند رہنا واجب ولازم نہیں بلکہ ان کا اپنے قوانین کا (جن کو انہوں نے وضع کیا اور گویا ان پر چلنے کا عہد و میثاق کیا) پابند رہنا لازم وواجب ہوگا۔

(۲) اگر دار العلوم اسلامیہ کا ابتداہی سے یہ قانون ہو کہ رمضان المبارک کی تنخواہ کسی مدرس کو نہیں دی جائے گی اور اس کے بعد مدرس کو اس ضابطے کا علم بھی ہے اور دار العلوم میں ملازمت اختیار کرتا ہے تو پھر مدرس کے لیے رمضان المبارک کی تنخواہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں لیکن اگر دار العلوم اسلامیہ کا پہلے سے یہ ضابطہ نہ ہو اور مدرسین پورا سال اس میں خدمت انجام دیتے رہے اور ادارہ شعبان میں یہ فیصلہ کرے کہ رمضان المبارک کی تنخواہ کسی مدرس کو نہیں دی جائے گی تو دار العلوم اسلامیہ کا یہ فیصلہ اس وقت عرف مدارس کے خلاف غلط ہے اس لیے ہر مدرس کو دیگر مدارس کے عرف کی بنا پر رمضان المبارک کی تنخواہ کا مطالبہ جائز و صحیح ہوگا شرعاً بھی انہیں یہ حق حاصل ہوگا۔

(۳) اگر دار العلوم اسلامیہ کا اس بارے میں کوئی ضابطہ ہے تو مدرس و مہتمم دونوں کو اس کا پابند رہنا ضروری ہے اور

اگر دار العلوم کا اس بارے میں کوئی قانون نہ ہو تو بنا بر قوانین وضوابط دیگر مشہور و عام مدارس کے مدرس کو (باوجود نالائقی کے معزول کرنے کے) شعبان کے مہینے کی تنخواہ دینا لازم ہوگا شرعاً بھی وہ مستحق ہے۔ باقی اس مدرس کی بھی رمضان المبارک کی تنخواہ کے بارے میں بات اوپر آ گئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کوئی مدرس سالانہ تعطیلات میں آئندہ سال کے لیے دوسرے مدرسہ والوں سے معاہدہ کرے لیکن پرانے مدرسہ سے چھٹیوں کی تنخواہ وصول کرے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مدرس عربی سالانہ تعطیلات متعلقہ مدرسہ والوں کو بتلائے بغیر کسی مدرسہ سے آئندہ سال کے لیے خفیہ طور پر بات چیت کر لیتا ہے مگر ایام تعطیلات کی تنخواہ کے حصول کی خاطر متعلقہ مدرسہ سے بھی روابط برقرار رکھتا ہے اور جب شوال میں نئے سال کی تعلیم کے لیے اسباق تقسیم ہو جاتے ہیں تو مدرسہ والے مطمئن ہو کر مدرس مذکور کو ایام عطلہ کی تنخواہ ادا کر دیتے ہیں کہ اب کیا خطرہ ہے مگر مدرس مذکور تنخواہ لینے کے فوراً بعد اپنے پروگرام کے مطابق نئے سال کے لیے تعلیم کی بسم اللہ پڑھانے سے بھی پہلے دوسرے مدرسہ کی خاطر مدرسہ والوں کو صاف جواب دے کر چلا جاتا ہے۔ مدرسہ والے ہزار منتیں کرتے ہیں مگر ایک بھی نہیں سنتا کیا مذکورہ بالا صورت کے پیش نظر مدرس مذکور ایام عطلہ کی تنخواہ کا مستحق ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

مدرسہ عربیہ اسلامی بورے والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

اس کے متعلق واضح رہے کہ اگر مدرس رکھتے وقت مدرس کے ساتھ ایام عطلہ کی تنخواہ کے متعلق کچھ طے کیا گیا ہو تب اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا اور اگر کچھ بھی اس کے بارہ میں پہلے سے طے نہ کیا گیا تھا تب عام مدارس کے اصول کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ وفاق المدارس کا چونکہ قانون ہے کہ جو مدرس شعبان میں آئندہ سال نہ آنے کی اطلاع کر دے اور شعبان میں استعفا پیش کر دے تب تو اس کو رمضان کی تنخواہ دی جائے گی اور اگر شعبان میں مدرسہ کو کسی قسم کی اطلاع نہ دے بلکہ رمضان میں یا اس کے بعد استعفیٰ پیش کر دے تو اس صورت میں اس کو رمضان کی تنخواہ نہ دی جائے گی بلکہ جتنے ایام وہ کام کر چکا ہے اس کی تنخواہ کا مستحق ہوگا زائد کا نہیں کیونکہ بے وقت اطلاع دے کر اس نے مدرسہ کے

ساتھ دھوکہ کیا ہے لہٰذا ایام عطلہ کی تنخواہ کا مستحق نہ بنے گا۔صورت مسئولہ میں وفاق کے اصول کے مطابق مدرس مذکور ایام عطلہ کی تنخواہ کا مستحق نہیں ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاوّل ۱۳۸۴ھ

درمیان سال میں نکالے جانے والے مدرس کا سال بھر کی تنخواہوں کا مطالبہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک مدرسہ کے مہتمم صاحب نے بواسطہ عمرو کے ایک مولوی صاحب کو اپنے مدرسہ میں مدرس مقرر کیا اور مولوی صاحب اس معاملہ سے بے خبر تھا۔ جب کسی طرح مذکورہ معاملہ سے باخبر ہوگیا تو رائے تحقیق کی کہ آیا تقرر ہوا ہے یا نہیں مہتمم صاحب کے پاس ۶ شوال کو پہنچا۔رات ان کے پاس رہا لیکن طرفین میں تقرر کے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی۔لہٰذا مولوی صاحب عدم گفتگو کو عدم تقرر سمجھ کر واپس ہوگیا۔اس کے بعد ضرورت محسوس ہونے پر مہتمم صاحب نے ۸ شوال کو آدمی بھیج کر مولوی صاحب کو بلایا۔مولوی صاحب نے ۱۹ شوال مدرسہ پہنچ کر ۲۰ شوال کو اسباق شروع کرادیے۔ بعدہ حسب ضرورت مولوی صاحب جمعرات کی شام کو گھر چلے جاتے اور ہفتہ کی ظہر یا کبھی اتوار کو آجاتے۔۲۲ ذی قعدہ کو مہتمم صاحب نے مولوی صاحب کے اُستاد کو بلا کر کہا کہ مولوی صاحب ناغہ زیادہ کرتا ہے تعلیم کا نقصان ہو رہا ہے اب تک اس نے اٹھارہ چھٹیاں کرلی ہیں۔لہٰذا آپ مولوی صاحب کو فرمادیں کہ چلے جائیں۔اس طرح سے مولوی صاحب کا مدرسہ سے اخراج ہوا۔اب مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے لہٰذا مجھے پورے سال کی تنخواہ ملنی چاہیے۔ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر قانوناً مدرسہ ۱۱ شوال سے کھل جاتا ہے اور میرا تقرر ۱۹ شوال سے ہوا ہے۔تو ۱۸ دن میں ان آٹھ دنوں کو بھی شمار ہوگا جن میں مجھے میری تقرری کا علم بھی نہیں تھا۔

(۲) حسب قاعدہ مدرسہ ایک مدرس سال میں ۲۵ دن کی چھٹی بلاوضع تنخواہ کرسکتا ہے۔چاہے ابتدا میں یا وسط میں یا اخیر میں متفرق کرے یا مجتمع اور اگر چھٹیاں ۲۵ دن سے بڑھ جائیں تو بوضع تنخواہ مدرس کو اجازت ہوتی ہے۔

(۳) ہمارے ہاں مدارس کا عرف یہ ہے کہ مدرس کو کم از کم ایک سال کے لیے رکھا جاتا ہے مدرسہ کے قانون سے تجاوز کی صورت میں قابل تنبیہ ہوتا ہے بشرطیکہ اخلاقی یا شرعی دائرہ سے تجاوز نہ کرے۔البتہ تعلیم و تدریس میں نہ چلنے کی وجہ سے یا طلبہ کے غیر مطمئن ہونے کی صورت میں مہتمم کو اخراج کا اختیار ہے لیکن ایک مہینہ پہلے اطلاع دینا ضروری

ہے۔عدم اطلاع کی صورت میں ایک ماہ کی تنخواہ دینی ہوگی۔اب مسئلہ یہ ہے کہ جب طلبہ ومدرسہ والے تعلیم واخلاقی وضع قطع شرعی سے مطمئن تھے کتابیں بھی ٹھیک ہورہی تھیں۔مذکورہ رخصت سے بھی مقدار تعلیم میں فرق نہیں تھا۔اب صرف ناغہ کے بہانے سے نکالنا جبکہ میں نے ۲۵ دن میں سے صرف دس دن رخصت کی ہے اور جو آٹھ دن مہتمم صاحب نے شمار کیے ہیں ان میں تو مجھے اپنی تقرری کا علم بھی نہیں تھا۔بالفرض مہتمم صاحب کا شمار صحیح رکھا جائے پھر بھی چھٹیاں باقی رہتی ہیں اور اگر نہ بھی رہیں تو بھی حسب قاعدہ مدرسہ زائد رخصت کے بالمقابل وضع تنخواہ کرے دوسری صورت میں تنبیہ کرتے اخلاقی اطلاع دیتے۔اب مہتمم صاحب نے مذکورہ بالا امور سے قطع نظر کر کے بلاوجہ شرعی واخلاقی وعقلی جواب دے کر کسی غریب کو پورا سال بے روزگار بنایا اور جواب بھی اس وقت دیا کہ کسی اور مدرسہ میں جگہ ملنے کی اُمید بھی نہیں کی جاسکتی۔کیا یہ شرعاً جائز ہے اور سال بھر کی تنخواہ کا میرا حق بنتا ہے یا نہیں۔

محمد یعقوب صاحب نظامانی مدرسہ مدینۃ العلوم بھینڈ ہ شریف ڈاک خانہ خاص ضلع حیدرآباد

﴿ج﴾

اگر مدرسہ کا کوئی دستور ہے یا تقرری کے وقت مہتمم مدرسہ سے کوئی معاہدہ طے پایا ہے پھر تو اس کے مطابق عمل ہوگا۔اگر کوئی طے شدہ معاملہ نہیں تو عام مدارس کے اصول کے مطابق فیصلہ ہوگا اور عام طور پر بڑے مدارس کا دستور مرتب ہے اس کے مطابق فیصلے ہوتے ہیں۔اس میں سال بھر کے لیے تقرر کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔عام اصول کے مطابق آپ کا تقرر ۱۹ شوال سے سمجھا جائے گا اور زیادہ سے زیادہ آپ شوال کے بقیہ ایام اور ذی قعدہ کی تنخواہ کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ہفتہ کے دن کی اگر آپ نے رخصت مہتمم صاحب سے لے لی ہے تو حاضری ورنہ غیر حاضری متصور ہوگی۔۲۵ دن کی رخصت کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب مدرس رخصت منظور کرا کر جاتا ہے۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ المحرم ۱۳۹۹ھ

بے قصور مدرس کو جب اثنائے ماہ میں نکالا گیا تو پورے ماہ کی تنخواہ لازم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مدرس قرآن کا کسی ایسے شخص سے جھگڑا ہوگیا جو برائے نام مدرسہ کا رکن ہے۔کبھی کبھی چندہ کر کے کچھ مدرسہ کو بھی دیتا ہے مدرس نے کہا کہ تیرا گھر قریب ہے عین روٹی کے وقت آجاتا ہے۔طلباء کی پکی روٹی سے تو بھی کھاجاتا ہے اس سے طلباء کو تکلیف ہوتی ہے۔اس پر فریقین مشتعل ہوگئے اس شخص نے مدرس کو لاٹھی ماردی مدرس نے کہا کہ میں بدلہ لوں گا۔چنانچہ موقع پر مدرسہ سے باہر اس کو ایک دو لاٹھیاں ماردیں تو اس پر

مدرسہ کے مہتمم نے مہینہ کی ۲۰ تاریخ کو اچانک جواب دے دیا تو سوال یہ ہے کہ کیا اس ماہ کے آخری دس دن کی تنخواہ کا مدرس حقدار ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

سائل محمد شفیع سابق مدرس تعلیم القرآن لکڑ ہٹہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ مدرس پورے مہینے کی تنخواہ کا مستحق ہے۔لہٰذا اس مدرس کو اس مہینے کے آخری دس دن کی تنخواہ دینا مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

مدرس اگر مسجد میں امام وخطیب بن جائے کیا اُس کا اخراج جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مدرس مدرسہ میں ایک دو سال عربی تعلیم دیتا ہے۔شہر میں زیادہ اخراجات کی وجہ سے کہیں مدرس صاحب نے خطابت کرنا شروع کر دی اور خطابت کی وجہ سے اپنی ڈیوٹی میں کچھ کمی نہیں کرتا۔مولانا صاحب مدرسہ کے اور بوجھ اُٹھانے کے لیے تیار ہیں اور اُٹھایا بھی ہے لیکن غیر عالم مہتمم صاحب نے مدرس کو کہا کہ یا تو مدرسہ میں رہ یا محض خطابت کر کیونکہ میرے ذوق کے خلاف ہے کہ دونوں کام کیے جائیں نہ والی مدرسہ کی طرف سے شرط یہ ہے کہ خطابت کا ممنوع ہونا۔نہ والی مدرسہ کے دستور میں ممنوع ہے نہ والی مدرسہ کی کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا ہے بلکہ یہ ایک غیر عالم مہتمم صاحب نے مولانا صاحب کو کہا کہ خارج ہو جا مدرسہ سے یا محض مدرسہ میں رہے۔مہربانی فرما کے بتائیں کہ مولوی صاحب کا اخراج جائز ہے یا ناجائز ہے۔اگر نکالنا جائز ہے تو کیوں۔اگر نہیں ہے تو پھر مولوی صاحب سارے سال کی تنخواہ کا حقدار ہے یا نہیں۔حالانکہ اخراجات مدرسہ اراکین مدرسہ اور چندہ پر ہوتے ہیں۔ بینوا توجروا بالدلائل والتفصیل

﴿ج﴾

خطابت اور تدریس آپس میں شرعاً منافی نہیں اور جبکہ مدرسہ کے دستور میں کسی مدرس کے لیے خطابت ممنوع نہیں تو محض اس وجہ سے مدرسہ سے اخراج کی کوئی شرعی وجہ نہیں ہوسکتی۔خصوصاً جبکہ خطابت کی وجہ سے مدرسہ کی ذمہ داری میں کچھ کوتاہی بھی نہیں ہوتی۔ یہاں ہمارے مدارس میں تو کئی مدرس تدریس وخطابت دونوں کام سرانجام دیتے ہیں۔ باقی مدرس نے جتنا عرصہ مدرسہ کا کام سرانجام دیا ہے اس عرصہ کی تنخواہ کا وہ شخص مستحق ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ صفر المظفر ۱۳۹۱ھ

وقف زمین کو کرایہ پر دینے کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ارض موقوفہ بنام عیدگاہ کی مستاجری اگر بذریعہ بولی زیادہ ہوتی ہو تو کیا بذریعہ بولی مستاجری پر دینا ضروری ہے اور اگر کسی خادم دین یا عالم دین کی رعایت کرتے ہوئے وہ موقوفہ زمین کم قیمت پر مستاجری پر دی جائے تو کیا یہ جائز ہے اور اگر اس زمین جیسی زمین جو قرب و جوار میں ہے کا جو نرخ ہو اس سے بذریعہ بولی زیادہ اُجرت ملتی ہو تو متولی وقف کو شرعاً یہ اجازت ہے کہ کسی شخص کی رعایت کرتے ہوئے بولی نہ دلوائے بلکہ وہی عرفی اجرت پر دے اور اگر ترک بولی اور خصوصی رعایت میں عوام سے قبضہ کا خطرہ ہو تو ترجیح کس جانب کو ہونی چاہیے۔

﴿ج﴾

قال ابن عابدين في رسالته تحرير العبارة فيمن هو اولٰى بالاجارة (رسائل ابن عابدين رحمه الله ص ۱۶۵ ج ۲) المقصد في تحرير ما هو المرام من هذا الكلام حيث علمت ماقررناه من كلام علمائنا ظهرلک انه اذا فرغت مدة اجارة المستاجر وليس له في الارض كردار من بناء او غرس او كبس ولامشد مسكة وجب عليه تسليم الارض للموجر اذا امتنع من ايجارها له وليس للمستاجر ان يقول انا احق باستيجارها لها لانها كانت بيدى اذ لاقائل بذلک من اهل مذهبنا ولا وجه له اصلامع ما يلزم على ذلک من الضرر والاستيلاء عل الاوقاف ونحوها بلا مسوغ شرعي حيث تبقى الارض بيده مدة طويلة لا يقدر المؤجر على تحصيل الاجرة (الى ان قال) وصرح في الاسعاف وغيره بانه لوتبين ان المستاجر يخاف منه على رقبة الوقف يفسخ القاضي الاجارة ويخرجه من يده انتهٰى فهذا اذا كانت مدة الاجارة باقية فكيف اذا فرغت وانقضت ولم يبق له فيها حق اصلا وهذا ايضًا اذا كان يدفع اجرة المثل تمامًا فكيف اذا كان لا يستأجر الا بدون اجرة المثل (الى ان قال) ووجه كونه احق من غيره فيما اذا كان مستاجرا اجارة صحيحة وزادت الاجرة من اثناء المدة الى قوله) فاذا انتهت المدة لم يبق له حق فح يخير الموجر بين ابقائها معه بتجديد عقد آخر او ايجارها بغيره باجر المثل الا اذا كان له فيها حق القرار الى قوله. واذا لم يكن لها فيها حق القرار وفرغت مدة اجارته فلا قائل بانه احق من غيره وانه يلزم الموجر يجارها منه فان هذا مخالف لما اطبقت عليه كتب ائمتنا متونا وشروحا وفتاوىٰ الى ان قال لكن صرح في

اجارات الدر المختار بان المختار قبول الزیادة فیفسخها المتولی فان امتنع فالقاضی ثم قال بعد اسطر للمتولی فسخها وعلیه الفتویٰ وقال فی شرح الملتقی اما علی روایة شرح الطحاوی فیفسخ وتجدر للآتی من الزمان وهو الصحیح وعلیه الفتویٰ انتهی قلت وبه افتٰی فی الخیریة وهو الموافق لقولهم انه یفتی بما هو انفع للوقف، وفی اجارات متن التنویر وشرحه الدر المختار وکذا یفتی بکل ما هوا نفع للوقف فیما اختلف العلماء فیه حتی نقضوا الاجارة عند الزیادة الفاحشة نظرًا للوقف وصیانة لحق الله تعالٰی. حاوی القدسی انتهٰی. ویشیر الی هذا قول البدائع اجر دارا هی ملکه ثم غلا اجر الدار لیس له ان یفسخ العقد الا فی الوقف فانه یفسخ نظرًا للوقف ومقتضی هذا انه لو حکم قاضی حنفی بروایة عدم الفسخ لا ینفذ حکمه لان القاضی لیس له الحکم بخلاف معتمد مذهبه کما صرحوا به الی ان قال ذکر فی شرح الاشباه للبیری عن الحاوی الحصیری اذا زاد اجر المثل زیادة فاحشة کان للمتولی ان یفسخ الاجارة. الی قوله) والحق ان کل ما لا یتغابن الناس بمثله فهو زیادة فاحشة نصفا کانت او ربعًا وهو ما لا یدخل تحت تقویم المقومین فی المختار انتهٰی. قلت ویؤید ما فی البحر حیث قال ولعل المراد بالزیادة الفاحشة ما لا یتغابن الناس فیها. والواحد فی العشرة یتغابن الناس فیه کما ذکروه فی کتاب الوکالة وهذا قید حسن یجب حفظه الخ

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ رعایت وقف مقدم ہے۔ پس اگر دوسرا شخص زمین کی اُجرت نفعتاً نہیں بڑھاتا بلکہ واقعی اس زمین کی اجرت بڑھ گئی ہے تو جو شخص اجرت زیادہ دے اس کو زمین اجارہ پر دی جائے لیکن اگر تھوڑا سا فرق ہے تو جس کو پہلے سے زمین اجارہ پر دے رکھی ہے اُس کے پاس چھوڑ دی جائے۔ اگر زیادہ فرق ہے کہ عام طور پر لوگ اس تفاوت کے ساتھ معاملات نہیں کیا کرتے تو پہلے اجارہ کو توڑ دے۔ اگر وہ زیادہ رقم دینے پر راضی نہ ہو تو جو شخص زیادہ اجرت دے اس کو اجارہ پر دے دی جائے۔ البتہ اس کا لحاظ رکھے کہ کسی ایسے شخص کو نہ دے جس سے وقف کے ضیاع یا قبضہ وغیرہ کا خطرہ ہو۔ یہ حکم اسی وقت ہے جب مقررہ اجارہ باقی ہو اور اگر مدت اجارہ ختم ہو چکی ہے تو جو زیادہ اجرت دے اور انفع للوقف ہو اس کو دے دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ محرم ۱۳۹۵ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
مورخہ ۲۴ محرم ۱۳۹۵ھ

مسجد کے مکان کو ناجائز قابض سے چھڑانے کے لیے جو مقدمہ کیا گیا اُس کا خرچ کس کے ذمہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں مسمی محمد حسین ولد حاجی محمد رمضان قوم پھلرون سکنہ محلّہ فرید آباد بیرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر مسجد موسومہ حاجی رحمت اللہ والی محلّہ فرید آباد کا متولی ہوں۔ مسجد موصوف کی ملکیت میں صرف ایک چھوٹا سا مکان ہے جو کہ میں متولی نے اپنی گرہ سے خرچ کر کے تعمیر کرایا کہ اس کی آمدنی سے مسجد شریف کے اخراجات میں سہولت ہو اور ایک دوسرا ٹکڑا اراضی جس میں حجرہ تعمیر شدہ ہے باقی صحن ہے۔ پہلے مکان کا کرایہ مبلغ تیرہ روپے ماہوار وصول ہوتا ہے۔ دوسرے کا کرایہ جس میں حجرہ تعمیر شدہ ہے دس روپے ماہوار کرایہ تھا جو کہ تمام مسجد مذکور پر خرچ ہوتا تھا بلکہ باقی خرچہ میں متولی خود برداشت کرتا ہے۔ مکان نمبر ۲ حجرہ والا مسمی مختار حسین کو ۱۰ روپے ماہوار کرایہ پر دیا۔ کچھ عرصہ تو کرایہ ملتا رہا لیکن بعد میں مسمی مختار حسین نے مکان مذکور کا کرایہ بند کر دیا تو اس صورت میں تنگ آ کر عدالت دیوانی میں دعویٰ بے دخلی مسجد شریف بذریعہ حاجی محمد حسین متولی مسجد برخلاف مختار حسین دائر کیا جس میں ۱۷ ماہ کا کرایہ مبلغ ۱۷۰ روپے تھا۔ مطالبہ کیا مگر جواب میں مختار حسین صاحب نے مسجد کی ملکیت سے انکار کر دیا بلکہ اپنے ملک ہونے کے متعلق کوشش شروع کر دی۔ تقریباً تین سال دعویٰ کے بعد عدالت دیوانی نے مختار حسین کو مکان مذکور سے بے دخلی کا آرڈر جاری کیا۔ نیز کرایہ ۱۷۰ روپے وخرچہ مقدمہ سمیت مبلغ ۴۶۳ روپے کی ڈگری کر دی۔ جس کی وصولی نہیں ہوئی۔ البتہ اب ساڑھے تین روپے اس کی تنخواہ سے ہر ماہ وصول ہونے کی اُمید ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ دائری دعویٰ سے بے دخلی تک تقریباً ساڑھے چونتیس ماہ کا کرایہ مبلغ ۳۴۵ روپے بذمہ مختار حسین واجب تھے جس کا دعویٰ یونین کمیٹی میں دائر کر کے ڈگری کرا لیا۔ اتنی مدت عدالتوں میں مقدمے بازی کرنے سے مسجد کا کافی روپیہ خرچ ہو گیا ہے۔ حالانکہ مسجد کی آمدنی صرف ایک مکان جس کا کرایہ صرف تیرہ روپے تھا ہوتی رہی۔ وہ بھی ساری خرچ ہو گئی بلکہ مسجد شریف اس وقت کافی مقروض ہے۔ کیونکہ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ دریں وقت مختار حسین مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں غریب آدمی ہوں مجھے دوسرے ڈگری کا روپیہ محمد حسین بحیثیت متولی کے چھوڑ سکتا ہے۔ چھوڑ دے یا اس ڈگری کا جزوی حصہ چھوڑ دے میں نے جواب دیا ہے کہ میں اپنے ساتھ والے جو کہ مسجد شریف کے منتظمین میں سے ہیں مشورہ کروں گا۔ منتظمین نے جواب دیا کہ روپیہ مسجد کا ہے ہم کوئی مشورہ نہیں دیتے کہ روپیہ چھوڑ دیا جائے اس لیے علماء کرام کے فتویٰ کی صورت محسوس ہوئی ہے۔ از روئے شریعت فتویٰ عنایت فرمائیں کہ میں متولی روپیہ ڈگری چیئرمین والی شرعی یا جزوی حصہ مختار حسین کو چھوڑ

سکتا ہوں۔ نیز اگر روپیہ مختار حسین دینا چاہے تو اس کے لواحقین بھی ادا کر سکتے ہیں نیز جتنا روپیہ خرچ ہوا ہے یہ سب مسجد کے لیے ہے یہ جو رقم ملی یہ بھی مسجد پر خرچ ہوگی۔

محمد حسین متولی مسجد موسومہ حاجی رحمت اللہ والی محلہ فرید آباد ملتان شہر

﴿ج﴾

جس صورت میں کہ مدیون متمرد ہے اور باوجود استطاعت دین کے ادا کرنے میں تساہل و انکار کرتا ہے اور دائن بمجبوری نالش کر کے قرض وصول کرتا ہے تو اس حالت میں مدیون سے خرچہ عدالت لینا درست ہے کہ سبب اس خرچ کا مدیون ہوا ہے۔ شامی میں ہے۔ **وفي منية المفتي مؤنة المشخص قيل في بيت المال وفي الاصح على المتمرد الخ. وفي البزازية ويستعين باعوان الوالي على الاحضار واجرة الاشخاص في بيت المال وقيل على المتمرد الخ** (شامی ص ۳۲ ج ۴ (کذافی عزیز الفتاویٰ ص ۶۲۶ ج ۱) پس صورت مسئولہ میں جبکہ مقدمہ کے اخراجات مسجد کے فنڈ سے ادا کیے گئے ہیں تو اصل کرایہ مع خرچ مقدمہ لینا درست ہے اور چونکہ یہ تمام رقم مسجد کے لیے ہے اس لیے مسجد کے متولی کو اس رقم کا کل حصہ یا بعض حصہ مدیون کو معاف کرنے کا حق حاصل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ

جس مدرس کو آئندہ سال نہ رکھنے کا پروگرام ہو تو امسال تعطیلات کی تنخواہوں کا حقدار ہے یا نہیں

﴿س﴾

گزارش ہے کہ مدرسہ قاسم العلوم یا دیگر بڑے مدارس عربیہ اسلامیہ کا اس امر میں کیا قانون ہے کہ آخر سال میں تعطیلات کے وقت جس مدرس کو آئندہ کے لیے عدم ضرورت کی وجہ سے خارج کیا جائے تو اسے شعبان و رمضان دو ماہ یا صرف شعبان ایک ماہ یا صرف ایام کارکردگی شعبان پندرہ یوم کی تنخواہ دی جاتی ہے اور اگر مدرس آئندہ کے لیے انکار کرے تو پھر مذکورہ تفصیل کے مطابق کتنی تنخواہ کا مستحق ہے۔ خارج کردہ یا خارج شدہ مدرس کو اگر دوبارہ اسی مدرسہ والے بلا کر تعطیلات کے اختتام کے دو ماہ بعد رکھیں تو پھر کیا قانون ہے۔ بینوا توجروا

شیر محمد مہلوالوی مدرسہ اسلامیہ عربیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ جامع مسجد ضلع لائل پور

﴿ج﴾

مدرس کو مدرسہ والے شعبان کے مہینہ میں مستعفی کر دیں تو وہ بنابر قانون دار العلوم دیوبند، قاسم العلوم و خیر المدارس شعبان و رمضان المبارک دونوں مہینوں کی تنخواہ کا مستحق ہے اور اگر وہ خود مستعفی ہو جائے تو خیر المدارس و دار العلوم دیوبند

کے دستور کے تحت وہ صرف شعبان کی تنخواہ کا مستحق ہے۔ اس صورت میں اسے رمضان المبارک کی تنخواہ نہیں دی جاتی لیکن مہتمم صاحب مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے یہ معلوم ہوا کہ پہلے ہمارا یہی دستور تھا لیکن اب اگر آئندہ سال سے تا آخر سال مدرسہ میں کام کرے اور شعبان میں خود استعفیٰ داخل کردے تو اسے شعبان و رمضان دونوں مہینوں کی تنخواہ دیتے ہیں۔ گویا کہ مہتمم مدرسہ کی طرف سے اس کے ساتھ یہ سلوک ہے دستور وہی سابق ہے اور خارج شدہ یا کردہ مدرس کو اگر دوبارہ اسی مدرسہ میں دو مہینے کے بعد رکھیں تو اس کے لیے جدید اجارہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

کسی طالب علم کا کوئی عزیز کسی مدرس کی مالی امداد کرتا ہے تو جائز ہے

جس مدرس کو مدرسہ کے اصول سے ہٹ کر چھٹی کی ضرورت ہو اور نصف دن کے لیے قائم مقام مقرر کرے تو تنخواہ کا کیا حکم ہے، کیا مدرس کی بیماری کی وجہ سے تنخواہ کاٹنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک مدرس مدرسہ عربیہ میں ملازم ہے اور اس کی تنخواہ بھی مدرسہ کی طرف سے متعین ہے اور ایک صاحب اس مدرس کی وقتاً فوقتاً امداد کردیتا ہے کیا اس مدرس کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہ۔ صورت مسئولہ میں ایک دفعہ مدرس ہذا کے پاس یہ صاحب مذکور امداد کرنے والا چونکہ اس کا لڑکا پڑھتا تھا اور وہ اپنے لڑکے کا استاد سمجھ کر خدمت کرتا ہے ایک وقت یہ آیا دس روپے دینے لگا تو مدرس نے پانچ چھ دفعہ واپس کردیے وہ بھی مجبور ہوگیا۔ بہت کچھ منت سماجت کی نہ لیے۔ آخر مدرس کا ایک دوست بیٹھا ہوا تھا اس نے لے لیے اور مدرس کی جیب میں ڈال دیے۔ دوسرے وقت آیا اس نے پانچ روپے دیے اور مدرس کو بھی شرم آ گئی جبکہ اس قدر مصر ہے تو لے لیے اور ایک دفعہ مدرس بیماری کی وجہ سے کچھ کمزور تھا تو اس صاحب نے تقریباً آدھ سیر گھی دے دیا اور بعد میں پانچ روپے دیے یہ دینا نہ مہینہ مقرر ہے نہ کچھ ایسے کبھی وقتاً فوقتاً

(۲) جبکہ مدرس کی رخصتیں مہتمم صاحب نے سال کی ۲۰ قرار دی ہوں اور وہ ختم ہوچکی ہیں اور مدرس کسی مجبوری کی بنا پر غیر حاضر ہوا نصف دن اور اپنا قائم مقام مقرر کردیا۔ اب مہتمم صاحب کو تنخواہ کاٹنے کا حق ہے یا نہ اگر کاٹے تو نصف دن کی یا کل دن کی۔

(۳) اگر مدرس سخت بیمار ہوگیا اور رخصتیں بھی ختم ہیں اور بیمار مدرس نے بیماری کی وجہ سے درخواست بھی نہیں

ارسال کی مہتمم نے تنخواہ کاٹ لی یہ جائز ہے یا نہ۔

(۴) بعض مہینے ۲۹ دن کے ہوتے ہیں اور بعض ۳۰ کے تو کیا تنخواہ پورے ماہ کی لازم ہوگی۔

﴿ج﴾

(۱) صورۃ مسئولہ میں مدرس کا اپنے شاگرد کے والد سے امداد قبول کر لینا جائز ہے (شرعاً) اور اس سے مدرسہ کا کوئی تعلق نہیں البتہ اگر اس کو ذاتی طور پر نہ دے بلکہ مدرسہ کے لیے دے تو اس صورت میں مدرسہ میں داخل کرنا اس پر لازم ہے۔

(۲) اگر قائم مقام کو مدرسہ کا مہتمم قبول کر لیتا ہے یعنی وہ قائم مقام بنانے کی اجازت دے دے اور اس کے کام پر رضامند ہو جائے تو مدرس پورے دن کی تنخواہ کا مستحق ہے اور اگر قائم مقام کی منظوری اس نے نہیں لی تو نصف یوم کی تنخواہ کا مستحق ہے۔ قائم مقام قبول کر لینے کے بعد مہتمم کا پورے دن کی تنخواہ نہ دینا غلط ہے۔

(۳) اگر بیماری کی اطلاع مدرس نے مہتمم کو دے دی ہو درخواست دی ہو یا زبانی اطلاع دی تو بیماری کے دنوں کی تنخواہ کاٹنا اسے جائز نہیں اور اگر نہ درخواست دی ہو اور نہ اطلاع تو تنخواہ کاٹنا جائز ہے۔

(۴) اگر مدرس کو مدرسہ والوں نے مشاہرہ سے رکھا ہے کہ ماہوار آپ کو اتنی تنخواہ ملے گی تو چاہے مہینہ ۲۹ دن کا بھی ہو مدرس پورے مہینے کی تنخواہ کا مستحق ہے اور اگر اسے یومیہ تنخواہ پر رکھا گیا کہ فی یوم اتنی تنخواہ ہوگی تو اس صورت میں جتنے دن کا مہینہ ہوگا اتنے دن کی تنخواہ کا شرعاً مستحق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا امامت پر اُجرت لینا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی عالم یا مولوی نماز اور جمعہ پڑھانے کے عوض معاوضہ لے سکتا ہے جبکہ وہ محنت و مزدوری کے قابل ہو۔ فرض کیا اگر معاوضہ لیا جائے تو ان کا یہ ذریعہ معاش نہیں ہوگا اور کیا یہ دین فروشی نہیں کہلائے گی جبکہ خلفاء راشدین کے زمانے کے حالات دیکھے جائیں تو ہمیں ایسا نظر نہیں آتا۔

ایم حسین اینڈ کو وارڈ نمبر ۶ محلہ شاہ کبیر جھنگ سٹی

﴿ج﴾

امامت کی اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے اس لیے اس پر کچھ اعتراض نہیں ہے۔ **ویفتی الیوم بصحتها (ای الاجارة) تعلیم القرآن والفقه والامامة (الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار باب الاجارة الفاسدة ص ۵۵ ج ۶)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ رجب ۱۳۹۱ھ

مروّجہ شبینہ کرانا اور اس پر اُجرت لینا دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کیا مروجہ شبینہ یعنی ختم قرآن مجید ایک رات میں لاؤڈ سپیکر لگا کر پڑھا جاتا ہے چند حفاظ کرام پڑھتے ہیں اور پھر پڑھنے والے کو پیسے دیے جاتے ہیں کیا یہ پڑھنا اور پیسے لینا دینا جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

اجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں اور اس میں ثواب نہیں۔ **وان القرآءة لشئ من الدنیا لا تجوز والأخذ والمعطی آثمان لان ذلک یشبه الاستیجار علی القرأة ونفس الاستیجار علیها لایجوز (ردالمحتار باب القضاء الفوائت مطلب فی بطلان العصیة ص ۷۳ ج ۲) وایضًا فی کتاب الاجارة من الشامی ص ۵۶ ج ۶ قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة ان القرآن بالاجرة لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقاری (الی ان قال) والاخذ والمعطی آثمان فاذا لم یکن للقاری ثواب لعدم النیة الصحیحة فاین یصل الثواب الی المستاجر** اھ ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ شبینہ مروجہ جس کے پڑھنے پر حفاظ کو معاوضہ دیا جاتا ہے جائز نہیں۔

مروجہ شبینہ میں صحت قرأۃ کا لحاظ بھی نہیں کیا جاتا اس لیے بھی اس سے اجتناب ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن شریف کو ایسی جلدی پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آئیں اور مخارج سے ادا نہ ہوں ناجائز ہے۔ پس اگر شبینہ میں ایسی جلدی ہوگی تو وہ بھی ناجائز ہے۔ **کما فی درالمختار ویجتنب المنکرات هذرمة القراة وفی الشامیة (قوله هذرمة) بفتح الهاء وسکون الذال وفتح الراء سرعة الکلام والقرأة. قاموس**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ محرم ۱۳۹۴ھ

تراویح اور نمازیں پڑھانے پر اجرت لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں سے کیا کچھ لے سکتا ہے جیسا کہ اکثر ائمہ مساجد تنخواہیں لے کر نماز پڑھاتے ہیں۔

(۲) موجودہ رسم ورواج کے مطابق حافظ قرآن رمضان المبارک میں تراویح پڑھاتے ہیں بعد میں عیدالفطر پر ان کی دستار بندی کرائی جاتی ہے اور زر نقد وغیرہ دیا جاتا ہے۔

(ج) امام مسجد دولت مند ہے اور ساتھ ہی ان کا استاد ہے نماز پڑھاتا ہے ان سے اپنی خدمت کے متعلق کچھ نہیں چاہتا لیکن اس کی اندرونی منشاء ہے کہ لوگ اس کی عزت افزائی کریں۔ بعض خوش اعتقاد نفوس مقتدیوں سے زر نقد فراہم کر کے ہر موقع عیدالفطر پگڑی یا کچھ زر نقد اس امام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ کیا یہ اشیاء اس امام کے لیے جائز ہیں یا نہ۔

(د) امام مفلس ہے اور اس کا کوئی ذریعہ معاش نہیں کیا اس سلسلہ میں لے سکتا ہے یا نہ۔ تذکرہ بالا پر چہارم صورت میں امام نماز زر نقد یا پگڑی پوشاک وغیرہ کس حد تک لے سکتا ہے یا نہ۔ ایسی نماز امام اور مقتدی کے لیے نجات بنے گی یا نہ۔

﴿ج﴾

(ا) جائز ہے لے سکتا ہے۔

(ب) اجرت تراویح کی جائز نہیں ہے۔ المعروف کالمشروط اس لیے اگر طے بھی نہ ہو لیکن عرف میں لیا جاتا ہے تو بھی جائز نہیں ہے۔

(ج) جائز تو ہیں لیکن اچھا یہ ہے کہ جب ضرورت نہیں ہے تو نہ لے۔

(د) لے سکتا ہے نماز میں کوئی خلل نہیں ہوگا انشاء اللہ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۶ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ

موقوفہ زمین کو اُجرت پر دینے کی اچھی صورت صرف رقم کا اضافہ نہیں ہے بلکہ دیگر مصالح کی رعایت بھی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دارالعلوم کبیر والا کا تقریباً ۱۳ کنال رقبہ ایک سال سے میرے پاس بطور

اجارہ ہے۔ نئے سال کی تجدید کے لیے سابقہ زر استیجار بھی ۹۰۰ روپیہ سے بڑھا کر پندرہ سولہ صد روپیہ زر مستاجری تسلیم کر لی ہے لیکن بعض لوگ کچھ مخالفت کی بنا پر اس کی بولی ۲۲۰۰ سے بھی زائد دے رہے ہیں اور اس سلسلہ میں ایک فتویٰ جاری کردہ از مدرسہ قاسم العلوم پیش کیا جا رہا ہے کہ متولی وقف کے لیے ماہوار انفع للوقف کا خیال کرنا ضروری ہے۔ اس کی تشریح کیا ہے کیا محض رقم کا اضافہ اس کے مفہوم میں داخل ہے یا کہ دیگر امور کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

مولانا منظور الحق صاحب مدرسہ دار العلوم کبیر والا

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں ایک فتویٰ نمبر ۹۷۲ ج ۲۱ لکھا گیا ہے جس میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ رعایت وقف مقدم ہے اور زمین اجارہ پر دینے کی صورت میں انفع للوقف کا لحاظ رکھا جائے۔ وضاحت کے لیے عرض ہے کہ انفع للوقف میں صرف رقم کا اضافہ مراد نہیں بلکہ رقم کے اضافہ کے ساتھ وقف کے دیگر مصالح کا بھی لحاظ رکھا جائے گا۔ مثلاً ایک زمین کا قطعہ کسی ادارہ کے لیے وقف ہے اب یہ زمین ایسے شخص کو اجارہ پر دی جائے گی کہ اس زمین کے قرب و جوار کی زمینوں کی جو اجرت ہے اس سے بہت زیادہ کم نہ ہو اور جس کو اجارہ پر دی جا رہی ہے اس سے اس وقف کو مجموعی طور پر نفع پہنچتا ہو اور زمین کے ضیاع اور قبضہ وغیرہ کا بھی خطرہ نہ ہو نیز زمین کی واقعی قیمت کا لحاظ ہو گا۔ اگر کسی مخالفت یا ضد کی وجہ سے ایک شخص تعنتاً قیمت زیادہ بتلائے تو محض رقم کی زیادتی کو نہیں دیکھا جائے گا جبکہ اور مصالح نہ ہوں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص اسی ادارہ سے متعلق ہو اور اس کو زمین اجارہ پر دینے کی صورت میں اس شخص سے ادارہ کو اور مختلف قسم کے منافع پہنچتے ہوں تو ان دیگر مصالح کا لحاظ رکھتے ہوئے اجارہ بر مثل پر اس شخص کو دینا زیادہ مناسب ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی نفع الوقف کا لحاظ ہے بلکہ ادارہ کی خدمات پر مامور حضرات کو عرفاً جو زمین میں مکانات کچھ رعایت کے ساتھ دیے جاتے ہیں یہ بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ دار کا مکان خالی کرنے کے لیے مالک سے رقم لینے کو شرط قرار دینا ظلم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ نے ایک سرائے میں چند کوٹھیاں مسمی عبدالودود ولد عبدالرؤف کو گزشتہ تین سال سے کرایہ پر دے رکھی ہیں۔ بندہ اور کرایہ دار کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس میں کرایہ دار نے اقرار کیا تھا کہ ایک ماہ کے تحریری نوٹس ملنے پر وہ جگہ خالی کر دے گا۔ بندہ کو اب اس جگہ کی ضرورت ہے مکان بنانے کا ارادہ ہے لیکن اب کرایہ دار پگڑی لینے کے بغیر خالی کرنے سے انکاری ہے۔ تو شریعت میں اس کا کیا حکم ہے۔

حاجی غلام شفیع ولد حاجی غلام فرید پیپل منڈی بازار پشاور

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ کرایہ دار پر شرعاً لازم ہے کہ معاہدہ کے مطابق مکان کو فوراً خالی کرے۔ ورنہ شرعاً وہ غاصب تصور ہوگا جس سے زبردستی خالی کرانا مالک کے لیے جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ختم قرآن کے وقت بچوں کے والدین کا امام مسجد کی خدمت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ چار آدمی اپنی مسجد کے امام کو ۱۰ بوری گندم فی سال کے حساب سے دیتے ہیں۔ دس بوری کی یہ تعداد انہوں نے پہلے سے امام مسجد کے ساتھ وعدہ کر کے مقرر کر رکھی ہے۔ ان چار گھروں کے بچے اسی مسجد میں اسی امام کے پاس پڑھتے ہیں اور باقی لوگوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں لیکن ان چار گھروں کے سوا باقی لوگ امداد وغیرہ امام مسجد کی نہیں کرتے۔ امام مسجد خود بال بچے والا ہے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں خرچہ گھر کا کافی ہے اور اس کے سوا کوئی آمدنی نہیں ہے اور مقرر شدہ تنخواہ پر گزارہ بہت مشکل سے کر رہا ہے۔ آس پاس کے جو بچے پڑھتے ہیں قرآن شریف ختم کرنے پر وہ خوشی سے کچھ امداد کرتے ہیں کیا ان سے یہ امداد وصول کرنا یا امداد کا مطالبہ کرنا اور جن لوگوں نے ۱۰ بوری تنخواہ مقرر کر رکھی ہے ان کے بچے جب ختم شریف کریں ان سے امداد کا مطالبہ کرنا یا وہ امداد خوشی سے دیں تو لینا جائز ہے یا ناجائز یا مباح یا مکروہ یا حرام ہے۔

حافظ نور دین معرفت محمد عبداللہ

﴿ج﴾

قرآن شریف کی تعلیم پر خوشی سے کچھ دینا یا تنخواہ لے کر پڑھانا ہر دو صورت جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۶ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ

زمین کو اجرت پر دینے کی صورت میں اُجرت میں کسی خاص جنس کو مقرر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر زمین کسی مزارع کو دی جائے اور مقرر کر دیا جائے کہ اس زمین سے مجھے سال میں مثلاً ۱۰۰ من دانا دینا شرعی طور پر یہ جائز ہے یا نہیں۔

اگر حصہ پر دی جائے تو پھر ہر وقت ہمیں نگرانی کرنی پڑتی ہے اس لیے تکلیف سے بچنے کے لیے مٹہ پر دی جائے تو جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

شرعاً یہ اجارہ جائز ہے لیکن گندم کی ادائیگی کی تاریخ کا تعین کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

زمین کو پیداوار سمیت اجرت پر دینا اجارہ فاسدہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اراضی بمع پیداوار جو کہ اس وقت موجود تھی ایک ہزار روپے کی ہے۔ دس سال تک متاجری کر دی اور وعدہ یہ تھا کہ جب میعاد پوری ختم ہو جائے گی تو اراضی خود بخود واپس ہو جائے گی لیکن وہ شخص جس نے اپنی اراضی کو متاجری پر دے رکھا تھا قبل از ختم ہونے میعاد سالم رقم واپس ہی کر دی ہے اور اراضی واپس کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور اس اراضی پر پیداوار موجود ہے اب سوال یہ ہے کہ موجودہ پیداوار جو اس وقت موجود ہے کون شخص حقدار ہے۔

ماسٹر بشیر احمد ساکن شہر مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں سابق اجارہ فاسد واقع ہوا کیونکہ زمین مزروعہ تھی اور اسمیں پیداوار موجود تھی عقد صحیح کی شکل یہ تھی کہ بیع زرع الگ کی جاتی اور اجارہ اراضی الگ طے کیا جاتا ہے۔ یہ اجارہ فاسد واجب الرد ہے۔ اس کی صحیح تصحیح یوں ہوگی کہ پیداوار کی الگ قیمت متعین کی جائے۔ مثلاً اس پیداوار کی قیمت دوصد روپے ہو تو آٹھ صد روپے زمین کے اجارہ کی طرف راجع ہوگی اور اجارہ فاسد میں اجرت مثل دینا ہوتا ہے لہٰذا دو یا تین سال اس زمین کی اجرت مثل مجرا کر کے باقی رقم مالک متاجر کو واپس کر دے مثلاً اجرت مثل تین صد روپے ہے تو پانچ صد روپیہ واپس کرنا ہوگا اور پیداوار موجودہ متاجر کی ہوگی یا تو مساجر خوشی سے کاٹ لے اور زمین خالی کر دے ورنہ اس کو اتنی مدت مزید اجرت دینا ضروری ہوگا جس سے وہ فصل پختہ ہونے پر کاٹ کر اس کو فارغ کر دے یا متاجر خوشی سے پیداوار کو فروخت کر دے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اُجرت پر سرسوں کا تیل نکالنے والے کے ہاں اگر تیل میں چوہا گر کر مر گیا تو کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے عمرو کو ایک وزن سرسوں کا تیل نکالنے کے لیے دیا۔ اجرت بھی ادا کر دی مسمی عمرو تیلی نے تیل نکال کر بے احتیاطی سے برتن میں رکھ دیا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک چوہا گر کر تیل میں مر گیا۔ زید مسمی کا مطالبہ ہے کہ مجھے تیل پاک کر دے عمرو تیلی ضمان ادا کرے زید مسمی تیل پاک کرنے کا حقدار ہے یا پلید کا۔ بینوا توجروا

غلام رسول بستی قیم والا عیسیٰ پور تحصیل عیسیٰ پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

قال في العالمگيرية ص ۵۰۰ ج ۴ وحکم الاجير المشترک ان ماهلک في يده من غير صنعه فلا ضمان عليه في قول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ وهو قول زفر والحسن وانه قياس سواء هلک بامر يمکن التحرزعنه کالسرقة والغصب او بامر لا يمکن التحرز عنه کا لحرق الغالب والغارة الغالبة والمکابرة وقال ابو يوسف و محمد رحمهما الله تعالیٰ ان هلک بامر يمکن التحرز عنه فهو ضامن وان هلک بامر لايمکن التحرز عنه فلا ضمان کذا في المحيط. وبعضهم افتوا بالصلح عملاً بالقولين والشيخ امام ظهير الدين المرغيناني يفتي بقول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ قال صاحب العدة فقلت له يومًا من قال منهم يفتي بالصلح هل يجبر الخصم لو امتنع قال کنت افتي بالصلح في الابتداء فرجعت لهذا وکان القاضي الامام فخر الدين قاضي خان يفتي بقول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ کذا في الفصول العماديه وفي الابانة اخذ الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالیٰ هذه المسئله بقول ابی حنيفة رحمه الله تعالیٰ وبه افتي کذا في التتار خانيه وبقولهما يفتي اليوم لتغير احوال الناس وبه يحصل صيانة اموالهم کذا في التبيين.

ان عبارات سے معلوم ہو رہا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ امام اعظمؒ عدم ضمان کے قائل ہیں اور امام ابو یوسف اور امام محمدؒ ضمان کے قائل ہیں اور دونوں قولوں پر فتوے دیے گئے ہیں لیکن یہ تو وہ صورت ہے کہ وہ مال اجیر کے پاس ہلاک ہو جائے۔ صورت مسئولہ عنہا میں تو تیل ہلاک نہیں ہوا ہے۔ صرف پلید ہو گیا ہے جس کی تطہیر اور صفائی ہو سکتی ہے۔ نیز بغیر صفائی کے بھی بعض کاموں میں مثلاً چراغ

بغیر مسجد دوسری جگہ جلانا استعمال کرنا اس تیل پلید کا جائز ہے۔لہٰذا صورت مسئولہ میں عمرو تیلی تیل کا ضامن نہیں ٹھہرے گا۔زید مذکور یہی تیل لے کر مندرجہ ذیل طریقہ سے اس کی تطہیر کر کے ہر قسم کے استعمال میں لائے ویسے عمرو تیلی کے لیے ضروری ہے کہ وہ خود اس کی تطہیر کرے اور پھر یہی تیل صاف شدہ مع تلافی کمی کے اگر اس میں کچھ کمی آئی ہو یا دوسرا تیل اس کے ہم وزن برضاء زید زید کے حوالے کر دے اس کے ذمہ لازم نہیں۔تیل کی تطہیر کا طریقہ یہ ہے کہ اس تیل کے برابر یا اس سے کچھ زیادہ مقدار کا پانی اس میں ڈال دیں اور پھر اسے حرکت دے اور بہتر یہ ہے کہ اسے آگ پر تھوڑا سا جوش دے تا کہ تیل پانی کے اوپر آ جائے پھر اسی تیل کو اوپر سے لے کر اور برتن میں ڈال دے۔پھر اس تیل میں اور اس مقدار کا پانی ڈال دے اور اسی طرح تین دفعہ عمل کرے تیل پاک وصاف ہو جائے گا۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
تحریر شدہ بتاریخ ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ
نقل شدہ رجسٹر بتاریخ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

مسجد کی دوکان بنک یا شراب خانہ کو کرایہ پر دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ کیا کسی مسجد کی وقف دکان یا زمین کسی بنک کو کرایہ پر دینا شرعاً جائز ہے۔

(ب) کیا ایسی مسجد جس کی وقف زمین کی دکان پر بنک یا شراب خانہ وغیرہ قائم ہو اس کے کرایہ کی رقم مسجد کی ضروریات مثلاً عمارت کی مرمت پنکھے بجلی خرچہ صفیں لوٹے وغیرہ یا امام وموذن کی تنخواہ پر خرچ کرنا جائز ہے۔جس امام کو ایسی تنخواہ ملتی ہو اس کی امامت اور اقتداء کا کیا حکم ہے۔

(ج) کیا بنک کی ملازمت جائز ہے۔

(د) ایسے بنک کے تعمیر میں حصہ لینے والوں کے متعلق کیا حکم ہے بینوا تو جروا

محمد یونس راولپنڈی

﴿ج﴾

(۱) مروجہ بینک چونکہ سود کا کاروبار کرتے ہیں اور سودی کاروبار بنص قرآنی حرام ہے۔قال تعالٰی احل اللہ البیع و حرم الربوا الآیہ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سودی کاروبار کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔عن جابر

رضی اللہ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربو او موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ وقال ھم سواء رواہ مسلم مشکوٰۃ ص ۲۴۴ اس لیے سودی کاروبار کرنے کے لیے مکان کو کرایہ پر دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے۔ وقال تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ۔آخر ایک مسلمان شخص کی غیرت دینی یہ کیسے برداشت کرسکتی ہے کہ وہ اپنی زمین یا مسجد کی وقف زمین ایک حرام قطعی فعل کے لیے کرایہ پر دے اور اپنی ہی زمین میں یا مسجد کی وقف دکانوں وغیرہ میں ایسے لوگوں کو پناہ دے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جنگ کا اعلان فرمایا ہے۔ قال تعالیٰ فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من اللہ ورسولہ الآیہ. قال فی الدر المختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۳۹۲ ج ۲ (و) جاز (اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ) ای قراھا (لا بغیر ھا علی الاصح) واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظھور شعار الاسلام فیھا وخص سواد الکوفۃ لان غالب اھلھا اھل الذمۃ (لیتخذ بیت نار او کنسیۃ) او بیعۃ او یباع فیہ الخمر) وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلاثۃ زیلعی.

(ب) اس مال میں چونکہ کراہت وخباثت ہے اس لیے مسجد کی تعمیر وغیرہ میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں ہے۔

(ج) بنک جس میں سودی کاروبار ہوتا ہے کی ملازمت ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ اعانت علی المعصیۃ ہے۔ وفی الحدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکل الربواء موکلہ و کاتبہ و شاھدیہ وقال ھم سواء

(د) یہ لوگ گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ان کو ضروری ہے کہ فوراً توبہ کر کے اس گناہ سے باز آجائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اس شرط پر کسی کا مقدمہ لڑنا کہ اگر میں جیت گیا تو اتنی زمین مجھ کو دو گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے بھائی بکر نے زید کی عدم موجودگی میں خالد کو بناوٹی زید بنا کر زمین انتقال کروائی ہے۔ جب زید کو معلوم ہوا تو اس نے حکومت کی طرف توجہ کی۔ پھر ایک آدمی نے زید کو کہا کہ اگر میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرا مقدمہ جیتوں تو مجھے کیا دے گا تو زید نے تین بیگھے زمین دینے کی شرط کر لی۔ چند دنوں کے بعد اس آدمی نے زید سے مختار نامہ بھی کرا لیا۔ پھر زید کو اس آدمی کے اندر شکوک پیدا ہو گئے اور زید نے مختار نامہ عام کو اس سے

لے کر پھاڑ دیا اور اخباروں میں اشتہار دے دیا کہ فلاں آدمی میرا مختار عام نہیں۔ پھر اس آدمی نے اس مختار نامہ کی نقل لے کر آٹھ بیگھہ زمین کو تین ہزار روپے میں رجسٹری کرادی دوسرا سولہ بیگھہ زمین چھ ہزار روپے میں گروی رکھ دی۔ اب وہ آدمی کہتا ہے کہ دو ہزار رجسٹری کا خرچ بھی دو اور مقدمہ کی رقم مجھے دو تا کہ میں تمہاری رجسٹری شدہ زمین اور گروی واپس کرادوں۔ کیا یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

پہلے تو یہ شرط منع ہے کہ اگر میں مقدمہ جیتوں تو تین بیگھہ زمین لوں گا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللہ الراشی والمرتشی الحدیث کہ اللہ تعالیٰ نے رشوت دینے لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ کسی مسلمان کو لائق نہیں کہ وہ لاگت کے کام کرے اور پھر اس سے کوئی چیز لیوے ہاں استیفاء حق کے لیے کسی کو انعام دینا جائز ہے اور جو لاگت مقدمہ وغیرہ پر خرچ ہو وہ بھی لے سکتا ہے زمین کا حقدار نہیں۔ باقی جو زید کی زمین کو بلا اجازت زید رجسٹری کیا اور گروی رکھا پھر اس کے بعد پیسے لیے یہ قطعاً ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الآیہ۔ ناجائز طریقے سے مال نہ کھاؤ الغرض وہ آدمی زید سے مقدمہ کی لاگت کے پیسے لے سکتا ہے باقی کوئی چیز نہیں لے سکتا۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن آزاد مدرس مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد

﴿ھو المصوب﴾

مقدمہ کی لاگت کے علاوہ وہ آدمی اجر مثل بھی لے سکتا ہے دراصل مقدمہ لڑنے اور جیتنے پر اجرت کا تقرر اجارہ فاسدہ ہے جس میں اجر مثل واجب ہوتا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں لے سکتا۔ واللہ اعلم

والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب اجارہ ہو گیا تو یہ عقد لازم ہے اس کو نہ آجر اور نہ مستاجر فسخ کر سکتا ہے

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زمین عمر کو ۱۵ سال کے لیے اجارہ پر دی اور یکمشت رقم وصول کر لی۔ اب زید زمین فروخت کرنا چاہتا ہے اور عقد اجارہ فسخ کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

اس اجارہ کو نہ زید فسخ کر سکتا ہے اور نہ خالد کیونکہ اجارہ عقد لازم ہے۔ یہ فسخ کوئی ایک فریق نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ دونوں فریق فسخ پر رضامند نہ ہوں اور نہ مالک زمین بلا رضامندی مستاجر کرایہ پر دی ہوئی زمین فروخت کر سکتا ہے۔

عذر کی ایک صورت یہ ہے کہ اس پر قرضہ آ جائے اور قرضہ کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس زمین کی قیمت کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو۔ تب قاضی فسخ کرے گا اور پھر وہ اس زمین کو فروخت کرے گا۔ قبل از فسخ قاضی اجارہ خود بخود فسخ نہیں ہو جاتا۔ کما قال فی الهداية ص ۳۱۳ ج ۳ و كذا اذا اجرد كانا او دا را ثم افلس ولز مته ديون لا يقدر على قضائها الا بثمن ما اجر فسخ القاضي العقد وباعها في الدين الخ۔ وفی الدر المختار مع شرحه ردالمختار ص ۶۰ ج ۶ وفي حاشية الاشباه معز باللنهاية ان العذر ظاهر اينفرد وان مشتبها لا ينفرد وهو الاصح۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جو شخص چار ماہ سے بیمار ہو اور کام نہ کر سکتا ہو تو کیا ادارے کا مہتمم اُسے تنخواہ دینے کا مجاز ہے
جو شخص کسی ادارہ میں ملازم ہو ساتھ ٹھیکہ داری بھی کرتا ہو تو کیا وہ ادارے سے تنخواہ لینے کا حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) کسی ادارہ کے دو آدمی ملازم ہیں جن میں سے ایک کی حالت یہ ہے کہ قدیمی کارکنوں میں سے ہے مگر چار مہینے سے بیمار رہتا ہے اور ادارہ کی طرف سے جو کام اس کے سپرد ہے نہیں کر سکتا بلکہ رات دن چار پائی پر پڑا رہتا ہے نہ اٹھ سکتا ہے اور نہ چل پھر سکتا ہے اب سوال یہ ہے کہ وہ آدمی ادارہ سے شرعاً تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں اور مہتمم ادارہ اس کو ادارہ کے خزانہ سے تنخواہ دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں۔

دوسرا ملازم باوجود ملازمت ادارہ کے اپنے خیال سے ٹھیکہ وغیرہ کا کام کرتا ہے جو محض اپنے منافع کمانے کے خیال سے یہ کام کرتا ہے اور اُس کام میں بھی اس کا کافی وقت خرچ ہوتا ہے۔ اگر چہ ادارہ کا کام بھی کر رہا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ اپنا سارا وقت ادارہ کے کام میں نہیں لگا سکتا۔ اب سوال یہ ہے کہ اُس کو ساری کی ساری تنخواہ لینا ادارہ سے شرعاً جائز ہے یا نہیں اور مہتمم ادارہ اس کو ساری تنخواہ دینے کا شرعاً مجاز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا عند الرحمٰن

السائل مولوی فضل سید

(۱) مدرسہ کے قانون میں اگر ملازم کی بیماری کے ایام میں تنخواہ دینے کا ذکر ہے۔ مثلاً بیماری کی صورت میں سال

بھر میں ایک ماہ تک تنخواہ دی جائے گی اور اس کے بعد تنخواہ وضع کر دی جائے گی اور یہ قانون مدرسہ کا باقاعدہ نشر کیا گیا ہو حتیٰ کہ چندہ دہندگان کو اس کا علم ہو چکا ہو تو اس مخصوص مدت مثلاً ایک ماہ کی تنخواہ بلا عمل لے سکتا ہے زائد نہیں اور اگر قانون میں کوئی تصریح اس بات کی نہیں ہے تو اُسے ایام مرض کی تنخواہ لینی جائز نہیں ہوگی اور نہ مہتمم اُسے دینے کا مجاز ہوگا۔

(۲) اگر مدرسہ کے اوقات کو مدرسہ میں مدرسہ کے کام میں صرف کرتا ہے اور وہ مدرسہ کی جانب سے اس مخصوص وقت کا ملازم ہے اور اس کے خارجی عمل سے مدرسہ کے عمل میں فرق نہیں پڑتا تو تنخواہ کامل لے سکتا ہے اور اگر مدرسہ میں تمام اوقات اس کے مصروف ہوں مثلاً چپڑاسی سفیر وغیرہ یا اوقات تو مخصوص ہوں لیکن خارجی کام کا اثر مدرسہ کے کام پر پڑتا ہے تو اُسے پوری تنخواہ لینی جائز نہیں اور نہ مہتمم کو دینے کا اختیار ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کرایہ دار کے کہنے پر مالک مکان نے مکان پر کافی پیسے خرچ کر دیے اور تاریخ کرایہ بھی طے ہوگئی تو کیا خرچہ کرایہ دار سے لیا جا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ میں فلاں تاجر کا منیجر ہوں اس کے لیے آپ کا مکان کرایہ پر لینا چاہتا ہوں آپ ہمیں ہماری منشاء کے مطابق مرمت اور کچھ ترمیم کرا دیں تو کیا کرایہ لیں گے میں نے کرایہ بتایا۔ اُس نے کہا مالک کراچی میں ہے لیکن بذریعہ ٹیلیفون ان سے دریافت کر کے کل آپ کو جواب دوں گا۔ دوسرے دن وہ آیا اور کہا کہ مالک نے کرایہ منظور کر لیا ہے آپ چھ ماہ کا کرایہ پیشگی لے لیں اور مرمت وغیرہ شرع کریں۔ میں نے کہا کہ میں مرمت وغیرہ شروع کرتا ہوں۔ کرایہ کرایہ نامہ تحریر ہونے کے بعد لوں گا۔ اس منیجر نے مجھے کرایہ نامہ کا اسٹامپ دوسرے منشی کی معرفت مالک کے نام پر خرید کر دے دیا میں نے مکان پر کافی روپیہ صرف کر کے ان کے حسب منشاء مرمت و تعمیر کرائی اور پھر اُس منیجر کو بلوایا اور میں نے کہا کہ مکان درست ہو گیا ہے اب جلد مالک کو بلائیں اور کرایہ نامہ مکمل کر کے کرایہ مجھے دیں۔ اُس نے مبلغ ایک سو روپیہ مجھے دے دیا اور کہا کہ یکم جنوری ۷۵ء سے ہمارا کرایہ شروع ہو گیا۔ اب مکان کسی اور کو کرایہ پر نہ دیں۔ مالک عنقریب آ کر کرایہ نامہ لکھ دے گا اور قبضہ لے لے گا۔ چنانچہ مالک آیا مکان دیکھا مگر کرایہ نامہ پر اُس نے دستخط نہ کیے کہا کہ میں کل سوچ کر جواب دوں گا۔ پس آج تقریباً پندرہ روز ہو گئے ہیں اُن کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ میرا مکان پر کافی خرچ ہو گیا۔ کئی کرایہ دار میں نے واپس کیے

ہیں اب کیا میں جب تک کوئی دوسرا کرایہ دار نہ آئے ان کے سو روپیہ سے کرایہ وضع کر سکتا ہوں اور وہ ترمیم جو محض ان کی وجہ سے ہوئی ہے اس کا خرچ لے سکتا ہوں۔

سائل انوار احمد قدیر آباد ملتان

﴿ج﴾

جس تاریخ سے تاجر مذکور کے منیجر نے آپ سے یہ طے کیا کہ آج سے ہمارا کرایہ شروع ہو گیا یعنی یکم جنوری ۱۹۵۷ء اگر آپ کی طرف سے اسی دن سے مکان کا تخلیہ ہو چکا ہے اور یکم جنوری سے آپ کی طرف سے کوئی کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی تو اس تاریخ سے ان کا کرایہ وصول ہوتا رہے گا۔ خواہ وہ مکان میں سکونت کریں یا نہ کریں البتہ جس دن وہ کسی عذر سے انکار کر دیں تو عقد اجارہ ختم ہو گیا اور سو روپے سے ان کے جتنے روپیہ باقی رہیں وہ اُن کو واپس کرنے ہوں گے۔ مرمت مکان کا خرچ بہر حال آپ کے اپنے ذمہ ہو گا اُن سے نہیں لے سکتے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الثانی ۱۳۷۶ھ

اگر باپ نے بیٹے سے اُجرت غیر معینہ پر آٹھ سال کام کرایا ہو تو اب اُجرت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید کی دو بیویاں ہیں اور دونوں بیویوں سے اولاد ہیں۔ زید نے پیرانہ سالی اور ضعیفی کے ایام میں بڑی بیوی کی اولاد سے ایک لڑکے کو تعلیم چھڑوا کر اپنی جائیداد کی نگہداشت پر مامور کیا اور خصوصاً اس کے ذمہ ایک وسیع قطعہ زمین پر احداث بلوغ وترقی جائیداد کا کام سپرد کیا۔ زید کا یہ بیٹا مسلسل آٹھ سال باپ کی ہدایت کے مطابق بغیر کسی معاوضہ کے پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ احداث باغ وترقی جائیداد میں کوشاں و سرگرم رہا اور اس کی کوشش ومحنت کی بدولت زید کی جائیداد کی مالیت وحیثیت میں بیش بہا اضافہ ہوا۔ زید کا یہ بیٹا تعلیم کو خیر باد کہہ کر اور اپنے مستقبل سے بے نیاز ہو کر صرف باپ کی اطاعت وفرمانبرداری کے پیش نظر جب یہ فرائض سرانجام دے رہا تھا تو اس دوران میں زید کی چھوٹی بیوی نے زید پر اثر انداز ہو کر زید کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ وہ اپنے اُس بیٹے کو جس نے اس کی جائیداد کی حیثیت میں اضافہ کیا تھا اور ایک وسیع رقبہ پر باغ کاشت کیا تھا باغ کے انتظام و نگہداشت سے علیحدہ کر دے۔ زید کا یہ بیٹا باپ کے حکم کے مطابق آٹھ سال کی محنت کے بعد اُس باغ سے علیحدہ ہو گیا۔ جو اُس نے اپنی محنت وتردد کے ساتھ حاصل کیا تھا اور جس کے ایک ایک پودے کو اُس نے اپنے خون اور پسینے سے سینچا تھا۔ زید نے اپنے اس بیٹے کو علیحدہ کرنے کے بعد اپنی چھوٹی بیوی کی خواہش کے مطابق یہ قطعہ باغ اپنی چھوٹی بیوی کی

اولاد کے نام تملیک کر دیا اور چھوٹی بیوی کا بڑا لڑکا جو اُس دوران میں سن بلوغت کو پہنچ چکا تھا باغ کا جملہ انتظام وانصرام و قبضہ اس کے حوالہ کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کا وہ بیٹا جس نے اپنی تعلیم اور اپنے مستقبل کو نقصان پہنچا کر باپ کی خواہش کے مطابق پورے آٹھ سال باپ کی جائیداد کی حیثیت میں گراں قدر اضافہ کرنے میں صرف کیے اور ایک بنجر و بیابان قطعہ زمین کو سرسبز وشاداب باغ میں تبدیل کر دیا اس بات کا حقدار ہے کہ وہ باپ کی اس جائیداد سے اپنی محنت و جانفشانی کے عوض کوئی حصہ بصورت حصہ جائیداد طلب کرے؟

(۲) کیا ازروئے شرع شریف زید کی اسی جائیداد میں جس کی ترقی و آبادی میں اس کے بیٹے نے بلا معاوضہ پورے آٹھ سال کام کیا زید کے اس بیٹے کا کوئی حصہ قائم ہو سکتا ہے خصوصاً جبکہ زید نے اُس بیٹے کو آٹھ سال کے دوران نان ونفقہ و دیگر ہر قسم کی مالی امداد سے محروم رکھا ہو (صرف دوران قیام در باغ ہذا نان ونفقہ ادا کیا ہو) اور جس کے زمانہ تعلیم وتربیت کو اپنی منشا کے مطابق اپنی جائیداد کی نگہداشت میں صرف کرا کر اُس کے روشن مستقبل کو تاریک کیا ہو۔ جبکہ اُس کی تعلیم وتربیت کسی اور کے خرچ پر ہو رہی تھی۔

(۳) کیا زید اپنی اُس اولاد کو جس نے اس کی مذکورہ بالا جائیداد کی ترقی وحیثیت کے اضافہ میں نمایاں حصہ لیا ہو کوئی اور معاوضہ دیے بغیر اُس مخصوص جائیداد سے اس بیٹے کو محروم کر سکتا ہے۔

(۴) کیا چھوٹی بیوی کی اولاد کے حق میں ایسی تملیک جس کا نتیجہ بڑی بیوی کی اولاد کی حق تلفی ومحرومی کے مترادف ہو شرعاً جائز ہے۔

(۵) کیا ایسی تملیک کو شرعی فتویٰ کے ذریعہ منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

(۶) یہ واضح رہے کہ باپ اور بیٹے کے درمیان اگر چہ معاوضہ کی مقدار طے نہیں ہوئی تھی لیکن باپ نے یہ متعدد بار کہا تھا کہ وہ اپنے اُسی بیٹے کو جو جائیداد کی ترقی کے لیے محنت کر رہا ہے دوسری اولاد سے زیادہ حصہ دے گا۔

حامد خان درانی ابدالی میڈیکل ہال گھنٹہ گھر ملتان شہر

﴿ج﴾

اگر اس بات کا ثبوت ہو جائے کہ واقعی باپ بیٹے کے درمیان یہ بات طے ہو گئی تھی کہ اس کی یہ محنت مفت محض تبرع نہیں ہے بلکہ وہ اس کو اجرت لے کر کر رہا ہے لیکن اجرت کا تعین نہیں ہوا تو اس کا حکم یہ ہے کہ دو دیانتدار باسمجھ آدمیوں کو جو اس کام میں تجربہ رکھتے ہوں کے ذریعہ اس محنت کی اجرت مقرر کر دی جائے اور وہ اس بیٹے کو دی جائے۔ درمختار ص ۴۸ ج ۶ میں ہے۔ وتفسد بعدم التسمية اصلاً او بتسمية خمر او خنزير فان فسدت بالاخيرين اى بجهالة المسمّى و عدم التسمية وجب اجر المثل۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ

کمیشن پر مدرسہ کے لیے چندہ کرنا اجارہ فاسدہ ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع دریں مسئلہ کہ ایک شخص کسی دینی مدرسہ میں ملازم ہے تو رمضان یا بقر عید کے موقع پر اس کو باہر سفارت کے لیے بھیج دیا جاتا ہے اور کمیشن ۲۵٪ یا ۳۰٪ اسی فنڈ زکوٰۃ وغیرہ سے دیا جاتا ہے کیونکہ کمیشن کے لیے کوئی علیحدہ ذریعہ نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اس ملازم کو یہ کمیشن لینا جائز ہے یا نہیں نیز جو کمیشن قبل از استفتاء لے چکا ہے اس کا کیا حکم ہے کہ آیا وہ واپس کرنی پڑے گی یا معاف ہوگی۔

محمد فاروق مدرس جامعہ رحیمیہ

﴿ج﴾

اس طرح اجارہ فاسدہ ہے اور اس عقد کا فسخ کرنا لازم ہے مقرر اجرت اجارہ یعنی ماہوار مقرر تنخواہ کے ساتھ اگر چاہے کام کرے ورنہ چھوڑ دے اس میں اجر مثل واجب ہے۔ وہ رقم جو حاصل کر چکا اگر اس قسم کے عمل کی اجرت معروفہ کے مساوی ہے تو اس کے لیے جائز ہے اگر زائد ہے تو زائد علی اجر المثل واپس کرے۔ زکوٰۃ کی رقم اس میں کسی طرح بھی ادا نہیں ہوتی اور نہ کسی دوسری اجرت میں ادا ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

معلمین حج کا اُجرت لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) موجودہ دور میں حکومت سعودی عرب ہر حاجی سے ایک مقررہ رقم وصول کرتی ہے۔ اس سے معلموں کو ایک حصہ ملتا ہے اور وہ معلم آگے اپنے ایجنٹوں کو کچھ روپیہ دیتے ہیں۔ کیا حاجیوں سے یہ رقم لینا اور ایجنٹ بن کر کمانا حلال ہے یا اس میں کوئی شک وشبہ ہے۔

(۲) اس کے علاوہ جبکہ معلموں کی طرف سے ایجنٹ حضرات کو معقول رقم ملتی ہے۔ ایجنٹ حضرات پانچ روپیہ فی حاجی فارم پر کروائی لیتے ہیں۔ ہر دو صورت میں جواب مرحمت فرمادیں۔ نیز بصورت پاسپورٹ نہ بننے کے پانچ روپیہ واپس نہیں کیے جاتے واضح ہو کہ ایجنٹ حضرات کافی نشر واشاعت اور جدوجہد کرتے ہیں جس پر خاصا خرچہ آتا ہے۔

سائل حکیم محمد علی دہلی گیٹ ملتان

﴿ج﴾

اگر کوئی شخص ایک معلوم ومعین خدمت کسی حاجی کے لیے اجرت لے کر کرتا ہے تو یہ جائز ہے اور اجرت لینی بھی حلال ہے۔ جب وہ اپنی مقررہ ومفوضہ خدمت کر لیتا ہے تو وہ اجرت کا مستحق ہو جاتا ہے خواہ حکومت اس کو پاسپورٹ دے یا نہ دے اس میں ایجنٹ کا کوئی قصور نہیں۔ نیز کسی معلم سے اس کام کی اجرت لینی بھی جائز ہے کہ وہ ان کا پروپیگنڈہ کر کے انہیں گاہک مہیا کرتا ہے یہ الگ کام ہے۔ اس لیے یہ شخص معلم سے اجرت وصول کرنے کا بھی مستحق ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر حافظ کے لیے اُجرت لینا جائز نہیں ہے تو مدرس کے لیے کیوں جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں اگر زید قرآن شریف کا حافظ ہے اور ماہ رمضان شریف میں قرآن سناتا ہے اور رقم وغیرہ مقرر نہیں کرتا لیکن وہ کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں۔ کیا حافظ کو لینا جائز ہے یا نہ اور مدرسین یا علماء مبلغین اور حافظ قرآن کے لینے میں کیا فرق ہے۔ اگر ہے تو کیسے۔

سائل دین محمد

﴿ج﴾

حافظ کے لیے ختم قرآن شریف کی اُجرت لینی جائز نہیں ہے۔ اگر اُجرت طے نہ ہو لیکن عرف میں حافظ کو دیا ضرور جاتا ہو تو بھی بحکم المعروف کالمشروط لینا جائز نہ ہوگا اس لیے کہ اگر تراویح چھوٹی سورتوں سے پڑھی جائیں تو بھی دین کی بقاء کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا لیکن امامت، تعلیم وغیرہ اگر اُجرت سے نہ ہوں اور اُجرت کے بغیر کوئی وقت نہ دے سکے تو دین کی بقاء کو خطرہ لاحق ہوگا اس لیے جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

تقریر اور نعت خوانی کو پیشہ بنانا، مقرر کے کمائے ہوئے روپے صرف اس کے ہوں گے یا بھائی بھی شریک ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ دو بھائی مسمیان زید وبکر مل کر نعت خوانی کیا کرتے

تھے اور جو رقم میسر ہوتی وہ اپنے والد کو دے دیتے اس طرح پانچ یا چھ سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس اثنا میں زید نے علم میں ترقی کر کے تقریر کرنا شروع کی اور نعت خوانی ترک کر دی اور زید کا چھوٹا بھائی بکر بدستور نعت خوانی میں مشغول رہا اور دیگر نعت خوانوں سے مل کر نعت خوانی کیا کرتا تھا۔ زید چونکہ مقرر تھا اس لیے اس کے ساتھ کچھ نعت خوان بھی ہوا کرتے تھے جن میں ایک اس کا بھائی بھی تھا۔ اس کے بھائی اور دیگر نعت خوانوں کو جو رقم میسر ہوتی وہ آپس میں تقسیم کر لیتے اور تقسیم کرنے کے بعد وہ اپنا حصہ اپنے پاس رکھ لیتا اور زید کو جو کچھ ملتا وہ زید علیحدہ اپنے پاس رکھ لیتا اور گھر آ کر زید اپنے رقم سے کچھ کا غذ وغیرہ اشیاء خوردنی خرید کر اپنے اہل وعیال اور اپنے بھائی کے اہل وعیال پر خرچ کرتا تھا اور کچھ رقم اپنے والد کو دے دیتا۔ باقی جو کچھ بچ جاتا وہ زید اپنے پاس جمع رکھتا۔ اس خیال سے کہ رقم جمع کر کے کوئی کام شروع کروں گا اور بکر اپنی رقم سے اپنے بال بچوں کے کپڑے خریدتا باقی حال خدا کو معلوم ہے کہ اس نے کچھ رقم جمع کی یا نہیں۔ اب جبکہ زید نے کچھ رقم جمع کر لی بکر نے دعویٰ کیا کہ میں بھی اس رقم میں سے نصف کا حصہ دار ہوں اور وہ اپنا دعویٰ مندرجہ ذیل دلائل سے صحیح ثابت کرتا ہے۔

(۱) وہ کہتا ہے کہ جب میں کھانے پینے کی اشیاء میں زید کے ساتھ شریک تھا رقم میں بھی شریک ہوں۔

(۲) وہ زید سے کہتا ہے کہ تو نے مجھے اتنی مدت (یعنی چار پانچ سال کے عرصہ) میں کبھی یہ نہ کہا کہ ہم اور تم علیحدہ ہیں شریک نہیں بلکہ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ ایک دن تو نے مجھ سے کہا کہ آؤ بھئی سب لوگ رقم جمع کر رہے ہیں ہم بھی کچھ رقم جمع کر لیں گے اور بعد میں کوئی کام شروع کر لیں گے یا آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ تم والد صاحب کو نہ بتانا یا بالفاظ دیگر ہم جو رقم جمع کر رہے ہیں تم والد صاحب کو نہ بتانا۔ بعد میں ہم دونوں بھائی مل کر تقسیم کریں گے۔ زید اس سے کہتا ہے کہ میں جو تمہیں روٹی وغیرہ کھلاتا رہا محض اس لیے کہ والد صاحب خفا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ والد صاحب ہمیشہ مجھے یہ تاکید کرتے کہ تم بکر کو للہ روٹی کھلانا کیونکہ وہ تمہارا غریب بھائی ہے تمہیں خدا اس کی جزا دے گا۔ رقم میں تو قطعاً میرے ساتھ شریک نہیں ہوا اور نہ ہی روٹی وغیرہ میں شریک تھا کیونکہ روٹی میں للہ تمہیں کھلاتا رہا۔

زید اس کی دوسری دلیل کو یوں مسترد کرتا ہے کہ میں نے جو تمہیں کہا کہ سب لوگ رقم جمع کر رہے ہیں ہم بھی جمع کر لیں گے تو اس سے مراد میری یہ تھی کہ تم بھی اپنی رقم مجھے دیتے رہو اور دونوں مل کر جمع کریں گے لیکن تم نے جو مجھے ایک کوڑی بھی نہیں دی پھر کیسے خواہ مخواہ شریک بن گئے یا بالفاظ دیگر جو میں نے تم سے کہا کہ ہم جو رقم جمع کر رہے ہیں ہم دونوں مل کر تقسیم کر لیں گے تم والد صاحب کو نہ بتانا۔ اس میں بھی میری اول نیت یہی تھی کہ تم بھی میرے ساتھ رقم جمع کرنے میں شریک رہو مگر تم رقم جمع کرنے میں شریک نہ ہوئے اور دوسری یہ بات بھی تھی میں نے جو تمہیں کہا کہ والد صاحب کو نہ بتانا۔ اس لیے کہ تم چغلخور رہو والد صاحب کو جب بتا دو گے تو وہ سب رقم مجھ سے لے لیں گے اور والد

صاحب ایسے آدمی ہیں کہ جتنی رقم بھی مل جائے وہ فوراً خرچ کرتے ہیں۔

نوٹ: ان دونوں بھائیوں کا باپ بھی زندہ ہے۔ بانگ دہل بکر کو کہتا ہے کہ زید کے مال میں تمہارا کوئی حق نہیں اور یہ جو تمہاری دو شادیاں ہوئی ہیں یہ بھی زید کی رقم سے ہوئی ہیں اور میں نے زید کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ جب بھی بکر کو کچھ ملے گا وہ تمہیں میں اس سے دلوادوں گا یعنی شادیوں پر جو خرچ ہو چکا ہے وہ ضرور زید کو دے گا۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ آیا بکر زید کے مال میں حصہ دار ہے یا نہیں۔ مفصل جواب دیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں وعظ وغیرہ کو پیشہ بنانا اور اس سے کمانا شرعاً درست نہیں ہے اور نہ یہ مال طیب ہے مگر اس کے باوجود جب تک زید و بکر مل کر نعت خوانی کرتے رہے اور اس کے ذریعہ کماتے رہے دونوں اس حاصل کردہ رقم میں حصہ دار تھے اور اس کے بعد جب زید مقرر ہوا اور تقریروں کی بنا پر لوگ اسے دیتے رہے اور بکر تقریر کرنے میں اس کے ساتھ شریک نہیں تھا تو یہ کمائی مخصوص زید کی ہے بکر کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ شرعاً بکر کا زید کی تقریروں سے کمائی ہوئی رقم میں کوئی حصہ نہیں۔ جبکہ بکر اپنی نعت خوانی کی بناء پر الگ کماتا رہا اور اپنی ضروریات میں لاتا رہا۔ البتہ اگر ابتداء اس قسم کا معاہدہ ہو کہ آپس میں ہم اکٹھے ہیں اور مال ہمارا اکٹھا ہوگا اور پھر بکر نعت خوانی سے کماتا رہا اور زید تقریروں سے اور اکٹھے ضروریات میں لاتے رہے تو جس قسم کا معاہدہ ہوگا نصف نصف وغیرہ ان حصوں پر وہ مجموعہ مال زید و بکر شرعاً تقسیم ہوگا اور اگر معاہدہ نہیں تو زید ہی تقریروں سے حاصل کردہ مال کا مالک ہے بکر اس میں حصہ دار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

اگر مقررہ ایجنٹ وقت پر گنا فروخت نہ کرے اور خشک ہو جائے تو کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص مل کر زید کو اس بات کا ایجنٹ بنادیں کہ وہ ان اشخاص کا گنا شوگر مل پر فروخت کرلیا کرے۔ صورت یہ ہو جائے کہ مذکورہ اشخاص میں سے کسی ایک کے اِنڈنٹ پر زید اپنا گنا فروخت کرے اور اس شخص کا جس کا انڈنٹ ہے گنا رہ کر خشک ہو جائے جو کہ جلانے کے علاوہ اور کسی کام کا نہ ہو۔

ایجنٹ مذکور کے مساعی سے صاحب انڈنٹ مذکور کے نام چار دیگر سپیشل انڈنٹ میں مہیا کیے گئے جس سے دو عدد انڈنٹ صاحب انڈنٹ کے حق میں استعمال کیے گئے۔ یعنی صاحب انڈنٹ کا دو لاری گنا فروخت کیا گیا اور دو عدد انڈنٹ صاحب انڈنٹ کے دوسرے رفقاء کے حق میں استعمال کیے گئے شرعی حکم سے سرفراز فرمایا جائے کہ کیا زید مذکور

صاحب انڈنٹ کے خشک شدہ گنے کا ضامن ہوگا یا نہیں۔

وضاحت کے لیے عرض ہے کہ کارخانہ شوگر کا قانون ہے کہ وہ ہر ایک کاشتکار سے ایک معین حصہ گنا لینے کا وعدہ کرتا ہے جس کا شناخت نامہ کارڈ وہ ہر کاشتکار کے نام بناتا ہے اور وہ مقدار پیشتر قابل خرید کا بھی اس میں ذکر ہوتا ہے۔ پھر مناسب وقت پر وہ اس شخص کے نام پر انڈنٹ (گنا فروخت کرنے کا اجازت نامہ نکالتا ہے)۔ اس کے بعد مقررہ تاریخ پر گنا بذریعہ لاری مل کو پہنچایا جاتا ہے اور مقرر کردہ نرخ پر فروخت کیا جاتا ہے۔ سپیشل انڈنٹ وہ ہوتا ہے جس کی بنا پر کارخانہ ضرورت پڑنے پر فوری گنا خرید سکتا ہے۔ بسا اوقات بارش یا کسی دیگر سبب کی وجہ سے مل کو گنا پورا نہیں ملتا تو وہ جس جس کا گنا تیار پڑا ہوا اور وہاں مل میں حاضر ہو جائے تو ان کو اُسی دن لاری اور انڈنٹ دونوں فوراً دے دیتے ہیں اور اسی روز وہ گنا فروخت ہو جاتا ہے۔ شوگر مل کا قانون ہے کہ اس دن وہ بغیر اسپیشل انڈنٹ ہر گنا نہیں خریدتا۔ سپیشل انڈنٹ کا خرید شدہ گنا کوٹہ (جو کارڈ میں درج ہوتا ہے) پھر بسا اوقات اثر انداز نہیں ہوتا۔ یعنی کارڈ کا حق مکمل رہ جاتا ہے اور کبھی کبھی کوٹہ میں حساب کیا جاتا ہے اور کوٹہ ختم کر دیا جاتا ہے۔

السائل عزیز الرحمٰن (فاضل دیوبند) صدر جمعیۃ علماء اسلام ضلع پشاور

﴿ج﴾

صورت مسؤلہ میں ایجنٹ مذکور انڈنٹ والے کا ضامن نہ ہوگا اس کی چند وجوہات ہیں۔

(۱) ضمان میں تعدی اور صنع شرط ہے۔ ایجنٹ کا اس میں کوئی صنع اور تعدی نہیں۔

(۲) اور نیز ایجنٹ نے اس گنے کو مالک کے قبضہ سے اپنے قبضہ میں منتقل نہیں کیا اور جب تک گنا مالک کے خود اپنے قبضے میں ہے ایجنٹ کے ضامن ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

(۳) ایجنٹ نے اس کا گنا دوسرے انڈنٹ سے جو اس نے خود کوشش سے بنایا تھا فروخت کر دیا۔ لہٰذا اس نے مالک کے گنے کو کارخانہ پر فروخت کرایا۔ گنے کی تعیین تو تھی نہیں کہ فلاں گنا اس انڈنٹ سے فروخت کرنا۔ مطلقاً اس نے گنا فروخت کر دیا۔ مالک جب خود دیکھ رہا تھا کہ گنا خشک ہو رہا ہے اور دوسرے کے اعتماد پر اپنے مال کو کیوں چھوڑا تو خود مالک کا بھی اس میں قصور ہے۔ دوسرے سے کیا ضمان لے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کسی کا کلیم منظور کرانے پر محنت کنندہ نصف کلیم کا نہیں بلکہ اجر مثل کا مستحق ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید وعمر نے ہندوستان میں چھوڑی ہوئی زمین کے کلیم داخل کرائے تو عمر

نے بہت کوششوں اور رشوت سے اپنا کلیم منظور کرالیا لیکن زید کا کلیم نامنظور ہوا تو عمر نے زید کو کہا تم بھی دوبارہ اپنا کلیم داخل کرلو شاید منظور ہو جائے لیکن زید نے اس کی بات نہیں مانی تو پھر عمر نے اس کو اور اس کے بھائی بکر کو اور اس کے والد کو کہا کہ میں تمہارا کلیم داخل کرتا ہوں اگر منظور ہوا تو اس میں سے نصف حصہ میرا ہوگا۔ چنانچہ عمر نے زید کا کلیم داخل کیا اور بہت خرچ لگا کر اور کوششوں سے دس ہزار روپے کا کلیم منظور کرالیا۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ عمر اس میں نصف حصہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں لے سکتا تو جو خرچ اس نے اس پر لگایا ہے وہ بھی معلوم نہیں۔ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی سلیمی نواں شہر ملتان معرفت عبداللہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں عمر اجر مثل کا مستحق ہے۔ یعنی لوگ اس قسم کا کلیم جتنی اجرت پر دوسرے کے لیے حاصل کریں یا منظور کرائیں۔ عمر بھی اس صورت میں اتنی اجرت کا حقدار ہے اور اجرت مثل کی تعیین کم از کم دو معاملہ فہم دیندار سمجھدار وکیلوں سے (جنہیں اس قسم کے مقدمات کا تجربہ ہو) کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

''میری غیر آباد زمین کاشت کے قابل بناؤ تمہیں آدھی زمین دوں گا'' کیا یہ معاہدہ شرعاً درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو کو غیر آباد زمین آبادی کے لیے اس شرط پر دی کہ تو زمین کو قابل کاشت کر دے تو میں تمہیں نصف زمین اس آبادی کے بدلے منتقل کر دوں گا۔ چنانچہ زید نے اثناء آبادی میں اپنی زمین کا حصہ خالد کو فروخت کر دیا۔ عمرو ساری زمین پر قابض رہا اور تمام پیداوار زراعت اشجار وغیرہ کو فروخت کرتا رہا اور کھا پی گیا اور جو شرائط تھیں وہ بھی پوری نہ کیں۔ سو کیا یہ شخص (عمرو) خالد کے لیے بھی شرائط جو زید سے طے ہوئی تھیں، کا پابند ہے کہ نہیں اور کیا یہ معاہدہ شرعاً درست ہے؟ اگر نہیں تو یہ معاہدہ باطل ہے یا فاسد؟ اور کیا زمین عمرو لے سکتا ہے یا کہ اس زمین کا مالک زید ہی رہے گا۔

السائل ملک امام بخش

﴿ج﴾

یہ اجارہ فاسد ہے۔ صورت مسئولہ میں عمرو کو اجرت مثل ملے گی۔ وہاں کے دو عادل تجربہ کار شخص اس کی اُجرت کا موازنہ لگالیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب تک دوسری ملازمت نہ ملے شراب خانہ وغیرہ کی ملازمت ترک نہ کرنی چاہیے

﴿س﴾

الحمدللہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔اول میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اوراس کے نبی برحق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔اما بعد گزارش ہے کہ فدوی کا لڑکا شہر کراچی میں ایک سیٹھ کے یہاں ملازم ہے۔اُس کے کئی کارخانے ہیں حتیٰ کہ شراب وغیرہ کا بھی کارخانہ ہے۔ان سب میں اُس کو کام کرنا پڑتا ہے ناخواندہ ہے۔والدین اس کے نہایت ضعیف ہیں ایک بہن کنواری ہے دو بچے اور دو میاں بیوی وہ خود ہیں۔گویا سات نفر کا گزراوقات اللہ نے اس کے سر رکھا ہے۔اس کے والد اس قابل نہیں ہیں کہ کچھ کما سکیں نہ ہی کوئی ذریعہ ہے نہ زمین ہے صرف اس کی تنخواہ پر گزارا ہے۔مجھ کو رات دن یہ فکر رنج رہتا ہے کہ ناجائز ملازمت کی تنخواہ ہم کھاتے ہیں کیا ہماری نماز روزہ درست ہوگا۔میں سخت پریشان ہوں کہ کیا کروں اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟
فقط زیادہ حد ادب تحریر خاکسار سید محمود علی از کوٹلہ جامہ

﴿ج﴾

جب تک پورے وثوق کے ساتھ اور ملازمت نہ ملے اس سیٹھ کی نوکری کو ہرگز نہ چھوڑے اور آپ کا نماز روزہ انشاءاللہ تعالیٰ قبول ہے۔

عبداللہ عفا اللہ عنہ

امامت وتعلیم القرآن پر اجرت کے سلسلہ میں متقدمین ومتاخرین کی رائے

﴿س﴾

مسجد اندھی کوٹلی میں ایک مدرسہ تعلیم القرآن کے سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے تو اب کچھ لوگوں کی جانب سے یہ سوال پیدا کیا جارہا ہے کہ یہ تعلیم بالاجرت ہے اس لیے جائز نہیں۔اس پر دوسرے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ زمانہ دین سے بڑی لاپرواہی کا ہے اوراسی طرح علیحدہ دوسری جگہ بھی فی الحال نہیں ہے اس لیے جائز ہے۔اس پر ایک صاحب کہتے ہیں کہ شہر میں کافی مدارس ہیں اگر کوئی ضرورت ہوگی تو وہاں تعلیم دلا دیں گے۔مسجد میں تعلیم بالاجرت کو جائز قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ یہ صورت کرلو کہ امام صاحب کو جو مدرسی اور امامت کی علیحدہ علیحدہ اجرت دی جاتی ہے اس کو ایک ہی کر کے صرف امامت کے نام سے دے دیا کریں اور تعلیم القران کو بلا اجرت تصور کر کے جاری رہنے دیا جائے تو اس پر ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ حیلہ ہے۔اب بتایئے کیا بند کر دیا جائے؟ یا کیا صورت کریں۔

﴿ج﴾

متقدمین فقہاء کے نزدیک امامت اور تعلیم قرآن دونوں پر اجرت لینا جائز نہ تھا لیکن بعد میں فقہاء نے بالاجماع دونوں پر اجرت لینے کو جائز لکھا ہے۔ اس لیے آج کل بلاشبہ دونوں جائز ہیں پھر حیلے کی ضرورت ہی نہیں۔ اگر نا جائز ہے تو دونوں پر نا جائز ہے پھر حیلہ کرنا لغو ہے اور یہ وجہ بھی صحیح نہیں کہ مدارس میں ضرورت پوری ہوتی ہے۔ مسلمان بچے سب مدارس میں نہیں جا سکتے اس لیے گھر گھر تعلیم قرآن کو عام کرنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ

مدرس اگر مدرسہ کے لیے چندہ کرتا ہو تو کیا تنخواہ کے علاوہ معاوضہ طلب کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مدارس عربیہ میں سے کسی کا معلم صرف تعلیم کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ صرف اس تعلیم کا مشاہرہ معین ہے اور کوئی کام مدرسہ کے مہتمم صاحب کی جانب سے اس پر لازم نہیں لیکن وہ خود مدرسہ کے لیے چندہ کی فراہمی کرتا ہے۔ کیا از روئے شریعت اور قوانین مدارس عربیہ وہ معلم تعلیمی معاوضہ معینہ کے علاوہ جبکہ وہ دیگر سفراء حضرات کے برابر یا زیادہ چندہ فراہم کرتا ہو کسی قدر چندہ کی وصولی کا جیسے کہ سفراء حضرات تنخواہ لیتے ہیں۔ معاوضہ لینے کا مستحق ہو سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

مولانا صالح محمد صاحب خالد بوٹ ہاؤس سرگودھا

﴿ج﴾

اگر اس کے ساتھ فراہمی چندہ کے لیے کوئی معاوضہ پہلے سے طے شدہ نہیں یعنی سفارت کے لیے تنخواہ کا کوئی معاہدہ اُن سے نہیں ہوا تو شرعاً وہ مطالبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ انتظامیہ اور مہتمم مدرسہ کے لیے یہ جائز ہے کہ اس کو مناسب معاوضہ دے دیں۔ اگر یہ شخص معاوضہ لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو مدرسہ کی انتظامیہ سے پہلے سے معاوضہ طے کر لے۔ نیز ثلث یا ربع پر جیسے کہ بعض سفراء چندہ جمع کرتے ہیں چندہ جمع کرنا خدمت نہیں۔ بلکہ پہلے سے تنخواہ مقرر کیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۵ھ

وکیل بالشراء اگر مال ریل گاڑی کے ذریعہ بھیجے اور راستہ میں ضائع ہو جائے تو ذمہ دار کون ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کریم بخش، عبدالعزیز، حاجی محمد حسین و محمد اشرف آپس میں عرصہ سے تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ آپس میں لین دین رہتا تھا۔ حاجی حسین وغیرہ حیدرآباد میں رہتے ہیں اور کریم وغیرہ ملتان میں رہتے ہیں۔ حاجی حسین وغیرہ نے ملتان میں کریم بخش وغیرہ کو اطلاع دی کہ ہمیں ریشم بھیج دو۔ کریم بخش وغیرہ نے حاجی حسین وغیرہ کو ریشم کا ریٹ لکھ کر بھیج دیا کہ فلاں قسم کا ریشم کا یہ بھاؤ ہے اگر آپ کو یہ ریٹ منظور ہو تو ہم بھیج دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ریٹ منظور کر لیا اور ملتان میں کریم بخش وغیرہ کو اطلاع بھیج دی کہ ہمیں مال بھیج دو۔ جب بلٹی پہنچ جائے گی ہم آپ کو رقم ادا کر دیں گے۔ چنانچہ کریم بخش وغیرہ نے بوری میں مال بند کر کے حیدرآباد حاجی حسین وغیرہ کے نام بلٹی کر دیا اور بلٹی بذریعہ گاڑی روانہ کر دیا۔ گاڑی کو راستہ میں آگ لگ گئی جس ڈبہ میں مال تھا اس کو آگ لگی اور مال سارا کا سارا جل گیا۔ اُس ڈبہ میں دوسرے لوگوں کا مال بھی ملتان وغیرہ شہروں سے کراچی وغیرہ شہروں کے تاجروں کا جا رہا تھا وہ بھی جل گیا۔ اب حاجی حسین وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم مال کی قیمت ادا نہیں کرتے کیونکہ مال نہیں پہنچا اگر مال ہمارے پاس پہنچ جاتا تو ہم قیمت ادا کرتے۔ مالک مال کہتا ہے کہ میں نے مال تمہارے کہنے پر بھیجا ہے اور ریٹ وغیرہ بھی طے ہو چکا ہے لہٰذا رقم دو۔ کیا حاجی حسین وغیرہ مالک مال یعنی کریم بخش وغیرہ کو رقم ادا کریں یا نہ۔ ڈبہ مذکورہ میں باقی جن جن تاجروں کے مال تھے انہوں نے مالکان مال کو رقمیں ادا کر دیں ہیں اسی طرح حاجی حسین وغیرہ کو بھی ادا کرنی چاہیے یا نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ریلوے پر نقصان کا جو کلیم کرنے کا حق پہنچتا ہے وہ بھی حاجی حسین وغیرہ کو قانوناً بھی ان کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ مال کی بلٹی ان کے نام تھی۔ کریم بخش وغیرہ نے حاجی حسین وغیرہ کو کہا کہ آپ ریلوے پر کلیم کریں گے یا ہم کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کریں گے کیونکہ بلٹی ہمارے نام تھی۔ حاجی حسین وغیرہ نے کلیم کیا ہوا ہے۔ ریلوے کی غفلت سے جو نقصان ہوا ہے محکمہ ریلوے نے اس کا ذمہ دار اپنے محکمہ کی غفلت کو ٹھہرایا ہے اور اپنا قصور تسلیم کر لیا ہے۔ محکمہ ریلوے کے فیصلہ کے بعد کلیم کی جو رقم وصول ہوگی سارے نقصان کی رقم یا آدھے مال کی رقم جتنی بھی ملے گی وہ حاجی حسین وغیرہ لیں گے کیونکہ ان کا حق ہے لیکن ان حالات میں حاجی حسین وغیرہ مالکان مال کریم بخش وغیرہ کو مال کی قیمت ادا کریں یا نہ کریں۔ بینوا توجروا

عبدالعزیز ولد حاجی کریم بخش

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ محکمہ ریل مشترکہ وکیل کی حیثیت رکھتی ہے لیکن صورت مسئولہ میں جب مشتری نے ریٹ طے کر کے بلٹی کے ذریعہ ریل سے مال بھیجنے کا آرڈر دیا ہے تو اس سے بظاہر یہی سمجھا جائے گا کہ ریل مشتری کی طرف سے وکیل ہے۔

پس بنابریں مال ضائع ہونے کی صورت میں ضمان مشتری (مال خریدنے والے) پر آئے گا مال کے مالک پر ضمان واجب نہیں۔

علاوہ ازیں جبکہ محکمہ ریل نے کلیم وصول کرنے کا حق مشتری کو دیا ہے تو اس سے بھی بظاہر سمجھا جائے گا کہ ریل مشتری کی طرف سے وکیل ہے۔ **قال فی الھندیۃ ص ۱۱ ج ۳ ولو ان رجلاً بعث رسولاً الی بزاز ان ابعث الی بثوب کذا فبعث الیہ البزاز مع رسولہ او مع غیرہ فضاع الثوب قبل ان یصل الی الآمر وتصادقوا علی ذلک فلا ضمان علی الرسول وبعد ذلک ان کان ھو رسول الآمر فالضمان علی الآمر وان کان رسول رب الثوب فلا ضمان علی الآمر حتی یصل الیہ الثوب واذا وصل الیہ فھو ضامن کذا فی الخلاصۃ** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ محرم ۱۳۹۰ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ خیر المدارس ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

جس کام کے لیے کسی کو ملازم رکھا جائے اگر وہ کام پورا نہیں کرتا تو اس کے لیے تنخواہ لینا حلال نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) کوئی سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ کسی کو کیش سنبھالنے کے لیے ملازم رکھتا ہے جس کے ذمہ یہ کام ہوتا ہے کہ وہ ادارہ کے قانون کے مطابق روزانہ کیش موجودہ کو رجسٹر سے ملا کر سنبھالتا ہے اور پھر چھٹی کرتا ہے لیکن وہ روزانہ اپنا کام پورا نہیں کرتا۔ بلکہ مہینہ یا کئی مہینوں کے بعد کیش کو رجسٹر کے ساتھ ملاتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں اس ملازم کو تنخواہ لینی شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

(۲) اگر ادارہ اس کا کام کسی اور شخص سے کرائے تو اس کی تنخواہ سے رقم کاٹ کر اُس کو دینا جائز ہے یا نہیں یا ادارہ اپنی طرف سے ادا کرے۔

(۳) اگر یہی ملازم کام نہ کرتے ہوئے بھی زائد ٹائم کا معاوضہ لے تو اس کے لیے زائد ٹائم کا معاوضہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

شیخ احسان الٰہی دہلی گیٹ ملتان شہر

﴿ج﴾

جس کام کے لیے کسی کو ملازم رکھا جائے جب تک وہ اپنے کام مقررہ کو انجام نہ دے اس کو تنخواہ لینا حلال نہیں۔ جس قدر کام میں کمی کرے گا اسی قدر تنخواہ اسی حساب سے ناجائز ہو جائے گی۔ **کما ھو مسئلۃ الاجارۃ کما فی فتاویٰ دار العلوم** ص۱۶۷ ج ۲ لہٰذا شخص مذکور پر لازم ہے کہ دستور کے موافق ہر روز آمد و خرچ کی میزان لگا کر اپنی نشست سے اُٹھے اور چھٹی کرے ورنہ سخت مجرم ہوگا۔ البتہ اگر دوسرے ٹائم میں ملازم مذکور نے وہ اپنا تمام کام مکمل کر دیا تب اس کے لیے وہ ملی ہوئی تنخواہ حلال ہو جائے گی۔

(۲) اگر دوسرے آدمی سے وہ کام کرایا جائے تو اس دوسرے شخص کا معاوضہ مالکان کے ذمہ ہے۔ البتہ دکان کے مالکان ملازم اول کی تنخواہ بوجہ فرض منصبی پورا نہ کرنے کے کم کر سکتے ہیں۔

(۳) زائد ٹائم کا معاوضہ لینا درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

معزول مہتمم کی تنخواہ اور الاؤنسز کے متعلق ایک مفصل فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک عالم سابق مہتمم صاحب دار العلوم کبیر والا کو اہتمام سے معزول کر کے مدرس بنا دیا گیا۔ معزول ہونے کے بعد زمانہ اہتمام کی تنخواہ اُن کو ملتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد انہوں نے دعویٰ کیا کہ دار العلوم کی عاملہ کے صدر نے مجھ سے ایک معاہدہ کیا تھا اور اس معاہدہ کی بنا پر میں نے اہتمام سے علیحدگی قبول کی۔ معاہدہ میں ایک شرط یہ تھی کہ سابق مہتمم صاحب کو جو کچھ ماہوار مل رہا ہے وہ برابر ملتا رہے گا۔ مجھے تنخواہ کے علاوہ زمانہ اہتمام میں دو الاؤنس بھی مل رہے تھے۔ ایک الاؤنس زائد سبق کی تدریس کے عوض میں دوسرا نظامت شعبہ ترقی کے عوض میں۔ دونوں کی مجموعی مقدار -/۱۲۰ روپے ماہوار تھی مگر عاملہ نے معاہدہ کے خلاف کرتے ہوئے دونوں الاؤنس بند کر دیے حالانکہ میں تنخواہ مع الاؤنس کا مستحق ہوں۔ مولانا نے اس معاہدہ کے ثبوت میں ایک تحریر دکھائی جو ان کے اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھی اور اس پر مجلس عاملہ کے صدر اور مجلس شوریٰ کے صرف دو ارکان کے دستخط ہیں۔ مولانا دعویٰ کرتے ہیں کہ مجھے گزشتہ چار

سالوں کا ایک سوبیس روپیہ ماہوار کے حساب سے کل الاؤنس یک مشت ادا کیا جائے جس کی مقدار تقریباً چھ ہزار روپیہ ہے اور اس الاؤنس کو آئندہ تنخواہ کا جز بنا دیا جائے۔ مستفتی بحیثیت مہتمم دارالعلوم اس دعویٰ اور اس کے استحقاق کی شرعی تحقیق کرنا چاہتا ہے۔ مندرجہ ذیل امور میں غور فرما کر فتویٰ صادر فرمادیں کہ مولانا اس الاؤنس کے مستحق ہیں یا نہیں؟

واضح ہو کہ دارالعلوم کی خودمختار منتظمہ مدرسہ کی مجلس شوریٰ ہے۔ مجلس عاملہ اپنے فیصلوں میں مجلس شوریٰ کے تابع ہوتی ہے اور مجلس عاملہ کا فیصلہ بھی تب صحیح تصور کیا جاتا ہے جبکہ ارکان کا کورم (نصاب) مکمل ہو۔

(۱) مذکورہ معاہدہ نہ مجلس عاملہ کے مکمل کورم میں ہوا نہ جدید مہتمم سے اور نہ مجلس شوریٰ کی طرف سے ہوا صرف مجلس عاملہ کے صدر اور شوریٰ کے دو ارکان کے دستخط معاہدہ پر ثبت ہیں۔

(۲) عاملہ اور شوریٰ کے ریکارڈ میں کسی جگہ یہ نہیں کہ صدر انجمن کو مکمل اختیار ہے یا ہماری جانب سے وہ وکیل ہیں۔

(۳) معاہدہ پر گیارہ صفر ۱۳۹۴ھ کی تاریخ لکھی ہے۔ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۹۴ھ کو استعفیٰ لیا گیا۔ جس میں حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سرپرست دارالعلوم اور صدر مجلس شوریٰ و اراکین مجلس شوریٰ موجود تھے۔ وہاں اس معاہدہ یا شرط کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔

(۴) ۲۷ صفر ۱۳۹۴ھ میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں مولانا کے الاؤنس بند کر دینے کی تصریح کر دی گئی۔ اس اجلاس میں معاہدہ کرنے والے ارکان بھی موجود تھے اور ان کے دستخط بھی موجود ہیں۔ کسی نے شرط کا ذکر نہیں کیا۔

(۵) مورخہ ۲۶ رجب ۱۳۹۷ھ میں مجلس شوریٰ میں مولانا کی درخواست پیش ہوئی کہ مجھے الاؤنس دیے جائیں۔ مگر شوریٰ نے ان کو رد کر دیا اور یہ لکھا گیا کہ الاؤنس دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(۶) مورخہ ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ مجلس عاملہ میں وہی مولانا کی درخواست پیش ہوئی مگر رد کر دی گئی اور اس میں لکھا گیا کہ مجلس شوریٰ کے فیصلے کا احترام کیا جائے اور ایسی درخواست نہ دی جائے۔

(۷) معاہدہ کی تحریر میں الاؤنس ملنے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ صرف یہ لکھا ہے جو کچھ ماہوار ملتا ہے بحال رہے گا۔ ظاہر ہے کہ اس عموم میں الاؤنس داخل نہیں ہے صرف تنخواہ مراد ہے۔ کیونکہ یہ احتمال تھا کہ اہتمام سے معزول ہونے کے بعد شاید تنخواہ کم کر دی جائے اس احتمال کا ازالہ کیا گیا۔ علاوہ ازیں دارالعلوم اور تقریباً ہر دینی ادارہ کا یہ اصول ہے کہ جو الاؤنس کارکردگی کے عوض میں ہو وہ کارکردگی نہ رہنے سے ختم کر دیا جاتا ہے۔

براہ کرم غور فرما کر جواب جلد ارسال فرمادیں۔ فوری ضرورت درپیش ہے۔

﴿ج﴾

اصل اس باب میں یہ ہے کہ تدریس کے لیے ملازمت مدرسہ احکام دنیویہ کے اعتبار سے اجارہ کا حکم رکھتی ہے۔ اگر چہ عنداللہ عبادت ہونے کی توقع ہے اور احکام اجارہ میں اس کی ہر وقت گنجائش ہے کہ تنخواہ میں کمی بیشی کی جائے۔

پس حسب اجلاس مجلس عاملہ بتاریخ ۲۷ صفر ۱۳۹۴ھ جب مولانا موصوف کے ہر دو الاؤنس بند کرنے کی تصریح کر دی گئی اور اسی اجلاس میں وہ اراکین بھی موجود ہیں جو بقول مولانا موصوف کے صدر مجلس اور باقی دو اراکین نے کل تنخوا مع الاؤنس بحال رکھنے کا معاہدہ کیا ہے۔ لہٰذا اسی تاریخ سے مولانا موصوف کے دونوں الاؤنس بند ہو گئے اور وہ ان کے وصول کرنے کے حقدار نہیں رہے۔ البتہ مولانا موصوف کو باقی ماندہ تنخواہ پر رہنے نہ رہنے کا اختیار ہے اس لیے اگر باقی ماندہ تنخواہ پر مولانا موصوف کام نہیں کرنا چاہتے اور وہ ملازمت چھوڑنا چاہتے ہیں تو مہتمم صاحب کو ان سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہونی چاہیے۔

یہ مسئلہ بندہ نے عقد اجارہ کے اصول وقواعد کو مدنظر رکھ کر تحریر کیا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اس کو دوسرے علماء کے رو برو بھی پیش کیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مدرسہ کے چندہ کی رقم سے خود مزدوری لینا یا مہتمم کا مزدوری دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ

(۱) ایک شخص از خود مدرسہ اسلامیہ کا چندہ وصول کر کے لاتا ہے اس کے لیے کسی نے مدرسہ کی طرف سے وصولی چندہ کی صورت مقرر نہیں کی اور وہ خود بھی چندہ دہندگان کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرتا کہ میں اس وصولی مثلاً چندہ میں سے مزدوری لوں گا بلکہ وہ خالص مدرسہ کے لیے چندہ دیتے ہیں تو کیا وہ اس وصولی شدہ میں سے یا اس کے علاوہ کسی (متعلق بالمدرسہ) سے اس وصولی چندہ کی مزدوری لے سکتا ہے یا نہیں۔ ظاہراً یہ کام تبرعاً کر رہا ہے۔

(۲) خود مہتمم مدرسہ کہیں سے چندہ وصول کر لاتا ہے اس کی بھی کسی نے اجرت مقرر نہیں کی ہوئی۔ اب چندہ وصول کرلانے کے بعد مہتمم صاحب یہ سمجھتے ہیں کہ میں سفیر کو وصول شدہ چندہ میں سے دیا کرتا ہوں لہٰذا میں بھی اس کا حقدار ہوں کہ جو چندہ وصول کرلایا ہوں اس میں سے اتنی مزدوری اپنے لیے لوں تو کیا مہتمم صاحب کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ امدادیہ میں لکھا ہے کہ جو سفیر چندہ وصول کرلاتا ہے اور چندہ دہندگان

کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرتا کہ میں اس میں سے مزدوری لوں گا بلکہ وہ خالص مدرسہ کے لیے چندہ دیتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس کو اس چندہ میں سے مزدوری نہ دینی چاہیے۔

تو گزارش ہے کہ جو سفیر مفت کام نہ کرنا چاہے اس کو مزدوری کہاں سے دینی چاہیے۔

﴿ج﴾

فقہاء کا مسلم قاعدہ ہے کہ اجارہ عقد ہے جس کے لیے متعاقدین کا ہونا ضروری ہے۔ نیز یہ کہ اُجرت مجہولہ سے اجارہ فاسد ہوتا ہے۔ اب پہلی صورت میں تو چونکہ سفیر نے از خود بغیر عقد کے چندہ جمع کیا ہے نہ اجارہ ہوا اور نہ کوئی دوسرا عقد صرف کار خیر، جس میں سے اُس کو کچھ نہیں مل سکتا۔ البتہ اگر ارباب حل وعقد مدرسہ کسی شخص کی خدمات کو دیکھ کر اور اُس کی ضروریات کے پیش نظر مدرسہ کے مفاد کو دیکھتے ہوئے کچھ بطور انعام کے دے دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ عام چندہ دہندگان کو اس کا علم ہو کہ مدرسہ کے ارباب حل وعقد بعض مواقع پر ایسے انعامات دیا کرتے ہیں مثلاً روئیداد میں اس کو شائع کیا جائے دوسری صورت میں اگر مہتمم صاحب مدرسہ کو مجلس عاملہ یا مجلس شوریٰ نے مجاز قرار دیا ہے کہ اس قدر رقم بھی اجرت لے سکتے ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ نیز معلوم ہو جانا چاہیے کہ اجرت اس فراہم شدہ رقم میں سے نہ لی جائے بلکہ اس کو تو مقرر کردہ مدات میں جمع کر لیا جائے اور اجرت مدرسہ کی اس مد سے ادا کی جائے جو تنخواہ ملازمین کے لیے مقرر ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مقررہ اُجرت سے ہٹ کر فی من پسائی پر ایک کلو اناج وصول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ رواج کے مطابق آج کل گندم کی پسائی مقررہ کے علاوہ کٹرہ ایک سیر فی من بھی مالکان فلور ملز وصول کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اگر گندم گیلی ہو تو فی کس ایک سیر سے زائد آتی ہے اور اگر گندم خشک ہو تو نصف سیر یا چکی میں خرابی ہو تو تین پاؤ کم آتی ہے۔ تو کیا یہ کٹرہ لینا جائز ہے۔

نذیر احمد، نصیر احمد ولد واحد بخش کھوکھر ساکن محمد پور ضلع ملتان

﴿ج﴾

جس قدر آٹا فی من کم ہو جاتا ہے اس قدر کم کرنا جائز ہے۔ اس سے زائد لینا جائز نہیں ہوگا اور یہ تحقیق خود چکی والے کی دیانت داری پر ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی مزارع سے زمین میں ایک تہائی پر آم لگوانا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ مسمی کریم بخش نے اپنی زمین مملوکہ ۳ بیگھے اس شرط پر مسمی غلام قادر کو دی کہ اس پر آم کے درخت لگائے تو جب تک یہ آم رہیں گے تو تیرا تیسرا حصہ ہوگا اور دو حصے مالک زمین کے ہوں گے۔ کیا یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں۔ نیز اگر یہ معاملہ جائز نہیں تو کس طرح طے کریں۔ تا کہ شرع میں دونوں کے لیے حلال ہو۔

﴿ج﴾

شرعاً یہ معاملہ جائز نہیں ہے کیونکہ یہ جائز عقود مثلاً مزارعت، مساقاۃ اور اجارہ میں سے کسی ایک کے تحت نہیں آتا اس لیے یہ عقد فاسد ہے۔ اس لیے غلام قادر نے اگر یہ کام کر لیا ہے تو وہ صرف اجر مثل کا حقدار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مہنگائی کی وجہ سے مالک مکان وغیرہ کرایہ بڑھانے کا مجاز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج کل دکانات و مکانات کے کرایہ دار عرصہ پانچ سال جو شرح کرایہ ادا کرتے تھے اب بھی اُسی شرح کو برقرار رکھنے کے لیے عدالتوں میں کرایہ جمع کرا دیتے ہیں جبکہ حالات اور اخراجات اس قدر زائد ہو گئے ہیں کہ سابقہ شرح کو برقرار رکھنا مالک مکان و دکان کے لیے نا قابل قبول ہو گیا ہے۔ کیا سابقہ کرایہ کو بڑھانا اور وقت کے تقاضوں و گرانی سے ہم آہنگ کرنے کا مالک مجاز و مختار ہے؟ اضافی کرایہ ناجائز تو نہیں ہوگا؟ کیا اضافے کی کوئی حد بھی ہے۔ شرعاً و اخلاقاً کہاں تک درست ہے۔

نذیر احمد ولد احمد یار حرم دروازہ ملتان

﴿ج﴾

مالک مکان و دکان کو وقت کے تقاضوں اور گرانی کے ہم آہنگ کرنے کے مطابق کرایہ میں اضافہ کرنے کی اجازت ہے اور اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ یہ مالک اور کرایہ دار کی رضامندی پر موقوف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کرایہ دار ظالم ہو تو مسلمان حاکم کو اس سے مکان یا دکان خالی کرانا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسماۃ ملوکاں بی بی بیوہ مستری امیر بخش قدیر آباد ملتان اس وقت در بدر پناہ گزین ہے۔ جو کہ بیوہ ہونے کے علاوہ دائمی فالج کی مریضہ، پردہ نشین، معلمہ قرآن مجید، مفلس عورت ہے۔ کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے۔ صرف ایک قطعہ مکان بیوہ کی ملکیت میں موجود ہے کہ جس پر شیخ مظفر اقبال ولد شیخ محمد افضل بحیثیت کرایہ دار کے قابض ہے جو نہ ہی پورا کرایہ دیتا ہے اور نہ ہی جائز بازاری قیمت پر خریدنا چاہتا ہے اور نہ ہی بیوہ کی اپنی ذاتی رہائش کے لیے مکان مذکورہ کا قبضہ واپس دینے کو تیار ہے۔ اپنے حق کا مطالبہ کرنے پر مظفر اقبال مذکورہ اپنی بہن اور والد کی معرفت غلیظ اور مکروہ گالیاں دیتا ہے۔ برادری اور پنچایت کے روبرو مذکورہ شخص نے کچھ ایام تک قبضہ واپس کرنے کا اقرار کیا لیکن مقررہ میعاد پر قبضہ کی واپسی کے بجائے مکان کا کافی حصہ خستہ کر کے اب سائلہ بیوہ کو ہراساں کرنے کے لیے دعویٰ دیوانی دائر کر دیا ہے۔ عقبی دیوار بھی گرادی ہے۔

شرع محمدی کے نزدیک ایسے ظالم شخص مظفر اقبال کے لیے کوئی قانون لاگو ہے۔ بیوہ شرعاً کس طرح ایسے شخص سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔

﴿ج﴾

شرعاً مسماۃ ملوکاں بی بی اپنا مکان کرایہ دار مذکور سے خالی کرا سکتی ہے۔ مسلمان حاکم کو لازم ہے کہ فوراً اس کے مکان کو ایسے ظالم کرایہ دار سے فارغ کرا دے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ملازم نے اگر مالکوں سے ہیرا پھیری کی ہو تو اب اُس کی تلافی کی کیا صورت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک شریف دیانتدار اور پرہیزگار ملازم ہے وہ چند ناگزیر وجوہات یا کسی کے بہکانے پر اپنے مالکان کے ساتھ بددیانتی کر بیٹھتا ہے یعنی سودا سلف میں کچھ ہیرا پھیری کر لیتا ہے۔ اب جبکہ وہ یہ قصور کر بیٹھتا ہے تو اُسے ہوش آتا ہے کہ کیا ہو گیا۔ اس ملازم پر شریعت کا کیا حکم صادر ہو گا کیونکہ خدا کے حضور تو معافی مانگ لے گا مگر مالکان کو کس منہ سے کہے کہ وہ بددیانت ہے۔

﴿ج﴾

زید پر لازم ہے کہ سودا سلف وغیرہ میں اُس نے جتنی بددیانتی کی ہے اُس مقدار کی رقم یا آئندہ کے لیے سودا سلف مالکان کو واپس کر دے۔ بتانا ضروری نہیں لیکن اس مقدار کی رقم وغیرہ مالکان کو واپس کرنا ضروری ہے اور آئندہ کے لیے ایسی بددیانتی سے توبہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی ملازم کی ایسی جگہ تقرری ہو کہ وہاں کام نہ ہو تو تنخواہ جائز ہے یا نہیں ،جعلی سند پر نوکری کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) میرے ایک ساتھی کو بحیثیت پیش امام ایک جگہ مقرر کیا گیا ہے جبکہ وہاں نہ مسجد ہے اور نہ کسی وقت نماز پڑھی جاتی ہے۔ یعنی نماز پڑھانے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ پس تنخواہ بغیر کام کیے ملتی ہے تو کیا یہ تنخواہ اس کے لیے جائز ہے۔

(۲) بحیثیت معلم دینیات بھرتی ہونے کے لیے کسی مستند دار العلوم سے فارغ ہونے کا سرٹیفکیٹ لازمی تھا۔ اس کے بغیر نوکری ملنی ناممکن تھی۔ میرے ایک ساتھی نے جو یہ کام تو کر سکتا تھا وہ ایک معلم دینیات ہے مگر سند اس کے پاس نہیں تھی۔ تب کچھ روپے خرچ کر کے یہ سند جعلی بنائی اس پر نوکری ملی تو اس دھوکہ سے اس کو ماہوار تنخواہ جو ملتی ہے کیسی ہے؟

﴿ج﴾

(۱) یہ تقرری کس کی طرف سے ہے اور تقرری کرنے والے کو ان امور کا علم ہے یا نہیں۔ وضاحت سے لکھ کر جواب حاصل کریں۔

(۲) کام کی وجہ سے تنخواہ حلال ہے دھوکہ دینے کا گناہ ہے استغفار و توبہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ملازم اگر غیر حاضری کو حاضری ایشو کر کے تنخواہ لیتا ہے تو گناہگار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک سرکاری ملازم اپنی روز کی کارکردگی کی رپورٹ حکومت کو دیتا ہے جس میں لکھتا ہے کہ فلاں فلاں دن میں نے دورے کیے لیکن وہ حقیقت میں اپنے نجی کام کرتا رہا یا گھر پر رہا اور تنخواہ پوری

وصول کر لی تو جتنے دن اس نے گھر پر گزارے ان دنوں کی تنخواہ حرام ہوگی یا حلال۔اور جو تحریر میں جھوٹ لکھا اس کی عنداللہ گرفت ہوگی یا نہیں اور وصول شدہ زائد تنخواہ توبہ کرنے سے بخشی جائے گی یا نہیں جبکہ تنخواہ کی واپسی کی قدرت رکھتا ہو۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

غلط رپورٹ تحریر کرنے سے گناہگار بنا ہے جس سے توبہ کر لینی ضروری ہے اور جو زائد رقم وصول کر چکا ہے جس کے وصول کرنے کا وہ حقدار نہ تھا اس کو واپس کر دینا ضروری ہے۔محض توبہ کر لینے سے زائد رقم کی وصولی کا گناہ حسب ضابطہ شرعیہ معاف نہ ہوگا اس سے توبہ کرنے کا طریقہ یہ ہی ہے کہ وہ زائد رقم واپس کر دے اور اس جرم کی معافی بھی اللہ تعالیٰ سے مانگ لے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ دار اگر مکان خالی کرنے سے گریزاں ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

ایک قطعہ زمین ہے جو خاص میرا ہے۔ایک ہمسایہ کا اس زمین میں ایک رہائشی معمولی مکان ہے۔اس میں دس بیس سال سے رہائش پذیر رہا۔جو آدمی میری زمین میں رہائش پذیر تھا اس کی زمین بھی اس زمین کے نزدیک دس بیس کرم کے فاصلے پر موجود ہے۔وہ زمین جو میری ہے پہلے غیر آباد تھی اب آباد ہوگئی۔میں کہتا ہوں کہ جو رہائشی مکان تھا اس کو کہا ہے کہ زمین اس وقت آباد ہے آپ کے رہنے میں میری آبادی کو نقصان پہنچے گا جو آپ کی زمین جو اس زمین کے نزدیک ہے آپ اپنی زمین میں مکان بناؤ میرا نقصان نہ کرو۔وہ آدمی جو رہائش پذیر ہے وہ نہیں اٹھتا۔وہ تو کسی اور جگہ چلا گیا ہے مگر بیلوں مویشیوں کا ٹھکانہ بنا دیا ہے۔ہمارے کہنے پر وہ ٹھکانہ نہیں ہٹاتا ہم کو سراسر نقصان کا اندیشہ ہے۔ شریعت اس معاملہ میں کیا فتویٰ دیتی ہیں۔

﴿ج﴾

اگر اس قطعہ اراضی کی آبادی آپ کی ہے تو یہ زمین آپ کی ملکیت ہے۔اس صورت میں انہیں قطعہ کا خالی کرنا ضروری ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دھوبی کے ہاں سے اگر کپڑے گم ہو جائیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دھوبی کو کپڑے دیے گئے کہ ان کو دھوئے۔ اس نے آگے دوسرے دھوبی کو دے دیے کہ اس کو دھو کر لائے چنانچہ اس دوسرے دھوبی نے ایک کپڑا گم کر دیا ہے۔ اس کپڑے کا ضمان کسی پر ہے یا نہیں یا کپڑے کے مالک کو کسی ضمانت اور بدلہ لینے کا حق نہیں۔ جواب سے نوازیں۔ ۔

محمد مسعود ناظم مدرسہ ہذا

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر ایک دھوبی کا دوسرے دھوبی سے کپڑے دھلوانے کا عرف ہے نیز دوسرے دھوبی نے اس کی حفاظت میں غفلت نہ کی ہو اس کی تعدی نہ ہو تو کسی پر ضمان نہیں ہے اور اگر دھلوانے کا عرف نہ ہو اور دوسرے نے حفاظت میں غفلت نہ کی ہو تو ضمان پہلے دھوبی پر ہے دوسرا بری ہے اور اگر دوسرے سے دھلوانے کا عرف ہے لیکن دوسرے نے غفلت کی ہو اس کی تعدی ہو تو ضمان دوسرے پر ہے پہلا دوسرے سے لے کر مالک کو ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہذا

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

وعظ اور تقریر پر اُجرت مقرر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی عالم تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کوئی تقریر یا وعظ کہنے کے لیے پیشگی سودا بازی کرتا ہے اگر اس کی مقرر کردہ رقم اس کو پیشگی مل جاتی ہے تو وہ وعظ یا تقریر کرتا ہے ورنہ معذرت پیش کر دیتا ہے۔

(۱) کیا اس قسم کی روزی حلال ہے (۲) کیا اس قسم کے علماء جنہوں نے دین کو دکانداری بنا رکھا ہے اس قابل ہیں کہ ان سے عقیدت رکھی جائے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ وعظ یا تقریر کرنے کے بعد حق خدمت کے طور پر منتظمین جو کچھ دے دیں اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں اور نہ ہی کھانے پینے اور کرایہ سے ہمیں سروکار ہے ہم صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ شرعی اور دینی احکام کی رو سے ایسے علماء کس زمرے میں داخل ہیں جو تبلیغ دین کے لیے راضی ہی جب ہوتے ہیں جب ان کے ہاتھ میں کم از کم سو پچاس روپے تھما دیے جاتے ہیں۔ اُمید ہے کہ جناب اس فتوے کا جواب فرما کر مسلم قوم پر احسان فرمائیں گے۔

﴿ج﴾

افراط وتفریط دونوں طرف سے ہے۔ اگر کوئی عالم پیشگی سودابازی کرتا ہے تو بلانے والے اور مجلس وعظ ومحفل میلاد کرانے والے اور مجلس ذکر وشہادت کرانے والے کیسے ہوتے ہیں یہ تو بتائیں صحیح تبلیغ اسلامی کا جذبہ آج کس بھائی میں ہے۔ بہر حال کسی عالم کے لیے سودابازی جائز نہیں اور جلسہ کرنے والے ان کے متعلق بھی غور فرمالیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

پراپرٹی کا مالک کرایہ دار کو نکال سکتا ہے اور کرایہ بھی بڑھا سکتا ہے

﴿س﴾

ایک شخص نے ایک دکان کسی کو کرایہ پر دی۔ عرصہ تقریباً پانچ سال بعد اب مالک دکان واپس لینا چاہتا ہے لیکن کرایہ دار اب قابض ہو کر دکان واپس کرنے کو تیار نہیں۔ کیا از روئے شرع شریف مالک کرایہ دار کو نکال سکتا ہے۔

بینوا توجروا

عبدالعزیز جہانگیر پشاور شہر

﴿ج﴾

مالک دکان کرایہ دار کو الگ کرنے اور کرایہ بڑھانے کا اختیار رکھتا ہے کرایہ دار کو انکار کرنے کا ہرگز حق نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کرایہ دار کو ذاتی دشمنی کی وجہ سے بے دخل کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مالک دکان کرایہ دار کو ذاتی دشمنی کی وجہ سے بے دخل کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے کرایہ دار کے کاروبار کو بہت نقصان ہونے کا اندیشہ ہے تو کیا مالک کو شرعاً یہ حق حاصل ہے یا نہیں۔

محمد فاروق اندرون رام داس بازار پشاور

﴿ج﴾

مالک دکان کو شرعاً کرایہ دار سے دکان خالی کرانے کا حق حاصل ہے۔ اگر مالک دکان کی نیت اچھی نہیں ہے تو یہ اس کا ایسا جرم نہیں ہے جس کی وجہ سے کرایہ دار کو علیحدہ کرنے کا شرعی حق اس سے چھین لیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غیر آباد زمین کو آباد کرنے کے عوض اُجرت میں زمین دینے سے متعلق مفصل فتویٰ

﴿س﴾

مہربانی فرما کر ان سوالات کا جواب عنایت فرمادیں۔

(۱) ہمارے علاقہ میں غیر آباد زمینیں چند شرائط پر آبادی کے لیے دیتے ہیں اس کو ادھلابی کہتے ہیں۔ سو دو سو روپیہ بھی مالک زمین آباد کنندہ سے لیتا ہے۔ شرائط مکمل ہونے کے بعد آباد کنندہ کو مالک زمین زمین کا نصف آباد کنندہ کو دے دیتا ہے اور نصف خود لے لیتا ہے۔ کیا یہ معاملہ صحیح ہے؟ نیز ایک روپیہ کے اسٹامپ پر یہ معاہدہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔ بوقت انتقال (ادھلابی دہندہ) مالک زمین نے ادھلابی گیرندہ کو کہا کہ اگر زمین کا یہ حصہ لے تو مثلاً پچیس بیگھے دیتا ہوں اور اگر یہ رقبہ لے تو بیس دیتا ہوں۔ حالانکہ بوقت تحریر معاہدہ میں یہ امتیاز وتفریق نہیں تھی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ معاہدہ اور معاملہ صحیح ہے؟ کہیں اجارہ فاسد تو نہیں اور اجارہ فاسد کی کیا تعریف ہے؟ اور شرائط فاسدہ کیا ہیں؟ اور اگر صحیح نہیں تو فساد کی وجوہات اور اس کا حکم بالتفصیل تحریر کریں۔

(۲) لوگ عموماً مال مویشی پالنے پر دیتے ہیں تو یہ درست ہے یا کہ نہیں۔ اس میں بھی مال بڑھ جانے کے بعد نصف کیا جاتا ہے۔

(۳) گندم کی کٹائی کی اُجرت انہی خوشوں سے دی جاتی ہے۔ اسی طرح کپاس کی چنائی بھی اسی کپاس سے دی جاتی ہے اور کھجوروں وغیرہ کا بھی یہی حساب ہوتا ہے۔ کیا یہ سب ناجائز ہیں۔ یا لعموم البلویٰ جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

﴿ج﴾

(۱) یہ اجارہ فاسدہ ہے۔ واضح رہے اجارہ صحیحہ وہ ہوتا ہے کہ جس میں ایک منفعت (جو کہ معلوم ومعین ہو) کو بعوض ایک اجرت کے (وہ اجرت بھی معلوم ومعین ہو) حاصل کیا جائے اور وہ اجرت ایسی ہو جو کہ عامل کے عمل سے حاصل نہ ہو مثلاً ایک شخص آٹا پسواتا ہے اور طے کرتا ہے کہ پسوائی اسی آٹے میں سے دی جائے گی اگر وہ متعین بھی کر دے کہ فی من ایک سیر یا دو سیر آٹا پسوائی اسی مال سے دوں گا تو یہ ناجائز ہے۔ پس صورت مسئولہ میں جب کہ زمین کی آبادکاری میں اُجرت اسی آباد شدہ زمین کا نصف حصہ قرار دیا گیا ہے تو یہ اجارہ فاسدہ ہے۔ اس کے جواز کی تدبیر یہ ہے کہ آبادکاری کا معاوضہ نقد رقم قرار دیا جائے۔ پھر اس نقد رقم کے عوض نصف زمین فروخت کر دی جائے یا زمین نصف فروخت کر دی جائے آبادکار کے ہاتھ زر ثمن اس کے ہاتھ قرضہ ہو جائے پھر وہ قرض کے عوض میں نصف معین زمین کو آباد کر دے۔

(۲) مویشیوں کو اس طرح پالنے پر دینا بھی ناجائز ہے۔اس کی جائز شکل یہ ہے کہ نصف مویشی معمولی قیمت پر فروخت کر دیے جائیں۔ پالنے والے کے ساتھ وہ شریک ہو جائے گا۔نصف جانور اس کے ہو جائیں گے۔ پھر وہ ان جانوروں کہ پالتا رہے۔

(۳) یہ بھی ٹھیک نہیں اور عموم بلوی یہاں معتبر نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زمین زراعت پر لیتے وقت آفات سماویہ وارضیہ کے عوض دینے کا وعدہ کرنا

اگر ایک بچھڑی پر دو آدمیوں کا دعویٰ ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کہ

(۱) زید ایک آباد زمین کے متعلق کاشت کرنے کو عمرو سے کہتا ہے کہ میں تین من فی ایکڑ آپ کو دوں گا اور زمین بشرائط آفات سماوی وارضی مثلاً ژالہ باری اور کیڑا وغیرہ کے مجھے کاشت کرنے دو کیا شرعاً عمرو کو تین من فی ایکڑ لینا جائز ہے یا نہیں۔مفصلاً بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

نوٹ: آباد زمین سے مراد یہ ہے کہ کاشت شدہ ہو اور بنجر غیر آباد نہ ہو۔

(۲) فرید کی ایک بچھڑی گم ہو گئی۔وہ تلاش کرتے کرتے چراگاہ سے ایک بچھڑی پکڑ کر گھر لے گیا اور اس نے یہ سمجھا کہ یہ میری بچھڑی ہے اور دوسری طرف عمرو کی بچھڑی اس دن گم ہو گئی جس دن زید بچھڑی پکڑ لایا۔عمرو تلاش کرتے کرتے چراگاہ سے اس کی بچھڑی کو پکڑ کر لے گیا۔جو زید پکڑ لایا تھا۔دو دن کے پاس پھر زید عمرو کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ یہ بچھڑی میری ہے تو عمرو نے کہا تو بھولا ہوا ہے یہ بچھڑی تیری نہیں بلکہ میری ہے۔فریقین نے کہا ہمارے گواہ موجود ہیں ان کا فیصلہ ایک مولوی کے پاس گیا اس نے زید کو مدعی اور عمرو کو مدعی علیہ قرار دیا اور عمرو سے بمطابق فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم البینة للمدعی و الیمین علے للمدعی علیه اس بچھڑی کے گواہ طلب کیے۔اس کے گواہ اس کا ماموں اور ماموں زاد بھائی تھے۔ان دونوں گواہوں نے موقعہ پر گواہی سے انکار کر دیا۔پھر مدعی علیہ اس بچھڑی کو بذریعہ حلف لینے کو تیار تھا۔نیز اس کے گواہ بھی گواہی دینے پر تیار تھے۔بلکہ بیانوں میں گواہی دے دی۔لہٰذا بچھڑی مدعی علیہ کو دے دی گئی۔کیا یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط اس کی بھی تصدیق فرمادیں۔نیز یہ بھی فرمادیں کیا زید مدعی ہے یا عمرو یا دونوں مدعی ہیں۔مفصلاً اس کا حل ارشاد فرمادیں۔

نوٹ: ایک مولوی صاحب نے دونوں کو مدعی قرار دیا یہ صحیح ہے یا غلط اس کا بھی صحیح حل فرمادیں۔

العارض عبدالملک عفی عنہ۔

﴿ج﴾

(۱) اگر اس عقد میں یہ شرط لگادی ہے کہ آفات سماوی وارضی کی صورت میں تین ایکڑ فی من نہ دے گا تو یہ اجارہ فاسدہ ہے اور ایسا عقد کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا فسخ کرنا ضروری ہے ورنہ اجر مثل دینا پڑے گا۔ اور اگر یہ شرط لگادی ہے کہ آفات ہوں نہ ہوں بہر صورت مجھے تین من فی ایکڑ کے حساب سے دینا ہوگا اور تمام ایکڑ معلوم ہوں اور مدت بھی معلوم ہو تو یہ عقدہ اجارہ ہے اور صحیح ہے بمعہ دیگر شرائط اجارہ۔ اور اگر اسے مزارعت کہا جائے تو وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے اندر تو محاصل میں شرکت ہوتی ہے۔ کسی ایک کے لیے کچھ مقدار معین کرنی جائز نہیں ہے۔

(۲) صورت مسئولہ میں دونوں مدعی قرار دیے جائیں گے۔ زید جو خارج ہے اس کے پاس گواہوں کے نہ ہوتے ہوئے عمرو سے گواہ طلب کیے جاتے اور گواہوں کے پیش ہونے کی صورت میں حکم یا حاکم اس کے حق میں فیصلہ دیتا۔

قال فی الهداية ص ۲۱۸ ج۳ قال فان اقام الخارج البينة علی ملک مورخ و صاحب اليد بينة علی ملک اقدم تاريخا کان اولی الخ۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

رہن کا بیان

مرہونہ زمین سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے اگر اٹھالیا تو اصل رقم سے منہا کیا جائے

علانیہ زنا کے مرتکب ہونے والوں سے مسلمانوں کو تعلقات قطع کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) ایک آدمی ایک دوسرے آدمی سے ۴ کنال زمین رہن لیتا ہے اور اس زمین کا عام بھاؤ کم از کم -/۶۰ روپے ٹھیکہ فی بیگھہ ہے۔ تو جس آدمی نے پیسے دیے ہیں وہ کہتا ہے کہ تیرہ روپے سال کی کاٹ دوں گا اس سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے لیکن جبکہ نصف حصہ کم از کم تیس بنتے ہیں۔

(۲) ایک عورت اور مرد اعلانیہ طور پر زنا کرتے ہیں اور تمام گاؤں والے اچھی طرح سے واقف ہیں ایک مولانا صاحب نے ان کے اس ناجائز حرکات پر شرعی حدود دوز نا کر دیں کہ ان کے ساتھ لین دین کھانا پینا بیٹھنا اُٹھنا جس آدمی کا بھی ہو وہ مسلمان نہیں اور ان کو شہر بدر کرنا چاہیے۔ اس کے برعکس ایک دوسرے مولوی صاحب ان کی پشت پناہی کرتے ہیں اور ان کے گھر یعنی عورت کے گھر میں بیٹھتے اُٹھتے ہیں اور کھانا وغیرہ کھاتے ہیں جس مولانا نے فتویٰ لگایا وہ سند یافتہ ہیں اور دوسرے مولوی صاحب سند یافتہ نہیں۔ اس کے بارے میں مدلل ثبوت دے دیں کہ ان مولوی صاحب پر کیا حد شرعی نافذ ہوتی ہے۔ حدود توڑنے پر ان ہر دو مجرم پر فتویٰ لگایا گیا اور ان کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے والے مولانا صاحب کے ساتھ کیا ہونا چاہیے۔

میاں غلام الٰہی صاحب مقام چیلیانوالہ ضلع گجرات

﴿ج﴾

(۱) مرہونہ زمین سے کسی کے لیے بھی نفع لینا جائز نہیں لیکن اگر مرتہن نے نفع حاصل کیا تو یہ تمام نفع قرضہ کی وصولی میں شمار ہوگا۔ یعنی منافع کی مقدار راہن سے قرض ساقط ہو جائے گا۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اصل منافع سے کم قرضہ ساقط کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(۲) بدکاری کرنے والے مرد اور عورت کو سمجھایا جائے لیکن اگر وہ باز نہیں آتے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ خورد و نوش نشست و برخاست غرض ہر قسم کے تعلقات ختم کر دیں یہاں تک کہ وہ باز آ جائیں۔ ان کی پشت

پناہی کرنا قرآن مجید کا صریح حکم ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیۃ (یعنی گناہ اور شرعی حدود سے متجاوز امور میں کسی کی اعانت نہ کرو) کی خلاف ورزی ہے۔اس لیے پشت پناہی کرنے والے شخص پر لازم ہے کہ وہ فوراً اس کی اعانت چھوڑ کر توبہ تائب ہو جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مرہونہ زمین کو ٹھیکہ پر لینا اور اُس کی آمدن سے دریاں خرید کر مسجد میں بچھانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ الف نے اپنی زمین ب کے پاس کچھ رقم کے بدلے رہن سود کے سوا رکھی اور ج نے ب سے وہی زمین جو رہن شدہ ہے کاشت کے لیے ٹھیکہ پر لی۔

(۱) کیا ب کی آمدنی جو رہن شدہ زمین سے ہوتی ہے یعنی پیداوار اس کے متعلق شرعی حکم جواز کیا ہے۔

(۲) کیا ج کی آمدنی جو رہن شدہ زمین از ب پیداوار کی صورت میں ہوتی ہے اس کے متعلق حکم شرعی کیا ہے۔

(۳) کیا ب کی آمدنی سے خریدی ہوئی دریوں پر جو مسجد میں بچھائی گئی ہیں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

(۴) کیا ج اگر امامت کرے تو کیا حکم ہے۔

مستفتی کرم قوم کمہار ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

ب کے لیے مرہونہ زمین سے نفع حاصل کرنا یا بیچنا یا ٹھیکے پر دینا جائز نہ تھا۔اسی طرح ج کے لیے اس زمین کو ٹھیکے پر لینا جائز نہ تھا اور جب دونوں نے یہ فعل ممنوع کیا تو دونوں کی ملک خبیث سے جو آمدن ہوتی ہے وہ بھی حرام ہوتی ہے اس لیے دونوں پر اس مال کا تصدق لازم ہے اور اس حرام مال سے خریدی ہوئی دریوں پر نماز پڑھنا درست نہیں اس لیے راجح یہ ہے کہ حرام مال سے حاصل کردہ عروض حرام ہیں قال فی الشامیۃ لا یخفی انھما (ای قول الکرخی وخلافہ) قولان مصححان وایضا فیھما عن الحموی عن صدر الاسلام ان الصحیح لا یحل لہ الا کل ولا الوطی لان فی السبب نوع خبث فلیتأمل وان شئت زیادۃ التفصل فراجع کتاب الغصب من ردالمختار ص ۱۲۰ ج ۶ حرام مال کا کھانے والا فاسق ہے اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ رمضان ۱۳۸۹ھ

اگر ایک زمین عرصہ ساٹھ سال سے کسی کے پاس رہن ہو تو کیا مرتہن اُس کا مالک بن سکتا ہے

﴿س﴾

ماقولکم رحمکم الله تعالیٰ فی ان المرهون بعد اذا مضی علیه فی ید المرتهن ستین سنة ولا یفکه الراهن ولا ولده ولا ولد اولاده هل یصیر بعد المرافعة الی القاضی او الحاکم المسلم ملکا قطعیا کما هو المعروف فی قانون الحاضر وهو المسمی فی اصطلاحهم (زائد المیعاد)

فی الجملة ان الاذن للحاکم هل هو شرعی ام من القانون الغرب وبعد مصادرة الحکم من الحاکم هل یجوز الانتفاع من ذلک المرهون فی شرع الاسلامی ام لا؟

ہومیو پیتھک ڈاکٹر محمد ایاز خان غزنی خیل ضلع بنوں

﴿ج﴾

فی شرح التنویر ص ۵۱۹ ج ۲ مات الراهن باع وصیه رهنه باذن مرتهنه وقضی دینهلقیامه مقامه فان لم یکن له وصی نصب القاضی له وصیا وامره ببیعه لان نظره عام وهذا لو ورثته صغارًا فلو کان کبارًا خلفوا المیت فی المال فکان علیهم تخلیصه جوهره. وبعد سطر لا یبطل المرهن بموت الراهن ولا بموت المرتهن ولا بموتهما ویبقی الرهن رهنا عند الورثة وایضا فی شرح التنویر ۵۰۲ ج ۲ سلطه ببیع الرهن ومات للمرتهن بیعه بلا محضر وارثه غاب الراهن غیبة منقطعة فرفع المرتهن امره للقاضی لیبیعه بدینه ینبغی ان یجوز.

وفی الشامیة بقی ما اذا کان حاضر اوا متنع عن بیعه وفی الو لواجیة یجبر علے بیعه فاذا امتنع باعه او امنیه للمرتهن و اوفاه حقه والعهدة علے الراهن اه ملخصًا. وبه یفتی فی الحامدیة وفی الخیریة یجبر علے بیعه وان کان دا را لیس له غیرها یسکنها لتعلق حق المرتهن بها بخلاف المفلس. ردالمختار ص ۵۰۲ ج۲ قد علم من هذه العبارات الفقهیة انه اذا حل اجل الرهن ولا یؤدی الراهن دین المرتهن ولا ورثته اذا مات الراهن قبل فکاک الرهن فان کان ورثته فقراء یجبرهم القاضی لبیعه واداء (مال المرتهن فان امتنعوا باعه القاضی واداه حقه ولا یملک المرتهن نفس الرهن. نعم لو کان الرهن دار او لم یکن للمرتهن دارا غیرها لیسکنها لتعلق حق المرتهن بها. وبهذا علم لو کان المرتهن محتاجا الی نفس الرهن صارا مالکا باذن القاضی ان

كانت قيمته مساوية للدين وجاز له انتفاعه به۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء بقاسم العلوم ملتان
۹ رجب ۱۳۸۸ھ

وان كان قيمة الارض او الدار زائدة على الدين رد الزيادة على ورثة الراهن. واللہ اعلم
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مرتہن نے اگر مرہونہ زمین خرید لی اور کسی اور شخص نے شفعہ کر کے وہ زمین حاصل کر لی تو مرتہن کی رقم کا کون ذمہ دار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کے پاس زمین رہن رکھی اس کے بعد بکر ہی کے پاس زید نے رقم لے کر زمین بیع کر دی۔ عمرو نے بکر پر شفعہ کر کے زمین حاصل کر لی۔ ابھی عمرو نے بکر کو رہن کی رقم دے کر زمین حاصل کرنی باقی ہے۔ یعنی زر بیع تو عدالت میں داخل کی تھی بعد میں شفعہ لے لیا تھا لیکن رہن والی رقم دے کر زمین بکر سے چھڑانی باقی ہے۔ از روئے شرع بیان فرمائیں کہ اس معاملہ (رہن مروجہ) میں عمرو گنہگار ہے یا نہ۔ کیونکہ معاملہ مہروجہ رہن زید اور بکر کا ہے۔ عمرو کو از روئے قانون غیر شرعی حق ملا ہے۔ وہ جب چاہے رقم رہن والی دے کر زمین حاصل کر لے۔ اب عمرو رہن والی رقم دے کر زمین حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیا عمرو اس طرح کرنے میں از روئے شرع مجرم ہوگا یا نہ۔
میاں مشتاق احمد دکاندار تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں شرعاً اس معاملہ میں عمرو پر رہن والی رقم ادا کر دینا لازم ہے اور زمین حاصل کر لینے کے وقت اور نیز اس کے منافع عمرو کے ہو گئے ہیں۔ رہن والی رقم جہاں تک عمرو سے ادا کر لینے میں عجلت ممکن ہو اتنی عجلت سے اس پر ادا کر لینا بکر کو لازم ہے۔ بلا وجہ تاخیر کرنے سے، امہال سے عمرو گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم
بندہ عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مرہون چیز مرتہن کے پاس سے چوری ہو گئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید سے ایک سونے کی چیز جو تقریباً تین روپے کی ہوگی عمرو کے پاس رہن رکھ دی کہ مجھے ایک سو روپے کی فی الحال ضرورت ہے میں کل یا پرسوں یا تیسرے چوتھے دن ایک سو روپے

واپس کر کے اپنی چیز سونے کی واپس کروں گا۔ عمرو نے سونے کی چیز باقی سامان کے ساتھ رکھ لی جو کہ لوگوں کا تھا اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دی۔ اس بے احتیاطی سے وہ سامان بمعہ سونے کی چیز کے کسی نے چرا لیا۔ عمرو مذکورہ ضمان دینے کے لیے تیار نہیں۔ اُلٹا سو روپے کا جو عوض رہن کے دیا تھا مطالبہ کر رہا ہے۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

مرہون چیز شریعت میں اُدھار اور اس مرہون چیز کی قیمت ان دونوں میں سے جو کم ہو مضمون ہوتی ہے اور اگر ادھار کم ہو اور رہن کی قیمت زیادہ ہو تو رہن کی یہ زیادتی امانت ہوگی مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص کے ذمہ سو روپے ادھار ہے اور وہ اس دین کی عوض میں ایک ایسی چیز کو رہن رکھتا ہے جس کی قیمت سو روپے سے زیادہ ہے مثلاً دو سو روپے کی چیز ہے۔ اب ہلاک ہونے کی صورت میں سو روپے قرضہ تو قرض خواہ کا اتر جائے گا اور ایک سو بقایا رہن کی قیمت میں سے وہ بطور امانت کے تھا وہ ہلاک ہو گیا تو اس کا ضمان قرض خوہ پر نہیں ہوگا۔ قال فی الدر المختار ومتنه ص ۴۷۹ ج ۶ وهو مضمون اذا هلک بالاقل من قيمته ومن الدين (فان) ساوت قيمة الدين صار مستوفياً. (دينه) (حكماً او زادت كان الفضل امانة فيضمن بالتعدى او نقصت سقط بقدره ورجع) المرتهن (بالفضل) لان الاستيفاء بقدر المالية الخ لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب مرتہن سے یہ رہن ہلاک ہو گئی ہے اور اگر اس نے خود ہلاک کر دی ہو یا حفاظت میں کوتاہی کی ہو تو اس صورت میں ادھار سے زیادہ کا مطالبہ راہن کر سکتا ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر عمرو نے اس سونے کی چیز کی حفاظت کی ہے یعنی وہ چیز کمرہ کے اندر ہو اور کمرہ کو تالا لگا چکا ہو یا کوئی شخص محافظ پاس ہو اور پھر چوری ہو گیا ہو تو اس صورت میں عمرو زیادتی کا ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ چارپائی کہیں صحن میں ہو اور محافظ کوئی نہ ہو تو بصورت چوری دو سو روپے مزید کا ضامن ہوگا اور قرضہ بھی ساقط ہو جائے گا اور اگر ایسا نہیں تو بہر صورت ساقط ہو جائے گا اور ضمان بھی عمرو نے نہیں بھرنا ہوگا۔ كما تشهد به الرواية الفقهية

حررہ عبداللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر یہ مرہونہ چیز مرتہن نے ایسی جگہ رکھ دی ہو جو کہ محفوظ ہو آنا جانا وہاں عام نہ ہو اور اس کو حفاظت سمجھتا ہو اپنی چیزیں بھی وہ ایسی جگہ پر رکھتا ہو اور وہ سونے کی چیز چوری ہو گئی تو یہ مرتہن ضامن نہیں ہوگا ورنہ ضامن ہوگا۔

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

رہن کی وجہ سے مکان کا کرایہ کم نہیں ہو سکتا کرایہ پورا دینا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کو حکومت نے حقدار سمجھ کر ایک مکان الاٹ کر دیا۔ کچھ عرصہ

خود بیٹھا رہا بعد اس نے وہ مکان کرایہ پر دے دیا۔ الائی سے مبلغ ۶۰۰۰ روپیہ مہینہ کرایہ لیتا رہا۔ کچھ عرصہ پھر اس الائی نے کرایہ دار سے دو ہزار چار سو پچاس روپیہ نقد قرضہ لیا پرنوٹ لکھ دیا اور زبانی اقرار ہوا کہ یہ مکان رہن ہے قرض خواہاں کے پاس سے مقروض جس وقت مکان لے گا دو ہزار چار سو پچاس روپیہ نقد ادا کرے گا اور مکان کا سرکاری کرایہ مبلغ تیس روپیہ مہینہ مرتہن دیتا رہتا ہے۔ اب مکان جس کے نام الاٹ کیا تھا حکومت نے وہ مرتہن سے مکان واپس لینا چاہتی ہے۔ مکان کا کرایہ تھا ساٹھ روپیہ مہینہ اور مرتہن دیتا رہا تیس روپیہ مہینہ باقی تیس روپیہ مہینہ جو مرتہن کے پاس پیچھے ان کا حقدار کون ہے باقی مرتہن کتنے روپے لینے کا حقدار ہے جو شرعاً سود لینے کا مجرم نہ بنے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مرتہن کو مبلغ ساٹھ روپیہ پورے ادا کرنے ہوں گے رہن کی وجہ سے کرایہ کی رقم کم نہیں کی جاسکتی۔ یہ سود ہوگا جس کا لینا حرام ہے لیکن مکان اس وقت اس کے حوالہ ہوگا جب رقم ادا کرے گا دراصل یہ رہن فاسد ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۳ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

اپنا ذاتی مکان کسی کے پاس رہن رکھ کر پھر اس سے کرایہ پر لینا

﴿س﴾

مندرجہ ذیل مسئلہ میں شریعت کے حتمی فیصلہ سے مطلع فرمادیں۔

ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اپنا ذاتی مکان رہن رکھنا چاہتا ہے اور رہن رکھنے کے ساتھ ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ وہی مکان وہ خود کرایہ پر لے لے اور جب تک اس کا مکان اس کے اپنے قبضے میں ۔ ہے وہ اس شخص کو جس کے پاس اس نے مکان رہن رکھا ہے۔ اس مکان کا کرایہ ادا کرتا رہے۔ اب آپ یہ فرمادیں کہ آیا اس شخص کے لیے جس نے کہ مکان لیا ہے مالک مکان سے اس مکان کا کرایہ لینا سود میں شمار ہوگا یا نہیں۔ واضح رہے کہ مکان رہن رکھا گیا ہے خریدا نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی دوسرا طریقہ مکان لینے کا ایسا ہو کہ جس سے مکان لینے والا سود سے بچ سکے تو وہی طریقہ تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں مکان کا کرایہ لینا رہن مکان سے نفع اُٹھانا ہے۔ جو کہ اس لینے والے کے لیے حرام مثل سود کے ہے۔ شامی ص ۴۸۲ ج ۶ میں ہے قال فی المنح وعن عبداللہ محمد بن السمرقندی وکان من کبار علماء سمرقند انه لایحل له ان ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه. وان اذن له الراهن لانه اذن له فی

الربا لانہ یستوفی دینہ کاملاً فتبقی لہ المنفعۃ فضلا فیکون رباً وھذا امر عظیم (الی قولہ) والغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدارھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع واللہ تعالیٰ اعلم۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں مکان کو رہن رکھ کر وہی مکان مالک کو کرایہ پر دینا شرعاً ناجائز و منع ہے۔ البتہ اگر اس صورت میں مالک مکان اور یہ دوسرا شخص اس میں سودا کرلیں اور جب ایجاب وقبول ہو جائے سودا ہو جائے تو پھر اگر سودا کے تمام ہونے کے بعد یہ شرط کر لیں کہ جو رقم جو کہ مکان کی قیمت لگائی ہے۔ مالک مکان ادا کرے۔ تو مکان مشتری بائع کو واپس کرے گا تو یہ بیع مجمع ہے اور بعد والی شرط مالک مکان سے وعدہ ہے۔ جس کی وجہ سے بیع میں کچھ خرابی نہیں آتی۔ چنانچہ فتاویٰ دار العلوم دیو بند جلد اول عزیز الفتاویٰ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن کا فتویٰ اس قسم کا ایک درج ہے۔

راہن اگر مرہونہ زمین فروخت کردے اور مرتہن کا قرض بھی ادا ہو جائے راہن کی اولاد زمین واپس نہیں لے سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حبیب کی اراضی ہندوؤں کے پاس رہن تھی جو کہ قیمتی مبلغ -/۷۰۰ تھا۔ پھر ۲/۳ لہٰذا دیگر جو کہ اور حبیب کے قرض خواہ تھے وہ حبیب کی اراضی رہن کے علاوہ قرضہ میں نیلام کراتے تھے۔ اس خوف کی وجہ سے حبیب نے محمد حسین کے نام بیع کردی۔ چنانچہ محمد حسین نے ایک ہندو کا قرضہ جو کہ مبلغ -/۱۸۵ روپے تھا ہندو کو ادا کردیا تھا۔ بقایا ہندوؤں نے قسط وار محمد حسین کے ساتھ کرلی پھر وہ رہن والے ہندو کو پتہ لگا تو اس نے مزید رہن ۴۰۰ روپیہ کے علاوہ ۷۰۰ روپے کردیا۔ پھر ۵۰ روپیہ ماہوار پر سود لگا کر سود در سود بنادیا۔ حبیب نے وعدہ بھی کیا کہ اراضی مذکور کو جلدی چھڑالوں گا مگر اس اراضی کو بیع کیے ہوئے ۴۰/۴۵ سال ہوگئے ہیں۔ ۱۰/۱۲ سال کے بعد زمین سے حبیب کو دفینہ ملا جو کہ اشرفی کی صورت میں تھا۔ حبیب مذکور کو محمد حسین نے روبرو گواہاں کئی بار کہا کہ میری اصل رقم جس میں ہندو تیری اراضی نیلام کراتے تھے وہ اور خرچہ انتقال مجھے دے دے۔ اراضی مرے سے لے لے مگر حبیب نے صاف انکار کر دیا کہ میں اراضی کو آگ لگاؤں گا۔ چونکہ حبیب مذکور اپنی عورت سے مجبور تھا وہ زیادہ فضول خرچ اور حرام کار تھی صاف کہا کہ مجھے اراضی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس زمانہ میں اراضی سے معاملہ سرکاری کی پیداوار ابھی میسر نہ ہوئی تھی اور زمین کی قیمت قرضہ سے کم تھی بریں بنا محمد حسین نے وہ اراضی سمجھ لی پھر اس کو سرکاری طور پر تقسیم کردیا۔ اس کے بعد وہ رہن جو کہ مبلغ ۷۰۰ میں ایک اور ہندو کے پاس تھی آج سے ۱۰ ماہ قبل اس کو عدالت سے چھڑایا۔ پھر اب اشتمال ہونے پر یکجا اکٹھی کرائی۔ حبیب اگر زندہ ہو یا مرگیا ہو ویسے مرگیا ہے۔ اب اس کا لڑکا اس اراضی کا مطالبہ کرتا ہے کہ میرے سے

خرچہ لے لو اور مجھے اراضی دے دو تو از روئے شریعت حضور علیہ السلام محمد حسین اراضی واپس نہ کرنے میں گنہگار ہو گا یا نہ یا حق عبدی تصور ہو گا یا نہ جواب سے مستفید فرمائیں۔ ویسے اس زمانہ میں معمولی معمولی رقم پر ہندو انہیں نیلام کراتے تھے اور کافی زمین نیلام کرائی گئی۔

السائل حافظ رحیم بخش

﴿ج﴾

راہن جب مرہونہ چیز کو بغیر اجازت مرتہن کے بیع کر دے تو وہ بیع موقوف ہوتی ہے اور نافذ تب بنتی ہے کہ یا تو مرتہن اس بیع کی اجازت دے دے یا اس کا قرضہ ادا کر کے رہن کو فک کر دیا جائے۔ صورت مسئولہ میں حبیب نے جب مرہونہ زمین محمد حسین کو بیع کر دی تو یہ بیع موقوف تھی ہندو مرتہن کی اجازت پر یا فک الرھن پر لہٰذا جب اس رہن کو فک کر دیا گیا اور اس سے قبل اس کو فسخ نہیں کیا گیا تھا بلکہ جب محمد حسین مذکور نے حبیب کو کہا تھا کہ مجھے اصلی رقم مع خرچہ کے دے دو اور اپنی زمین واپس لے لو تو حبیب نے منظور نہیں کیا تھا۔ اس لیے بیع موقوف ہی رہی اور جبکہ اب اسے فک کر دیا گیا لہٰذا بیع اور صحیح نافذ ہو گئی ہے۔ بعد از نفاذ حبیب اس کے بیٹے کو زمین واپس لینے کا حق نہیں پہنچتا ہے۔ قال فی الدر المختار ص ۵۰۸ ج ۲ (توقف بیع الراهن رهنه علی اجازة مرتهنه او قضاء دینه فان وجد احدهما نفذ وصار منه رهنا) فی صورة الاجازة (وان لم یجز) المرتهن البیع (وفسخ) بیعه (لا ینفسخ) بفسخه فی الاصح الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مرہونہ زمین مرتہن کے پاس ضائع ہو جائے کھنڈر بن جائے تو کون ذمہ دار ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ مرہونہ چیز اگر ضائع اور مفقود ہو گئی ہو مثلاً اگر زمین مرہونہ نفاک اور کھنڈر ہو گئی ہو اور راہن واپس لینا نہیں چاہتا اس کو روبرو گواہان پیشکش کی گئی ہے کہ راس المال واپس دے دے اور اپنی زمین کا قبضہ لے لے۔ وہ کہتا ہے مجھے دس پندرہ روپیہ میں خواہش نہیں ہوتی۔ میں نہیں لیتا۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ اراضی مرہونہ اگر راہن واپس نہ کرے تو وہ اراضی جو کہ ضائع اور نفاک اور کھنڈر ہو چکی ہے اس کا مرتہن نائب معتمد ہو سکتا ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

ضلع ڈیرہ غازی خان تحصیل تونسہ شریف

﴿ج﴾

مرہونہ چیز جب ضائع ہو جائے یا مرہونہ زمین کھنڈر اور بیکار ہو جائے تو چونکہ مرہونہ چیز مرتہن پر مضمون ہوتی ہے جتنی قیمت کہ اس کی قبض کے دن ہو اس میں اور دین میں سے جو کم ہو اتنے کا مرتہن ضامن ہوتا ہے اس لیے صورت ہلاک میں اگر دین اور اس زمین کی قیمت یوم القبض برابر ہو زمین کی قیمت زیادہ نہ ہو تو اس کے بدلے میں دین سارے کا سارا ساقط ہو جائے گا اور اگر دین زیادہ ہو تو بقدر زائد راہن سے دین کا مطالبہ کر سکتا ہے اور نقصان کی صورت میں اگر قیمت یوم القبض سے اس مرتہن کے دین کے برابر یا اس سے زائد نقصان ہوا ہے تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا ہے اور مرہونہ چیز راہن کو مفت میں واپس کرے گا اور اگر دین زیادہ ہے تو بقایا رہن بقایا دین کے بدلہ میں اس کے پاس مرہون رہے گا۔ صورت مسئولہ میں اگر زمین کا دین برابر یا اس سے زائد نقصان ہو گیا ہے تو بلا عوض مرتہن زمین کو واپس راہن کے حوالہ کرے گا اور اگر دین سے نقصان کم ہو گیا ہے تو بقایا دین کے بدلہ بقایا زمین رہن ہو گی۔

قال في الفتاوىٰ العالمگيرية ص ۴۴۷ ج۵ اذا هلک المرهون في يد المرتهن او في يد العدل ينظر الى قيمته يوم القبض و الى الدين فان كانت قيمته مثل الدين سقط الدين بهلاكه و ان كانت قيمته اكثر من الدين سقط الدين وهو في الفضل امين و ان كانت قيمته اقل من الدين سقط من الدين قدر قيمة الرهن ويرجع المرتهن على الراهن بفضل الدين كذا في الذخيرة. وقال فيه بعد اسطر واما حكم النقصان فان كان النقصان من حيث العين يوجب سقوط الدين بقدره و ان كان من حيث السعر لا يوجب سقوط شيء من الدين عند علماء نا الثلاثة كذا في الذخيرة فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

جواب ہذا اس صورت میں صحیح ہے کہ زمین دریا برد ہو گئی ہے یا اس میں کھڈے پڑ گئے ہیں اور اگر زمین کی ذات درست ہے صرف آباد کاری نہ کرنے اور بے اتفاقی سے وہ پیداوار دینے سے کمزور ہو گئی ہے اور اس طرح اس کی قیمت کم ہو گئی تو اس کے مقابلہ میں دین ساقط نہیں ہوگا بلکہ صرف زمین دین وصول کرتے وقت واپس ہو گی۔ اگر جواب آپ کی زمین کے مطابق نہ ہو تو پھر تفصیل سے زمین کی حالت لکھیں۔ جواب دے دیا جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

دادا نے زمین رہن رکھوائی ہو تو پوتے واپس لے سکتے ہیں یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید علاقہ غیر کے باشندے سے ایک شخص عمرو نے تقریباً پانچ من غلہ جتنی زمین میں ڈالا جاتا ہے اتنی زمین رہن کے طور پر قبضہ کی۔ زید رہن رکھنے پر راضی نہ تھا لیکن عمرو طاقتور تھا اس نے زبردستی یہ زمین ۶۰۰ روپے دے کر بطور رہن قبضہ کر لی۔ اب زید فوت ہو چکا ہے اس کے پوتے اب کچھ طاقت پکڑ گئے ہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید کے پوتے اپنی زمین زبردستی حاصل کرنا چاہیں تو اس میں کوئی گناہ تو نہیں۔ نیز اگر اس میں کوئی طرفین میں سے مرجائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔

راج امیر سپاہی ۴۶ فیلڈ ایمبولینس معرفت ۶۴ میڈیکل بٹالین کینٹ پشاور

﴿ج﴾

اگر زمین فی الواقع عمرو مذکور کے پاس بطور رہن ہے یعنی قطعی نہیں ہوئی جیسے مرو مذکور بھی تسلیم کرتا ہے یا اس پر شرعی ثبوت موجود ہے تب زید کے وارث اتنی رقم جس کے بدلے یہ زمین رہن ہے عمرو کو دے کر کے اپنی زمین حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر وہ رہن ہونے کا انکار کرتا ہے یا اقرار کے باوجود اتنی رقم کے بدلہ زمین واپس نہیں کرتا تو علاقہ غیر میں معتبرین و عمائدین علاقہ کے ذریعہ سے فیصلہ کرا کر زمین حاصل کر لی جائے۔ اگر وہ شخص اس کے باوجود بھی زمین واپس نہ کرتا تو طاقت کے ذریعہ بھی اپنا حق وصول کرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ اس کو وہ رقم ادا کر دی جائے قتل و قتال سے اجتناب کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

راہن نے جب پیسے واپس کر کے زمین قبضہ کر لی تو موجودہ فصل راہن کی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی عبدالسبحان (عرف بابومیاں) نے کچھ اراضی زمین مبشر علی کے پاس رہن رکھی۔ مبلغ ۸۰۰ روپے میں کچھ مدت کے لیے اور منفعت اراضی مرتہن استعمال کرتا رہا باذن راہن اور جب مبلغ ۸۰۰ روپے مرتہن مبشر علی کو ادا کیے تو اس وقت راہن نے یوں کہا کہ تیسرے شخص نے جو فصل اگائی ہے اس فصل کو میں اٹھوالیتا ہوں آیا یہ فصل مبشر علی کی ہے یا عبدالسبحان کی ہے۔

محمد عثمان ساکن کاندی گاؤں ضلع سکھر

﴿ج﴾

یہ فیصل شرعاً عبدالسبحان کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ جمادی الثانیہ ۱۴۰۲ھ

اگر کسی کی زمین ساٹھ سال تک رہن رہی ہو اور مرتہن منافع وصول کرتا رہا ہو تو اب واپسی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنی اراضی عمرو کو رہن دے دی ہے اور اس پر ساٹھ سال یا اس سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ ملکی قوانین کے تحت اس اراضی کا حق ملکیت عمرو کو حاصل ہوگئی ہے۔ آیا یہ ملکیت شرع کے مطابق عمرو کو حاصل ہوسکتی ہے یا نہ۔

نیز اگر زید اپنی اراضی عمرو سے فک کرانا چاہتا ہے تو کیا وہ عمرو کو زر رہن ادا کرے گا یا بلا ادائے زر اراضی زید کو فک ہوسکتی ہے۔ جبکہ عمرو زر رہن سے کئی گنا زیادہ فائدہ مذکورہ اراضی سے بطور حاصل کر چکا ہے۔ واضح رہے کہ زید زر رہن ادا کرنے کو تیار ہے مگر عمرو زر رہن قبول کرنے اور اراضی کو زید کے نام فک کرنے سے انکار کرتا ہے۔ بینوا تو جروا

جعفر خان نائب دفتر قانونگو تحصیل لکی مروت ضلع بنوں

﴿ج﴾

واضح رہے کہ شریعت کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ مرہون شی کے منافع اور محاصلات کا مستحق راہن ہے۔ نہ کہ مرتهن **الزائد الذی یتولا من المرھون یکون مرھونا مع الاصل. المجله دفعه ۷۱۵۔**

(۲) رہن زمین سے مرتہن کو نفع اٹھانا اور آمدن کھانا اگر چہ باجازت رہن ہو جائز نہیں۔ مرتہن جو نفع مرہونہ زمین سے لے گا اور اپنے تصرف میں لائے گا وہ سود ہے کیونکہ قاعدہ مقررہ شریعت کا ہے **کل قرض جر نفعا فھو ربوا** اور تکملہ عمدۃ الرعایہ ص ۴۷ ج ۴ شرح وقایہ میں ہے۔ **قوله لا الانتفاع به. المقام یقتضی بسطا لان الناس قد اکبوا الیه والذی لایخاف الله ورسوله ولا یؤمن بالله والیوم الآخر یحسبه حلالا وواللہ انه لربوا حرام خبیث فاعلم ان منافع الرھن حرام فی کل حال کما قال العلامة ابن عابدین الشامی معزا الی المنح انه لا یحل له ان ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراھن لانه اذن له فی الربوا فان**

الرهن وثيقة والدين دين فاى شئ بينهما ليجوز المنافع عليه اهـ۔

(۳) سود، رہن کے منافع اور ہر قسم کے مال حرام اور ارباح فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ مالک پر رد کیا جائے۔ فیکون سبيله التصدق في رواية ويرده عليه في رواية لان الخبث لحقه وهذا اصح هدايه كتاب الكفالة ص۱۲۳ ج ۳ وفي العالمگيريه والسبيل في المعاصي ردها.

(۴) دین وصول کرنے کے بعد مرتہن کے لیے مرہونہ جائیداد روکنا ہرگز جائز نہیں اور یہ روکنا غصب کے حکم میں ہے۔ اسی طرح راہن کو یہ حق ہے کہ جب چاہے دین ادا کر کے رہن فک کرا سکتا ہے۔

(۵) رہن پر ساٹھ سال یا اس سے زائد عرصہ گزر جانے سے مرتہن کو اس پر ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔

پس صورت مسئولہ میں جب عمرو اس رہن سے کئی گنا زیادہ منافع حاصل کر چکا ہے تو دین وضع کر کے بقایا منافع اور مذکورہ اراضی زید کو واپس کر دینا لازم ہے۔ خصوصاً جبکہ زید زر رہن ادا کرنے کو تیار ہے تو عمرو کو انکار کرنا ہرگز جائز نہیں اور اس زمین سے نفع اُٹھانا اس کے لیے حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ رجب ۱۳۹۹ھ

مرہونہ زمین کے ساتھ اگر کسی کی زمین ہو اس پر قبضہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے مربعہ نمبر ۲ میں سے ایکڑ نمبر ۲۱ تا ۲۵ تک ایک ایک کرم چوڑائی جو رقبہ ایک کنال تمام پانچ ایکڑوں میں سے تقریباً بنتی ہے اس نے قیمتاً مالکان مربعہ سے خرید کر اپنے رقبہ کو پانی لگانے کے لیے کھال بنائی تھی۔ بکر اسی مربعہ میں سے جو کہ پندرہ سو روپیہ عوض میں ۱۲۰ ایکڑ زمین رہن لے رکھی ہے اب وہ اصل مالکان مربعہ تمام اپنا حصہ رقبہ جات بغیر علاوہ اس کنال کے بکر کے لڑکے اور پوتے کو بیع دے دی ہے اور پندرہ سو روپیہ مجرا کر کے اس والا باقی رقم اصل مالکان نے حاصل کر لی ہے اب قبضہ رہن کر کے اُس میں کپاس گندم کاشت کر کے وہ کھا رہا ہے اور ایک مسلمان بھائی کو محض ایک دنیاوی لالچ مدنظر رکھ کر اس کے حقوق تلف کر رہا ہے۔ کیا شریعت میں حق العباد بن سکتا ہے۔ ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریعت میں کیا سزا بنتی ہے اور قیامت کے دن اللہ پاک کو بوقت حساب کتاب کیا جواب دے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کیا کہتی ہے۔

سیکرٹری چک نمبر ۳۰ تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

بکر کا اس کنال پر جس کنال کو مالکان زمین کھال بنانے کے لیے فروخت کر چکے ہیں قبضہ کرنا اور کاشت کر کے منافع حاصل کرنا ناجائز ہے۔ یہ حقوق العباد میں سے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص کسی کی زمین پر ایک بالشت برابر ناجائز قبضہ کرے گا قیامت کے روز اس پر سات طبق زمین اس حصہ میں سے طوق ڈالا جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہندو کو زمین رہن کے طور پر دے دی لیکن وہ قبضہ کیے بغیر انڈیا چلا گیا اور اب اس زمین کو مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قطعہ زمین اراضی سفید پاکستان قائم ہونے سے پیشتر مسلمان مالک اراضی مذکور نے ایک ہندو شخص کے پاس گروی رکھ دی ابھی اراضی مذکور رقم گروی واپس دے کر مالک نے واگزار نہیں کرائی تھی کہ پاکستان قائم ہو گیا اور ہندو شخص مذکور تارک الوطن ہو کر ہندوستان چلا گیا۔ اس اراضی پر گروی رکھنے سے پیشتر مسلمان مالک کی اجازت سے چند مسلمانوں نے اپنی رہائش کے لیے مکانات بنائے ہوئے تھے۔ جو عارضی رہائش کے لیے تھے۔ کافی عرصہ رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے وہ موروثی ہو گئے۔ ان لوگوں میں سے بعض نے اپنا حق موروثیت معاوضہ لے کر دیگر لوگوں مسلمانوں کو منتقل کر دیا۔ جن میں سے ایک فتح محمد خان سائل مہاجر بھی ہے۔ جس نے ایک مسلمان مالک موروثی مذکور سے ایک قطعہ اراضی مذکور مشتمل بر عمارت خام رقم معاوضہ دے کر حق موروثیت خرید لیا۔ سال ۱۹۵۸ء میں مارشل لاء کے تحت سب کے حق موروثیت منسوخ ہو گئے لیکن ملک فتح محمد خان سائل اس بات سے بے فکر تھا کہ اس کی خرید و فروخت مارشل لاء سے قبل کی ہے اس کو اب مزید تگ و دو کی ضرورت نہیں ہے۔ بالآخر محکمہ آبادکاری کی طرف سے باز پرس ہونے پر فتح محمد خان سائل نے جب قاعدہ مع تعیر مذکورہ رقم ادا کر کے اپنے نام منتقل کرائی اس کے مکان کے قریب ایک مسجد بھی ہے جس کی ایک انتظامیہ کمیٹی بھی ہے۔ جس میں بعض لوگ نا اہل اور ناواقف شرع بھی شامل ہیں۔ جنہوں نے باوجود اس علم کے کہ سائل نے مندرجہ بالا طور پر اول مسلمان موروثی کو معاوضہ اس مکان کا دیا اور بعد محکمہ آبادکاری کو رقم دورہ کی تمام واقعات کو پوشیدہ رکھ کر سالم قطعہ اراضی کو جس میں فتح محمد خان کا مکان بھی شامل ہے محکمہ آبادکاری سے مل کر ناجائز طور پر نیلام کرا کر مسجد کے نام پر حاصل کیا جس کا دعویٰ استحقاق حق سائل فتح محمد خان نے عدالت میں کر دیا جو زیر تجویز ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حالات مندرجہ بالا کی روشنی میں جبکہ سائل نے

مسلمان موروثی سے اس کے حق حقوق موروثیت معاوضہ میں رقم بکر بذریعہ بیع خرید لیے اور پھر مزید محکمہ آبادکاری میں بھی بطور قیمت دوبارہ داخل کر دی اور زر کثیر اس کی مزید تعمیر پر خرچ کر دی اور اگر یہ خدانخواستہ میرے قبضہ سے نکل جائے تو مالی نقصان کثیر ہونے کے علاوہ سائل کے اہل وعیال وسائل خانہ بدوش ہو جائیں گے۔ اس حالت میں مسجد کمیٹی کے ارکان کے اس فعل مسجد کے کام میں فتح محمد خان کے مکان کو شامل کر کے مولانا وغیرہ وغیرہ کے حسن قبح شرعی کیا ہیں اور ان کے یہ افعال شرعاً جائز ہیں یا ناجائز۔ بینوا توجروا

فتح محمد خان شیر فروش ریلوے کالونی ملتان

﴿ج﴾

شرعاً رہن میں قبضہ شرط ہے جب مالک زمین نے ہندو کو اس زمین کا قبضہ نہیں دیا تو شرعاً رہن صحیح نہیں ہوا اور زمین بدستور اصل مالک کی ملکیت ہے۔ البتہ وہ ہندو کا مقروض ہے۔ زمین کے ساتھ شرعاً ہندو کا کوئی تعلق نہیں۔

اب محکمہ بحالیات ہندو کی زمین کا مختار نہیں ہے اور نہ اس سے خریدنا شرعاً کوئی معنی رکھتا ہے۔ مکان تعمیر کرنے والا چونکہ مالک کی اجازت سے بنا چکا ہے وہ صرف ملبہ کا مالک ہے زمین کا ہرگز نہیں۔ تعمیر کنندہ سے خریدنے کی وجہ سے صورت مذکورہ میں فتح محمد خان صرف ملبہ کا مالک ہے زمین کا نہیں۔ مالک قدیم سے خریدے بغیر وہ زمین کا مالک نہیں ہو سکتا۔ فتح محمد خان نے تعمیر کنندہ کو ملبہ کے علاوہ حق موروثیت کے بدلے کی رقم اگر ادا کی ہے تو وہ واپس لے سکتا ہے۔

نیز محکمہ بحالیات بھی مالک نہیں ہے اور نہ اس کی فروخت کوئی معنی رکھتی ہے اور نہ مسجد میں شامل کرنا اس زمین کا جائز ہے۔ البتہ اگر اصل مالک کسی کو زمین فروخت کرنا چاہے تو وہ فروخت کر سکتا ہے اور وہ جس کو فروخت کر کے دے گا وہ مالک سمجھا جائے گا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

مرہونہ مکان کا مرتہن نہ خود استعمال کر سکتا ہے نہ کرایہ پر دے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ میں کسی شخص کا مکان رہن بالقبض لے رہا ہوں۔ بعد ادائے قرضہ مکان کو شرعی اور قانونی طور پر اپنے قبضے میں لے لوں گا۔ مکان مذکور میں خود رہائش اختیار کروں یا اس مکان کو کرایہ پر دے دوں اور اس کا کرایہ میں خود حاصل کروں تو کیا مکان کا کرایہ میرے لیے سود کی تعریف میں تو نہیں آئے گا۔

مظفر محمود سکنہ محلہ محمدی ملتان

﴿ج﴾

رہن میں رکھے ہوئے مکان سے قرضہ دینے والا شخص کسی قسم کا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ نہ اس مکان میں خود رہ سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔ بہر حال مرہون مکان سے نفع اُٹھانا قرضہ دینے والے کے لیے سود ہے۔ جو قطعاً حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عفا اللہ عنہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شعبان ۱۴۰۰ھ

مرتہن نے مرہونہ زمین سے جو منافع حاصل کیے ہیں وہ قرض سے منہا ہو سکتے ہیں یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی سید جیون شاہ ولد رحیم شاہ صاحب مسمی الٰہی بخش ولد نور احمد قوم آرائیں سکنہ جلہ سے کچھ قرضہ لے کر اپنی زمین رہن اس کے پاس رکھ دی تھی۔ جس کو تقریباً نو سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اس زمین کی آمدنی مذکورہ بالا شخص لیتا رہا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ میاں الٰہی بخش نے جو زمین کی آمدنی لی ہے اس سے قرضہ ادا سمجھا جائے گا یا از سر نو وہ قرضہ ادا کر کے زمین واپس لی جائے گی۔ عام فہم جواب دیں۔

﴿ج﴾

فی زمانا یہ امر معہود و معروف ہے کہ رہن رکھنے سے مقصد صرف اس مرہون سے انتفاع ہوتا ہے اور بحکم **المعروف کا المشروط** گویا انتفاع بالمرہون مشروط فی العقد ہو گیا اور اس شرط سے رہن فاسد ہے۔ شامی ج ۶ ص ۴۸۲ کتاب الرہن میں ہے **قلت والغالب من احوال الناس انهم انما يريدون عند الدفع الانتفاع ولو لاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف كالمشروط وهو مما يعين المنع** جو واجب الرفع ہے۔ اب گویا یہ زمین اس کے پاس ارض مغصوبہ کے حکم میں ہے۔ ارض مغصوبہ سے اگرچہ انتفاع حرام ہے اور مرتہن نے اپنا تخم ڈال کر قوت ارض سے فائدہ اُٹھا کر حرمت کا ارتکاب کیا ہے لیکن منافع المغصوب چونکہ مضمون نہیں ہیں اس لیے بوجہ گنہگار ہونے کے مرتہن راہن کو ضمان ادا نہ کرے گا اور اس پر راہن کو ضمان ادا کرنا واجب ہی نہیں ہے اس لیے با قاعدہ قرضہ ادا کرنا ہوگا۔ یہ قرضہ میں حساب نہ ہوگا اور نہ اس سے قرضہ ادا سمجھا جائے گا۔ **وبخلاف منافع الغصب استوفاها او عطلها فانها لا تضمن عندنا** درمختار ج ۲ ص ۲۰۲ **مطلب فی ضمان منافع الغصب**۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے انتفاع بالرہن کے جواز وعدم جواز کی بحث میں تحریر فرمایا ہے کہ انتفاع اگر

مشروط فی الرہن نہ ہواور راہن بعد کسی جبر کے بالرضا اس کی اجازت مرتہن کو دے دے تو مرتہن کے لیے انتفاع جائز ہے۔آ گے لکھتے ہیں وان کان مشروطا ضمن جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت شرط الانتفاع فی العقد میں انتفاع مضمون ہوگا۔ جب مضمون ہوا تو اس کے بدلے میں قرضہ ساقط ہوگا۔ لا فی الصورۃ المسئولہ چونکہ دلائل نمبر ا،۲ متعارض ہیں۔ اس لیے شرح صدر نہیں ہے۔ توقف کرتا ہوں انسب ہے کہ ملتان کے مفتیان کے اجتماع میں یا انفرادا سب کی رائے لی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

سو سال سے مرہونہ زمین کا کوئی اجنبی مالک نہیں بن سکتا البتہ راہن کے ورثاء قرض ادا کر کے چھڑوا سکتے ہیں، زیادہ عرصہ رہن والی زمین کا مرتہن حکومت کے قانون کے مطابق مالک ہو جاتا ہے کیا یہ درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرہونہ زمین کو تقریباً سو برس سے زائد عرصہ ہو گیا ہے۔ راہن مرتہن فوت ہو چکے ہیں۔ ورثاء ایک دوسرے کو نہیں جانتے۔ ثمن رہن کا علم کسی کو نہیں ہے۔ زمین ورثاء مرتہن کے قبضہ میں ہے۔ ایسی صورت میں ایک آدھ وارث مرتہن سے کہتا ہے کہ یہ مرہونہ زمین میں نے راہن سے خرید لی ہے۔ لہٰذا جو رقم لینا چاہے لے لو زمین میرے حوالے کر دو۔ مندرجہ بالا صورت میں اجنبی زمین لینے کا حق حقدار ہے۔ یہ بیع جائز ہے یا مرتہن کی رضاء پر موقوف ہوگی۔

(۲) حکومت کا قانون ہے کہ ۶۰ برس کے بعد بطور بیع سلطانی زمین مرتہن کے نام انتقال ہو جاتی ہے۔ راہن کی رضاء طلب نہیں کی جاتی۔ کیا مرتہن بیع سلطانی کی صورت میں مرہونہ زمین کا شرعاً مالک ہو جاتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ عبدالرحمٰن قیصرانی تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

مرہونہ زمین کا بیچنا ناجائز ہے۔ اجنبی شخص نے جو راہن سے خریدنے کا دعویٰ کیا ہے یہ صحیح نہیں اور زمین اس اجنبی شخص کی ملکیت نہیں راہن کے ورثاء رقم ادا کر کے اس کو چھڑوا سکتے ہیں۔

(۲) مرتہن مالک نہیں بنتا بلکہ زمین شرعاً بدستور مرہونہ ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

نوٹ: مرتہن نے جب اتنے طویل عرصہ اس زمین سے منافع حاصل کیے ہیں تو وہ یقیناً اپنا زر رہن وصول کر چکا ہوگا اب مرتہن کے ورثاء کو لازم ہے کہ وہ زمین مفت میں راہن کے ورثاء کو منتقل کر دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ

مرہونہ زمین سے مرتہن کے لیے فائدہ اٹھانا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی کچھ زمین ایک شخص کے پاس رہن رکھی۔ تقریباً عرصہ گیارہ سال تک مرتہن اس کی آمدنی اور پیداوار کھاتا رہا اور مالک زمین یعنی راہن کو پیداوار میں سے مذکورہ بالا مدت میں کچھ نہیں دیا گیا۔ از روئے شریعت مرتہن کا اس زمین میں سے پیداوار حاصل کرنا اور خود استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو کس نوعیت سے ناجائز ہے۔ مکروہ ہونے کے اعتبار سے یا حرام اور ایسا کرنے والا شخص کس درجہ کا گنہگار ہے یا نہیں۔ نیز اگر مرتہن اس معاملہ میں اپنی اصلاح کرنا چاہے تو اس کا طریقہ کار کیا ہے۔ جتنی پیداوار کھا چکا ہے راہن کو اس کی قیمت واپس کرے یا کوئی اور طریقہ ہے۔ بالتفصیل تحریر فرما کر ممنون فرما دیں۔ هو الموفق للحق والصواب

بمعرفت مولانا فیض بخش صاحب مدرسہ خیر المدارس

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں زمین مرہونہ سے مرتہن نے جو منافع حاصل کیے ہیں وہ اس کو خود استعمال کرنا حرام ہے۔ کیونکہ زمین کے منافع مرتہن کے لیے شرعاً سود ہیں۔ چنانچہ درمختار میں ہے لا یحل للمرتھن ذلک ولو بالاذن لانہ ربا چونکہ شی مرہون کا مالک دراصل راہن ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا زمین کے منافع اُسی کے ہوئے۔ بس مرتہن پر لازم ہے کہ شی مرہون سے جس قدر منافع اس نے حاصل کیے وہ رہن یعنی اصل مالک کو واپس کر دے اور چاہے تو اپنی اصل رقم وصول کرتے وقت اس میں کٹوا دے۔ کٹوانے کے بعد جو اصل رقم میں سے باقی رہے وہ وصول کرے، نہ رہے تو کچھ نہ لے۔ بلکہ منافع کی مقدار اگر زائد ہو تو زائد مقدار بھی واپس کر دے۔ یہی صورۃ گناہ سے بچنے کی ہے۔ ورنہ وہ گنہگار ہے جیسا کہ سود لینے والا گنہگار رہتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ حامد علی خان مفتی مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد جوڑی سرائے ملتان شہر
الجواب صحیح غلام مصطفیٰ رضوی مفتی انوار العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

مرتہن نے اگر مرہونہ زمین سے دی ہوئی رقم سے زیادہ منافع حاصل کیے تو لوٹانا واجب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر سے پانچ سو روپیہ لیا اور چار کنال زمین رہن کے طور پر رکھی تقریباً دو سال کے لیے۔ آیا بکر دو سال زمین کی پیداوار کھا سکتا ہے یا نہ۔ اگر کھا سکتا ہے تو پھر اس کو دو فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک پیداوار دوسری رقم بھی وصول ہو جائے گی۔ پوری پانچ سو روپیہ شریعت کی رو سے روشنی ڈالیں۔

عبدالکریم متعلم مدرسہ قاسم العلوم

﴿ج﴾

بکر صرف پانچ صد روپیہ کا استحقاق رکھتا ہے۔ پیداوار کا مالک بعد از ادائے نفقات کے زید ہے۔ بکر کو لازم ہے کہ پانچ صد روپیہ سے زائد جو کچھ پیداوار وغیرہ لی ہے واپس کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ

قرض کے عوض زمین رہن رکھوانا جائز تو ہے لیکن زمین سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی اپنی زمین کا ایک بیگہ کسی کو دیتا ہے۔ اس سے مبلغ ایک سو روپیہ لیتا ہے اور پھر وہ اقرار کرتے ہیں کہ جب سو روپیہ ادا کروں گا وہ زمین واپس کروں گا۔ یہ ماجرا جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

محمد اقبال بیلے والا مڈل سکول

﴿ج﴾

یہ معاملہ کرنا (ایک سو روپیہ لے کر ایک بیگھہ زمین حوالہ کر دینا) عقد رہن ہے۔ یہ شریعت میں جائز ہے۔ مگر مرتہن کے لیے زمین سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے۔ اخراجات نکال کر جو زائد آمدنی ہوگی وہ راہن کی ملک ہوگی اور قرضہ سے وضع کی جائے گی۔ اگر دونوں فریق اس طرح معاملہ کرتے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

بیع بالوفاء اور رہن میں فرق کے حوالے سے حضرت مفتی صاحب کی نہایت مفصل وگرانمایہ تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً مسمی زید نے پانچ سو روپیہ نقد کے عوض میں سو کنال زمین مسمی بکر کے پاس رہن رکھی۔ اب اسی مرہونہ زمین کو بکر اپنی محنت ومزدوری سے آباد کرتا ہے اور زمین کی جتنی آمدنی ہے وہ تمام آمدنی مرتہن اپنے نفس وعیال پر خرچ کرتا ہے پیداوار میں سے زید کو کچھ نہیں دیتا۔ زید ایک غریب آدمی ہے اس کے پاس یہ گنجائش نہیں کہ مرتہن کو رقم واپس کر دے اور نہ آئندہ کوئی اُمید ہے مرتہن راہن کی غربت سے کافی فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ (۱) زمین پر کئی سالوں سے قبضہ کیا ہوا ہے۔ (۲) مرہونہ زمین سے صرف ایک سال میں رہن کی رقم سے کئی گنا زیادہ فصل کاشت کرتا ہے آیا یہ صورت رہن کی جائز ہے یا نہیں۔ جواز کی صورت میں ربوا (سود) تو لازم نہیں آتا۔ لازم نہ ہونے کی صورت استدلال سے مبین کر کے مطمئن فرمائیں اور عدم جواز کی صورت میں کیا یہ رہن بیع الوفا میں داخل ہوتا ہے یا نہیں۔ دونوں صورتوں میں رہن اور بیع الوفا کے درمیان ما بہ الامتیاز اور ما بہ الاشتراک صورتیں جدا جدا مفصلاً ذہن نشین فرمائیں کیونکہ ہمارے ہاں اس صورت میں سخت نزاع ہے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ اگر چہ راہن و مرتہن اسی صورت میں ظاہراً رہن کرتے ہیں لیکن اُن حالات وواقعات سے بیع الوفاء ثابت ہوتی ہے۔ کیا یہ معاملہ رہن کا ربوا یا شبہ ربوا میں داخل نہیں ہوتا اور ایسے معاملہ کرنے والوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث **لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوا و مؤکلہ** الخ صادق آتا ہے۔ چونکہ متذکرہ بالا رہن ہمارے ہاں کثیر الوقوع ہے خصوصاً علاقہ مروت میں زیادہ لوگ مبتلا ہیں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ اس مسئلہ کے ہر پہلو پر روشنی ڈال کر دلائل کاملہ سے مبرہن کر کے پوری تشفی عنایت فرمادیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ رہن کے الفاظ سے بیع وفا ہرگز نہیں ہوسکتی۔ بیع وفا کے لیے الفاظ بیع کے ضروری ہیں۔ چونکہ انتفاع بالرہن مرتہن کے لیے (باتفاق فقہاء کمایأتی) جائز نہیں تھا اور وہ ربوا میں داخل تھا اس لیے فقہاء نے احتیاطاً اس ربوا سے بچنے کے لیے ایک بیع ایجاد کی ہے جس کو بیع وفا کہتے ہیں۔ اگر لفظ رہن سے بیع (بیع وفا) کا وجود ممکن ہوتا تو اس بیع کی ایجاد کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ اب دو صورتیں ہوسکتی ہیں یا تو عقد بلفظ رہن کریں گے جیسا کہ عام معروف طریقہ رائج ہے اور سرکاری کاغذات میں بھی اس کو رہن ہی لکھا جاتا ہے۔ اور یا عقد بلفظ بیع کریں گے لیکن بعد العقد مشتری زمین کا بائع سے وعدہ کرے گا کہ جس وقت تم مجھے رقم واپس دو گے تو میں پھر تم کو زمین واپس کر دوں گا۔ ان

دونوں کا حکم الگ الگ بتصریح عبارات فقہاء ملاحظہ فرمالیں۔ پہلی صورت میں نفع اس رہن کا ہرگز مرتہن کے لیے جائز نہیں خواہ باذن الراہن ہو یا بغیر اذن۔ بعض علماء کو فقہاء کی عبارات سے جن میں یہ تصریح ہے کہ باذن الراہن انتفاع مرتہن کے لیے جائز ہے۔ مغالطہ ہوا ہے فقہاء کا مطلب تو یہ ہے کہ اگر راہن انتفاع بالرہن کی اجازت بطیب خاطر دے رہا ہے تو مرتہن کے لیے انتفاع جائز ہوگا اور ہمارے یہاں عقد کے وقت انتفاع مشروط ہوتا ہے۔ عرف عام میں رہن ہوتا ہے اس لیے کہ مرتہن اس سے نفع حاصل کرے ورنہ ایک درہم بھی اس کو قرض نہ دے۔ پس اگر چہ عقد کے وقت الفاظ میں انتفاع کی شرط نہ بھی لگائی جائے لیکن بحکم المعروف کالمشروط وہ شرط فی العقد ہی سمجھی جائے گی۔ حواشی درمختار ص۴۸۲ ج۶ میں ہے قال فی المنح وعن عبد الله محمد بن اسلم السمر قندی انه لا یحل له ان ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن له فی الربا الخ دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ والغالب من احوال الناس انهم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراهم وهذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط وهو مما یعین المنع شامی ص۴۸۲ ج۶ آہ تاریخ بخاری میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اقرض احدکم فلا یاخذ ولا یتنه الحدیث وفی صحیح البخاری عن ابی بردة عن ابی موسٰی قال قدمت المدینتة فلقیت عبدالله بن سلام فقال بی انک بارض الرباضه فاش فاذا کان لک علے رجلٍ حق فا حلال الیک حمل شعیر فلا تاخذه فانه ربا وجاء هذا المعنی عن ابن مسعود و ابن عباس وابن عمر انتهی وفی مصنف بن ابی شیبة عن عطاء کانوا ای الے معمابته یکرهون کل قرضٍ جربه منفعة آه وفی سنده حارث ابن اسامه عن رسول الله قرضٍ جربه نفعًا فهو ربا آہ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہدیہ کا قبول کرنا بھی مقروض سے ربا ہے حالانکہ معلوم ہے کہ ہدیہ رضاء قلب سے دیا جاتا ہے اور راہن بھی مرتہن کا مقروض رہن ہوتا ہے (وفی تنقیح الفتاویٰ الحامدیه) لیس للمرتهن ولا للراهن ان یزرع الارض ولا یواجرها لانه لیس لهما الانتفاع بالرهن الخ وفی القنیة عن جامع الفتاوی عن ابی یوسف المرتهن یسکن الدار باذن الراهن یکره اور جمع البرکات میں ہے الحاصل ان المرتهن لا ینتفع بالرهن سواء اذن له الراهن او لم یأذن وفی تهذیب یکره للمرتهن الانتفاع وان اذن له الراهن اه اور حمولی حاشیہ اشباہ میں ہے قال فی المنح وعن عبدالله محمد بن اسلم انه لا یحل له ان ینتفع بشی منه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربا لانه یستوفی دینه فیکون المنفة ربا الخ ثانی نمبر۲ صورت یعنی اگر بالبیع عقد ہوا ہو اس کو بیع وفا کہتے ہیں تو اس میں عبارات فقہاء مختلف ہیں بعض میں جواز انتفاع معلوم ہوتا ہے۔ درمختار ص ۲۷۶ ج ۵ میں ہے بیع وفا کی

تعریف کرنے بعد وقیل بیع یفید الانتفاع به وفی اقالة شرح المجمع عن النهایة وعلیه الفتویٰ وقیل ان بلفظ البیع لم یکن رهنا آہ اس قول کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں هذا محتمل لاحد قولین الاول انه بیع صحیح مفید لبعض احکامه من حل الانتفاع به الا انه لا یملک بیعه قال الزیلعی فی الاکراه وعلیه الفتویٰ الثانی القول الجامع بعض المحققین انه فاسد فی حق بعض الاحکام حتی ملک کل منهما الفسخ صحیح فی حق بعض الاحکام کحل الانزال ومنافع البیع ورهن فی حق البعض حتی لم یملک المشتری بیعه من آخر ولا رهنه الی آخر ماقال قال فی البحر وینبغی ان لا یعدل فی الافتاء عن القول الجامع وفی النهر والعمل فی دیارنا علےٰ مارجحه الزیلعی انتهی قول الشامی اس میں عدم جواز انتفاع کی تصریح ہے اکثر فقہاء حرمت کے قائل ہیں اور چونکہ فقہاء کا مسلّم قاعدہ ہے کہ العبرة فی العقود للمعانی اور یہ (بیع وفا) معنیٰ رہن ہے تو اس کا حکم بعینہ رہن کا ہوگا جو پہلے گزر چکا ہے شامی میں ہے وفی حاشیة الفصولین عن جواهر الفتاویٰ هو (ای بیع الوفا) ان یقول بعت منک علےٰ ان تبیعه منی متی جئت بالثمن فهذالبیع باطل وهو رهن وحکمه حکم الرهن وهو الصحیح درمختار ص ۲۷۶ ج ۵ میں ہے قیل بیع الوفاء هو رهن فتضمن زوائده آہ اس قول کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں قدمنا آنفًا عن جواهر الفتاویٰ ان الصحیح قال فی الخیریه والذی علیه الاکثر انه رهن لا یفترق عن الرهن فی حکم من الاحکام قال السید الامام قلت للامام الحسن الماتریدی قد فشا هذا البیع بین الناس وفیه مفسدة عظیمة وفتواک انه رهن وانا ایضا علےٰ ذالک فالصواب ان نجمع الائمة و نتفق علےٰ هذا ونظهره بین الناس فقال المعتبر الیوم فتوانا وقد ظهر ذالک بین الناس فمن خالفنا فلیبرز نفسه ولیقم دلیله قلت وبه صدر فی جامع الفصولین فقال رامز الفتاویٰ النسفی البیع الذی تعارفه اهل زماننا احتیالاً للربا وسموه بیع الوفاء وهو رهن فی الحقیقة لا یملکه ولا ینتفع به الا باذن مالکه وهو ضامن لما اکل من ثمره واتلف من شجره ویسقط الدین بهلاکه لو بقی ولا یضمن الزیادة وللبائع استرداده اذا قضی دینه لا فرق عندنا بینه وبین الرهن فی حکم من الاحکام الی ان قال فالشفعة للبائع لا للمشتری لان بیع المعاملة بیع التلجئته حکمها حکم الرهن الخ شامی اور قاضی خان میں ہے فصل فی العشر والحرام ص ۱۲۷ وفی بیع الوفاء اذ اقبض المشتری فالمشتهری بمنزلة الغاصب انتهم اور فتویٰ عالمگیریہ ص ۲۰۸ ج ۳ میں ہے والبیع الذی تعارفه اهل زماننا (الی آخر ماذکر) ولا فرق عند نابینه وبین الرهن فی حکم من الاحکام کذا فی الفصول العمادیة

ج ۳ ص ۲۰۸ اورشرح عزیز میں اس سے ذرا زیادہ تفصیل ہیں۔مذکورہ بالا عبارت(ولا فرق عندنا الی قوله من الاحکام) کے بعد تحریر کرتے ہیں لان المتعاقدین وان سمیاہ بیعًا ولکن غرضهما الرهن والاستیثاق بالدین لان البائع حول لکل احد بعد هذالعقد رهنت ملکی فلانًا والمشتری حول ارهنت ملک فلان والعبرة فی التصرفات للمقاصد والمعانی لا الالفاظ والمکانی فان اصحابنا قالو الکفالته بشرط براءة لاصهل حوالته والموالته شرط ان لا یبرء کفالته وهبة المرة نفسها بمضرة الشهود مع تسمیة المهر نکاح الخ ج ۲ ص ۲۱۱ھدایہ میں لکھا ہے کہ بعض نے بیع وفاء کو بیع فاسد کہا ہے اور بعض نے رہن اور بعض نے بالکل باطل ہی کہا ہے ہدایہ کی عبارۃ یہ ہے کہ ومن جعل البیع الجائز المعتاد (یعنی بیع وفا جو سمرقند و نواحی سمرقند میں جائز و معتاد هیں کما یاتی) بیعًا فاسداً یجعله کبیع المکره حتی ینقض بیع المشتری من غیره لان الفساد لفوات الرضاء ومنهم من جعله رهناً لقصد المتعاقدین ومنهم من جعله باطلاً اعتبارًا بالهازل پھر پہلے قول پر صاحب حاشیہ تحریر کرتا ہے وذکر القول بالفساد اولاً یشعر بان المختار عنده الفساد ثم ان تفسیر الجواز فی قول مشائخ سمرقند با فادة بعض الاحکام صریح فی انه لیس جائزٌ مطلقًا الخ اور دوسرا قول پر لکھا ہے لانهما وان سمیًا بیعًا لکن غرضهما الرهن اذا لعبرة للمقاصد والمعانی فلا یملکه المرتهن الخ اور تیسری قول پر لکھا لانهما تکلما بلفظ البیع ولیس البیع قصدهما فکان لکل منهما ان یفسخ بغیر رضاه صاحبه الخ هدایه باب الاکراه ص ۳۴۵ ج ۳ پس جب صورت عقد بلفظ البیع میں فقہاء کی ترجیح مختلف ہیں بعض ترجیح جواز انتفاع کو دیتے رہے اور بعض حرمت کو لہٰذا تحت قاعده مسلمة فقهاء عند تعارض الحرمة والاباحة ترجیح حرمت کو ہوتی ہے اس لیے فتویٰ صورت ثانیہ (بیع الوفاء) کے باب میں بھی حرمت انتفاع ہی کا دیا جائے گا۔لہٰذا ایسے عقد سے مطلقاً خواہ بلفظ قرض ہو یا بلفظ بیع اجتناب لازم ہیں۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غصب کا بیان

جس کو زمین کاشت کاری کے لیے دی گئی ہو
وہ خود کاشت نہ کرتا ہو اور خالی بھی نہ کرتا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بندہ اپنے کاشتکار مسمی محمد ابراہیم ولد مہربان کو بے دخل کرنا چاہتا ہے۔ میری زمین جو کہ میرے والد اور چچا صاحبان کی ملکیت تھی کو پہلے سرفراز اور میرے دو بھائی کاشت کرتے تھے۔ بعد میں مسمی محمد نواز نے کاشت شروع کی جس کو ہم نے زمین کی ترقی حیثیت بھی ادا کر کے بے دخل کر دیا تھا۔ بعد میں کچھ مدت کے لیے خود میرے والد صاحب کاشت کیا کرتے تھے۔ پھر والد صاحب اور چچا صاحبان جو کہ مر چکے ہیں نے یہ زمین مسمی ابراہیم کے والد حاجی مہربان کو کاشت کرنے کے لیے دے دی تھی۔ اب بندہ مسمی محمد ابراہیم جو کہ خود حکمت کا کام کرتا ہے اور بھائی والوں کے ذریعہ کاشت کراتا ہے۔ بندہ اس کو کہتا ہے کہ میری زمین اب آپ کاشت نہ کریں لیکن مسمی مذکور فرماتے ہیں کہ میرا قبضہ ہے اور میں زمین نہیں چھوڑتا۔ اس لیے عرض ہے کہ مسمی حکیم محمد ابراہیم شرعاً یہ قبضہ اجرت لے کر چھوڑے گا یا بغیر اجرت بے دخل ہوگا۔ خالص شرعی فیصلہ دے کر مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر حکیم محمد ابراہیم نہ تو اس زمین کا مالک ہے اور نہ کوئی حق اس کا اس زمین سے متعلق ہے صرف کاشتکار ہے اور اسی وجہ سے وہ زمین کو نہیں چھوڑتا تو شرعاً اس شخص کے لیے زمین چھوڑنے کے عوض میں کسی قسم کا معاوضہ لینا جائز نہیں۔ بلکہ حکیم محمد ابراہیم پر لازم ہے کہ وہ فوراً زمین کو اصل مالک کے حوالہ کر دے اور حقوق العباد کی پائمالی سے اجتناب کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بیچی ہوئی زمین کو اجارہ پر دے کر مشتری کا نقصان اور اُس کو پریشان کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی حافظ خان محمد صاحب نے زمین کا رقبہ بعوض ہزار روپیہ قیمت فی بیگھہ

کے حساب سے تقریباً سوا پانچ بیگھہ زمین اپنے حقیقی بھائی مسمی ملک محمد موسیٰ صاحب کے ساتھ زبانی معاہدہ کر کے فروخت کر دی اور مبلغ دو ہزار پچاس روپے رقم وصول کر لی اور زمین کا قبضہ اپنے حقیقی بھائی ملک محمد موسیٰ صاحب کو دے دیا اور مسمی محمد موسیٰ صاحب نے اس زمین پر قبضہ کر کے دو سال اس کی آمدنی بمع باغ وصول کی اور زمین کا سرکاری معاملہ بھی ادا کرتے رہے اور آج تک مذکورہ زمین خریدار کے قبضہ میں ہے اور خریدار کہتا ہے کہ بقایا مبلغ مجھ سے فروخت کنندہ وصول کرے لیکن وہ انکار کر کے وہی زمین کسی دوسرے شخص کو پانچ سال تک اجارہ پر دے دیتا ہے۔ مستاجر اس زمین کی آمدنی محصول ہر سال خریدار سے انگریزی قانون کے لحاظ سے وصول کرتا رہتا ہے اور فروخت کنندہ نے آج تک مشتری کو نہ زمین کا انتقال کیا اور نہ رقم واپس کی لیکن کسی کے کہنے پر شریعت مطہرہ کے صحیح فیصلہ کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہو چکا ہے اور کہتا ہے کہ اگر شریعت کی رو سے تو زمین کا حقدار ہے تو مجھے زمین کے انتقال کر دینے سے کوئی انکار نہیں خریدار شریعت مطہرہ کی رو سے زمین کا حقدار ہے یا رقم کا۔ بینوا توجروا

المستفتی محمد یٰسین صاحب

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں شرعاً بیع مکمل ہے خریدار کے ذمہ بقیہ رقم ادا کرنا ضروری ہے۔ باقی استجارہ شرعاً ناجائز ہے۔ اس کو فی الفور ختم کر دیا جائے اور زمین بالکلیہ خریدار کے حوالہ کی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ صفر ۱۳۹۱ھ

پٹواری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کچھ زمین دینے کا وعدہ کر کے مکر جانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بوقت تقسیم پاکستان مسمی زید پٹواری تھا اور جو مہاجرین پاکستان میں آتے تھے ان کو پلاٹ مہیا کرنا اور ان کے نام پلاٹ کرنا اُن پٹواریوں کا کام تھا۔ لہٰذا مسمی زید نے مسمی خالد مہاجر کو پلاٹ دیتے وقت کہا کہ اگر تو بعد میں ایک دکان کی جگہ دے دے تو میں تیرے نام مزید کچھ دکانیں کر دیتا ہوں۔ اس پر خالد مہاجر نے ایک دکان کی جگہ دینے کا وعدہ کر لیا۔ مگر وہ اب وہ جگہ دینے سے انکاری ہے۔ اس صورت میں شرعی فیصلہ صادر فرما دیں۔ کیا اب زید پٹواری دکان کی جگہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

حافظ خلیل احمد صاحب شہر سلطان تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

زید پٹواری کے لیے دکان کا لینا شرعاً جائز نہیں ہے لہٰذا خالد مہاجر پر وعدہ کے مطابق دکان دینا واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشتری اگر خریدے ہوئے درختوں کے اُٹھوانے کے لیے مقررہ تاریخ سے دو دن لیٹ ہوا تو بائع کے لیے روکنا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر کے پاس ۹ عدد درخت شیشم بعوض مبلغ چونتیس صد روپیہ فروخت کر دیے اور پیشگی ۳۴۰۰ روپیہ وصول کر لیے اور ایک تحریر لکھوالی کہ ایک تو میرے آم کے درخت جو شیشم کے درختوں کے گرداگرد ہیں ٹوٹنے نہ پائیں۔ دوسرا درخت ۱۵ جنوری ۱۹۶۹ء تک کاٹ کر لے جاؤ تمام درخت شیشم کاٹ کر پاند وغیرہ اونٹوں پر لے گیا اور منڈھ شیشم چھوڑ گیا۔ وہ جا کر سخت بیمار ہو گیا اور بجائے ۱۵ جنوری کے ۱۸ جنوری کو چھ عدد ریڑھے سانڈ بیل والے لے کر آیا۔ مگر زید نے لکڑیاں نہ اُٹھانے دیں۔ وہ کہتا رہا کہ میں مجبور تھا۔ کیونکہ بیمار ہو گیا تھا دوسرا کوئی جیب کی چیز نہ تھی۔ انسانی مجبوری کی وجہ سے دو یوم لیٹ ہو گیا تو مجھے معافی دے مگر زید کسی کی منت سماجت نہ مانا۔ رقم ۳۴۰۰ بھی اسی کے پاس اور لکڑی بھی کٹی کٹائی اس کے پاس ہیں فتویٰ دیں کہ لکڑی بکر لے سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

لکڑی بکر کی ملکیت ہے اور اس کو لے جانے کا حق حاصل ہے زید کو روکنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص نے نومسلم عورت کی جائیداد اپنے نام کرائی ہے وہ ظالم وغاصب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ غلام جنت جو کہ پہلے کافرہ تھی مگر بعد میں مسلمان ہو گئی اس کے کافر زوج نے اس کو کچھ جائیداد دی تھی اور زمین اس کے نام انتقال کرا دی تھی اور اس مسماۃ نے ایک مسلمان سے

شادی بھی کر لی ہے جس سے ایک بچہ بھی ہے۔ اس کی وہ انتقال شدہ زمین ایک شخص کلیم اللہ نے جبراً اپنے نام کرالی ہے اور اس بے چاری کا کوئی بس نہیں چلتا۔ لہٰذا شریعت کی رو سے جس طرح مسئلہ ہو واضح فرمادیں۔

المستفتی غلام جنت

﴿ج﴾

بشرط صحت واقعہ صورۃ مسئولہ میں جائیداد پر غلام جنت ہی کا حق بنتا ہے۔ کلیم اللہ نے جو جبراً اپنے نام الاٹ کرلی ہے یہ ناجائز ہے اور قبضہ غاصبانہ ہے۔ لہٰذا حکومت کا فرض ہے کہ غاصب سے یہ زمین لے کر مسماۃ غلام جنت کے حوالے کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہذا
الجواب صحیح عبداللہ عفی عنہ مفتی مدرسہ ہذا

اگر کسی مدرسہ میں کھانے کی سہولت کے لیے ہمہ وقت حاضری شرط ہو تو خلاف ورزی کرنے والا طالب علم ضامن ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر ایک مدرسہ میں ایک طالب علم فارم داخلہ لے کر پڑھنے کے بعد داخلہ لیتا ہے بعد میں جبکہ اسباق شروع ہو جاتے ہیں تو اطمینان فی الاسباق نہ ہونے کے باعث دوسرے مدرسہ میں اپنے اسباق دیکھنے کی خاطر ہفتہ یا دو دن زیادہ جاتا رہا اور ساتھ ہی اپنے مدرسہ میں ضروری اسباق میں شامل بھی ہوتا رہا لیکن مدرسہ کی شرائط میں سے (جو فارم میں درج ہیں) ایک شرط یہ بھی ہے کہ یہاں کا طالب علم دوسرے مدرسہ میں بغیر اجازت مہتمم نہیں پڑھ سکے گا۔ مدرسہ ثانیہ کے اسباق تین دن دیکھنے کے بعد مدرسہ کے اسباق سے پوری تسلی ہوئی اور داخلہ لیا لیکن انتقال اور مکمل طور پر اس مدرسہ میں آنا ایک خط پر موقوف ہے۔ اگر اُس میں اجازت ملے تو مکمل طور پر انتقال ہوگا ورنہ نہیں تو کیا اس ہفتہ یا زیادہ دن کی روٹی جو سابقہ مدرسہ میں طالب علم نے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کھائی ہے حرام ہوگی یا نہیں۔ اگر حرام کھایا ہے تو پھر طالب علم کو اس کے تدارک کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ اگر رقم اس کے عوض دی جائے تو کیا حرام کی وصفیت ختم ہو کر اس حرام کی سزا سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا اور اگر مدرسہ سابقہ کے کسی رکن کو یہ معلوم بھی ہے کہ یہ طالب علم اُدھر جاتا ہے لیکن مہتمم صاحب کو بتایا نہیں تو اس پر کوئی شرعاً مواخذہ ہوگا یا نہیں۔

امتیاز احمد بمعرفت عبدالمالک

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں طالب علم کو چاہیے کہ اتنے دنوں کے کھانے کے پیسے مدرسہ میں داخل کر دیں تو انشاء اللہ تلافی ہو جائے گی۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

غاصب کا عالم دین کو ڈانٹنا نفاق کی علامت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ زید غصب کردہ زمین کا غلہ کھاتا رہا اور غصب بھی مالک کو بری طرح مار پیٹ کر کیا جب عالم جو کہ زید کا امام وخطیب بھی ہے نے کہا کہ تم حرام کھا رہے ہو۔زید نے کہا کہ جہد جہد لائی ہوئی آئے۔اس کا اردو ترجمہ ہے ''کیوں بک بک کرر ہے ہو'' پھر عالم نے اس کو گالی دی تو زید نے بھی گالیاں دیں۔پھر عالم وامام نے نسب کیے زید نے بھکے بدلہ سب اور حملہ آور بھی ہوا غرض توہین عالم میں کمی نہیں چھوڑی اب زید کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

مدرس عبدالقدوس جامع مسجد بلوال ضلع کیملپور

﴿ج﴾

حدیث میں فحش گالیاں دینے کو علامات منافقین سے فرمایا ہے واذا خاصم فجر نیز فرمایا سباب المسلم فسوق نیز گالی کے بدلے گالی دینا بھی جائز نہیں۔پس صورۃ مسئولہ میں دونوں شخص گنہگار ہوں گے۔عالم دین کو گالی دینے اور توہین کرنے سے صورۃ مسئولہ میں کفر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا اس لیے کہ کفر تب ہوتا ہے جب علم دین کی اہانت کی جائے اور علماء حق کو اس لیے گالیاں دی جائیں کہ وہ حاملین علم دین ہیں کفر ہے اور مسئولہ صورت میں ذاتی قسم کا جھگڑا ہوا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس شخص نے لوگوں سے جبراً بھیڑ بکرے وغیرہ لے کر کھائے ہوں تو واپسی کی کیا صورت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہی علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی جوانی اور نمبرداری کے وقت لوگوں پر ظلم وستم کر کے ناجائز طریقے سے رقم حاصل کی اور علاقہ میں کچھ گڈریے بھیڑوں کا ریوڑ لے کر آتے کوئی مہینہ رہتا کوئی کم وبیش سال رہ کر پھر

چلے جاتے لیکن اس شخص کی جب شادی ہوئی تو گڈریوں سے ایک ایک مینڈھا لیا وہ مسافر بیچارے گڈریے ڈر کے مارے بغیر قیمت کے ان کو مینڈھے دینے پر مجبور تھے اور دے دیے۔ جب مسمی مذکور حج پر جانے لگا تو جس قدر ان کے واقف تھے یا جو آدمی یاد تھے اعلان کیا اور بلایا کہ جس جس کی کوئی چیز میرے پاس ہے وہ لے جائیں۔ لوگ آئے اور لے بھی گئے۔ اب پھر مسمی مذکور کا خیال ہے کہ جو مسافر لوگ تھے جن کو میں نہیں جانتا اور نہ ہی اُن کی مالیت جو میں نے لی تھی یاد ہے اب میں اپنی زندگی میں کیسے واپس کروں تا کہ آخرت میں میرے ذمہ نہ رہے۔ بالفرض اندازے سے کچھ زائد رقم کسی مسجد میں اس نیت سے دوں کہ جن جن حضرات کا میں نے قرضہ دینا ہے ادا ہو جائے اور اس رقم کا ثواب سابقہ مالکان کو ملے کیا اس صورت میں قرضہ ادا ہو جائے گا اور کیا پھر گناہ نہیں رہے گا۔ مزید اس کی کوئی اچھی صورت ہو تو فرما دیں۔

اللہ وسایا ناظم مدرسہ فرقانیہ دار المبلغین کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

کوشش کی جائے کہ جن لوگوں کے حقوق اور مال غصب کیا گیا ہے انہی لوگوں کو ان کا مال پہنچا دیا جائے۔ اگر کوشش کے باوجود کامیابی نہیں ہوتی تو انہی لوگوں کی طرف سے فقراء و مساکین کو اندازہ کر کے بطور صدقہ و خیرات وہ مال دے دیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے یہ اُمید ہے کہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب زمین کا اصل مالک موجود ہے اور زمین فروخت نہیں کی تو قبضہ کرنے والا ظالم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمین جو آباؤ اجداد سے محمد رمضان کی ملکیت تھی اس کے بعد حافظ اللہ بخش اور جمال جھکڑ نے عارضی طور پر رہائش کے واسطے عمارت تیار کی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ نقل مکانی کر کے دوسرے شہر میں چلے گئے اور وہ عمارتیں گر کر صاف میدان ہو گیا اور اپنا عمارت کا سامان بھی لے گئے۔ صرف ایک مکان باقی تھا جس کی عمارت کی مبلغ -/۱۵۰ روپے قیمت دے کر (۱۰۰ روپیہ عمارت کے واسطے اور ۵۰ روپے اس بقایا میدان کے واسطے) اپنا قبضہ واپس لے لیا۔ اس کے بعد لوگوں یعنی حافظ اللہ بخش کے رشتہ داروں نے شفعہ کیا کہ یہ ملکیت ہماری ہے۔ پھر عدالت میں بھی ان کو شکست ہوئی اور مالک محمد رمضان ثابت ہوا اور وہ عمارت بھی محمد رمضان کے فیصلہ میں ہوئی لیکن جہاں پہلے جمال جھکڑ نے عارضی رہائش اختیار کی تھی اس پر پھر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور مالک یعنی محمد رمضان اس کو منع کر رہا ہے کہ یہ اصل ملکیت میری ہے اور عدالت میں بھی میری ثابت ہوئی۔ از روئے شرع شریف یہ امر واضح فرما دیں

کہ اب مالک ملکیت والا ہے یا جو ناجائز قبضہ کرنا چاہتا ہے وہ مالک ہے۔ اب جو اصل مالک ہے اور ناجائز قبضہ سے روکتا ہے۔ وہ مجرم ہے یا ناجائز قبضہ کرنے والا مجرم ہے۔ از روئے شرع فیصلہ فرمادیں۔ بینوا توجروا

ضلع سبی بلوچستان مقام ہرنان بمعرفت محمد صدیق ٹیلر ماسٹر

﴿ج﴾

صورت مسئولہ کا جواب بالکل واضح ہے کہ جو زمین کا اصل مالک ہے وہی حق پر ہے اور اس ناجائز قبضہ کرنے والے کو روکنا شرعاً جائز ہے اور جو ناجائز طور پر قبضہ کرنا چاہتا ہے وہ مجرم اور گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ المحرم ۱۳۹۰ھ

جس شخص کے پاس ہندوستان میں مرہونہ زمین تھی پاکستان آ کر اس کے عوض زمین حاصل کی یہ غصب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید کے پاس ہندوستان میں کسی مسلمان کی زمین رہن تھی۔ پاکستان بننے کے بعد رہن لینے والا زید پاکستان آ گیا ہے۔ اب مستقل الاٹمنٹ کے سلسلہ میں مرہونہ زمین کے بدلہ میں زید کو پاکستان میں زمین الاٹ ہوئی ہے۔ کیا اس اراضی کا ماحصل زید کے لیے کھانا یا استعمال کرنا شرع شریف میں حلال ہے یا حرام۔

نوٹ: خدمت عالیہ میں یہ واضح رہے کہ یہ زمین میعادی نہیں تھی بلکہ دوسری صورت میں جب اصل مالک قرضہ بے باک کردے گا اس وقت زمین اصل مالک کے حوالے کردی جائے گی۔

رحمت علی شاہ سکنہ موضع بہادر پور ڈاکخانہ خود تحصیل شجاع آباد

﴿ج﴾

مرہونہ زمین اگرچہ میعادی نہ ہو تب بھی ایک امانت سمجھی جائے گی۔ اس لیے اس کے بدلہ میں وہ آدمی حکومت سے زمین حاصل نہیں کرسکتا کیونکہ زمین اس کی مملوکہ نہیں۔ ہاں اگر اس نے صاف ظاہر کردیا کہ میری زمین جو وہاں ہے وہ میری ذاتی نہیں ہے بلکہ مرہونہ ہے اور پھر حکومت کوئی زمین الاٹ کردے تو جائز ہے اور اس کی آمدنی اس کے لیے حلال ہوگی اور پہلی صورت میں حلال نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب بائع ومشتری کے درمیان بیع تام ہوگئی تھی تو غاصب سے زمین اگرچہ بائع کے ورثہ نے چھڑائی ہو لیکن ہوگی مشتری کی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص حاجی اویس کے بھائی رسول بخش ایک زمین کا ۱/۶ حصہ کا نصف ایک آدمی نیک محمد اور اس کے بھائی سید محمد سے خریدتے ہیں۔ جو ان کا حق مالکانہ ہے باقی ۵/۶ حصہ حاجی اویس کے بھائی کا بطور موروثی ہے۔ اس لیے حاجی رسول بخش اس ۱/۶ کے نصف کو بطور شفعہ مبلغ ۵۰۰ روپے میں خریدتے ہیں اور رقم بروقت ادا کرتے ہیں۔ بائع نے مشتری حاجی رسول بخش کو اپنی طرف سے فروختگی کی سند برائے قاضی وقت دے دی اور قبضہ بھی دے دیا۔ چند سال مشتری اس زمین کو بطور مالک کاشت کرتا رہا۔ بعد ازاں ایک غاصب نے زبردستی اس ۱/۶ حصہ کو قبضہ کیا اور ۵/۶ حصہ حاجی برادر کے لیے چھوڑ دی۔ حاجی نے فوراً اس حصہ کے لیے درخواست دے دی کہ یہ زمین میری زرخرید ہے جواب ملا کہ جس شخص یعنی نیک محمد وغیرہ سے جو تم نے خریدی ہے وہ اس کی ملکیت کی سند پیش کریں ورنہ تمہاری سند قبول نہیں کی جاتی۔ مجبوراً حکومت وقت کو درخواست دی گئی کہ نیک محمد اپنی اصل سند پیش کر کے مشتری کی زمین کو غاصب سے واپس کرائیں جس کو مشکوک طور پر ضبط کیا گیا ہے۔

بائع نے ایک ایسی سند پیش کی جس پر حکومت وقت نے مشتری کو صاف بتایا کہ اپنی رقم کے لیے درخواست دے کر اپنی رقم بائع سے وصول کریں۔

چنانچہ یہ مقدمہ قاضی وقت جناب عبدالصمد سربازی کے سامنے پیش ہوا۔ اب بائع فوت ہو چکا تھا اس کے بھائی سید محمد اور اس کے بڑے لڑکے نور محمد نے قاضی کے سامنے بیان دے دیے۔ کریم نے زمین فروخت کی ہے اور رقم لے لی ہے۔ مشتری کو بھی معلوم تھا کہ قبل ازیں ہمارے آباؤ اجداد نے بھٹائی کیے تھے اور مشتری سے قاضی نے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ واقعی بائع کے تھے اور انہوں نے فروخت کیا ہے۔ قاضی صاحب نے مبلغ ۵۰۰ روپے کی بیع صحیح کر کے مقدمہ خارج کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ تم اپنی اصلی سند لے کر غاصب سے منت سماجت کرو تا کہ زمین مشتری کو مل جائے۔ یہ دعویٰ غاصب اور بائع پر مشتری نے عرصہ ۱۴ سال چلایا۔ بعد ازاں بائع کی اولاد نے غاصب کی طرف رجوع کیا اور ایک دوسری سند پیش کر کے زمین غاصب سے چھڑالی۔

اب تنازعہ بائع اور مشتری کی اولاد میں ہے۔ مشتری بھی فوت ہو گیا اور سند کے گواہ بھی سب فوت ہو گئے۔ یہ عرصہ ۴۴ سال کا ہے کہ بائع کے ہاتھ سے زمین فروخت ہو کر گئی ہے اور مشتری کے ہاتھ ۵/۶ کا قبضہ اور واگزاری کے بعد

۶/۱ کا قبضہ بھی رہا۔ اب ہمارے اس مسئلہ کو از روئے شرع شریف حل فرمادیں۔ تاکہ دو مسلمانوں کا تنازعہ ختم ہو اور آپ قرب الٰہی اور جنت الفردوس حاصل کریں۔

حاجی نیک محمد ضلع چاغی بلوچستان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی جب حاجی رسول بخش نے نیک محمد و سید محمد سے زمین خرید لی ہے اور انہوں نے قبضہ بھی دیا تھا بعد میں کسی کے غصب کی وجہ سے حکومت نے بائع کو حکم دیا کہ اصلی سند ملکیت پیش کر کے مشتری کے لیے زمین غاصب سے چھڑا لیں لیکن بائع نے خود سند ملکیت پیش نہیں کی۔ البتہ قاضی وقت نے فریقین کے بیانات پر بیع کو صحیح قرار دیا اور بعد میں بائع کی اولاد نے سند پیش کر کے مشتری کی زمین غاصب سے چھڑا لی ہے۔ تو اس صورت میں یہ زمین مشتری کی اولاد کی ملکیت ہوگی۔ بائع کی اولاد کو سند پیش کرنے اور غاصب سے چھڑانے کی وجہ سے اس زمین کی ملکیت کا دعویٰ اور مطالبہ کرنے کا حق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ شوال ۱۳۹۲ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۰ شوال ۱۳۹۲ھ

بہن کے حصے کی زمین اس کو نہ دینا خود قبضہ کرنا سخت گناہ اور غصب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فوت ہو کر دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑ گیا اور اس کی جائیداد غیر منقولہ شرع کے مطابق تقسیم کر کے سرکاری کاغذات میں اندراج بھائیوں کے سامنے ہوا کچھ عرصہ کے بعد ایک بھائی مسمی مولوی محمد موسیٰ نے جتنی زمین کا حصہ آتا تھا اپنی بہن کو قبضہ دے دیا اور دوسرے بھائی محمد عیسیٰ حافظ صاحب نے قبضہ نہ دیا ان کی بہن قبضہ طلب کرتی رہی جناب حافظ صاحب ٹال مٹول کرتے رہے۔ آخر کار جناب حافظ صاحب نے اپنے طور پر پٹواری گل شیر اور ملک عبداللہ نمبردار کو رشوت دے کر اپنے نام کرا لی۔ ادھر بہن قبضہ مانگتی رہی اور بہن کو یہی جواب دیتا رہا میں قبضہ دیتا ہوں۔ جب حافظ صاحب نے ان دونوں کا پیٹ بھر لیا تو ایک دوسری فرضی عورت تحصیل دار کے صاحب سامنے پیش کر کے بیان لے لیا کہ اس نے سالم حصہ ۵/۱ جتنا کہ بہن کو وراثت میں آتا تھا بنام حافظ عیسیٰ صاحب انتقال کر دیا ہے کسی کو بھی خبر نہ لگی بہن قبضہ قبضہ کرتی رہی بھائی ہاں جی ہاں جی کرتا رہا اتفاقاً آج اڑھائی سال

کے بعد یہ راز فاش ہوا ہے۔ ہر چند حافظ صاحب کو کہا گیا ہے کہ واپس کردو آپ نے صاف انکار کر دیا ہے۔ آیا ایسے حافظ صاحب کے لیے آخرت میں کیا سزا ہے اور اس کی توبہ مقبول ہے یا نہیں اور ان سے میل جول کرنا کیسا ہے اور پبلک ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرے۔ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ کیا جس نے تقریباً چھ سات ہزار کی جائیداد چرائی ہے ان پر حد شرعی یعنی قطع ید آتا ہے یا نہیں اور جو شخص اتنی جائیداد کی چوری کر کے سامنے لیے بیٹھا ہے اس پر قہر خداوندی پڑے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

غلام رسول شفاخانہ رحیمیہ موضع غازی پور تحصیل شجاع آباد ملتان

﴿ج﴾

بیان مذکور کے مطابق حافظ صاحب سخت گنہگار ہیں۔ حدیث میں وارد ہے جو شخص جس کی زمین کو ناجائز طور پر حاصل کرے وہ زمین آخرت میں اس کے گلے کا طوق ہوگی۔ نیز حدیث میں وارد ہے کہ حرام کھانے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ توبہ اس وقت مقبول ہے کہ زمین واپس کر دے اور جو کچھ کھا لیا ہے اس کو بھی مستحق کے سپرد کر دے۔ قطع ید اس سے نہیں ہوتا اس کی امامت جائز نہیں۔ اگر کسی وقت اتفاقاً اس کے پیچھے نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی کی دبائی ہوئی زمین کو فوراً واپس کرنا چاہیے اگر مالک کیس کرے تو حق بجانب ہے

﴿س﴾

زید نے بکر کی اراضی زرعی پر بارہ سال سے ناجائز قبضہ کر رکھا ہے اور اس کی پیداوار بصورت اجناس سرکار کے مطالبے پر ادا کر کے اپنے ذاتی مصرف میں لاتا رہتا ہے۔ مذکورہ مقبوضہ اراضی جو زید کے قبضہ میں ہے درحقیقت بکر کی ذاتی ملکیت ہے اور مذکورہ اراضی کے دستاویزی ملکیتی حقوق بکر کے پاس موجود ہیں اور دس بارہ سال کے عرصہ کے دوران بکر نے کئی دفعہ زید سے اپنی اراضی کی واپسی کا مطالبہ کیا اور زید نے زبانی اقرار کیا۔ زید نے موجودہ رائج الوقت قانون اراضی بارہ سالہ قبضہ مخالفانہ کا سہارا لے کر عدالت دیوانی سے رجوع کیا ہے اور اس بارہ سالہ قبضہ مخالفانہ کی بنا پر عدالت دیوانی سے استقرار حق کی ڈگری حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۱) آیا زید کا قبضہ اس زمین پر درست ہے۔

(۲) زید مذکورہ اراضی کی پیداوار بارہ سال سے جو اپنے تصرف میں لاتا رہا ہے کیا شرع محمدی کے تحت جائز ہے۔

(۳) آیا بکر اپنی حقیقی ملکیت اراضی کے لیے جو زید کے قبضہ میں ہے عدالت دیوانی سے رجوع کر سکتا ہے۔

(۴) ایسی صورت میں شرع محمدی کے تحت تفصیلا وضاحت فرمائی جائے تاکہ بکر اپنی اراضی پر حق ملکیت اور قبضہ ملکیت حاصل کرے۔

عبد الجبار مقام تاج گڑھ تحصیل موضع رحیم یار خان

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر زمین واقعی بکر کی ملکیت ہے تو زید کا اس پر قبضہ کرنا اور اس کے لیے زمین کی آمدن کا استعمال کرنا جائز نہیں۔ زید پر واجب ہے کہ وہ زمین واپس کر دے اور ناجائز طریقہ سے زمین کے حصول کے لیے کوشش ترک کر دے۔ بکر حصول حق کے لیے عدالت کی طرف رجوع کرنے میں حق بجانب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۶ صفر ۱۳۹۵ھ

جس دن یتیم کا مال غصب کیا ہے اُس دن کا اعتبار ہے
اگر ایک شخص مسجد سے ایک میل دور ہو تو جماعت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں ایک واقعہ پیش آیا ہے۔ ایک آدمی مر گیا اور اس کا ایک لڑکا رہ گیا۔ اب وہ بھی بالغ ہو گیا۔ اس لڑکے کا دنیا ایک آدمی نے اپنی جان پر ادھار کیا۔ اس لڑکے نے دعویٰ کیا تو اب اس مال کی قیمت کون سے دن کی معتبر ہے۔ مال تو اب آدمی کے ہاتھ میں نہیں ہے اور کتاب کا نام بھی لکھ کر صفحہ بھی لکھیں

(۲) ایک آدمی مسجد سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ اس سے جماعت فوت ہو جاتی ہے۔ اب اس کے لیے نئی مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں۔

عبد الظاہر بلوچستان

﴿ج﴾

(۱) شخص مذکور کا یتیم کے مال کو اپنے اوپر ادھار کرنا ناجائز تھا اس لیے اس شخص کو وہی مال بعینہ اگر موجود ہو واپس کرنا ضروری ہے اور بعینہ اگر موجود نہ ہو اور مثل اس کا موجود ہو جیسے غلہ وغیرہ تو اس کا مثل ادا کرنا ضروری ہے اور اگر مثل بھی موجود نہ ہو جیسے جانور وغیرہ تو اس کی قیمت یوم الغصب کا ادا کرنا لازمی ہے۔ یعنی جس دن اس نے اس نابالغ کا مال

لیا ہے اس دن جو قیمت تھی وہی قیمت ادا کرنا ضروری ہے۔ قال فی الهداية ومن غصب شيئا له مثل كالمكيل والموزون فهلك في يده فعليه مثله وما لا مثل له فعليه قيمته يوم غصبه (هدايه كتاب الغصب ص ۳۷۰ ج ۳۔

(۲) اگر پہلی مسجد کے آدمیوں میں کوئی فرق نہیں آتا تو جائز ہے۔ نیز مسجد کی تعمیر میں نفسانیت کو بھی دخل نہ ہو۔ محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی غرض سے ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم ۱۳۸۹ھ

کیا کسی مجبور شخص کو رشوت دے کر ملازم کرانا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کسی سرکاری محکمہ میں نوکر ہے۔ اس کا پڑوسی دس جماعت پاس بے روزگار بیٹھا ہے۔ بچوں سمیت بھوکا مر رہا ہے اس نے بہت کوشش کی لیکن اس کو کسی جگہ ملازمت نہ ملی۔ اب افسران بغیر رشوت لینے کے کام نہیں کرتے۔ میں اس دس جماعت پاس والے سے کچھ روپیہ لے کر افسران کی خدمت میں دے کر اس کو مبلغ دوصد روپے ماہانہ پر مقرر کرا دوں تو میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملزم تو نہیں ہو جاؤں گا۔ دس جماعت پاس والا آدمی بھی یہی نیت کرتا ہے کہ میں تم کو یہ رقم خیرات فی سبیل اللہ دے رہا ہوں۔ اس رقم کے تم مالک ہو میں بھی جس افسر کو دے رہا ہوں اس کو زبان سے کہہ دوں گا کہ یہ رقم جو تم کو دے رہا ہوں خیرات ہے تم اس کے مالک ہو۔

پیر بخش بقلم خود موضع خانیوال ریلوے روڈ شہر خانیوال ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر وہ شخص مجبور ہے اس قسم کی ملازمت ملے بغیر اس کا گزارا کرنا مشکل ہے۔ نیز اس ملازمت کی اس میں اہلیت ولیاقت ہے اور دیانتدار بھی ہے تو اس مجبوری کی بنا پر اس صورت میں دینا جائز ہوگا لیکن اگر کسی طرح بھی دوسرے جائز طریقہ سے اس کا گزارہ ہو سکتا ہے تو اس ملازمت کو حاصل کرنے کے لیے اسے رقم دینا بھی جائز نہیں ہوگا۔ لینے والے کے لیے رشوت کسی حالت میں جائز نہیں۔ نیز جو پڑوسی کی ملازمت کے لیے کوشش کرتا ہے اور پڑوسی سے رقم لے کر افسر کو دیتا ہے اسے خود بھی لینا جائز نہیں بلکہ جو صرف کرے گا اور افسر کو دے گا اس کے بعد بقایا رقم مالک کو واپس کرنی ہوگی۔ نیز دینے کے وقت خیرات کی نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امام مسجد کا لوگوں کے کام رشوت دے کر کرانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو عالم دوسرے آدمیوں سے ان کے کام کرانے کے لیے رشوت لے کر متعلقہ حکام کو دیتا ہے۔ رشوت دینا جائز سمجھتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟

محمد اشرف قریشی طارق جنرل سٹور دریا خان ضلع میانوالی

﴿ج﴾

معلوم رہے کہ اگر اپنے سے ظلم کو دفع کرنے کے لیے یا اپنی مال و عزت اور آبرو کو بچانے کے لیے رشوت دی جائے تو یہ جائز ہے۔ اگرچہ لینے والے حاکم وغیرہ کے لیے ناجائز ہے اور حرام ہے۔ دینے والے کے لیے گنجائش ہے۔ اس کے علاوہ دیگر کاموں کے کروانے کے لیے رشوت دینا ناجائز ہے۔ عالم مذکور اگر ناجائز قسم کی رشوتیں لے لے کر حکام کو دیتا رہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اگر دفع ظلم کے لیے رشوت دیتا ہے تو اس کی امامت درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ

اکثر لوگ رشوت کے اس اضطراری جواز سے غلط فائدہ اُٹھاتے ہیں اس کا خاص خیال رہے۔
والجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گورنمنٹ کی دی ہوئی زمین کو فروخت کرنا اور اُس کی رقم فقراء پر خرچ کرنا

﴿س﴾

چہ مے فرمایند علماء کرام دریں مسئلہ کہ در اطراف شہر داخلہ و خارجہ باشد زمین است یعنی برائے بناء مکانات و ساختمان نہ زمین اموات۔ محصولی ایں زمین را اگر رعایت فقیر باشد یا غنی اگر ہر کسی بہ نیت تجارتی نقشہ و علامت دہند و حفاظت کنند تا چند مدت یک سال و دو سال و بعد فروختن با مردمان برہائش جائز است یا نہ یعنی تصرفی خود رانہ زر خرید کند چرا کہ سرکار زر خرید کند بہر حال و صورت تصرف بود کسی فروخت مفلسی را چیزی خیرات داد مفلس را جائز است کہ بخورد یا قرض خود را ادا کند از منقدر بہر حال و صورت۔ بینوا توجروا

المستفتی گل محمد تاروی ایران شہر زاہداں بمعرفت سید ابوالقاسم نوردین

﴿ج﴾

با اجازت سرکار اگر ایں زمیں را قبض بکند و بعد از حفاظت چند سال اورا بفروشد اگر از جانب سرکار اجازت فروختنی و خوردن ثمن آں باشد جائز است ورنہ ناروا است۔

(۲) اگر سرکار از خرید کردہ باز فروخت کرد جائز است واز و مفلسی را ہم خیرات وغیرہ دادن روا است۔ فقط واللہ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مالی جرمانہ کا کیا حکم ہے، کاروبار کے لیے لی ہوئی قرض رقم پر منافع رکھنا، گم شدہ رقم ملنے کی صورت میں صاحب رقم سے مٹھائی کھانا

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسئلوں میں کہ

(۱) آج بعد نماز عشاء بیٹھک صوفی خالد صدر انجمن تبلیغ الاسلام میلسی میں مشتاق احمد پچیس روپے اور صوفی خالد (صدر) بارہ روپے دے گا اور یہ رقوم چار دن پہلے عطاء الرحمٰن ناظم وصول کرے گا۔ عطاء الرحمٰن نے اقرار کیا کہ مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۵۸ء تک قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادی کی تقریر میلسی میں کرا دیں گے اور شرط یہ ٹھہری کہ اگر عطاء الرحمٰن ناظم مذکور تاریخ یعنی ۲۱ جنوری تک تقریر نہ کرا سکے تو ناظم کو پندرہ روپے انجمن میں نقد ادا کرنے ہوں گے۔ (ناظم مقررہ تاریخ تک تقریر نہیں کرا سکے)

(۲) عمر و ایک ریڈیو خریدنے کا ارادہ رکھتا تھا اُس (عمرو) نے زید سے اسی روپے مانگے لیکن زید نے کہا کہ وہ رقم اس شرط پر دے گا اس کے فروخت کرنے پر جو نفع ملے گا اس کا نصف انجمن میں شامل کر دے گا۔ لہٰذا کچھ عرصہ بعد ریڈیو فروخت ہو گیا۔ اس کا منافع چالیس روپے ہوئے۔ جس کا نصف زید نے لے لیا لیکن بات چیت کے وقت نقصان کی بات نہیں ہوئی۔ صرف منافع پر بات ہوئی۔ نمبر ا کے بارے میں ایک مولانا جو کہ فاضل دیوبند ہیں کہتے ہیں کہ یہ رقم ناجائز ہے۔

(۳) رفیق کی کچھ رقم گر جاتی ہے۔ شام کو وہ بکر سے کہتا ہے کہ بھائی میری کچھ رقم گر گئی ہے وہ پوری رقم بتا دیتا ہے کہ اتنی گری ہے بکر نے کہا وہ رقم دلا دے گا یا تلاش کر دے گا لیکن سیر مٹھائی کھلانی پڑے گی۔ رفیق کہتا ہے میں مٹھائی نہیں کھلا سکتا آخر بکر مجبور کر کے ½ سیر مٹھائی منگوا لیتا ہے ایسی مٹھائی کھانی کیسی ہے۔

گلزار محمد چغتائی محلہ میاں فضل حق میلسی ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں یہ قمار (جوا) تو نہیں ہے۔ بلکہ یہ درحقیقت تعزیر بالمال کی ایک صورت ہے کہ اگر میں نے کام نہ کیا تو میں بطور جرمانہ یہ رقم ادا کروں گا لیکن تعزیر بالمال یعنی مالی جرمانہ امام ابوحنیفہ کے ظاہر مذہب میں جائز نہیں ہے۔ اس لیے اس کو مجبور تو نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اپنی مرضی سے اگر دے تو جائز ہے۔

(۲) اگر عمرو نے ریڈیو فروخت کرنے اور منافع کمانے کی غرض سے خریدا ہے تو اس سے منافع کا نصف زید کے لیے مقرر کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔

(۳) مٹھائی جبراً لینا جائز نہیں ہے مرضی سے جائز ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ رمضان ۱۳۷۷ھ

جب زمین دو شخصوں کے درمیان مشترکہ ہو تو قرعہ اندازی جائز نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید اور عمرو کے درمیان ایک ٹکڑا اراضی متنازعہ فیہ ہے۔ زید زمین پر قابض ہے اور عمرا اپنا حق ثابت کرنے کے لیے قانونی عدالت میں چارہ جوئی کر رہا ہے۔ اس صورت میں برادری کے کچھ افراد تصفیہ کی یہ صورت پیدا کرلائے ہیں کہ قرعہ اندازی کی جائے کہ عمرو کو زمین ملنی چاہیے یا رقم (اس سے معلوم ہوا کہ زید زمین پر عمرو کا حق تسلیم کرتا ہے)۔ ایسی حالت میں شریعت قرعہ اندازی کو جائز قرار دیتی ہے یا نہیں جبکہ عمرو رقم لینے کو رضاء تیار نہیں ہے۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں اگر واقعی عمرو کا اس ٹکڑا اراضی میں حق بنتا ہے تو شرعاً اُسے قرعہ اندازی پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

درج ذیل صورت میں رشوت کی رقم اُس کو دی جائے جس کا نقصان ہوا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بندہ کو ایک معاملہ میں تین ہزار روپیہ رشوت دی گئی کہ کسی عورت کے نام رقبہ یعنی زمین تھی وہ ہمیں واپس کر دیں۔ اس رقبہ سے ہم وارثان دو مربعہ زمین کی پیداوار اس عورت کو تا زندگی دیتے

رہیں گے اور تین ہزار روپے بندہ کو دیں گے۔ بندہ نے وہ تین ہزار روپیہ لیا اور رقبہ اس عورت سے واپس عورت کے خاوند کے وارثوں کو دلا دیا۔ جس پر وہ وارثان اپنے وعدہ پر نہ رہے اور رقبہ دو مربعہ کی پیداوار اس عورت کو نہ دی۔ اب بندہ وہ رقم جو رشوت کے طور پر مجھے ملی تھی واپس کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دے اور یہ رقم کس کو دی جائے اور یہ سارا معاملہ سائل کی ذمہ داری سے ہوا ہے۔ بینوا توجروا

مہر حاتم علی خان ولد مہر احد قوم بھٹی تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جب عورت کو خاوند کی جائیداد سے کوئی حصہ نہیں دیا گیا بلکہ رشوت لینے والے شخص نے عورت سے اس بنا پر زمین دیگر اشخاص کے نام منتقل کرا دی کہ اس کو دو مربعہ زمین کی پیداوار تاحین حیات ادا کی جائے گی اور اس کی اس شخص نے ذمہ داری لی۔ جیسا کہ سائل کی زبانی معلوم ہوا لہٰذا یہ رقم مبلغ تین ہزار روپیہ اس عورت کو ادا کیے جائیں۔ جس کی حق تلفی اُس شخص کی وجہ سے ہوئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

بلدیہ کے ایک پلاٹ پر بیس سال سے مدرسہ قائم تھا محکمہ اوقاف اسے گرا کر مسجد کی توسیع کرنا چاہتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے حق میں کہ مدرسہ اشاعت العلوم (رجسٹرڈ) چشتیاں جامع مسجد چشتیاں کے قریب واقع ہے۔ تقریباً بیس سال سے بتصدیق بلدیہ، بلدیہ کے پلاٹ پر مدرسہ قائم ہے۔ اب صورت حال یوں ہوگئی ہے کہ جس پلاٹ پر مدرسہ واقع ہے اس کا انتقال غیر آئینی طور پر مسجد کے نام محکمہ اوقاف نے کرا دیا ہے۔ اب جب ہمیں پتہ چلا تو اس غیر آئینی انتقال کے ختم کرنے کے سلسلے میں ہم نے تگ و دو شروع کی۔ ادھر محکمہ اوقاف والے مدرسے کو گرا کر مارکیٹ بنا کر مسجد کی توسیع کرنا چاہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مدرسہ والے اپنے قبضہ کی بنا پر انتقال مدرسہ کے نام کرانا چاہتے ہیں۔ جبکہ صدر مملکت کی طرف سے حکام بلدیہ کو چٹھی بھی آ چکی ہے کہ سرکاری اراضی پر قائم مدارس کو قبضہ ملکیت دے دیا جائے اور اوقاف والے اپنے غیر آئینی انتقال کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ مدرسہ کو گرا کر مارکیٹ بنا کر مسجد کی توسیع ہو سکے۔ لہٰذا آپ تحریر فرما دیں کہ اس سلسلہ میں حق بجانب کون ہیں۔ مدرسہ والے یا مسجد والے۔

عبدالعزیز مہتمم مدرسہ اشاعت العلوم چشتیاں

﴿ج﴾

اگر واقعۃً مدرسہ اس پلاٹ پر بیس سال سے قابض ہے اور صدر کی جانب سے چٹھی بھی آ چکی ہے کہ ایسے پلاٹ قابضین اہل مدارس کو دے دیے جائیں تو بلاشبہ مدرسہ اس کا مستحق اور آئینی حقدار ہے۔ یہ پلاٹ مدرسہ ہی کو ملنا چاہیے اور کسی کذب بیانی یا دھوکہ دہی سے غیر آئینی انتقال مدرسہ کے استحقاق پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام **لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام**۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ مفتی خیر المدارس ملتان

الجواب حق والحق احق ان یتبع بندہ محمد اسحاق نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہندو نے مسلمان کی زمین غصب کی ہو پھر دوسرا مسلمان قابض ہو جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کی زمین ایک ہندو نے غصب کر کے لے لی تھی اور اُس زمین پر ہندو نے مکان تعمیر کیا۔ دس پندرہ برس تک وہ ہندو اس مکان میں سکونت پذیر رہا۔ اتنی مدت میں زید مر گیا۔ جس کی اصل زمین تھی چند برس بعد پاکستان بن گیا اور ہندو ہندوستان چلا گیا۔ اس متروکہ مکان پر ہندو کے چلے جانے کے بعد عمرو قابض ہو گیا۔ اتنی مدت گزر جانے کے بعد زید مرحوم کے چھوٹے چھوٹے بچے جو یتیم رہ گئے تھے بالغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ یہ مکان کی جگہ تو ہماری ہے جو ہندو نے ہمارے باپ سے غصب کر کے حاصل کی تھی۔ لہٰذا یہ زمین ہمارا حق ہے۔ اب عمرو کہتا ہے کہ ٹھیک ہے کہ زمین دینے میں میرا کوئی عذر نہیں یہ تم لے لو مگر مکان کا ملبہ میرا حق ہے۔ جس پر میں اتنی مدت سے قابض چلا آ رہا ہوں اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ عمر اس ملبہ کا جو ہندو کا ہے حقدار ہے یا نہیں۔

محمد انور ملتان

﴿ج﴾

محض قبضہ کرنے سے عمرو مکان کے ملبہ کا حقدار نہیں ہوتا۔ اس مکان کو حکومت جس کے حوالہ کرے گی وہی اس کے ملبہ کا حقدار ہوگا اور زمین تو زید کی اولاد کی ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مذکورہ صورت میں قبضہ غاصبانہ ہے فوراً زمین اصل مالکوں کو دی جائے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مساۃ غلام فاطمہ فوت ہو چکی ہے جس کے حقیقی وارث صرف اس کے دو

بھتیجے ہیں۔ مسمی نذر محمد، فتح محمد اور ایک شخص مسمی گل محمد جو مسماۃ کے چچازاد بھائی کا بیٹا ہے بعیدی رشتہ دار ہے مساۃ کی جائیداد پر بھی قابض ہے اور اپنے مختلف احسانات بیان کرتا ہے۔ کیا ان احسانات کے بدلہ میں ورثاء کی جائیداد پر قبضہ صحیح ہے یا نہیں۔ علاوہ ازیں یہی مسمی گل محمد اپنے متوفی حقیقی بھائی مسمی اللہ ڈوایا کی جائیداد پر بھی قابض ہے حالانکہ اس کے ورثاء مثلاً بیوی، تین بیٹیاں ایک بھائی دو بہنیں موجود ہیں مسمی گل محمد کہتا ہے کہ میں نے ان پر مشترکہ جائیداد سے اخراجات کیے ہیں اور اپنے بھائی کی تینوں بیٹیوں کی شادی کی ہے۔ اب میں اپنی چار بیٹیوں کی شادی بیاہ جب تک مشترکہ جائیداد سے نہیں کروں گا نہیں چھوڑوں گا۔ کیا اتنی دیر تک قبضہ ملتوی رکھنا از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

ملک محمد علی صاحب موضع کرم علی والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ گل محمد کا قبضہ ان دونوں جائیدادوں پر ناجائز اور غاصبانہ ہے۔ شرعاً اس پر لازم ہے کہ فوراً وارثوں کو ان کی جائیدادیں واپس کر کے قبضہ دے دے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو شرعاً سخت مجرم اور گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بجلی کا کنکشن بغیر رشوت نہ ملتا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ہم لوگوں کو اپنے علاقے کے لیے بجلی کا کنکشن اور ٹرانسفارمر لگوانا مطلوب ہے۔ پورے گاؤں میں مدرسہ اور مسجد میں قانونی طور پر کنکشن منظور ہو چکا ہے لیکن متعلقہ عملہ واپڈا رشوت کے بغیر کنکشن بالکل نہیں دیتا۔ ہمارے بار ہا اصرار کے بعد انہوں نے بتایا کہ گو گورنمنٹ کی جانب سے کنکشن منظور ہو چکا ہے جبکہ ہمیں (محکمہ والوں کو) علم اور اطلاع بھی ہے لیکن ہمارا ضابطہ اور قانون یا اصول یہ ہے کہ اگر آپ چک والے ٹرانسفارمر گاؤں کے چوک میں لگوائیں یا جہاں بجلی کا کھمبا کھڑا ہے وہاں ٹرانسفارمر نصب کروائیں دونوں صورتوں میں رشوت دینی ہوگی۔ رشوت کو محکمہ واپڈا والے اپنے الفاظ میں ٹرانسفارمر لگوانے اور بجلی وغیرہ مسجد اور چک کے مدرسے میں چالو کرنے اور پہنچانے کا خرچہ متصور کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ واقعی خرچہ وغیرہ نہیں ہوتا جیسا کہ آپ اور ہم سب لوگ اسے رشوت ہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جب گورنمنٹ کا یہ حکم اور قانون ہے کہ جہاں یا جن مقامات پر حکومت کنکشن اور ٹرانسفارمر کی

منظوری دے چکی ہو وہاں واپڈا والے حکماء بغیر خرچہ وغیرہ کے کنکشن اور ٹرانسفارمر لگانے کے قانونی طور پر مجاز ہوتے ہیں لیکن یہ لوگ حکومت کی لاپرواہی اور اپنی من مانی سے بغیر رشوت کے کام نہیں کرتے۔ ہمیں کنکشن اور ٹرانسفارمر دونوں چیزیں مطلوب ہیں۔ اب محکمہ والے یہ کہتے ہیں کہ اگر ٹرانسفارمر کھمبے کے پاس لگواؤ تو پانچ ہزار روپیہ خرچہ ہوگا۔ اگر ٹرانسفارمر چوک میں لگواؤ تو ۲۲ ہزار روپیہ لاگت آئے گی۔ قابل دریافت امر یہ ہے کہ کیا ازروئے شریعت مطہرہ اس طرح سے رشوت دے کر بجلی کا کنکشن اور ٹرانسفارمر وغیرہ لگوانا جائز ہے یا نہیں۔ جبکہ بجلی آ جانے سے ہمیں چند فوائد بھی ضرور ہوں گے۔ (۱) ہمارے ہاں آٹے کی چکی نہیں عورتیں اور بچے دوسرے اردگرد دیہات میں جا کر آٹا پسواتے ہیں۔ چکی لگنے سے یہ تکلیف موقوف ہو جائے گی۔ (۲) مدرسہ اور مسجد میں پانی کے لیے ٹیوب ویل اور روشنی وغیرہ کی سہولت ہوگی۔ (۳) بچوں کو روشنی میں پڑھنے پڑھانے میں کافی فائدہ ہوگا ان جملہ حالات اور صورت مسئولہ کے پیش نظر آپ بالتفصیل حوالہ قرآن واحادیث بجلی کو رشوت دے کر منگانے کا جواز یا عدم جواز مرقوم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

حافظ محمد یوسف ربانی تحصیل وضلع وہاڑی

﴿ج﴾

رشوت لینا دینا شرعاً اور قانوناً بھی جرم ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

امانت واپس نہ کرنا اور اپنی طرف سے قیمت مقرر کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص ایک گاؤں میں رہتا تھا اور وہاں سے کسی وجہ سے اس کو وہ گاؤں چھوڑنا پڑا۔ چھوڑنے کے بعد اس کا جو سامان تھا جس میں دو بیل اور چالیس من گندم اور سولہ من توریا تھا۔ وہ گاؤں چھوڑ گیا۔ تو اس گاؤں کے نمبردار نے اس کا سامان اپنے پاس رکھ لیا (امانت کے طور پر) اس کے بعد مالک نے ۲۵ سال کے بعد نمبردار سے اپنے سامان کا مطالبہ کیا تو نمبردار نے کہا میں تجھے بیلوں کے بدلے میں بیل نہیں دوں گا، گندم کے بدلے گندم نہیں دوں گا اور نہ ہی توریا کے بدلہ میں توریا بلکہ جو اس وقت کی قیمت تھی وہی ادا کروں گا۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

ڈاکٹر عبدالغنی سمیجہ آباد نمبر ۲ ملتان

﴿ج﴾

گندم اور توریا مثلیات میں سے ہیں لہٰذا مثل واجب ہے یعنی جتنی گندم اور توریا لیا تھا وہی مقدار واپس کرنا لازم ہے۔ وہ غصب فاغصب مثال مثل کا لکیل والموزون فی یدہ فعلیہ مثلہ ھدایہ ص ۳۵۶ ج ۳ اور بیل غیر مثلی ہے لینے کے وقت جو قیمت تھی یعنی آج سے ۲۵ سال قبل وہی دینا لازم ہے۔ وما لا مثل لہ فعلیہ قیمۃ یوم غصبہ ھدایہ ص ۳۵۷ ج ۳ اگر گندم اور توریا کی مثل اور بیلوں کی اس وقت کی قیمت ادا نہیں کرے گا تو یہ شخص شرعاً گنہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مجرم اور حق العبد کھانے والا شمار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

سرکاری ملازم کا کسی سے زیادہ ٹیکس وصول کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کو حکومت نے ٹیکس لگانے اور وصول کرنے کا اختیار دیا ہوا ہے۔ وہ شخص اگر مالک یا مزارع سے ٹیکس نہ مانگے اور افسران بالا کو یہ رپورٹ کر دے کہ فلاں آدمی نے پانچ من یافت کر کے ناجائز طور پر فروخت کر دی ہے۔ حالانکہ کل یافت تیس سیر ہوئی ہو اور فروخت بھی نہ کی گئی ہو اور مالک یا مزارع سے حکومت پانچ من کا ٹیکس سرکاری ملازم کی رپورٹ پر وصول کرے تو کیا جس سرکاری ملازم نے جھوٹ لکھ کر زائد ٹیکس وصول کرایا ہے قیامت کے روز جھوٹ لکھنے کی گرفت اور زائد رقم کی گرفت اس پر ہوگی یا نہیں اگرچہ ملازم مذکور بعد میں توبہ بھی کرے لیکن زائد ٹیکس مالک یا مزارع کو نہ دیوے یا نہ دلوائے یا ان سے نہیں بخشواتا تو توبہ سے معاف ہوگا یا نہیں۔ جب کہ ملازم مذکور اتنی قدرت بھی رکھتا ہو۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

جھوٹ لکھنے اور زائد رقم وصول کرانے، دونوں پر گرفت ہوگی لہٰذا جھوٹ لکھنے سے توبہ کرے اور زائد رقم یا تو اس سے بخوشی ورضا بخشوا لے اور یا اس کو واپس دلوا دے اور معافی بھی مانگ لے۔ محض توبہ کافی نہیں ہے چونکہ یہ حق العباد ہے بندے کو حق کی ادائیگی ہی سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور یا اس سے بخشوانے کے ساتھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مسجد کے مال کو تجارت میں لگا کر مسجد پر صرف نہ کرنا

﴿س﴾

ایک امام مسجد صاحب جو کہ حافظ قرآن حکیم ہیں، مسجد فنڈ کا روپیہ ان کے پاس جمع ہے۔ حالانکہ مسجد ادھوری پڑی ہوئی ہے اور اس کی حالت سخت خراب ہے لیکن امام مسجد صاحب دکاندار ہیں وہ مسجد فنڈ کا روپیہ اسی دکان میں چلا رہے ہیں۔ ان کو کئی دفعہ اہالیان مسجد نے کہا کہ مسجد درست کراؤ مگر وہ عرصہ اڑھائی سال سے پرواہ نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

مسجد کے مال کو مسجد کی ضروریات پر صرف نہ کرنا اور اس سے تجارت کرنا جائز نہیں۔ شرعاً یہ شخص غاصب شمار ہوگا اور یہ شخص امامت کے لائق نہیں۔ لہٰذا شخص مذکور کو چاہیے کہ مسجد کی آمدنی کو مسجد کی ضروریات پر صرف کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ ذوالقعدہ ۱۳۸۹ھ

رشوت اور غصب کی رقم واپس کرنے کی مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صورت مسئولہ میں کہ زید نے ایک زمین خالد سے خریدی ہے اور خالد نے وہ زمین بکر سے اور بکر نے بیع باطل کے ذریعے عمرو سے حاصل کی ہے۔ اب زمین مذکورہ جو زید کی ملکیت ہے اس نے اپنی حلال رقم دے کر خریدی ہے۔ کیا زمین مذکورہ کی پیداوار شرعاً زید پر حلال ہے یا نہیں۔ بصورت حرمت حلال ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ دیگر لوگوں کے مویشی جو اس زمین کے دانہ گھاس وغیرہ کھاتے ہیں کیا انکا گوشت کھانا حلال ہے یا نہ اور جو زمین باطل بیع اور حرام چٹی کسی نے حاصل کی ہے اور اس میں کئی مرتبہ ملکیت تبدیل ہوئی ہے یا ایک مرتبہ؟ کیا زمین ہذا کی پیداوار کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ اور زمین کے اصل مالک کہ جن سے زمین بصورت چٹی حرام لی گئی ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہیں ہے۔ یعنی سارا خاندان ختم ہو گیا ہے۔

اب زمین مذکورہ کے حلال ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ یاد رہے بیع باطل سے یہ مراد ہے مثلاً زید نے عمرو سے کہا کہ میں اپنی لڑکی کا تجھ سے نکاح کر دوں گا تم مجھے ایک مربع زمین اس کے عوض دے دو۔ چنانچہ عمرو ایک مربع زمین زید کو دیتا ہے۔ پھر ایک عرصہ کے بعد زید اپنی لڑکی کا نکاح عمرو سے کرا دیتا ہے۔ نیز نکاح پڑھنے کے وقت اس لڑکی کا مہر بھی مقرر کیا

جاتا ہے۔ نیز یاد رہے کہ چٹی حرام سے یہ مراد ہے کہ زید نے مثلاً اپنی لڑکی کو عمرو کے ساتھ بدفعلی کی حالت میں دیکھا اب عمرو کو عرفاً رسماً مبلغ دوسوروپے نقد یا چار سوروپے نقد اس حرام کام کی وجہ سے دینے پڑیں گے یا مثلاً دوسوروپے نقد یا چار سوروپے نقد کے حساب سے عمرو کو اس حرام کام کی وجہ سے مال مویشی یا زمین دینا پڑے گی۔ نیز یہ دینا اس لیے ہے تاکہ اب ان دونوں کے درمیان لڑائی اور فساد وغیرہ نہ ہو۔ نیز اس دینے کے بغیر ضرور فساد بلکہ خون ریزی کا خطرہ بھی ہے۔ یہاں تک کہ عمرو یہ عوض دیے بغیر گھر میں بھی نہیں رہ سکتا۔ یعنی عمرو کو اپنی جان بچاؤ کی خاطر دینا پڑتا ہے۔ اگرچہ دینے پر راضی نہیں۔

اب خلاصہ سوال دونوں صورتوں میں یعنی (بیع باطل و چٹی حرام) یہ ہے کہ زمین بیع باطل سے یا چٹی حرام سے لی گئی ہو۔ ان کی پیداوار جائز ہے یا عدم جواز کی صورت میں حلت کی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں۔ نیز تبدل ملک ایک مرتبہ یا دومرتبہ ہونے سے حلت ہوسکتی ہے یا نہیں۔ نیز جو جانور اس زمین کے دانہ و گھاس وغیرہ کھاتے ہیں کیا ان کا گوشت وغیرہ حلال ہے یا نہیں۔ نیز زید نے جو حرام چٹی عمرو سے لی ہے یا بیع باطل سے جو زمین لی ہے اب زید نے اس حرام چٹی سے یا اس زمین پر جو مسجد بنائی ہے۔ تو کیا اس مسجد کا منہدم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ ان مذکورہ صورتوں کا جواب عنایت فرمادیں۔ بینوا توجروا عند ربکم یوم الحساب

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جس زمین کو لڑکی کے نکاح کی وجہ سے حاصل کیا گیا ہے وہ رشوت ہے بیع باطل نہیں۔ اور چٹی والی زمین بھی غصب ہے جو ناجائز طریق سے مجبور کر کے اس سے چھینی گئی ہے۔ رشوت و غصب وغیرہ کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہو سکے تو اس پر رد کر دی جائے اور اگر مالک معلوم نہیں اور یہ علم اور یقین ہے کہ یہ زمین مخصوص حرام طریقہ سے حاصل کی گئی ہے تو اسے اصل حقدار کی طرف سے صدقہ کر دے اور اس نے جو رقم خریدتے وقت صرف کی ہے اس بائع سے واپس لے جس سے خریدی ہے اگر مل سکے ورنہ صبر کرے۔ نیز تبدل ملک سے چاہے ایک مرتبہ ہو یا کئی مرتبہ حرام میں حلت نہیں آسکتی۔ شامی ص ۹۸ ج ۵ پر ہے۔ (**قوله الحرام ينتقل) اى تنتقل حرمته وان تداولته الا يدى وتبدلت الا ملاك وياتي تمامه قريباً وتمامه في صفحة بعده اى (قوله الحرمة تتعدد الخ) نقل المحمودى عن سيدى عبدالوهاب الشعرانى انه قال فى كتابه المنن ما نقله عن بعض الحنيفة من ان الحرام لا يتعدى ذمتين سألت عنه الشهاب بن الشبلى فقال هو محمول على ما اذا لم يعلم بذلك اما لورأى المكاس مثلا ياخذ من احد شيئًا. من المكس الخ وقال الشامى بعد اسطر**

والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده علیهم والافان علم عین الحرام لا یحل له وتصدق به بنیة صاحبه وان کان مالاً مختلطا مجتمعا من الحرام ولا یعلم اربابه ولا شیئا منه بعینه حل له حکمًا والاحسن دیانة التنزه عنه الخ مذکورہ عبارات سے یہ بھی واضح ہے کہ صورت مسئولہ میں جبکہ اصلی اصلی عمرو یا اس کے ورثاء خاندان میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ حلت کی بھی کوئی صورت نہیں نکلتی۔ نیز یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جانوروں کی پرورش اگر حرام زمین کی گھاس سے ہے تو خودرو گھاس تو ہر مسلمان کے لیے جائز ہے اور اگر خودرو نہیں تو باوجود حرام ہونے کے ان جانوروں نے آخر اس زمین کے علاوہ بھی کہیں سے دانہ گھاس وغیرہ کھایا ہوگا اس لیے ان کا گوشت حرام نہیں البتہ بہتر ہے کہ ان کے گوشت وغیرہ سے بچا جائے اور نیز حرام ہونے کی بنا پر شفیع شفعہ شرعی کا حقدار نہیں ہوگا اور مذکورہ زمین کا وقف صحیح نہیں تو وہ مسجد مسجد نہیں ہوگی کہ احترام واجب ہو۔ تو انہدام جائز ہوگا بلکہ تصدق ہوگا۔ اس کے علاوہ دیگر مغصوبہ زمین کی طرح۔ واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

شفعہ کا بیان

بہن محض خونی رشتہ کی وجہ سے شفعہ نہیں کر سکتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی اراضی جو بہت مواضعات میں تھی متفرقاً بیچنی شروع کر دی جس کا اعلان یہ کیا جاتا کہ اب فلاں جگہ بیچ دی گئی ہے۔ کل ۱۰/۵۵/۱۱ کو بائع کی ہمشیرہ نے اپنے رشتہ دار کو یہ کہہ کر جو رقبہ موضع فلاں میں بھائی صاحب نے فروخت کیا ہے پتہ لگا کر شفعہ عدالت موجودہ میں دائر کر دو اور شفعہ کرنے والی کو ابھی تک یہ علم نہیں کہ فلاں شخص نے فلاں رقبہ کا فلاں حصہ لیا ہے۔ اب رشتہ دار جا کر شفیع کو مطلع کرے گا کہ فلاں رقبہ فلاں شخص نے خریدا ہے کیونکہ شفیع کی طرف سے اُس کا رشتہ دار ابھی یہ پتہ نکال کر کہ کون سی زمین کس خریدار نے لی ہے۔ شفیع کے پاس جلالپور نہیں پہنچا اور بائع کی ہمشیرہ کو جب سے زمین بکنے لگی علم ہے کہ زمین متفرق طور پر بک رہی ہے۔ اب دو تین سال کے بعد اپنے رشتہ دار کو فرماتی ہے کہ زمین موضع ککری کا شفعہ کرو۔ کیا یہ شرعاً کر سکتی ہے یا نہ؟

سائل عبداللہ عفی عنہ

﴿ج﴾

اگر بائع کی ہمشیرہ حق شفعہ کا استعمال بوجہ تعلق نسبی کرتی ہے کما ہو المروج تو شرعاً یہ حق اس کو حاصل نہیں اور اس وجہ سے اس کا دعویٰ شفعہ صحیح نہ ہوگا اور اگر وہ اپنے بھائی کے ساتھ زمین میں شریک ہے یا اس کے پڑوس میں اس کی بھی زمین ہے تو اسے حق شفعہ شرعاً حاصل ہے۔ **کما ہو المشرح فی جمیع کتب الفقہ** اور اس دو سالہ تاخیر سے اور اس زمانہ میں خاموش رہنے سے مشتری معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس کا حق ساقط نہ ہوگا۔ مشتری معلوم ہو جانے کے بعد اگر وہ سکوت کرتی اور فوراً مطالبہ نہ کرتی تو اس کا حق ساقط ہو جاتا۔ **قال فی تکملۃ البحر الرائق ج ۸ ص ۱۲۸ باب طلب الشفعۃ لان سکوتہ بعد علمہ یدل علی رضاۂ بالمشتری فتبطل شفعتہ اذا کان بعد العلم بالمشتری والثمن** الخ البتہ اگر اس عورت نے صراحۃً یہ کہہ دیا ہو کہ میں شفعہ نہیں کرتی یا میں شفعہ کے حق کو چھوڑتی ہوں۔ تو اگرچہ علم مشتری نہ ہو تب بھی اس کا حق ساقط ہوگا اور دعویٰ غیر صحیح ہوگا۔ **فی العالمگیریہ ج ۵ ص ۱۸۲ الباب التاسع فیما یبطل بہ حق الشفعۃ** اسقاط صریح کو بیان کرتے ہوئے فرمایا **نحو ان یقول الشفیع ابطلت الشفعۃ او اسقطھا او ابراتک عنھا او سلمتھا او نحو ذلک سواء علم بالبیع اولم یعلم ان**

کان بعد البیع لان اسقاط الحق صریحاً یستوی فیہ العلم والجهل بخلاف الاسقاط بطریق الدلالة
الخ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا چچازاد بھائی شفعہ کا حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اندریں صورت مسئولہ کہ زید نے اپنی مملوکہ زمین بیچنے کا ارادہ کیا۔ اپنی بہن ہندہ سے ذکر کیا اور ترغیب دی کہ وہ اس زمین کو خرید لے پر وہ غربت کی وجہ سے تمام زمین خریدنے سے معذور تھی البتہ حسب حیثیت کچھ زمین خرید لی اور زید نے باقی ماندہ زمین کی خریداری کے لیے خالد کو ترغیب دی۔ یہاں تک کہ خالد نے اس کی ترغیب پر زید کی باقی ماندہ زمین خرید لی۔ بعدازاں ہندہ نے کچھ دن بعد خالد کی زید سے خریدی ہوئی زمین پر شفعہ دائر کر دیا اور زید کے چچازاد بھائی نے جس کی زمین اسی چاہ میں ہے جس میں زید کی تھی بھی شفعہ کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا ہندہ از روئے شرع شریف شفعہ کرنے کی حقدار ہے یا نہ۔ اگر نہیں تو زید کا چچازاد بھائی شفعہ کا حقدار ہوگا۔

﴿ج﴾

زید کی بہن نے زمین کے خریدنے کی اگرچہ خالد کو ترغیب دی ہے لیکن اگر اس نے خالد کے خریدنے کے بعد شفعہ کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح ہوگا۔ بشرطیکہ خریدنے کا حکم ہوتے ہی اُسی مجلس میں اس نے طلب شفعہ کر کے پہلی فرصت میں خالد پر یا زید پر (بشرطیکہ زمین خالد کو تسلیم نہ کی ہو) یا زمین کے پاس جا کر اپنی طلب پر دو گواہ قائم کر لیے اور پھر ایک ماہ کے اندر اندر حکومت میں باقاعدہ دعویٰ شفعہ دائر کر دے ورنہ شفعہ صحیح نہ ہوگا۔ نیز یہ بھی خیال رہے کہ اگر شرائط بالا کے تحت زید کے چچازاد بھائی نے جو اسی زمین کے چاہ میں سے اپنی زمین کو پانی دے شفعہ دائر کر دیا ہو تو اس کا شفعہ بھی صحیح ہوگا اور دونوں کو خالد کی خریدی ہوئی زمین حصوں کے اعتبار سے برابر تقسیم کر دی جائے گی۔ زید کی بہن اور اس کے چچازاد بھائی دونوں کا حق شفعہ ایک ہی قسم کا ہے۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شفیع اگر تین باتوں میں سے کسی بات میں شریک نہیں ہے تو اُسے شفعہ کا کوئی حق نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک زمیندار جو کہ فروخت شدہ زمین میں نہ تو شریک فی الطریق ہے اور نہ

شریک فی نفس المبیع ہے اور نہ شریک فی حق المبیع ہے۔ محض پاکستان کے قانون کے مطابق موضع میں کھیوٹ دار ہے۔ کیا اس صورت میں شرعاً مذکورہ زمیندار ایسی فروخت شدہ زمین پر شفعہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

غلام فرید بھٹہ موضع ڈیرہ غازی تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

برتقدیر صحت واقعہ زمیندار مذکور مدعی شفعہ اگر مندرجہ بالا امور میں سے کوئی ایک صفت بھی اپنے اندر نہیں رکھتا تو پھر اس کو شفعہ کا حق حاصل نہیں ہے۔ محض موضع کھیوٹ دار ہونے سے شفعہ کرنے کا استحقاق نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم رجب ۱۴۰۰ھ

کیا چچا بھتیجی کی زمین پر شفعہ کرسکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص زاہد نے اپنی غیر منقولہ جائیداد اپنی لڑکی مسماۃ عابدہ کو فروخت کر دی جبکہ اولاد میں سے محض اس کی یہی دختر ہے اور کوئی اولاد نہیں اور مسمی زاہد کے حقیقی بھائی جعفر نے شفعہ کر دیا۔ کیا لڑکی مذکورہ پر بھائی مذکور کا شفعہ ہوسکتا ہے۔ شرعاً جائیداد کس کو ملے گی جائز حق کس کا ہے۔ بینوا توجروا

فقیر غلام سرور سیال تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

جعفر اگر شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع یا جار ملاصق ہو تو اس کا شفعہ چل سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بائع کی بیوی اور حقیقی بھائی دونوں نے شفعہ کرلیا تو زیادہ حق کس کو ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص مسمی زید (کلالہ) ہے۔ اس نے ایک غیر منقولہ جائیداد فروخت کردی ہے۔ جس پر اس کی زوجہ مسماۃ زاہدہ نے اور حقیقی بھائی مسمی عمر نے شفعہ کیا ہے۔ شرعاً یہ شفعہ بھائی مسمی عمر کو ملے گا یا مسماۃ مذکورہ زوجہ کو ملے گا۔ جبکہ مشتری ایک اجنبی آدمی ہے اور مسمی زید کلالہ ہے۔ بینوا توجروا

فقیر غلام سرور سیال تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

شفعہ شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع ہونے کی وجہ سے ملتا ہے یا بسبب پڑوس کے۔ قرابت نسبی کا اس میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ مثلاً قریب رشتہ دار بائع کا اگر شریک مبیع یا پڑوسی نہیں ہے تو وہ شفیع نہیں۔ شفیع وہ ہو سکتا ہے جو شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع یا جار ملاصق ہو۔ کمافی الهداية كتاب الشفعة ص ۳۸۷ ج ۴ **الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار افاد هذا اللفظ ثبوت حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء وافاد الترتيب اما الثبوت فلقوله عليه السلام الشفعة لشريك لم يقاسم ولقوله عليه السلام جار الدار احق بالدار الخ** ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شفیع نے جب سال بھر تک شفعہ نہ کیا تو اب کوئی حق نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محفوظ علی ولد ولایت علی نے اپنی زمین ۴۶ کنال ۱۰ مرلے مبلغ -/۲۰۰۰ روپے میں سبحان علی ولد قمر الدین کو مارچ ۱۹۶۷ء میں فروخت کی لیکن تحصیلدار صاحب نے بیع کا انتقال مورخہ ۶۷/۸/۲۳ کو منظور کیا اور اس زمین کی خرید و فروخت کا پوری بستی کو اچھی طرح علم تھا کہ محفوظ علی نے اپنی زمین ۴۶ کنال ۱۰ مرلے سبحان علی کو فروخت کی ہے۔ اس میں بستی کا ایک آدمی فیاض نے مورخہ ۶۸/۹/۴ کو اس زمین پر حق شفعہ کیا۔ شرعی لحاظ سے یہ شفعہ جائز ہے؟ کیونکہ اس کو بھی اس وقت سے علم تھا جب سے زمین فروخت ہوئی تھی۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں جبکہ یہ زمین مارچ ۱۹۶۷ء میں فروخت ہوئی ہے اور فیاض کو زمین کے فروخت ہونے کا علم بھی تھا اور اس کے باوجود اس نے تقریباً ایک سال چھ مہینے گزرنے تک شفعہ نہیں کیا۔ تو اس صورت میں طلب مواثبہ وطلب تقریر کے نہ پائے جانے کی وجہ سے شفیع کا حق باطل ہو چکا ہے اور شرعاً شفعہ ناجائز ہے۔ **كما في الهدايه ص ۳۹۰ ج ۴ قال اذا علم الشفيع بالبيع اشهد في مجلسه ذلك على المطالبة. اعلم ان الطلب على ثلاثة اوجه طلب المواثبة وهو ان يطلبها كما علم حتى لو بلغ الشفيع البيع ولم يطلب شفعته بطلت الشفعة لما ذكرنا ولقوله عليه السلام الشفعة لمن واثبها الخ** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ صفر ۱۳۸۹ھ

شفیع کا زمین کو قبل القبض فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خواجہ غلام زکریا صاحب سکنہ تونسہ شریف نے اراضی فروخت تھی جو رقبہ واقعہ موضع تو ذرپور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان چاہ سیوے والا پر ۴۴ بیگھہ تھی اور یہ اراضی عزیز خوجہ سکنہ شجاع آباد نے خریدی تھی۔ اراضی پر مہر غلام حسین نے شفعہ کیا۔ مہر غلام حسین نے ہم سے کہا تھا کہ وہ چونکہ رقبہ مبیعہ میں شریک ہے وہ شفعہ کا دعویٰ کرے اور رقم تین حصوں کی ہم خرچ کریں گے۔ چوتھائی خرچہ مہر غلام حسین کرے گا اور اس طرح تقسیم اراضی کر کے ۳۳ بیگھے ہم لے لیں گے اور گیارہ بیگھہ غلام حسین رکھ لے گا۔ شفعہ کامیاب ہو گیا تو غلام حسین نے کہا کہ انتقال ہونے پر وہ ہمارے نام رقبہ ۳۳ بیگھے کرا دے گا لیکن وہ فوت ہو گیا اب مہر غلام حسین کا بیٹا زندہ ہے جو جواب دیتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں دے گا۔ پہلے دو سال تک باقاعدگی سے ہم تین حصہ کی فصل وغیرہ لیتے رہے ہیں اور چوتھے حصہ کی فصل وہ خود لیتا رہا ہے یا مہر غلام حسین مرحوم کے بھائی لیتے رہے۔ اب اراضی کا قبضہ زبردستی لے رکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ہم کوئی حصہ نہیں رکھتے ہیں۔ فتویٰ دیا جائے۔

اللہ وسایا ولد پہلوان سکنہ موضع تو ذرپور چاہ سیوا والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ شفیع نے جو شفعہ دائر کیا تھا وہ شرعی اصول کے مطابق تھا یا نہیں۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ شفعہ تمام شروط کے ساتھ صحیح طور پر دائر ہوا تھا تب بھی جب مہر غلام حسین دوسرے اشخاص سے رقم لے کر وہ اراضی بشرط استقرار حق شفعہ کچھ ان کو فروخت کر رہا ہے تو یہ بیع فاسد ہے۔ استقرار شفعہ اور دعویٰ شفعہ کا اس کے حق میں فیصلہ ہو جانا چونکہ غیر معلوم ہے اور مہر غلام حسین درحقیقت اس وقت اس اراضی مشفوعہ کا مالک نہیں ہے تو اس عقد بیع کا حاصل یہ ہے کہ مہر غلام حسین یہ کہتا ہے کہ اگر میں اس اراضی کا مالک قرار دے دیا گیا اور یہ اراضی میری مملوکہ بنی تو اس کے تین حصص تمہیں فروخت کرتا ہوں۔ یہ بیع باطل ہے **لا بیع فیما لا یملکه ابن آدم** (الحدیث) لہٰذا شفعہ درست ہونے کی صورت میں زمین شرعاً مہر غلام حسین اور اس کے وارثوں کی ہوگی اور خریدنے والوں کو ان کی رقم واپس کرنی ضروری ہوگی۔ زمین سے شرعاً ان کا کوئی تعلق نہیں۔ البتہ اگر اب غلام حسین کے وارث اپنی رضا سے دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر چار شریکوں میں ایک نے اپنی زمین ایک ساتھی کو فروخت کردی کیا تیسرے کو حق شفعہ حاصل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک قطعہ ارض میں چار آدمی حصہ دار ہیں۔ایک نے دوسرے حصہ دار کو اپنا حصہ فروخت کردیا۔تیسرا حصہ دار اس پر شفعہ کرسکتا ہے یا نہیں۔

مولانا غلام فرید ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ تیسرے حصہ دار کو اس پر شفعہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کما فی **العالمگیریہ الباب الثانی ص ۱۶۸ ج۵ دار فیها ثلاثة ابیات ولها ساحة والساحة بین ثلاثة نفر و البیوت بین اثنین منهم فباع احد مالکی البیوت نصیبه من البیوت والساحة من شریکه فی البیوت والساحة فلا شفعة لشریکها فی الساحة کذا فی الذخیرة** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حق شفعہ سے دست بردار ہونے کے بعد دوبارہ شفعہ کا دعویٰ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک آدمی اللہ بچایا نے زمین خریدی ہے۔زمین خریدتے وقت تمام حقداران کو کہا ہے کہ اگر تم زمین لوتو میں زمین نہیں لیتا۔تو تمام حقداران نے جواب دیا کہ ہم زمین نہیں لیتے۔آپ خرید لیں جب اللہ بچایا مذکور نے زمین خرید کرلی تو ایک سال میعاد گزرنے پر حقداران نے زمین پر عدالت میں شفعہ کردیا۔ اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ جب حقداران کو پہلے اطلاع کردی گئی تھی۔ بلکہ زمین خریدنے کے وقت بھی موجود تھے۔تو اب شرعاً شفعہ کے حقدار ہیں یا نہیں۔

اللہ بچایا تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ ان حقداران کا شفعہ باطل ہوگیا ہے جب یہ لوگ بوقت بیع موجود تھے اور انہوں نے اسی وقت فوراً طلب شفعہ کا اعلان نہیں کیا تو اس سے ان کا حق شفعہ باطل ہو چکا ہے اور اب سال گزرنے کے بعد شفعہ کا دعویٰ کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بروقت شفعہ کا دعویٰ نہ کرنے کی وجہ سے حق شفعہ ساقط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک ٹکڑہ اراضی ایک شخص سے خریدا۔ ایک اور شخص اس زمین کے پانی میں شریک حصہ دار اور بعض جگہ اس زمین کا ہمسایہ بھی ہے۔ اس نے بیع کا علم ہو جانے کے بعد مجھے اس زمین پر روزانہ کام کرتے دیکھتے ہوئے مجھے شفعہ کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ تقریباً تین ماہ بعد اُس نے شفعہ کا نوٹس دیا اب اس کے بعد دعویٰ دائر کیا۔ دوسرا ٹکڑا اراضی میں نے خریدا تو اس میں بھی شخص مذکور مستحق شفعہ تھا اس میں میں نے فوراً قبضہ کر لیا اور اس میں بھی کام شروع کر دیا اس کے متعلق جو بھی باوجود اطلاع بالبیع ہو جانے کے مجھے کوئی اطلاع شفعہ کی نہ دی اور ایک ماہ کے اندر آخری عشرہ میں مجھے شفعہ کا نوٹس دیا اور سرکاری عدالت نے میرا دعویٰ شفعہ ایک ماہ کے بعد دائر کیا جس کی تاریخیں معلوم نہیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شخص کا دعویٰ شفعہ کا صحیح ہے اور وہ زمین مجھ سے لے سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا اجروا۔ ان دونوں ٹکڑوں کے متعلق جواب عنایت فرمادیں۔

﴿ج﴾

اگر شفیع کو بیع کا علم ہو جائے تو اسی مجلس میں اس کا کہنا لازم ہے کہ میں شفعہ کرتا ہوں اس کو طلب مواثبت کہتے ہیں پھر فوراً بلا تاخیر شفیع پر لازم ہے کہ مشتری کے پاس یا بائع کے پاس جب تک زمین بائع کے قبضہ میں ہو یا خود ان کے پاس جا کر دو گواہ طلب شفعہ پر قائم کرے ان دونوں گواہوں کا تو پہلی فرصت میں ہونا ضروری ہے ورنہ حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔ اب اگر مسئلہ مذکورہ میں شفیع نے ان دو گواہوں میں تاخیر کی ہو تو اُس کا حق شفعہ ساقط ہوگا اور اگر وہ باقاعدہ دو گواہ طلب پر پیش کر دے تو آگے دیکھنا ہے کہ اُس نے حبیب قاضی مسلم مجسٹریٹ کے پاس مرافعہ کر کے دعویٰ دائر کیا تو وہ کتنی تاخیر سے تھا۔ سوال میں تحریر ہے کہ دعویٰ ایک ماہ کے بعد دائر کیا گیا ہے۔ اب اس میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ شفعہ باطل نہیں ہوتا خواہ جتنی تاخیر سے کیوں نہ ہو مثلاً سالہا سال کے بعد بھی دعویٰ دائر کرلے تو بھی اُس کا شفعہ صحیح ہے۔ حضرت امام ابویوسفؒ سے بھی اس قسم کا ایک قول ہے اور امام محمد وامام زفر کے نزدیک ایک ماہ بلا عذر تاخیر کرنے سے حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے اور امام ابویوسفؒ سے بھی ایک روایت اس قسم کی ہے عالمگیری ص ۱۷۳ ج ۵ فان ترک من غیر عذر لا تبطل شفعته عند ابی حنیفةؒ وهو احدی الروایتین عن ابی یوسف کذافی المحیط السرخسی علامہ شامی نے رد المحتار جلد ششم ص کتاب الشفعہ میں امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے اور اس زمانہ میں اس کو قابل عمل بتلایا ہے اس زمانہ میں یہ کیسے ممکن ہے کہ شفیع کے دعویٰ شفعہ دائر کرنے کے لیے شرعاً کوئی میعاد مقرر نہ کی

جائے اور سالہا سال تک اس کے حق کو باقی رکھا جائے اور مشتری اس کا انتظار کرتا رہے۔اس لیے امام محمدؒ نے زمانہ کے مطابق شرعی قواعد سے استنباط کرتے ہوئے ایک ماہ کی میعاد دعویٰ دائر کرنے کے لیے مقرر کر دی اس کے بعد دعویٰ دائر کرنے سے شفعہ صحیح نہ ہوگا وقیل یفتی بقولْ محمدؒ قائله شیخ الاسلام و قاضی خان فی فتاواه وشرحه علی الجامع ومشی علیه فی الوقایة والنقایة والذخیرة والمغنی وفی الشرنبلالیة عن البرهان انه اصح ما یفتی به قال یعنی انه اصح من تصحیح الهدایة والکافی الخ دفعاً للضرر بیان لوجه الفتویٰ علی قول محمد قال فی شرح المجمع والفتویٰ الیوم علی قول محمد لتغیر احوال الناس فی قصد الاضرار وبه ظهر ان افتاء هم بخلاف ظاهر الروایة لتغیر الزمان فلا یرجح ظاهر الروایة علیه وان کان مصححا ایضا الخ نیز امام محمد کا قول استحسان ہے۔امام ابوحنیفہ کا قول قیاس ہے اور سوائے چند مخصوص مسائل کے استحسان کو فقہاء کے نزدیک ہمیشہ قیاس پر ترجیح ہوتی ہے۔گویا استحسان کے مقابلہ میں قیاس پر عمل جائز نہیں ہوتا۔مبسوط شمس الائمه سرخسی ص ۱۱۸ جلد ۱۴۔ فان شغله شیٔ او عرض له سفر بعد اشهاده علی طلب التقریر فهو علی شفعته وهذا قول ابی حنیفه وعن محمد انه اذا ترک ذالک شهراً بطلت شفعته استحسانا لانه لو لم یسقط حقه لتضرر به المشتری الخ اس قول سے معلوم ہوا کہ امام محمد کا قول استحسان ہے اور اس پر عمل کرنا لازم ہے۔لہٰذا صورت مسئولہ میں حق شفعہ ساقط ہے اور شفع صحیح نہیں۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ

شیعہ باپ کی زمین پر سنی لڑکے کا شفعہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص شیعہ نے اپنی زمین کسی دوسرے آدمی کو فروخت کر دی اس بائع شیعہ کا لڑکا سنی ہے اور سنی لڑکے نے اپنے باپ کی فروخت کی ہوئی زمین پر شفعہ کر دیا ہے۔اب یہ سنی لڑکا اپنے باپ شیعہ کی جائیداد کا حقدار ہے یا نہ۔شرعی طور پر اس پر روشنی ڈالیں۔

المستفتی غلام حسین ولد غلام حسن ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر لڑکا باپ کے ساتھ زمین مذکور میں شریک حصہ دار ہے یا اس کے رقبہ زمین کے ساتھ لڑکے کی زمین ملی ہوئی ہے اور اس نے بیع کی اطلاع پاتے ہی فوراً کہہ دیا ہے کہ میں شفعہ کرتا ہوں اور اس کے بعد بائع یا مشتری کے پاس جا کر

انہیں یہی اطلاع کر دی ہو اور گواہ قائم کر دیے ہوں تو وہ حکومت کے فیصلہ حاصل کرنے کے بعد اس زمین کا جائز مالک بن سکتا ہے ورنہ نہیں۔ تمام شروط کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ رجب ۱۳۸۱ھ

اگر شفیع اور مشتری میں قیمت میں اختلاف ہو جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مثلاً زید و بکر اور خالد نے زمین خریدی ہے اور عمرو نے اس پر شفعہ کیا ہے۔ عمرو کے شفعہ کو زید کی پارٹی نے یہاں تک تو تسلیم کیا ہے کہ عمرو بائع کا رشتہ دار ہونے کے لحاظ سے شفعہ کے لائق ہے لیکن جھگڑا ہے رقم کے تعین کا۔ مثلاً زید اور اس کی پارٹی کہتی ہے کہ ہم نے رقم ہزار روپے دی ہے اور عمرو کہتا ہے نہیں تم نے زمین بیچنے والے کو ایک سو روپیہ دیا ہے۔ جج صاحب نے زید سے اس کے باقی حصہ داروں کی عدم موجودگی میں یہ اقرار کرایا کہ تمہیں قرآن کا فیصلہ منظور ہے زید نے کہا کہ ہمیں بالکل منظور ہے۔ اتنے میں مسل اس جج صاحب سے منتقل ہو کر دوسرے جج صاحب کے پاس چلی گئی۔ اب دوسرا جج صاحب زید کی پارٹی کو کہتا ہے کہ تم قرآن اُٹھاؤ اور رقم لے لو اور زید کی پارٹی کہتی ہے کہ قرآن کے فیصلے کو جو ہم نے قبول کیا ہے اس سے ہماری مراد یہی تھی کہ شریعت کے لحاظ سے فیصلہ ہو گا جس پر قسم پڑے گی وہ قسم اُٹھائے گا عمرو کا وکیل صاحب کہتا ہے کہ زید والی پارٹی کو مجبوراً قسم اُٹھانی پڑے گی ورنہ ان پر توہین عدالت کا کیس ہو گا۔ زید کی پارٹی کہتی ہے کہ قسم شرعی لحاظ سے ہم پر نہیں پڑتی۔ کیونکہ زمین لینے کے لحاظ عمرو مدعی ضرور ہے لیکن رقم لینے کے لحاظ سے ہم مدعی بنتے ہیں اور عمرو مدعا علیہ بنتا ہے اور شریعت محمدی میں مدعی علیہ پر قسم ہے نہ کہ مدعی پر۔ لہٰذا قسم اگر اُٹھوانی ہے تو عمرو سے عدالت عالیہ قسم اُٹھوائے نہ کہ زید اور اس کی پارٹی سے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت محمدی کے لحاظ سے رقم کے تعین کے لیے قسم عمرو کو اُٹھانی پڑے گی یا زید اور اس کی پارٹی کو قرآنی فیصلہ کیا حکم دیتا ہے۔ بینوا توجروا

محمد یوسف ساکن شہر بی تحصیل علی پور

وفی العالمگیریة الباب العاشر ص ۱۸۵ ج۵ الاختلاف الواقع بین الشفیع والمشتری اما ان یرجع الی الثمن واما ان یرجع الی المبیع الی قول واذا اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن فالقول قول المشتری ولا یتحالفان

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ اگر یہ شفعہ شرعی اصول کے مطابق کیا گیا ہے کہ تو شفعہ درست ہے لیکن شفیع اور مشتری کے مابین جب ثمن کے نسبت اختلاف ہے تو اس صورت میں حلف کسی پر نہیں۔ وہی رقم ادا کرنی ہوگی جو مشتری کہہ رہا ہے۔ جبکہ اختلاف مشتری اور شفیع کے درمیان ہوا اور گواہ نہ ہو۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

اگر شرعی شفعہ نہ بنتا ہو بلکہ موجودہ قانون کے مطابق شفعہ کیا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد نے اپنی ایک زمین زید سے خرید کی ہے۔ بعدہ برادر بائع عمر نے بذریعہ شفیع سرکاری قیمت زمین مشتری کو ادا کر کے زمین پر قابض ہوا اور خالد نے یوم حکم سرکاری اپنی اصلی رقم بیع وصول کر کے زمین سے دستبردار ہوا۔ دراصل شفیع نے شرعی شفعہ نہیں کیا بلکہ بموجب رواج و قانون وقت ہذا بعد از ادائے قیمت زمین پر قابض ہوا اور خالد نے اپنی رقم وصول کر کے اپنے کام میں لگا دی۔ اب شرعاً زمین ہذا پیداوار عمر پر حلال ہے یا نہ اور خالد پر وہ رقم حلال ہے یا نہ۔ کیونکہ بغیر حکم شرعی کے فریقین کا معاملہ طے ہوا اور دونوں شرعی حکم کے بغیر ایک دوسرے کی چیز پر قابض ہوئے اور وعید شدید جو کہ حدیث میں ہے جو صحیح ہے (**من اخذ شبرًا من الارض طوقه الله سبع الارضین**) عمر کو شامل ہے یا نہ کیا ایسی زمین کی پیداوار کھانا جائز ہے یا نہ بصورت عدم جواز پھر اس کی حلت کی کوئی تجویز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

حق شفعہ سے زمین لینا حقیقت میں تملیک ارض جبرا بالثمن کو کہتے ہیں۔ اب جہاں شفیع کو حق شفعہ شرعاً حاصل نہیں ہوتا اور وہ صرف قانونی طریق سے مشتری کی مرضی کے بغیر اس کی مملوکہ زمین کو جبرا حکومت کے قانون کے زور سے اپنی ملک میں لاتا ہے تو یہ بمنزلہ بیع مکرہ کے ہے گویا مشتری اب بائع مکرہ ہے اور بیع بالاکراہ بوجہ عدم رضاء بائع بیع فاسد ہوتی ہے لیکن اگر بائع نے قبول بیع الاکراہ کے بعد یہ سمجھا کہ بیع تو ویسے ہی میرے ہاتھ سے بالاکراہ چلی گئی چلو ثمن تو ضائع نہ ہو اور ثمن کو اپنی رضا سے قبض کر کے وصول کیا تو وہ بیع فاسد لازم اور نافذ ہو چکی ہے۔ صورت مسئولہ میں شفیع نے جب زمین مشتری سے لے لی اور رقم کو داخل خزانہ سرکار کر دیا۔ اب مشتری نے خود جا کر درخواست دے کر وہ رقم خزانہ سرکاری سے نکال لی۔ باوجودیکہ وہ قبض ثمن میں مکرہ اور مجبور نہیں تھا۔ عمر بھر تک بھی وہ قبض نہ کرے تو اسے کوئی مجبور نہ کرتا۔ اب وہ بیع

جوفاسد تھی نافذ ہوگئی۔ درمختار ص ۱۳۱ ج ۶ میں ہے فان قبض ثمنه او سلم المبيع طوعاً (قيد للمذكورين نقد يعني لزم الخ باب الاكراه ۔ لہٰذا رقم وصول کرنے کے بعد شفعہ زمین کا مالک کے لیے جائز ہو گیا اور اس کے لیے اس کا استعمال کرنا اور اس سے کھانا جائز ہوگا۔ اگر چہ ابتداءً اکراہ واجبار سے زمین کے لینے میں وہ گنہگار ہے اس کو توبہ کرنی لازم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۱ھ

کیا زمینوں کے باہمی تبادلے میں بھی حق شفعہ ہے، اگر مالک کا ملازم شفعہ کرے تو قبول ہے یا نہیں دعویٰ شفعہ دائر کرنے کے بعد کب تک حق شفعہ رہتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) جب زمینوں کا آپس میں تبادلہ کیا جائے کیا اس میں حقداروں کو حق شفعہ ملتا۔

(۲) کیا اصلی مالک زمین دوسرے تیسرے ضلع میں رہائش رکھتا ہو۔ اس نے زمین پر اپنا نائب کارمختار نفع ونقصان کا تعین کر دیا ہو۔ کیا مالک کی طرف سے شفعہ کر سکتا ہے اور مالک کا حق شفعہ ہو سکتا ہے۔

(۳) جب طریقہ شفعہ مکمل کیا گیا ہے تو پھر کتنے عرصے تک شفعہ رہتا ہے۔ یعنی میعاد شرعی کوئی مقرر ہے یا عدم پیروی سے جلدی باطل ہو جاتا ہے۔

گامن خان قاسم العلوم خورشید کالونی

﴿ج﴾

(۱) جب ایک زمین کو دوسری زمین کے بدلے میں خریدا جائے تو ہر ایک زمین پہ شفعہ کرنے کا شرعاً حق ہے۔ ففي العالمگيرية ص ۱۶۰ ج ۵ منها عقد المعاوضة وهو المبيع او ماهو في بمعناه اور عالمگیری الباب الثالث ص ۱۹۳ ج ۵ میں ہے۔ ولو تبايعا دارًا بدار كل واحد من الدارين ان يأخذ بقيمتهما لان الدار ليست من ذوات الامثال.

(۲) مالک زمین کا قائم مقام بھی شفعہ کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ جبکہ اس کو مالک زمین کی طرف سے اس قسم کے تصرفات کی اجازت ہو۔ کما في العالمگيرية الباب الحادي عشر ص ۱۹۰ ج ۵ واذا كان للدار شفيعان فوكلا رجلاً واحدًا يأخذلهما الشفعة فسلم الشفعة. لاحدهما عند القاضي واخذها كلها

للآخر فھو جائز.

(۳) اگر بیع کا علم ہوتے ہی شفعہ کرنے کا شرعاً جو طریقہ ہے شفیع اُسے علی وجہ الکمال اختیار کر چکا ہے تو اُس کے بعد ایک ماہ کے اندر اندر عدالت میں دعویٰ خصومت دائر کرنا ضروری ہے اور اگر ایک ماہ گزر جائے اور وہ دعویٰ دائر نہ کرے تو اس کے شفعہ کا حق باطل ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

شفیع کے لیے تین قسم کے مطالبات ضروری ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عبدالرحمٰن ولد سودا گر وغیرہ راجپوت نے مورخہ ۵۲/۵/۱۵ کو اراضی زرعی ملکیہ خود عبدالکریم ولد اللہ دین جٹ وغیرہ کو فروخت قطعی کر دی اور اس کی اطلاع شفعہ دار بہادر علی ولد نواب علی کو ہوئی بلکہ سودا بیع کے وقت موجود تھا۔ جس کے گواہان موجود ہیں شفعہ دار بہادر علی مذکور نہ ہی زمین میں شریک کھاتہ ہے اور نہ ہی جار ہے اور نہ ہی بنہ دار ہے۔ بائع کی رشتہ داری کی بناء پر شفعہ کر دیا ہے۔ کیا شفعہ دائر شدہ مذکورہ شرعاً جائز ہے یا نہ۔

عبدالرحمٰن ولد اللہ دین سکنہ موجب ماہی سیال تحصیل کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

شریعت میں شفعہ کا حق پہلے شریک کا ہے۔ یعنی جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو اس کے بعد خلیط کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثل ذریعہ آبپاشی وطریق میں شریک ہو۔ ازاں بعد اس شخص کا جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو جس کو جار کہتے ہیں۔ نیز صحت شفعہ کے لیے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے۔

طلب مواثبت یعنی بیع کا علم ہوتے ہی اسی مجلس میں بلا تاخیر اس وقت یہ کہنا کہ میں اس مشفوعہ زمین کا شفیع ہوں اور شفعہ طلب کرتا ہوں۔ اس کے بعد طلب اشہاد کرنا یعنی دو گواہوں کو بائع یا مشتری یا مشفوعہ زمین پر گواہ بنانا۔ اس کے بعد طلب خصومۃ یعنی طلب اشہاد کے بعد عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کرنا۔ کذا فی الھدایۃ ص ۳۸۷ ج ۴

الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ثم للجار الخ

پس صورت مسئولہ میں بشرط صحت واقعہ جب مسمّی بہادر علی فروخت شدہ زمین کا شریک کا شریک خلیط اور جار نہیں تو شرعاً اس کو حق شفعہ حاصل نہیں اور اس کا شفعہ باطل ہے۔ رشتہ داری کی بناء پر شرعاً حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

شفیع جب مشتری کے ساتھ زمین کے کسی بھی حق میں شریک نہیں تو شفعہ غلط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد جعفر جس نے محمد نواز سے زرعی زمین خریدی سال کے اندر اُس پر دو شفعے دائر ہوئے ایک بائع کی لڑکی کی طرف سے دوسرا کھیوٹ دار نے کیا۔ لڑکی کا شفعہ تو بوجہ عدم پیروی خارج ہو گیا۔ دوسرا شفعہ کھیوٹ دار والا چلا رہا ہے۔ کھیوٹ دار بیع شدہ زمین میں قطعاً حصہ دار نہیں۔ اس کا رقبہ بیع شدہ زمین سے کم از کم ایک میل دور ہے۔ لہٰذا شرکت پانی یا بند یعنی مشترکہ راستہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیا یہ شفعہ شرعاً جائز ہے۔

محمد نعیم صاحب

﴿ج﴾

بر تقدیر صحت واقعہ شرعاً یہ شفعہ درست نہیں لہٰذا کھیوٹ دار کا شفعہ خارج کر دیا جائے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

کیا مزارع شفعہ کر سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ محمد بخش ولد احمد بخش حوار یکے کھیوٹ نمبر ۴۷ تعدادی ۱۴۰ کنال واقع موضع کوٹ ملایو تحصیل جھنگ سے ۱۴ مرلے ۵۱ کنال زمین اصغر علی وغیرہ قریشیوں سے خریدی جس کا ہر خاص و عام کو علم ہوا اور ایک کنال محمد دین سے ہبہ ہوا ہے۔ کل ۱۴ مرلے ۵۲ کنال کا مالک بنا۔ عرصہ ایک سال بعد ایک شخص شیر خان ولد محمد خان نے جو اس موضع کا کھیوٹ دار ہے۔ بحیثیت مزارع کے شفعہ کر دیا ہے کہ میں اصغر علی وغیرہ مذکوران کی اراضی ۱۴ مرلے ۵۱ کنال کا مزارع ہوں۔ لہٰذا میرا حق شفعہ فائق تر ہے یہ زمین مجھے دی جائے لیکن ہبہ شدہ محمد دین والی ایک کنال پر دعویٰ شفع نہ کیا۔ اس کا محمد بخش بلا اعتراض مالک ہے جو کہ کھیوٹ نمبر ۴۷ کا حصہ دار ہے اور شیر خان صرف موضع میں حصہ دار ہے از روئے شرع محمدی اس زمین کا حق شفعہ محمد بخش کا فائق ہے یا شیر خان کا۔

نوٹ: بیع کے بعد موضع کا اشتمال ہوا۔ محمد بخش کو علیحدہ نمبران ایکڑ میں اراضی اُسی چاہ پر دی گئی۔ جس میں وہ ہبہ والی زمین بھی مشترکہ حصہ موجود ہے۔ گویا اس وقت بروئے اشتمال کل اراضی کا محمد بخش واحد مالک ہے۔

حافظ محمد بخش خطیب تحصیل جھنگ

﴿ج﴾

مزارعت کی وجہ سے استحقاق شفعہ نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے شیر خان کا شفعہ کرنا باطل ہے۔ فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

فروخت شدہ زمین کا پڑوسی اگر شرائط شفعہ کی پاس داری کرتے ہوئے شفعہ کرے تو جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے بارانی زمین فروخت کی۔ اس فروخت شدہ زمین کے ساتھ ملی ہوئی زمین کے مالک نے فروخت شدہ زمین کا حق شفعہ کیا کیونکہ فروخت شدہ زمین کے مغرب یعنی قبلہ کی جانب اور اس زمین کے نیچے دونوں طرف شفعہ کرنے والے کی زمین نے فروخت شدہ زمین کو گھیرا ہوا ہے اور بالکل دونوں طرف لٹھ بندی ساتھ ساتھ ہے۔ فروخت شدہ زمین کے پانی کا نچوڑ بھی جس نے شفعہ کیا ہے اس کی زمین کو لگتا ہے فروخت شدہ زمین کی لٹھ بندی ودیگر ضروریات کے لیے مٹی بھی شفعہ کرنے والے کی زمین سے لی جاتی ہے۔
اس کے علاوہ فروخت شدہ زمین کا موضع اور شفعہ کرنے والے کی زمین کا موضع علیحدہ علیحدہ ہے لیکن حلقے کا پٹواری ایک ہے اور زمین کی لٹھ بندی بھی ساتھ ملی ہوئی ہے۔ زمین کے موضع بھی شفعہ کرنے والے کی زمین اور حلقہ نمبر ہے جو کہ اس موضع میں بھی سرکاری مالیہ ادا کرتا ہے۔ شفعہ کرنے والے کی فروخت شدہ زمین کے موضع میں جو زمین وہ بھی فروخت شدہ زمین کے ساتھ بالکل ملی ہوئی ہے اور لٹھ بندی بھی ایک ہے۔
مندرجہ بالا تحریر کے تحت آیا اس زمیندار کو حق شفعہ حاصل کرنے کا حق ہے یا نہیں۔ براہ کرم از روئے شریعت بمعہ حوالہ جات تفصیلی جواب تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

فروخت شدہ زمین کے ساتھ چار طرفوں سے جس جانب کے ساتھ کسی کی زمین ملی ہوئی ہے شریعت کی اصطلاح میں وہ پڑوسی کہلاتا ہے۔

کمافی الدر ص ۲۲۱ ج ۶ ثم لجار ملا صق فی القهستانی الملاصق المتصل بالمبیع

لہٰذا زمیندار مذکور کی زمین جبکہ فروخت زمین کے ساتھ مغرب کی جانب سے ملی ہوئی ہے اس لیے وہ شرعاً شفعہ کرے گا۔ پس اگر وہ تمام شرائط کے مطابق شفعہ کا مطالبہ کرے گا تو اس کا مطالبہ درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم
بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ شعبان ۱۳۸۹ھ

شفعہ کا حق کن کن لوگوں کو حاصل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی زمین فروخت کردی ہے تو اس پر کس کس کو شفعہ کرنے کا حق حاصل ہے اور شفعہ کرنے کی کیا شرائط ہیں۔ جبکہ اس کے بھائی بھتیجے اور اولاد ہے تو کیا ان کو حق شفعہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

غلام رسول المعروف حافظ ملا علاقہ جلال پور پیر والا تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

شرعاً حق شفعہ شریک فی العقار (زمین)، شریک فی حق العقار اور پڑوسی کو ہے۔ رشتہ داری کی وجہ سے حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ مزارع کو حق شفعہ حاصل ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر یہ لوگ زمین میں شریک نہیں نہ حقوق زمین میں شریک ہیں نہ پڑوسی ہیں تو ان کو حق شفعہ حاصل نہیں۔

نیز شریعت میں صحت شفعہ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بیع کا علم ہوتے ہی بلا کسی تاخیر کے فوراً شفعہ کا اعلان کر دے اور اس پر گواہ بھی قائم کرے اگر بیع کا علم ہونے کے بعد فوری اعلان نہیں کیا اور کچھ تاخیر کی تو حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے اس لحاظ سے بھی صورت مسئولہ میں شفعہ باطل ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

کیا موضع ایک ہونے کی وجہ حق شفعہ حاصل ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مسمی بدر دین نے اپنی ملکیتی زمین آٹھ مرلے حافظ اللہ بخش وغیرہ کو قیمتاً فروخت کی جس پر حافظ صاحب وغیرہ نے اپنے مکان وغیرہ بھی تعمیر کرائے۔ تقریباً ایک سال بعد مسمی احسان احمد نے شفعہ کی درخواست دے دی اور اپنے آپ کو شفعہ کا حقدار ظاہر کیا۔ جبکہ شفیع مذکور نہ تو اس زمین میں شریک ہے ملکانہ ارثاً اور نہ ہی شفیع مذکور کی زمین مذکورہ زمین کے پڑوس میں ہے اور نہ ہی دونوں زمینوں کا پانی ایک ہے۔ صرف اور صرف اتنا علاقہ ہے کہ شفیع مذکور کی زمین اور مذکورہ فروخت شدہ زمین کا موضع ایک ہے لیکن شفیع صاحب نے باوجود جاننے کے ایک سال تک خاموشی رکھی اور کسی بھی موقع پر کسی بھی مجلس میں حق شفعہ کا مطالبہ نہیں کیا تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا

صرف موضع کی شرکت اور ایک طویل عرصہ تک خاموشی کے باوجود مذکور صاحب شرعاً شفعہ کا حق رکھتا ہے یا مذکورہ صورت میں کسی بھی وجہ سے از روئے شریعت وہ شفعہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

حافظ اللہ بخش کہروڑ پکا ضلع ملتان

﴿ج﴾

شفعہ میں سب سے مقدم حق اس شخص کا ہے جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو۔ بعد ازاں اس شخص کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثل ذریعہ آب پاشی وطریق میں شریک ہو بعد ازاں اس شخص کا جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو ان کے علاوہ کسی اور کو حق شفعہ نہیں نیز شفعہ کے لیے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے طلب مواثبت، طلب اشہاد اور طلب خصومت۔ صورت مسئولہ میں شفعہ کی شرائط میں سے کوئی شرط بھی نہیں پائی گئی اس لیے شرعاً اس شخص کا شفعہ کا مطالبہ کرنا باطل ہے اور اس پر لازم ہے کہ وہ شفعہ کا مطالبہ ترک کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ صفر ۱۳۹۷ھ

شفیع کے لیے طلب مواثبت طلب اشہاد، طلب خصومت ضروری ہیں ورنہ شفعہ درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آج سے پانچ چھ سال قبل چودھری نذیر احمد وڑائچ رہائشی ملتان شہر نے اپنے بچوں کے نام برخانہ کامیاب خان کھیوٹ دار موضع شجاع آباد سے زمین خریدی۔

بعد میں پانچ چھ سال ہوئے چودھری نذیر احمد مذکور کے لڑکوں نے زمین فروخت کر دی جس کو عبدالعزیز شاہ ولد سید تاج احمد شاہ بخاری نے خریدا یہ نیا مشتری موضع کنویں کا رہائش پذیر ہے جو کہ موضع شجاع آباد سے ۱۳/۱۴ میل دور ہے۔

اس پر مسماۃ سردار بیگم زوجہ خان محبوب احمد خان جو کہ موضع شجاع آباد کے کئی صدیوں پرانے زمیندار اور کھیوٹ دار ہیں۔ لہٰذا مسماۃ سردار بیگم نے اپنے قریبی اور منسلک ہونے کی وجہ سے رقبہ مذکورہ ایک کنال ۸ مرلے پر شفعہ کر دیا ہے۔ مسماۃ سردار بیگم سابقہ کھیوٹ دار نے مشتری عبدالعزیز شاہ پر شفعہ کر دیا ہے۔ مشتری مذکور عبدالعزیز شاہ ولد سید تاج احمد شاہ بخاری اس موضع شجاع آباد میں پہلے کھیوٹ دار تھا اور اب بھی ہے۔ کیا شریعت میں مسماۃ مذکورہ شفعہ کی حقدار ہے یا نہیں اصل رقم زر بیع سے زیادہ شریعت میں لینا جائز ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ شفعہ کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ جس وقت فروخت کردہ قطعہ زمین پر شفعہ کا دعویٰ ہو اس کی صحیح بیع

ہو چکی ہو اور وہ شخصی ملکیت میں ہو۔ نیز صحت بیع کے لیے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے۔ طلب مواثبت، طلب اشہاد، طلب خصومت، طلب مواثبت یہ ہے کہ جس وقت شفیع کو اس امر کا علم ہو جائے کہ مشفوعہ زمین فروخت ہوگئی تو فوراً بلا تاخیر اسی مجلس میں یہ الفاظ کہہ دے کہ میں اس مشفوعہ زمین کا شفیع ہوں اور میں نے اس پر شفعہ کر دیا ہے یہ طلب مواثبت ہے بعد ازاں فوراً شفیع دو گواہوں کو طلب کر کے ان کے روبرو بائع، مشتری یا مشفوعہ زمین کے پاس مطالبہ شفعہ پر ان دو گواہوں کو شاہد بنائے یہ مطالبہ شفعہ روبرو گواہان طلب اشہاد ہے طلب اشہاد کے بعد عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کر دے اس کا نام طلب خصومت ہے۔ (کذا فی فتاویٰ عالمگیری) اگر مشفوعہ زمین کی فروخت پر اطلاع پانے کے باوجود شفیع نے اس مجلس میں فوراً طلب مواثبت نہ کی تو شفعہ کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر طلب مواثبت کے بعد اتنی مدت گزری کہ جس میں شفیع طلب اشہاد کر سکتا تھا لیکن شفیع نے طلب اشہاد نہ کیا تو اس کا حق شفعہ ساقط تصور ہوگا (حوالہ بالا) شفعہ میں سب سے مقدم حق اس شخص کا ہے جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو۔ بعد ازاں اس کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثل ذریعہ آبپاشی و طریق میں شریک ہو۔ بعد ازاں وہ شخص کہ جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو۔ پہلے کو شریک دوسرے کو ضبط اور تیسرے کو جار کہا جاتا ہے۔ مستحق اول کی موجودگی میں دوم اور دوم کی موجودگی میں مستحق سوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ ہاں اگر پہلا چھوڑ دے تو دوسرے کو شفعہ کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح اگر دوسرا چھوڑ دے تو تیسرے کو حق حاصل ہے شریک ضبط اور جار کے علاوہ کسی کو حق شفعہ شرعاً حاصل نہیں۔ (کذا فی العالمگیری)

صورت مسئولہ میں شرعی طریقہ سے تحقیق کی جائے اگر شفعہ ان شرائط کے مطابق ہے تو صحیح ہے۔ ورنہ شفعہ شرعاً باطل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ محرم ۱۳۹۶ھ

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بائع کے عزیز نے بھی شفعہ کیا ہو اور پڑوسی نے بھی تو زیادہ حقدار کون ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے اپنی بارانی زمین فروخت کر دی۔ اس کے ساتھ ملحقہ زمیندار نے فروخت شدہ زمین کا بروقت شفعہ کیا۔ دوسرے نے جس کی زمین ہے وہ پہلے زمین دار کا عزیز ہے جس کو پہلا شفعہ لگتا ہے وہ اور اس کے بعد فروخت شدہ زمین کے ساتھ دوسرے نمبر پر جس کو شفعہ لگتا ہے وہ دونوں نے مل کر فروخت شدہ زمین کا شفعہ کیا۔

آیا ازروئے شریعت دونوں مل کر یعنی پہلا شفیع اور دوسرے نمبر کا شفعہ اراکٹھے شفعہ کر سکتے ہیں یا نہیں جبکہ دونوں نے یہ طے پایا کہ زمین شفعہ پر حاصل کرکے بعد میں آپس میں تقسیم کرلیں گے۔ براہ کرم جواب تفصیلاً تحریر فرمادیں۔

﴿ج﴾

جس زمیندار کی زمین فروخت شدہ زمین کے ساتھ ملحق ہے اس کو شفعہ کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہی زمیندار اس زمین کی بناء پر شفعہ حاصل کرسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ شعبان ۱۳۹۹ھ

اگر ایک ماہ گزرنے کے باوجود شفیع نے شفعہ نہ کیا ہو تو حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے ایک موضع میں کچھ زرعی اراضی برائے کاشت خریدی۔ اس موضع میں زید کی پہلے کوئی زرعی یا سکنی جائیداد وغیرہ نہ تھی۔ انتقال اراضی باقاعدہ کردیا گیا اور قبضہ بھی لے لیا گیا۔ جواب تک زید کے پاس ہے۔ کچھ عرصہ بعد (یعنی شفعہ کی میعاد مطابق مروجہ قانون ۱۱) کے اندر اس زمین کے ایک مزارع نے زید کے خلاف عدالت میں حق شفعہ کا دعویٰ دائر کردیا اور ایک دوسرے شخص نے جو کہ مذکورہ اراضی کا مزارع یا پٹہ دار نہیں تھا بلکہ اس موضع میں اس کی معمولی سی جائیداد ہے اور رہائش کسی دوسرے موضع میں ہے۔ اس نے بھی اس رقبہ پر حق شفعہ کے تحت دعویٰ دائر کردیا۔ نیز زید نے کچھ شہری زرعی زمین رہائشی ضرورت کے لیے خریدلی۔ اس پر بھی ایک مزارع نے حق شفعہ کے تحت دعویٰ دائر کردیا۔

واضح رہے کہ مذکورہ بالا تینوں دعویٰ کنندگان کا اصل مالکان اراضی سے کسی قسم کا کوئی قریبی یا دور کا رشتہ نہیں ہے چنانچہ واضح فرمایا جائے کہ ان دونوں صورتوں میں شفعہ جائز ہے یا نہیں۔

عبدالستار خان، حبیب احمد، محمد شریف ریل بازار سرگودھا

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں برتقدیر صحت واقعہ مذکورہ بالا تینوں دعویٰ کنندگان نے اگر بوقت بیع علم ہوتے ہی شفعہ کا مطالبہ نہیں کیا ہے اور ایک ماہ کے اندر اندر انہوں نے عدالت میں دعویٰ شفعہ کا دائر نہیں کیا ہے تو ان کے حق شفعہ کا حق باطل ہو گیا ہے۔ شفعہ کی بنا پر ان لوگوں کا اس زمین کو حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا یہ جواب اسی صورت میں ہے جبکہ یہ دعویٰ کنندگان شرعی طور پر شفیع بنتے ہوں۔ شرعاً شفعہ کا حق مبیعہ زمین میں شریک کو ہوتا ہے۔ اسی طرح مبیعہ زمین کے متصل ان لوگوں کی

اگر مملوکہ زمین ہوتب بھی وہ شفعہ کرنے کے حقدار ہوں گے ورنہ محض مزارع ہونے کی وجہ سے ان کو شفعہ کا حق نہیں پہنچتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

شفعہ کو رد کرنے کے لیے بائع نے مقدمہ بازی پر جو رقم خرچی وہ مشتری کے ذمہ لازم ہے یا نہیں

﴿س﴾

زید نے بکر سے مکان کے لیے زمین خریدی بکر نے بھی چند ماہ پہلے وہی زمین خریدی تھی۔ اسی میں بکر نے زید کو کچھ حصہ زمین کا دیا۔ بکر نے یہ شرط رکھی کہ جو میں نے رجسٹری زمین کرائی تھی رجسٹری والی رقم جتنی ہوگی وہ بھی ادا کرنی پڑے گی۔ زید نے شرط منظور کر کے ساری رقم ادا کر دی۔ ابھی زید نے بکر سے رجسٹری زمین اپنے نام نہیں کرائی تھی کہ سابقہ مالکان زمین جن سے بکر نے خریدی تھی، نے عدالت میں شفعہ دائر کر دیا اور زمین کے کچھ حصے پر بھی قابض ہو کر تعمیر شروع کر دی۔ مگر بکر نے سابقہ مالکان زمین پر کیس مقدمہ کر دیا۔ رشوت وغیرہ خرچ کر کے پولیس کے ذریعہ تعمیر گروا دی اور خود قابض ہو گیا۔ مگر ابھی تک ایک مرلہ زمین اُن کے قبضہ میں ہے پھر زید نے عدالت میں وکیل وغیرہ کے اخراجات برداشت کر کے مقدمہ کی پیروی شروع کر دی۔ اب جو کہ شفعہ کی میعاد ختم ہو چکی ہے۔ سابقہ مالکان نے تقریباً پانچ ہزار روپیہ مزید پگڑی مانگ کر شفعہ بکر کے حق میں چھوڑ کر ۵۰۰۰ روپیہ لے کر فیصلہ کر دیا۔ بکر نے مندرجہ بالا رقم ادا کر کے زمین شفعہ والی واپس لے لی۔ ان سے تو معاملہ قطع ہو گیا مگر اب بکر زید کو کہتا ہے کہ اب مزید پولیس والی رقم یعنی رشوت اور وکیل کو جو رقم دی وہ برابر حصہ کی خرید ادا کرنی پڑے گی۔ جبکہ زمین کی پہلے والی طے شدہ رقم زید ساری ادا کر چکا ہے۔ بینوا توجروا

محمد اصیر عفی عنہ مدرسہ مسجد بیری والی حرم گیٹ ملتان

اگر زید نے بکر سے عہد کر لیا تھا کہ آپ مقدمہ کی پیروی کر کے جو خرچہ کرو گے میں حصہ رسدی ادا کر دوں گا تو زید پولیس اور وکیل والی رقم کا حصہ ادا کرے اور اگر یہ عہد نہیں ہوا تھا تو زید کے ذمہ کچھ نہیں آتا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

بائع کے لڑکے جب زمین بیچنے کی مجلس میں اور رجسٹری کے وقت موجود تھے تو بعد میں ان کو حق شفعہ حاصل نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ عظام اس مسئلہ خرید وفروخت میں کہ فدوی نے ایک پلاٹ زمین پر رقبہ پندرہ مرلے موضع طرف راوی تحصیل ملتان ازاں منظور ولد خدا بخش ذم ڈومرہ وغیرہ مورخہ ۸/۷/۷۸ ا بذریعہ رجسٹری مبلغ پندرہ ہزار روپے خرید کر کے اس کے گرد چار دیواری حسب پیمائش موقع کی ہوئی ہے جس پر ہمارا قبضہ ہے۔ اب مالکان خدا بخش قوم ڈومرہ جس نے خود دولڑکوں سے ہمیں زمین فروخت کی تھی۔ اب اسی نے اپنے اور دولڑکوں سے لالچ کی بنا پر ہمارے خلاف حق شفعہ دائر کرایا ہوا ہے اور جب ہمارے ساتھ اس زمین کی خرید وفروخت کی بات چیت ہوئی تو اس رقبہ کے مالک کے سب لڑکوں کو اس بات کا خوب علم تھا بلکہ کئی مرتبہ ان کے سامنے بھی بات چیت ہوئی اور پھر جب رجسٹری کرائی گئی تو اس وقت بھی سب رضامند تھے اور کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ مگر دو ماہ گزرنے کے بعد ان کے باپ نے اپنے تین بیٹوں سے حق شفعہ کا دعویٰ دائر کرا دیا اور اب پانچ ہزار روپے مزید طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا مطالبہ پورا کرو گے تو ہم حق شفعہ سے دست بردار ہوں گے۔ براہِ کرم بمطابق شریعت مصطفیٰ اس مسئلہ پر صادر فرمائیں۔

العارض سائل عاشق حسین عرف عبدالغفور ولد نور محمد

﴿ج﴾

درمختار ص ۲۴۰ ج ۶ میں ہے ویبطلھا ترک المواثبۃ اس کا حاصل یہ ہے کہ شفیع اگر طلب مواثبت نہ کرے تو شفعہ اس کا باطل ہو جاتا ہے۔ پس اگر ان حصہ داروں نے باوجود خبر بیع طلب شفعہ نہیں کیا ہے تو شفعہ ان کا باطل ہو گیا ہے۔ شفعہ کی بنا پر ان لوگوں کا اس زمین کو حاصل کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

ایک شخص شریک فی الطریق ہے دوسرا شریک فی المسیل ہے تو حق شفعہ کس کو حاصل ہے

اگر اعلان شفعہ قریب گاؤں کی بجائے بعید گاؤں میں کرے تو حق شفعہ ساقط ہوتا ہے

اگر شفعہ کے دو دعوے داروں میں سے ایک کو زمین کا کچھ حصہ بخش دیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

(۱) زمین مشفوعہ کے ساتھ ایک شخص کا حق شفعہ بوجہ طریق متعلق ہے دوسرے شخص کا حق شفعہ بوجہ مسیل خاص

متعلق ہے۔اب ان دونوں میں سے کس کا حق مقدم واولیٰ ہے۔

(۲) زمین مذکورہ کا مشتری ان دو مذکورہ بالا شخصوں میں سے وہ شخص ہے جس کا حق شفعہ بوجہ طریق خاص متعلق ہے۔حق شفعہ مسیل والا نے دعویٰ دائر کیا۔اس طریقہ پر کہ مشتری جو کہ اس کے گاؤں میں رہتا ہے چھوڑ کر بائع کے پاس جا کر جو کہ دوسرے گاؤں میں رہتا ہے۔طلب شفعہ کا اظہار کیا دونوں گاؤں کے درمیان فاصلہ تقریباً میل سے زیادہ ہوگا۔اب کیا قریب کو چھوڑ کر بعید کے پاس چلا جانے سے حق شفعہ باطل ہوگا یا نہیں اور مبیعہ بھی قریب یعنی مشتری کے قبضہ میں تھی۔

(۳) مشتری موصوف اور بائع کے درمیان ثمن کا فیصلہ اس طور پر ہوا کہ فلاں زمین فروخت شدہ کے ناپ سے قیمت متعین ہوگی۔زمین مبیعہ کو ناپتے ناپتے آخر میں بائع نے کہا کہ بس باقی زمین کا کرایہ بخش دیا ہے۔اس بخشی ہوئی زمین کا بعد پیائش کا حساب لگایا اور ثمن متعین ہوا۔اب کیا مشتری جو کہ شفیع بھی ہے اس بخشی ہوئی زمین کی وجہ سے اس کے حق شفعہ میں تقویت مل سکتی ہے یا نہیں۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

(۱) شریک فی الطریق الخاص کا حق شفعہ مقدم ہے۔شریک فی المسیل سے قال فی العالمگیری ص ۱۶۷ ج۵ **صاحب الطريق اولى بالشفعة من صاحب مسيل الماء اذا لم يكن موضع مسيل الماء ملكاله وصورة هذا اذا بيعت دار ولرجل فيها طريق وللآخر فيها مسيل الماء فصاحب الطريق اولى بالشفعة من صاحب مسيل الماء كذا في المحيط.**

(۲) قریب کو چھوڑ کر بعید کے پاس چلے جانے سے حق شفعہ باطل ہوتا ہے۔بشرطیکہ وہ بعید دوسرے شہر یا گاؤں میں ہو۔جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔قال فی الخانية على هامش الهندية ج ۳ ص ۵۳۹ **وان كان الشفيع في موضع الدار والبائع والمشترى في السواد او كان الشفيع مع احد المتبايعين في مصر واحد واحد المتبايعين والدار في غير المصر فقصد الشفيع الا بعد لطلب الشفعة وترك الاقرب اليه بطلت شفعته** نیز جب زمین بائع نے مشتری کے حوالہ کر دی ہو جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو بائع سے طلب کرنے سے حق شفعہ باطل ہوتا ہے۔قال فی الخانية على هامش الهندية ص ۵۳۹ ج۳ **وان طلب من البائع واشهد ان كانت الدار في يد البائع صح طلبه والا فلا ويصير كانه لم يطلب.**

(۳) اگر چہ ہبہ بعض العقار سے صورت مذکورہ میں حق شفعہ کو کوئی تقویت نہیں پہنچی لیکن صورت مذکورہ میں چونکہ

شفیع مذکورہ کا حق مندرجہ بالا وجوہ سے ساقط ہو گیا ہے۔لہٰذا یہ سوال بھی کرنے سے پیدا نہیں ہوتا اور شفیع کا حق شفعہ ساقط و باطل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم

حررہ عبداللطیف غفرلہ الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم رمضان ۱۳۸۱ھ

شفعہ کی شرائط کیا ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ شفیع کو شرعی طور پر شفعہ کرنے کے لیے کن شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ جن کے پورا کرنے کے بعد شفیع کا حق شرعاً ہے۔

مولانا عبدالستار تونسوی

﴿ج﴾

طلب شفعہ کے لیے ضروری ہے کہ شفیع کو بیع کا علم ہوتے ہی اسی مجلس میں طلب مواثبت کرے۔یعنی فوراً یوں کہے کہ میں اس کا شفیع ہوں اور شفعہ کرتا ہوں اور اس پر گواہ بنائے۔اس کے بعد بائع یا مشتری یا زمین کے پاس جا کر شفعہ کا مطالبہ کرے اور اس پر گواہ بنانے کے بعد حاکم کے پاس دعویٰ تملیک بالشفعہ کرے۔بلا عذر اگر ایک ماہ تک دعویٰ کو مؤخر کرے گا تو اس کا حق شفعہ بنا بر قول مفتی بہ کے ساقط ہوئے گا۔قال في الكنز فان علم الشفيع بالبيع اشهد في مجلسه على الطلب ثم على البائع لو في يده او على المشترى او عند العقار ثم لا تسقط بالتاخير وفي الدر المختار مع شرحه ردالمحتار ص ۲۲۶ ج۲ وبتاخيره بعذر وبغيره شهرًا او اكثر (لا تبطل الشفعة حتى يسقطها بلسانه (به يفتى) وهو ظاهر المذهب وقيل يفتى بقول محمد ان اخره شهرًا بلا عذر بطلت كذا في الملتقى يعني دفعا للضرر قلنا دفعه برفعه للقاضي ليأمره بالاخذ او الترك وفي الشامية (قوله وقيل يفتى بقول محمد) قائله شيخ الاسلام وقاضي خان في فتاواه وشرحه على الجامع ومشى عليه في الوقاية والنقاية والذخيرة والمغني وفي الشرنبلالية عن البرهان انه اصح ما يفتى به قال يعني انه اصح من تصحيح الهداية والكافي وتمامه فيها الخ (قوله يعني دفعا للضرر) بيان لوجه الفتوى بقول محمد قال في شرح المجمع وفي جامع الخاني الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس في قصد الاضرار اه وبه ظهر ان افتاء هم بخلاف ظاهر الرواية لتغير الزمان فلا يرجح ظاهر الرواية عليه وان كان مصححا ايضا كما مر في الغصب الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۵ھ

رقم لے کر حق شفعہ سے دست بردار ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص مسمی رمضان کے تین لڑکے ہیں۔ زید، عمرو، بکر زمین بھی اسی ترتیب سے تقسیم شدہ ہے۔ یعنی عمرو کی زمین درمیان میں ایک مربعہ ہے۔ پھر زید اور بکر ایک دوسرے پر حق شفعہ رکھتے ہیں اور زید یا بکر صلح کے طور پر کچھ رقم لے کر شفعہ چھوڑ دے تو آیا وہ رقم ان کے لیے حلال ہے یا حرام ہے۔

حافظ الٰہی بخش

﴿ج﴾

شفعہ میں سب سے مقدم حق اس شخص کا ہے جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو۔ بعد ازاں اس شخص کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثل از راہ آبپاشی وطریق میں شریک ہو۔ بعد ازاں اس شخص کا جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو۔ پہلے کو شریک اور دوسرے کو خلیط اور تیسرے کو جار کہا جاتا ہے۔ مستحق اول کی موجودگی میں مستحق دوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا اور مستحق دوم کی موجودگی میں سوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ شفیع اگر ویسے ایک دفعہ شفعہ چھوڑ دے یا رقم لے کر جس شفعہ چھوڑنے پر راضی ہوگا تو اس کا حق باطل ہو جاتا ہے اور رقم لینا بھی اس کے لیے جائز نہیں۔ شفعہ کے لیے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے۔ تفصیل علماء سے معلوم کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

غیر آباد زمین اگر آباد کرنے والے نے خرید لی تو اُس پر شفعہ نہیں ہوسکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے بے آباد زمین کو آباد کیا۔ پھر مالک ارض مذکورہ عمرو نے آباد کنندہ زید سے یہ زمین بیچ دی احتیاطاً کاغذات میں اصل ادا کردہ قیمت سے زائد قیمت تحریر کی گئی۔ آیا شریک فی نفس الارض المبیعہ کو مندرجہ صدر صورت میں شرعی استحقاق شفعہ ہے یا نہیں۔ بصورت اثبات کیا شفیع کو اصلی قیمت ادا کرنا ہوگی یا زائد۔ بینوا توجروا

المستفتی قاری محمد طاہر رحیمی مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اگر یہ زمین ابتداء سے غیرآباد رہی ہے۔ تاریخ میں کبھی بھی اس کی آبادی نہیں ہوئی ہے تو یہ زمین بعد ان آباد کرنے کے آباد کنندہ کی شمار ہوگی اور مذکورہ بیع صرف قانون ورسم ورواج کی زد سے بچنے کے لیے ہوگی۔ اس لیے شریک فی نفس المبیع کو شفعہ کا حق نہیں ملے گا۔ في الحديث من احيا ارضا ميتة فهي له۔ ورنہ شفعہ کا حق ملے گا اور اصلی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ اگر وہ دونوں یہ تسلیم کرلیں یا گواہوں سے ثابت ہوجائے ورنہ شفعہ زائد قیمت کا ہی ادا کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ

جب شفیع نے بروقت طلب مواثبت وغیرہ نہیں کیا تو اب شفعہ کا حق نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص زمین کا ٹکڑا بدست مشتری فروخت کرتا ہے۔ بوقت فروختگی حق دار شفعہ سے کہا گیا ہے کہ تو خود ہی حق دار اور پڑوسی ہے۔ لہٰذا یہ زمین کا قطعہ خرید کرلے تو اس نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ نہ میں خریدتا ہوں اور نہ شفعہ کروں گا۔ ہر قسم آزاد ہوں جو خریدنا چاہے خرید لے میں حق شفعہ سے دست بردار ہوں بعدہ دوسرے شخص نے وہ زمین کا قطعہ خرید لیا ہے۔ تو شفعہ کا حقدار جو شخص ہوسکتا تھا اس کو یہ بھی کہا گیا ہے کہ بائع کو ہم نے کچھ رقم دے دی ہے اگر تو ہمیں وہ رقم جو بائع کے ذمہ ہے دے دے تو اچھا ہوگا زمین تو ہی لے لے پھر بھی اُس نے صاف انکار کردیا ہے۔ بعد فروختگی زمین کے بھی اپنے پہلے خیال پر مضبوط رہا نہ بائع کے پاس گواہ لے کر گیا ہے۔ نہ مشتری کے پاس نہ زمین پر قانونی طور پر۔ اخیر دنوں میں کسی کے اکسانے اور اُبھارنے پر شفعہ کردیا ہے۔ شفعہ کی ڈگری ہوچکی ہے۔ بنام مشتری رقم واپس ہونے کا آرڈر ہوچکا ہے۔

اب مسئلہ درکار یہ ہے کہ جب مشتری نے بائع سے زمین کا قطعہ خرید کیا تھا تو حیلہ کی خاطر طے شدہ رقم سے زائد رقم لکھ دی گئی۔ بوقت ڈگری بنام مشتری اصل طے شدہ اور زائد رقم کردی گئی۔ اصل رقم تو زمین کے عوض بنام مشتری ہونی چاہیے۔ زائد رقم کس کی ہوگی۔ اگر مشتری حقدار ہوسکتا ہے تو مصرف کون سا ہوسکتا ہے۔ کیونکہ شفیع منکر تھا۔ شفعہ کرنے کا نہ شرعی طور پر گواہ بنائے ہیں یقینی طور پر بطور قانونی بنام مشتری ہوجائے گی۔ شرعی نقطہ نگاہ میں کس کی ہوگی۔ بینوا توجروا
مولوی بشیر احمد جلال پور تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

چونکہ شفیع مذکور نے بعد از بیع طلب مواثبت اور طلب اشہاد نہیں کیا ہے بلکہ سائل کے بیان کے مطابق بعد از بیع وہ شفعہ کرنے سے انکاری رہا ہے اس لیے شرعاً بطور شفعہ وہ اس زمین کے لینے کا حقدار نہیں ہے لیکن چونکہ سرکاری حاکم نے اپنے لادینی قانون کے تحت شفیع مذکور کے حق میں ڈگری کر لی ہے اس لیے یہ شرعاً اخذ بالشفعۃ نہ کہلائے گا۔ جس میں مشتری کو ادا کیے ہوئے ثمن (قیمت) سے زیادہ لینا جائز نہ ہو بلکہ یہ بیع مکرہ کہلائے گی جس میں بائع مکرہ کو فسخ اور اجازت دونوں کا حق پہنچتا ہے اور بصورت اجازت وہ تمام مقرر کردہ ثمن کو لے سکتا ہے۔ اگر چہ وہ اس کی قیمت خرید سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔ للہذا صورت مسئولہ میں مشتری مذکور اپنی اصلی رقم سے وہ زائد رقم بھی وصول کر سکتا ہے اور وہ رقم اس کے لیے حلال ہے۔ ہر قسم کے تصرف میں لا سکتا ہے۔ قال فی التنویر الابصار مع شرحه الشامی ص ۱۳۲ ج۶ امر السلطان اکراه وان لم یتوعده وامر غیره لا الا ان یعلم المأمور بدلالة الحال انه لو لم یمتثل امره یقتله الخ وفی العالمگیریة ص ۳۵۹ ج۵ فلو اکره علی بیع او شراء او اقرار او اجارة بقتل او ضرب شدیدا وحبس مدید خیر بین ان یمضی البیع او یفسخ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الاخری ۱۳۸۵ھ

بائع کا لڑکا باپ کے شریکوں پر شفعہ نہیں کر سکتا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حکومت نے ۱۹۷۰ء میں زرعی اصلاحات کے تحت زمین کے نیلام کرنے کا اعلان کیا اور کہا اس زمین کو صرف ایک شخص خرید سکتا ہے۔ چنانچہ اس علاقہ کے لوگوں میں سے پانچ آدمیوں نے مل کر ایک شخص کو مقرر کیا کہ آپ زمین حکومت سے خرید لیں۔ پھر ہم پانچوں حصہ دار خود تقسیم کریں گے۔ چنانچہ اس شخص نے حکومت سے زمین خریدی اور اپنے نام انتقال کرایا اور پہلی قسط بھی ادا کر لی۔ پھر بعد میں سب حصہ دار اپنی قسط وار اس شخص کو دیتے رہے لیکن اس شخص نے آگے قسطیں ادا نہیں کیں جس سے حکومت نے انتقال کو منسوخ کر دیا۔ پھر اس شخص نے اپنے حصہ داروں کو کہا کہ رقم دو زمین کو دوبارہ بحال کرا لیں لیکن حصہ داروں نے کہا اب ہم زمین نہیں لیتے۔ ہمیں اپنی رقم واپس کر دو۔ پھر اس شخص نے چار اور حصہ دار بنا کر اُن سے رقم وصول کر لی اور زمین بھی دوبارہ اپنے نام کرا لی۔ چونکہ ان حصہ داروں کو حسب وعدہ زمین دینی تھی تو ان حصہ داروں کو بیع کی شکل میں ان کے اپنے حصہ سے بھی کم زمین ان کے نام انتقال کر دی اور ساتھ ہی اپنے نابالغ لڑکے کا شفعہ ان حصہ داروں پر دائر کر دیا۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ جبکہ دوسرے حصہ دار اصل زمین کے مالک ہیں لیکن حکومت کی شرط یہ تھی کہ ایک آدمی خرید سکتا ہے۔ اس لیے ایک شخص کے نام کر کے دوسروں کو بشکل بیع کے زمین دے دی گئی۔ اب ایک حصہ دار جو حکومت سے اپنے نام پر زمین انتقال کرائی تھی۔ اس کے نابالغ لڑکے کا شفعہ اس دوسرے شرکاء کی زمین پر از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں۔

نوٹ: شفعہ ایک سال کے بعد کیا۔ بینوا توجروا

تاج الدین تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال صورت مسئولہ میں یہ شفعہ شرعاً باطل اور ناجائز ہے اور شفعہ کے ذریعہ زمین حاصل کرنا درست نہیں کیونکہ اس لڑکے کو حق شفعہ حاصل نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرس قاسم العلوم ملتان
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

مشترکہ زمین جو مسجد کو دی گئی ہے پر شفعہ کرنا اور معاملہ کی شرعی حیثیت

﴿س﴾

ایک قطعہ مکان ملکیہ مسمی کریم بخش تھا جس کے وارثان شرعی میں ایک بیوہ چار لڑکے ایک لڑکی ہے۔ بیوہ کریم بخش فوت ہو چکی ہے۔ پورا مکان چار لڑکے اور ایک لڑکی میں قابل تقسیم ہے اور مسمی کریم بخش متوفی کا قرضہ صرف ایک بیٹے نے ادا کیا ہے۔ یعنی قرضہ کی رقم متوفی کی جائیداد سے منہا ہونے کے بعد تقسیم جائیداد ہوتی ہے۔ ابھی تقسیم کا دعویٰ عدالت دیوانی ملتان میں زیر سماعت ہے کہ ایک لڑکا اور اس کی بیوی نے غیر منقسم جائیداد کا حصہ خاص جنوبی مسجد کو بیع کر دیا ہے اور اس طرح دوسرے ورثاء کے حصے بھی بغیر ان کی رضامندی کے مسجد کے قبضے میں چلے گئے ہیں۔ کیا باقی ورثاء اپنا حصہ مسجد سے واپس لے سکتے ہیں۔ کیا اس طرح شرعی قانون کے مطابق مسجد خرید سکتی تھی بغیر ورثاء کی رضامندی کے۔ کیا مسجد مذکورہ میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ نیز میں نے بیع کے وقت دوسرے ورثاء کے حصص پر زبانی شفعہ کرنے کا اعلان بھی کیا ہے۔ مجھے شفعہ کے طور پر دیگر حصص لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔

اللہ وسایا مکان نمبر ۱۱۲۵۲ اندرون بوہڑ گیٹ محلہ شاہ ملتان

﴿ج﴾

شرع شریف میں کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کی ملکیہ شے کو غصب کرے یا مالک کی اجازت اور رضامندی کے بغیر اس میں کوئی تصرف کرے، استعمال کرے یا فروخت کرے۔ اگر کوئی عمداً یا نسیاناً ایسی فروخت کرے بھی تو مالک کو ہر وقت حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے حصہ ملکیت کو واگزار کرائے اور واپس لینے کی کوشش کرے۔ بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ مظلوم کی حتی الوسع امداد کریں خواہ مسجد ہو یا کوئی اور اس میں کوئی رعایت نہیں بلکہ اگر مسجد ہو تو وہاں زیادہ احتیاط کرنی چاہیے کہ حرام اور مشکوک مال اور زمین عبادت گاہ میں داخل نہ ہو اور عبادت اور نماز برباد نہ ہو کیونکہ مغصوبہ زمین میں نماز نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

محمود عبدالشکور ملتانی عفی عنہ
۳ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ

﴿ہو المصوب﴾

بشرط صحت سوال اگر واقعی کئی ورثاء اس مکان کے بوجہ وراثت کے مالک ہیں تو جائیداد سے پہلے متوفی کا قرضہ ادا کیا جائے گا اور ادائیگی قرضہ کے بعد حسب حصص شرعاً تمام ورثاء میں تقسیم ہوگی۔ بعض ورثاء کا بعض ورثاء کے حصہ کو ان کی اجازت کے بغیر بیچنا جائز نہیں اور نہ مملوکہ جگہ پر ان مالکوں کی اجازت کے بغیر تعمیر مسجد جائز ہے۔ صحت بیع کے لیے مبیعہ کا مملوک ہونا اور صحت وقف کے لیے وقف شدہ زمین کا واقف کے لیے ملک ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا تحقیق کی جائے اگر واقعی یہ مکان ورثاء میں مشترک ہے تو تمام ورثاء سے اجازت حاصل کیے بغیر اس پر تعمیر مسجد کرنا درست نہیں۔

باقی صحت شفعہ کے لیے طلب مواثبت، طلب اشہاد اور طلب خصومت ضروری ہے۔ طلب مواثبت یہ ہے کہ جس وقت شفیع کو اس امر کا علم ہو جائے کہ مشفوعہ زمین فروخت ہوگئی تو فوراً بلا تاخیر اسی مجلس میں یہ الفاظ کہہ دے کہ میں اس مشفوعہ زمین کا شفیع ہوں اور شفعہ کرتا ہوں۔ یہ طلب مواثبت ہے۔ بعد ازاں فوراً شفیع دو گواہوں کو طلب کر کے ان کے روبرو بائع یا مشتری یا مشفوعہ زمین کے پاس مطالبہ شفعہ پر ان دو گواہوں کو شاہد بنائے۔ یہ طلب اشہاد ہے۔ اگر مشفوعہ زمین کی فروخت پر اطلاع پانے کے باوجود شفیع نے اسی مجلس میں طلب مواثبت نہ کی تو شفعہ کا حق شرعاً ساقط متصور ہوگا۔ اسی طرح اگر طلب مواثبت کے بعد اتنی دیر گزری کہ جس میں شفیع طلب اشہاد کر سکتا تھا لیکن اس نے نہیں کیا تو شفعہ ساقط تصور ہوگا۔ طلب اشہاد کے بعد عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کرنا طلب خصومت ہے۔ پس عدالتی تحقیق میں اگر صحت شفعہ کی شرائط ثابت ہو جائیں تو شفعہ صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

اگر کوئی شخص دو شفعہ کرنے والے افراد میں سے ایک کا ضامن بنا ہو تو جو بھی حق پر ہے اس سے وصول کیا جا سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو آدمیوں نے مل کر ایک شخص پر شفعہ کیا۔ اُن دو شفعہ کرنے والوں میں سے ایک نے دوسرے پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ کسی تیسرے نے اس کی ضمانت اٹھائی کہ اگر فیصلہ ہونے اور زمین مل جانے کے بعد نصف آپ کو نہ دے تو میں اتنی زمین دوں گا یا اتنی زمین کی قیمت ادا کروں گا۔ بعدہ فیصلہ ان دونوں کے حق میں ہو گیا تو بات ویسے ہی ہوئی جیسے کہ اس کو خطرہ تھا یعنی ان میں سے ایک نے ہی تمام زمین اپنے نام الاٹ کروا لی۔ دوسرے کو دینے سے انکار کر دیا تو کیا اب ضامن اتنی زمین دے یا قیمت۔ مفصل اور با حوالہ جواب لکھ کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مراد خان تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں یہ کفالت صحیح ہے اور ضامن سے اتنی زمین یا اس کی قیمت کا مطالبہ درست ہے۔ **و اما الکفالۃ بالمال فجائزۃ معلوما کان المکفول او مجهولا اذا کان دینا صحیحًا مثل ان یقول تکفلت عنه بالف او ممالک علیه او ما یدرکک فی هذا البیع** (ہدایہ ص ۱۱۷ ج ۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

شفیع نے تین سال تک زمین اپنے نام نہیں کروائی تو بائع دوبارہ مالک بنے گا یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومتین اس مسئلہ میں کہ عبدالحق نے رزاق بخش سے کچھ اراضی خریدی فتح محمد جو کہ رزاق بخش کا چچا ہے کو شفعہ حاصل تھا اس اراضی پر شفعہ کیا اور فیصلہ شفعہ بھی فتح محمد کے حق میں ہو گیا اور سرکاری قانون ہے کہ جو شخص (شفیع) اگر شفعہ کے فیصلہ صادر کرنے کے بعد تین سال تک اپنے نام اراضی کا اجراء نہ کرائے تو بعد میں زمین سرکاری کاغذات میں اس کے نام نہیں ہوتی۔ فتح محمد نے شفعہ کے فیصلہ صادر کرنے کے تین سال تک اراضی کا اجراء اپنے نام نہیں کرایا۔ بعدہ قانوناً وہ اراضی مشفوعہ عبدالحق کے نام ہو گئی ہے تو اس صورت میں عبدالحق شرعاً اس اراضی کا

مالک مفت میں بن سکتا ہے یا اس کی رقم ادا کرے۔ اگر رقم ادا کرے تو کس قدر موجودہ بیع یا اس وقت کی جبکہ شفعہ کیا گیا تھا یا کسی صورت بھی مالک نہیں بن سکتا۔ از روئے شرع شریف حکم صادر فرمادیں۔

محمد عبدالعزیز مدرس مدرسہ عربیہ اشاعت القرآن بستی غریب آباد تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

فتح محمد نے اگر زمین کی رقم عبدالحق کو ادا کردی ہے تو زمین شرعاً فتح محمد کی ملکیت ہے اور عبدالحق اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ البتہ بتراضی طرفین اگر بیع جدید ہو جائے اور جو قیمت اس وقت طے ہو جائے وہ عبدالحق ادا کردے تو شرعاً زمین کا مالک بن جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ المحرم ۱۳۹۷ھ

اگر زمین زمین سے تبدیل کی جائے تو اس میں شفعہ ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ تبادلہ زمین میں شرعاً شفعہ ہے یا نہیں۔ نیز وہ کون سے ضروری افعال ہیں جن پر شفعہ زمین کی صحت کا دارومدار ہے کہ اگر شفیع انہیں پورا نہ کرے تو اُس کا حق شفعہ باطل ہو جائے اور شرع شریف ان کاموں کے کرنے کے لیے کیا وقت یا مہلت دیتی ہے۔

﴿ج﴾

تبادلہ زمین میں بھی حق شفعہ ثابت ہے۔ ہر ایک زمین میں مستحق شفعہ اس زمین کو دوسری زمین کی قیمت پر لے سکتا ہے۔ **ففي بيع عقار بعقار يأخذ الشفيع كلا من العقارين بقيمة الآخر** (درمختار کتاب الشفعہ ص ۲۳۱ ج ۶)۔

معتبر اطلاع کے بعد فوراً شفیع کہہ دے کہ میں شفع کرتا ہوں جس کو طلب مواثبت کہتے ہیں۔ اگر مجلس علم میں طلب مواثبت نہ کیا تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

نیز طلب مواثبت کے بعد قدرت پاتے ہی فوراً مشتری یا بائع بشرط کون الارض فی یدہ یا ارض کے پاس پہنچے اور وہاں دو گواہ عادل کو طلب شفعہ پر گواہ بنادے۔ **حتى تمكن ولو بكتاب او رسول ولم يشهد بطلت شفعته** (درمختار ص ۲۳۶ ج ۶) **فلو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب الاشهاد بطلت** (خانیہ علی ہامش العالمگیریہ ص ۵۳۹ ج ۳) اس کے بعد ایک ماہ کے اندر قاضی کے پاس مرافعہ کر کے طلب تملیک کرے۔ البتہ اگر تاخیر

بالعذر ہے تو بحسب عذر جتنی تاخیر ہو گی حق شفعہ باطل نہ ہوگا۔ وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعًا للضرر بیان لوجہ الفتوی علی قول محمد قال فی شرح الجمع وفی جامع الخانی الفتوی الیوم علی قول محمد لتغیر احوال الناس فی قصد الاضرار آہ وبہ ظھران افتاء ھم بخلاف ظاھر الروایۃ لتغیر الزمان فلا یرجح ظاھر الروایۃ علیہ وان کان مصححًا ایضًا کما مر فی الغصب فی مسئلۃ صبغ الثوب بالسواد ولہ نظائر کثیرۃ بل قد افتوا بما خالف روایۃ ائمتنا الثلثۃ کالمسائل المفتی فیھا بقول زفر وکمسئلۃ الاستیجار علی التعلیم ونحوہ فافھم الدرالمختار مع ردالمحتار ص ۲۲۶ ج ۶۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
یکم رجب ۱۳۷۴ھ

بھائی اور بیوی اگر زمین میں شریک نہ ہو تو محض رشتہ داری کی وجہ سے شفعہ نہیں کر سکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین متعلق اس مسئلہ کے کہ ایک شخص مسمی زید (کلالہ) ہے۔ اس نے ایک غیر منقولہ جائیداد فروخت کر دی ہے۔ جس پر اس کی زوجہ مسماۃ زاہدہ نے اور حقیقی بھائی مسمی عمر نے شفعہ کیا ہے۔ شرعاً یہ شفعہ بھائی مسمی عمر کو ملے گا یا مسماۃ مذکورہ زوجہ کو ملے گا۔ جبکہ مشتری ایک اجنبی آدمی ہے اور مسمی زید کلالہ ہے۔ بینوا توجروا

فقیر غلام سرور سیال تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

شفعہ بسبب شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع ہونے کے ہے یا بسبب جوار کے۔ قرابت نسبی کا اس میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ مثلاً قریب رشتہ دار بائع کا اگر شریک بیع یا جار نہیں ہے تو وہ شفیع نہیں۔ شفیع وہ ہو سکتا ہے جو شریک فی نفس المبیع یا حق المبیع یا جار ملاصق ہو۔ کما فی الھدایۃ کتاب الشفعۃ ص ۳۸۷ ج ۴ لکل واحد من ھؤلاء وافاد الترتیب اما الثبوت فلقولہ علیہ السلام الشفعۃ لشریک لم یقاسم ولقولہ علیہ السلام جار الدار احق بالدار الخ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

حق شفعہ نہ ہونے کی وجہ سے مشتری اُس مکان کو خود بھی رکھ سکتا ہے اور منافع پر بیچ بھی سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک قطعہ مکان خرید کیا۔ رجسٹری کرانے سے پیشتر ہمسایہ گان سے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ اس مکان کا شفعہ لگتا ہے یہ فروخت ہو رہا ہے ہم اس کو خرید لیں یا آپ خود خریدیں گے۔ اگر تم نے خریدنا ہو تو پھر ہم نہ خریدیں۔ تین مکان اس مکان کے دیوار بہ دیوار ہیں۔ ہر ایک نے جواب دیا کہ ہم تمہارے ہمسائے ہونے پر خوش ہیں کوئی شفعہ وغیرہ نہیں کریں گے۔ آپ بلاخوف اس مکان کو خرید لیں تو میں نے مکان رجسٹری کرا کر خرید لیا۔ اس کی تعمیر بالکل بوسیدہ تھی۔ چھتوں کے گلے نکلے پڑے تھے اور وہ اس حالت میں رہائش کے قابل نہ تھا۔ بال بچوں کی رہائش نہیں ہو سکتی تھی۔ ہم نے اس بوسیدہ عمارت کو گرا کر اپنی منشاء کے مطابق نیا تعمیر کیا ہے۔ رجسٹری کرانے کے کئی دن بعد ان ہمسایہ گان میں سے ایک ہمسایہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھے کہا کہ میں مکان خریدنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ میں نے ایک زمین خریدی ہوئی ہے اور اس پر شفعہ کا دعویٰ ہے۔ اگر وہ مجھے مل گئی تو یہ مکان میں نہیں خریدوں گا میں نے اسے جواب دیا کہ ہم نے اپنا رہائشی مکان فروخت کر کے یہ مکان خریدا ہے۔ اب ہماری رہائش کی اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ تمہاری شرط میں منظور نہیں کر سکتا۔ چودہ پندرہ ماہ میں کس کے مکان میں رہائش کروں۔ اگر خریدنا ہے تو اب خرید لو۔ کیونکہ محلّہ میں ایک اور مکان قابل فروخت ہے۔ اسے میں خرید لوں گا تو اس نے صاف لفظوں میں مجھے جواب دیا کہ اب میں خرید نہیں سکتا۔ مذکورہ ہمسایہ کا نام محمود رمضان مغل ہے۔ اس کے بھائی کا نام محمد صادق ہے۔ محمد صادق سے میں نے دریافت کیا کہ تمہارا مکان تنگ ہے اور یہ مکان تمہارے ساتھ لگتا ہے اسے خرید کیوں نہیں لیتے۔ اس نے جواب دیا کہ ہمارے والد صاحب نے ہم سب بھائیوں کو بٹھا کر یہ وصیت کی تھی کہ اس مکان کو ہرگز خرید نہ کرنا۔ یہ بے اولادے کا مال ہے اس کو آنکھ اُٹھا کر مت دیکھنا۔ ان کی وصیت پر ہم عمل کر رہے ہیں اور ہم اسے نہیں خریدیں گے۔ اب مطلب یہ ہے کہ اس مکان کو رجسٹری ہوئے گیارہ ماہ ہو چکے ہیں۔ آج اس نے مجھے اطلاع کی ہے کہ میں مکان خریدوں گا مجھے دے دو۔ اب دریافت امر یہ ہے کہ رجسٹری کی رقم کے علاوہ جو خرچہ اشٹام وغیرہ اور دلالی اور نئی تعمیر پر خرچ ہوا ہے وہ ہم لینے کے حقدار ہیں یا نہیں؟

مستری محمد یوسف ولد مستری عبدالرحمٰن

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں مالک مکان اگر اپنی خوشی سے بیچنا چاہے تو اسے حق حاصل ہے اور خرچہ بھی وصول کر سکتا ہے۔ بلکہ چاہے تو نفع بھی لے سکتا ہے کیونکہ حق شفعہ ختم ہو چکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جب ایک شریک دوسرے سے مشترکہ زمین خریدے تو اس پر حق شفعہ نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نور محمد خان نے اپنی زمین جو کہ نیاز احمد خان وغیرہ تینوں بھائیوں کے ساتھ مشترک تھی نیاز احمد خان وغیرہ کے ہاتھ فروخت کر دی۔ شیر محمد خان اس زمین پر شفعہ کرنا چاہتا ہے جس کا اس زمین میں کوئی حصہ نہیں اور نہ ہی اس کے ملحقہ کوئی اور زمین ہے۔ آیا شرعی طور پر حق شفعہ شیر محمد خان کا نیاز احمد خان وغیرہ پر ثابت ہے۔

سائل نیاز احمد خان ولد محمود خان ملتان

جب کہ نیاز احمد خان وغیرہ برادراں مشتریاں نور محمد بائع کے ساتھ اس زمین میں شریک تھے تو ان پر کسی کا شفعہ نہیں ہوسکتا شرعاً شریک سب سے پہلے حقدار ہوتا ہے۔ اگر بالفرض شیر محمد خان کی زمین ملحقہ اس اراضی کے ساتھ ہوتی۔ تب بھی وہ شفعہ کا حقدار نہیں ہوسکتا۔ اب جبکہ اس کی زمین اس اراضی کے ساتھ ملحقہ بھی نہیں اور شریک حصہ دار بھی نہیں محض نسبی قرابت کی وجہ سے اس کو شرعاً کوئی حق نہیں پہنچتا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قبل از بیع شفیع کا یہ کہنا کہ ''شفعہ کروں گا'' طلب شفعہ کے لیے کافی نہیں ہے، اگر مسجد اور مدرسہ دونوں میں رقم خرچ کرنے کی منت مانی گئی ہو تو اب کیا حکم ہے، اگر کوئی شخص آبائی وطن کو بالکلیہ چھوڑ کر دوسرے موضع کو وطن بنالیتا ہے تو وطن اصلی میں نماز کا کیا حکم ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) بسبب غربت صدیق اور حسین پسران محمد خان زمین بیچ رہے تھے۔ عمر خان زمین خریدنے کو تیار ہوا۔ رجب خان نے جو صدیق اور حسین کا رشتہ دار و موضع شریک اراضی تھا اس نے عمر خان کو کہا مجھے زمین خریدنے میں شریک کیا جائے ورنہ شفعہ کروں گا۔ عمر خان نے مذکور کو شریک کر لیا۔ جس دن زمین لینے گئے انتقال ہونا تھا دوسرا مسمی غلام حسین معروف پکھی نے راستے میں اگلے چند آدمیوں سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ جانے والوں نے کہا زمین لینے ان کے پیچھے دوسری ٹولی آ رہی تھی۔ جیسے جیسے کشتی سے اُترے ٹولی ٹولی آگے پیچھے ہوگئی۔ غلام حسین پکھی نے دوسری ٹولی سے اس

راستہ پر اس وقت حال پوچھا یہ کون سی زمین کس موضع کی زمین بیچ رہے ہو۔ انہوں نے کہا فلاں موضع کی زمین فلاں فلاں دے رہے ہیں اور فلاں فلاں لے رہے ہیں۔ غلام حسین نے اصل مشتری عرفان کو ہنستے ہوئے کہا اچھا میں شفعہ کروں گا دل میں ارادہ بھی پختہ تھا۔ عمر خان نے مذاق سمجھا البتہ احمد خان نہیں ملا نیز احمد خان نہایت شرارت پسند اور مقدمے باز زمیندار ہے۔ غلام حسین کا خیال تھا میرے شفعہ کرنے کی اطلاع احمد خان کو نہ ملے۔ غلام حسین پکھی بھی اس موضع میں شریک ہے اور صدیق اور حسین زمین بیچنے والوں کا رشتہ دار ہے لیکن دونوں باتوں میں احمد خان سے دوسرے نمبر پر ہے۔ وہاں جا کر غلام حسین پکھی دوسرے تین چار آدمیوں کو گواہ بناتا ہے کہ شفعہ کروں گا۔ زمین میں لکڑی گاڑ کر کہتا ہے شفعہ کروں گا جس کو گواہ بناتا ہے ان سے عہد اور قسم لیتا ہے کہ میرا شفعہ کرنا کسی کو نہ بتلانا احمد خان سخت شرارتی ہے ہم اس سے ڈرتے ہیں میرا شفعہ ختم کرا دے گا گالیاں نکالے گا اور نقصان دے گا کسی دوسرے سے شفعہ کی درخواست دلا دے گا۔ سرکاری قانون کے مطابق آخری تاریخ سال ختم ہونے پر شفعہ دائر کر دے گا جب اس کو اطلاع ملے گی شفعہ کرنے کی میعاد ختم ہوگی۔ چنانچہ ایسا کیا کہ سال کے آخری دن شفعہ دائر کیا۔ شفعہ عمر خان پر کیا۔

اب گزارش ہے اس بیان کے مطابق غلام حسین پکھی کو سرکاری قانون کے مطابق زمین مل جائے تو شرعاً غلام حسین پکھی زمین کا مالک ہوگا۔ آمدنی زمین جائز ہوگی یا نہ اس وقت رمضان سخت درہم برہم ہے۔ ہر طرح کی گالی گلوچ اور حربے استعمال کر رہا ہے۔ اگر شفعہ شرعاً جائز ہو تو یہ سختی برداشت کی جائے ورنہ دستبردار ہو جائے۔

نوٹ: اگر عمر خان حق زمین پر شفعہ کرنے کے بعد احمد خان کو لکھ دے اور خود دستبردار ہو جائے اس بنا پر کہ احمد خان پر شفعہ نہیں چلے گا عمر خان کے لیے جائز ہے۔ نیز ایسا کرنے سے اگر غلام حسین پکھی کا شفعہ جائز تھا تو حق باقی رہے گا یا ساقط ہو جائے گا لیکن مقصود پوچھنا یہ ہے کہ حق شفعہ غلام حسین کو مل جائے تو آمدنی جائز رہے گی۔ زمین کا شرعاً مالک بن جائے گا یا غصب اور ناجائز ہوگی۔

(۲) نادر نے کہا کہ بکری تندرست ہو جائے ایک روپیہ جامع مسجد کو دوں گا ایک روپیہ مدرسہ تعلیم القرآن کو دوں گا۔ اب بکری تندرست ہوگئی۔ اب روپیہ منت کا بنام مسجد مسجد میں اور مدرسہ میں دیے جائیں یا ایسی نذر نا روا ہے۔ اب نادر کیا کرے۔ اسی قبیلہ سے ہے کہ فلاں زمین مل جائے گوشت کی دیگ پکاؤں گا زمین مل گئی۔ اب فلاں مسجد میں گوشت کی دیگ پکائے یا جہاں چاہے پکائے نیز کون کون لوگ دیگ کا گوشت نہ کھائیں۔

(۳) عمر کا آبائی وطن و زمین و رشتہ دار دوسرے ضلع میں ہے اور عمر کی اقامت عرصہ بیس سال سے دوسرے ضلع میں اب سوائے زمین و رشتہ داری کے عمر کا وطن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں نہ واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر وطن ملنے ملانے جائے ہفتہ عشرہ کے لیے تو نماز وطن میں سفر کی پڑھے یا اقامت کی۔ بینوا توجروا۔

﴿ج﴾

(۱) واضح رہے کہ بیع کے علم کے بعد اس جگہ فوراً شفعہ کا طلب کرنا بایں الفاظ کہ میں اس زمین کا شفیع ہوں ضروری ہے۔ اگر تھوڑی بھی دیر کردی تو حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔

صورت مسئولہ میں شفیع مذکور نے تو عمر خان مشتری کو زمین خریدنے سے قبل راستے میں یہ کہا ہے کہ میں شفع کروں گا۔ یہ چونکہ بیع ہو جانے سے قبل ہے اس لیے یہ طلب مواثبت نہ کہلائے گا اس کے بعد بیع کا علم ہو جانے کے بعد فوراً اگر اس شفیع نے طلب مواثبت کیا یعنی یوں کہا ہو کہ میں اس کا شفیع ہوں طلب مواثبت ہو گیا ہے۔ اس کے بعد زمین کے پاس چونکہ گواہ بھی بنا چکا ہے لہٰذا طلب اشہاد بھی ہو گیا ہے۔ اب اگر زمین اس کو مل جائے تو اس کے لیے جائز ہے۔ غصب نہ کہلائے گا لیکن چونکہ یہ شفعہ صرف عمر خان پر کر چکا ہے احمد خان پر نہیں کر چکا ہے لہٰذا اس کا حصہ لینا اس کے لیے پھر بھی ناجائز ہے غصب ہی کہلائے گا۔

(۲) چونکہ یہ نذر معلق ہے اور اس کی جنس میں سے واجب مقصود ہے۔ کیونکہ یہ نذر وقف اور تصدق کی ہے لہٰذا اس کے ایفاء شرط کی موجودگی میں ضروری ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحہ ردالمحتار ص ۷۳۵ ج ۳ (کصوم وصلوۃ وصدقۃ) ووقف (واعتکاف) واعتاق رقبۃ وحج ولو ماشیا فانها عبادات مقصودۃ من جنسها واجب لوجوب العتق فی الکفارۃ والمشی للحج علی القادر من اهل مکۃ والقعدۃ الاخیرۃ فی الصلاۃ وهی لبث کالاعتکاف ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین۔ دیگ جہاں پکائے مساکین کو تملیک کردے مکان متعین شرط نہیں۔

(۳) جب اس نے آبائی وطن چھوڑ کر دوسری جگہ مستقل سکونت اختیار کر لی تو یہ دوسری جگہ اس کا وطن اصل بن جائے گا اور پہلا وطن اس کا وطن اصلی نہ رہے گا۔ اس لیے وہاں جب تک اقامت کی نیت نہ کرلے قصر ہی پڑھے گا۔ قال فی شرح الوقایہ ویبطل الوطن مثلہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ

شفیع سے اگر حقیقی رقم سے زیادہ رقم لی گئی ہے تو اگر شفعہ شرعی ہے تو شفیع کو واپس کرے ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے تقریباً چہار صد روپیہ کا مال متروکہ برائے خرید کرنے ایک قطعہ زمین دینے پر لیا ہوا تھا اور مرض الموت کے وقت اپنے لڑکوں کو وصیت کی تھی کہ بکر کو قطعہ زمین دے دینا تو انہوں نے

اس وصیت پر عمل نہیں کیا بلکہ بکر نے دو ہمراہیوں کو شامل کر کے آٹھ صد روپیہ زید کے لڑکوں کو دیا اور اخراجات رجسٹری چہار صد روپیہ کیا لیکن شفعہ کے خطرہ سے دو ہزار روپیہ تحریر کیا تو جب شفعہ دائر ہوا تو شفیع نے عدالت میں بیان دیا کہ بکر حلفیہ بیان کر دے تو پھر رقم ڈگری کر دی جائے۔ تو بکر نے آٹھ سو روپیہ جو بائع کو دیا اور اخراجات رجسٹری پر جو چار سو روپیہ خرچ کیا اور زید نے جو چار سو روپیہ کا مال متروکہ لیا تھا۔ ان سب کو مدنظر کرتے ہوئے بیان دیا کہ ہماری رقم سولہ سو روپیہ ہے۔ تو عدالت نے اس بیان پر سولہ روپیہ شفیع پر ڈگری مقرر کر دیا۔ پھر سولہ سو روپیہ وصول ہونے پر بکر اور ان کے دوسرے دونوں ہمراہیوں نے بحصہ برابر تقسیم کر لیا۔ قابل دریافت یہ چیز ہے کہ بکر مذکور چار سو روپیہ زید کے لیے ہوئے کو زید کے لڑکوں سے مذکورہ صورت میں لے سکتا ہے یا نہ۔ اگر لے سکتا ہے تو اب بکر اپنا حصہ کی رقم واپس کرے یا ساری رقم چار سو روپیہ واپس کرے۔

نوٹ: نیز یہ بھی قابل دریافت چیز ہے کہ دوران شفعہ میں دو فصل مذکورہ زمین کیش شفعہ کنندہ نے برداشت کی ہے کیا شفعہ کے فیصلہ سے پہلے بکر بمعہ دوسرے دو مشتریان پیداوار کے برداشت کرنے کے حقدار تھے یا شفعہ کنندہ فصل و پیداوار برداشت کر سکتا ہے۔

﴿ج﴾

جب وہ چار صد روپے شفیع سے سولہ صد روپیہ کے ضمن میں وصول کرتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ زید کے لڑکوں سے زمین کتنے روپے پر لی تھی۔ سودا کتنے روپے پر ہوا تھا۔ اگر وہ چار صد روپے جو زید کو دیے گئے تھے وہ بھی زمین کی خرید میں داخل ہیں تو نہیں لیے جا سکتے اور اگر وہ زمین کی خرید میں داخل نہیں اور زمین فقط آٹھ سو پر خریدی ہے تو زید کی جائیداد میں سے لے سکتے ہیں۔ بعد لینے کے یہ دیکھا جائے کہ شفیع نے شفعہ شرعی طریقہ پر کیا تھا یا فقط قانونی۔ اگر شرعی طریقہ پر کیا ہے اور شرعاً اسی کو حق شفعہ ہے تو یہ چار صد روپیہ اس کو دیے جائیں اور اگر فقط قانونی شفعہ ہے تو اس کو بھی نہ دیے جائیں خود اس کو کھا سکتا ہے۔ باقی دوران شفعہ میں فصل برداشت کا حق شفیع کو ہرگز نہیں ہے۔ اگر تخم اس نے ڈالا ہے تب بھی وہ اس کے لیے حرام ہے صدقہ کر دے لیکن بکر اس سے ضمان نہیں لے سکتا۔ اگر اسی نے ہی تخم ڈالا ہو کیونکہ منافع غصب کے مضمون نہیں ہوتے۔ (کما ہو فی الفتاویٰ)

محمود عفی اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حق شفعہ نہ ہونے کے باوجود اگر شفیع سے رقم لی گئی تو وہ زمین کا مالک بن جائے گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ر نے ف سے ایک قطعہ اراضی خریدی۔ چند ماہ بعد ح کو اس سودے کے بارے میں علم ہوا تو ر مشتری کے خلاف ح نے شفعہ کروانے کا پروگرام بنا لیا۔ چنانچہ ر مشتری نے شفعہ کے خوف سے متاثر

ہو کر ح کو وہ ہی اراضی اسی قیمت پر خرید لینے کی استدعا کی مگر ح نے نہ صرف زمین خریدنے سے انکار کیا بلکہ شفعہ نہ کرنے کا بھی زبانی یقین دلایا۔ مگر دوسری طرف اپنے خوش دامن ی جو کہ بائع کا قریبی رشتہ دار تھا نے کہا کہ آپ کا حق شفعہ فائق ہے۔ آپ میرے لیے رمشتری کے خلاف شفعہ دائر کرنے کے فارم پر دستخط کریں۔ بقیہ کیس کی پیروی میں بحیثیت مختیار نامہ خود سرانجام دوں گا۔

ح پہلے تو کچھ ٹالتا رہا مگر سال کے اختتام پر رشتہ کی بنا پر دعویٰ کے فارم پر دستخط کر دیے اور اپنے بہنوئی ی کو مختیار نامہ دے دیا جس نے کیس کی پیروی کی۔ اب مروجہ قانون شفعہ کے تحت چونکہ ایک جدی رشتہ دار کا حق فائق ہے اس لیے عدالت سے ی کو ڈگری مل گئی ہے۔ یعنی شفعہ کے ذریعہ مشتری ر سے زمین لے لی گئی ہے اس طرح حاصل کی ہوئی اراضی اسلامی فقہ کی رو سے کیسی ہے۔

محمد رمضان ولد نور محمد محلہ بانہیانوالہ موسیٰ خیل تحصیل وضلع میانوالی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں ح اور ی دونوں کو شرعاً حق شفعہ حاصل نہیں تھا اس لیے شفعہ دائر کرنا دونوں کے لیے جائز نہ تھا لیکن اب ر نے جب زمین ی کے حوالہ کر کے رقم وصول کر لی تو زمین ی کی ملکیت شمار ہوگی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

اگر شفعہ سے بچنے کے لیے زمین کسی سے زبانی تبدیل کر لی تو چھوڑنے پر رقم کا مطالبہ کرنا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نمبرا نے ایک جگہ پر مکان خریدا۔ مگر شفعہ کے حق کو توڑنے کے لیے دوسرے شخص نمبر۲ سے فرضی تبادلہ کا ارادہ کیا تو خرید کردہ مکان کے ساتھ والے مکان کے مالک مذکور نمبر۲ کو اس بات پر آمادہ کیا تو نمبر۲ نے اپنے خرچہ پر جوڈیشنل کاغذات وسرٹیفکیٹ انکم ٹیکس وسرکاری خرچہ رجسٹری ادا کیا تو نمبر۲ نے کاغذ اپنے پاس رکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کاغذات تحریر ہو چکے اور نشان انگوٹھا بھی ثبت ہو چکا اور رجسٹری کرنے سے پہلے نمبر۲ نے کہا کہ مجھے بطور قرضہ مبلغ ایک ہزار روپیہ دے دیں نمبرا اس بات پر مجبور ہو گیا۔ آخر کار نمبرا نے مبلغ ۷۰۰ روپیہ نمبر۲ کو دیے جس کے ساتھ فرضی تبادلہ کرنا تھا نمبر۲ رقم لینے کی صورت میں کوئی رسید یا قلمی دستخط کر دینے سے بھی انکاری کی۔ آخر نمبرا سے رقم ۷۰۰ روپیہ لے لی۔ اس کے بعد کاغذ سرکاری تحریر پر رجسٹری کرایا گیا۔ یہ کاغذات نمبر۲ نے رکھے۔

مگر ایمان کے طور پر فرضی تبادلہ تھا۔ ایک جگہ جو دوسری جگہ کے مقابلے میں دی گئی ہے نمبرا کا قبضہ اپنے پاس رہے نمبر۲ کا قبضہ اپنے پاس رہا چونکہ فرضی تھا اس لیے کوئی کرایہ نامہ بھی تحریر نہیں کیا گیا مدت میعاد ختم ہونے پر نمبرا نے نمبر۲ کو تبادلہ مکان اور رقم کی ادائیگی کے لیے کہا تو اس شخص نے ٹال مٹول کیا۔ بہر حال رقم کی قسطیں مقرر ہوئیں ۲۰ روپے ماہوار قسط مقرر ہوئی جو نمبر۲ کو نمبرا ادا کرے گا۔ اس طور پر نمبر۲ نے نمبرا کو چار قسط مبلغ ۲۰ روپے ماہوار کی ادا کیں۔ جو ۸۰ روپیہ نمبرا نے وصول کر لیا۔ بقایا ۶۲۰ روپیہ بطور قرضہ حسنہ نمبر۲ کے پاس رہا۔ اب مکان کا تبادلہ کرنے کے لیے انکم ٹیکس کے دفتر سے سرٹیفکیٹ حاصل کیے گئے اور کاغذات اشٹام بھی خریدا گیا۔ اس اشٹام کو تحریر کرایا گیا۔ مگر نشان انگوٹھے ثبت نہ ہوئے۔ نمبر۲ پہلے کی طرح کہنے لگا کہ اب بھی اشٹام میں رکھوں گا۔ نمبرا نے کہا کہ ہم نے پہلے بھی سب خرچہ کیا تھا اور کاغذ تیرے پاس رہے۔ اب چونکہ ہم خرچہ کر رہے ہیں اور یہ کاغذات اب ہم رکھیں گے۔ اس پر دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کو کم و بیش کہا۔ بعد میں دونوں پارٹیوں نے کوئی بات نہ چھیڑی۔ عرصہ ۶/۷ ماہ گزر گئے۔ نمبر۲ نے جس کے ساتھ فرضی تبادلہ کیا گیا تھا سرکاری طور پر ایک نوٹس نمبرا کو روانہ کیا کہ میرا قبضہ مجھ کو دے دیں اور اپنا قبضہ مجھ سے لے لیں یا مجھ سے فیصلہ کریں تو نمبرا چند معتبرین محلّہ کو ساتھ لے کر نمبر۲ کے پاس گیا تو نمبر۲ نے کہا کہ جس طرح کاغذات کا تبادلہ ہے یا وہ کر دیا مجھ کو دو ہزار روپیہ دو تب میں تبادلہ مکان کرتا ہوں۔ آخر کار معتبرین محلہ نے کہا کہ بھائی تجھ نیک صورت کو دیکھ کر انہوں نے ایمان کے طور پر فرضی تبادلہ کیا تھا اب تو یہ کیا کر رہا ہے آخر کار معتبرین محلّہ کے کہنے کہلانے پر وہ نمبر۲ ایک ہزار روپیہ تک آ گیا ہے اور جو قرضہ حسنہ کے طور پر ۶۲۰ باقی بچے ہیں وہ بھی خورد ونوش کرتا ہے اور ایک ہزار روپیہ ناجائز طور پر طلب کرتا ہے۔ شریعت محمدی میں ان پیسوں کا لینا کیسے ہے۔ معتبرین محلّہ جن کو پہلے سے معلوم ہے کہ فرضی تبادلہ تھا وہ بطور گواہان دستخط کرتے ہیں ثالثوں کے درمیان ہم از روئے ایمان کہتے ہیں کہ مالک مذکور نمبر۲ نے کہا کہ میرا ارادہ پہلے کوئی رقم وغیرہ لینے کا نہ تھا مگر اب میرا ارادہ تبدیل ہو گیا ہے۔ لہٰذا اب میں دو ہزار روپیہ مالک مذکور نمبرا سے لوں گا۔ آخر کار معتبرین کے کہنے کہلانے پر اب ایک ہزار روپیہ طلب کرتا ہے۔ گواہ شدہ حاجی کریم بخش ولد شیخ واحد بخش بیرون دہلی گیٹ۔ گواہ نمبر۲ حافظ فیض بخش ولد حاجی اللہ دتہ بیرون دہلی گیٹ۔ گواہ شدہ فرضی تبادلہ حضرت مولانا خدا بخش صاحب خطیب جامع مسجد بیرون دہلی گیٹ۔

﴿ج﴾

التلجئة هي العقد الذي ينشئه لضرورة امر فيصير كالمدفوع اليه و انه على ثلثة اضرب احدها ان تكون في نفس المبيع وهو ان يقول لرجل اني اظهر اني بعت داري منك وليس ببيع في الحقيقة ويشهد على ذالك ثم يبيع في الظاهر فالبيع باطل۔ عالمگیری ص۲۰۹ ج۳

صورۃ مسئولہ میں فرضی تبادلہ نمبرا،۲ کے درمیان ہوا تھا۔ اصطلاح فقہ میں اسے بیع تلجئہ کہتے ہیں اور بیع تلجئہ شرعاً محض لغو اور باطل ہے۔ جیسا کہ عبارت بالا میں مصرح ہے۔ پس یہ تبادلہ مفید ملک نہیں پس مالک مذکور نمبر۲ کا متنازعہ سے ٹکڑا کے معاوضہ پر مخصوص رقم لینا بالکل ناجائز و حرام ہے۔

واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس پر گواہ موجود ہوں کہ صورۃ مسئولہ میں واقع بیع نہ تھی بلکہ محض فرضی تبادلہ تھا بعض فقہاء نے بیع ہزل کو بیع فاسد کہا ہے لیکن حکم اس فاسد مخصوص کا یہی لکھا ہے کہ بیع پر ملکیت مشتری کی نہیں آتی۔ کمافصله ابن العابدين في الرد ص ۲۷۳ ج ۵ پس شبہ ملکیت کا نہ کیا جائے۔

بندہ عبدالستار نائب مفتی خیر المدارس

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح احمد جان عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم

ماں نے جو زمین حق شفعہ سے حاصل کی اس میں بیٹے بھی شریک ہوں گے اگرچہ ماں کے نام ہو

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک ہی والد کے تین بھائی تھے۔ والد فوت ہو گیا تینوں بھائیوں نے کسی اہم ضرورت کے تحت اپنی اراضی فروخت کر دی۔ اس کے بعد ماں سے شفعہ کرایا گیا جس میں کچھ سرمایہ باپ کا تھا اور کچھ تینوں بھائیوں کا۔ آخر کا عدالت عالیہ نے ماں کے حق میں فیصلہ سنایا اور زمین ماں کے نام ہو گئی۔ اب شریعت کے مطابق تینوں بھائیوں میں سے کسی ایک کو اس اراضی سے محروم کر سکتی ہے یا نہیں۔

(۱) زمین کے خریداروں کو صلح صفائی کے ساتھ رقم ادا کر دی گئی۔

(۲) سرمایہ جو خرچ ہوا وہ ماں تینوں لڑکوں اور ان کے والد کی کلی وارثت تھا۔ خریدتے وقت ماں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ تینوں کو برابر حصہ بانٹ دے گی۔ صرف قانونی طور پر اس وقت ماں کے نام اراضی کرائی گئی تھی۔

(۳) والد کی وفات کے بعد بیوہ کو اپنا حصہ مل چکا تھا اور صرف وہ حصہ لڑکوں نے فروخت کیا جو ان کا اپنا تھا۔

اللہ بخش ننان پوسٹ آفس ریاض آباد تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال یعنی اگر والدہ اور تینوں بھائیوں نے مشترکہ طور پر اس زمین کو خرید لیا تھا لیکن قانونی کارروائی کے لیے کاغذات میں زمین والدہ کے نام درج کرائی تو ایسی صورت میں یہ زمین والدہ اور تینوں بھائیوں کا مشترکہ ملکیت ہوگی اور والدہ کو شرعاً یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ کسی ایک بیٹے کو محروم کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

شفعہ سے بچنے کے لیے مناسب حیلہ کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جس آدمی کی زمین نہ ہو یا جس موضع میں زمین نہ ہو اور اس کو زمین خریدنے کی غرض ہو کیا وہ آدمی اراضی بیع رہن اس نیت سے کرے کہ شفیع شفعہ نہ کرے۔ بیع اصلی رقم سے کئی گنا زیادہ رقم لکھوالے تاکہ یہ زمین دائمی میرے قبضہ میں رہے۔ آیا یہ عمل ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں یا ایسی کوئی اور صورت فرمادیں جس سے خرید کر کے شفعہ کنندہ سے بچ جائے۔ دوسرا دکان کرایہ میں زکوٰۃ دینی کیسی ہے اور دکاندار نفع کس حد تک اشیاء میں کرسکتا ہے۔

ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور حاجی گل محمد

﴿ج﴾

دفع شفعہ کے لیے تدبیر کرنا جائز ہے جو تدبیر لوگوں میں مروج ہے زیادہ رقم لکھوانے کی یہ کتابوں میں نہیں ہے اور مناسب بھی نہیں ہے اس سے اچھی تدبیر ہے جو کتابوں میں لکھی ہے وہ یہ ہے جب کسی مکان کو سو روپیہ میں خریدنے کا خیال ہو تو اسے ہزار روپیہ میں خرید کرو پھر اس بائع کو ہزار روپیہ کی بجائے ایک کپڑا جو سو روپے کا ہو دے دے۔ اب شفعہ کرنے والا جب حاضر ہوگا تو اسے ہزار روپیہ دینا ہوگا تب جا کر مکان پر شفعہ کر سکے گا ورنہ نہیں۔ مثال عالمگیری کتاب الحیل الفصل العشر ون ص ۴۲۳ ج ۶ میں ہے۔ **اذا اراد شراء الدار بماة درهم يشتر بها في الظاهر بالف درهم او اكثر ويدفع الى البائع ثوباً قيمته ماة درهم فاذا جاء الشفيع لا يمكنه ان ياخذه الا بثمن الظاهر وهو لا يرغب فيه لكثرته** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

شفعہ کے لیے جن تین طلبوں کی ضرورت ہے اگر ایک میں زیادہ تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً شفیع کے ذمہ مبیع فروخت شدہ میں شرعاً حق شفعہ کے لیے تین طلبات ضروری ہوتی ہے۔ ایک طلب مواثبت دوسری طلب اشہاد اور تیسری طلب خصومت۔ پہلی دو طلبات تو زید شفیع نے شرع شریف کے مطابق ثابت کر دی ہیں اور جو تیسری طلب خصومت ہے اس کی شرعاً تو صورت یہ ہے کہ زید شفیع قاضی شرعی کے پاس مہینہ کے اندر جا کر قاضی کو کہے کہ فلاں نے زمین فروخت کی ہے اور فلاں نے خریدی ہے میں اس کے شفعہ

کرنے کا حقدار ہوں اور چاروں حدود زمین مبیعہ بھی بیان کردے۔ فی زمانا قاضی شرعی تو نہیں ہے آج کل جو قاضی ہیں قانون انگریزی کے پابند ہیں اور شفیع کو حق شفعہ یعنی طلب خصومت کے لیے نقل انتقال و پرچات وفیس کورٹ وغیرہ وغیرہ کے لیے بہت مشقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ کیونکہ پیسے و سفارش کے بغیر کام نہیں چلتا۔ اگر شفیع کو کوشش کرتے کرتے ایک مہینہ سے زائد عرصہ گزر جائیں تو شفیع کے لیے عذر بن سکتا ہے یا نہ۔

سائل حافظ عبدالرشید سائیکل ورکس چوک بخاری کہروڑ پکا ضلع ملتان

﴿ج﴾

قول مفتی بہ کے مطابق بلا عذر ایک ماہ سے زائد تاخیر طلب خصومت میں کرنا حق شفعہ کو ساقط کر دیتا ہے۔ بظاہر موجودہ حکومت میں ایک ماہ کے اندر مقدمہ کا دائر کرنا کوئی مشکل نہیں۔ رشوت، سفارش وغیرہ امور کی ضرورت تو مقدمہ دائر کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اس لیے مذکورہ اعذار مقدمہ دائر کرنے کی تاخیر کے لیے عذر نہیں ہو سکتے۔ البتہ اگر واقعی حقیقۃً باوجود کوشش کرنے کے بھی اُسے موانع پیش آتے رہے اور اس صورت میں ایک ماہ سے زائد تاخیر ہوگئی تو وہ عذر ہوگا۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

کیا ہمسایہ کو حق شفعہ حاصل ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے سفید زمین کا سودا کیا۔ سودا ایک خسرہ کے ساتھ کر دیا اور دعا خیر کر دی گئی بیس روپیہ بیعانہ بھی لیا گیا۔ اس دعاء خیر میں دو ہمسائے بھی موجود تھے خسرہ کی طبیعت اور کردار کا کوئی واقف نہ تھا۔ بعد میں محلہ والوں کو اس کی طبیعت کا پتہ چلا تو اب وہ بیچنے والے کے ہمسائے لینا چاہتے ہیں دیگر ہمسائے اس زمین کو خسرہ کو دینے کے لیے تیار نہیں ہے اور اس زمین کو ہمسائے لینا چاہتے ہیں۔ کیا اس صورت میں اگر محمد بخش اپنی زمین باوجودیکہ دعا خیر اور خرچہ بیعانہ خسرہ کو واپس نہ کرے اور اپنے ہمسایہ کو وہ زمین دے۔ کیا شرعاً ماموں ہوگا یا نہیں۔ اس کے لیے ایسا جائز ہے یا نہیں۔

محمد بخش ولد رحیم بخش

شریعت میں ہمسایہ کے بہت حقوق ہیں اس لیے شریعت مقدسہ میں حق شفعہ شریک اور ہمسایہ کے لیے رکھا گیا

ہے۔ جب کوئی شخص مشترک زمین کو فروخت کرے تو شریک کو شفعہ کا حق ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمسایہ کو بھی احناف کے نزدیک شفعہ کا حق دیا گیا ہے۔ صورت مسئولہ میں محمد بخش کا زمین خسرے کے ہاتھ میں فروخت کر دینے سے اگر ہمسایوں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ (یعنی ہمسائے) وہی قیمت دینے کے لیے تیار ہیں اور تکلیف بھی (جو ہمسایوں کو ہوتی ہے) حقیقۃً صحیح ہے ملک محمد بخش کے لیے شرعاً گنجائش ہے کہ زمین بجائے خسرہ کے ہمسایوں کو دے دے اور بیعانہ واپس کر دے۔ انشاء اللہ شرعاً ماخوذ نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

تقسیم کا بیان

دو بھائیوں نے ایک ایک باغ تقسیم میں لے لیا لیکن سال کے بعد ایک بھائی ناخوش ہے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ دو بھائیوں نے خدا کو حاضر ناظر کر کے آپس میں باغات کا تبادلہ کیا۔ ایک دوسرے کو قبضہ بھی دے دیا جس کو تقریباً ایک سال آٹھ ماہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اب ایک بھائی کا باغ سرسبز ہے۔ دوسرے کا خراب ہو گیا ہے جس بھائی کا باغ خراب ہو گیا ہے وہ دوسرے سے باغ لینا چاہتا ہے۔ کیا شرعاً وہ لے سکتا ہے۔ اگر لے لے تو اس کا پھل کھانا اس کے لیے حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

واضح رہے کہ مشترک مال کی تقسیم اگر شرکاء کی رضامندی سے ہو کر مکمل ہو جائے تب کسی کو رجوع کا حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ قسمت میں معنی مبادلہ کا ہے۔ طرفین کی رضامندی سے تبادلہ ہو جانے کے بعد دوبارہ اس کا فسخ کرنا جانبین کی رضامندی پر موقوف ہے اگر ایک شخص راضی نہ ہو تو دوسرا شخص اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ بشرط صحت واقعہ صورت مسئولہ میں تقسیم کے مکمل ہو جانے کے بعد اگر ایک بھائی دوسرے بھائی سے اس کی رضامندی کے بغیر اس کا باغ لے لے تو یہ غصب کہلائے گا اور اس کا پھل وغیرہ کھانا حرام اور ناجائز ہوگا۔ **کما قال فی الھدایة ص ۴۰۸ ج ۴ (کتاب القسمة) ومعنی المبادلة ھو الظاھر فی الحیوانات والعروض للتفاوت الخ. وفیھا ایضا ص ۴۰۹ ج ۴ ولو اصطلحوا فاقتسموا جاز الا اذا کان فیھم صغیر فیحتاج الی امر القاضی لانه لاولایه لھم علیه**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ جمادی الاول ۱۳۸۶ھ

حدود متعین کیے بغیر اگر پلاٹ کو تقسیم کیا گیا ہے تو اس تقسیم سے رجوع جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر نے ایک پلاٹ خریدا پھر اس کی تقسیم کے بارے میں انہوں

نے قرعہ اندازی کی کہ شرقاً غرباً کی جائے یا شمالاً جنوباً تو قرعہ سے شمالاً جنوباً متعین ہوا۔ پھر قرعہ اندازی کی کہ کون سی جہت کس کو آئے تو زید کے نام شمالی اور بکر کے نام جنوبی جہت کا قرعہ نکلا۔ اس کے بعد پلاٹ پر کسی نے کسی قسم کا تصرف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ پلاٹ کی درمیانی حد چونکہ بغیر کسی حساب دان کے متعین نہیں ہوسکتی تھی اس لیے درمیان کی حد ابھی تک متعین نہیں ہوئی۔ نیز دونوں میں طے ہوا تھا کہ جس کو شمالی جانب قرعہ میں آئے گی وہ پلاٹ کے شرقی جانب شمالی جانب والے حصہ دار سے یعنی بکر سے ۴ فٹ رستہ لے گا اور تا حال اس رستہ کی حدود بھی متعین نہیں ہوئیں۔ اب کسی نقصان کی وجہ سے شمالی جانب والا فریق یعنی زید اس تقسیم سے رجوع کرنا چاہتا ہے۔ آیا وہ رجوع کر سکتا ہے یا نہیں۔ نیز اگر رجوع صحیح نہ ہو تو اس کا مطالبہ ہے رستہ شرقی جانب کی بجائے غربی جانب سے دیا جائے۔ بکر اس میں سے کوئی بات نہیں مانتا۔ دونوں کا ارادہ ہے اگر شرعی طور پر تقسیم مکمل نہ ہوئی تو دوبارہ تقسیم کر لیں اور اگر شرعی طور پر تقسیم مکمل ہوگئی پھر رستہ کی تبدیلی کا مطالبہ زید کو حاصل ہوگا یا نہیں۔ جبکہ رستہ کا اقرار پیمائش سے نہیں کیا گیا اور رستہ کی جہت مصالحت سے طے ہوئی۔ نیز زید کا دعویٰ ہے کہ تقسیم مکمل نہیں ہوئی کیونکہ یہ قرعہ اندازی بعد القسمت نہیں بلکہ قبل القسمت ہے اور یہ قرعہ اندازی کسی حکم سے نہیں بلکہ دونوں نے ازخود کی ہے۔ فقط بینوا توجروا

﴿ج﴾

اگر واقعی قرعہ اندازی کے وقت پیمائش نہیں ہوئی اور حدود قائم نہیں ہوئے صرف اطراف کی تعیین بھی ہوگئی اور اسی پر قرعہ ڈالا گیا ہے تو باوجود دونوں کے راضی ہوجانے کے بعد اس تقسیم سے رجوع جائز ہے۔ درحقیقت یہ قسمت تام نہیں ہوئی اور رجوع قبل تمام القسمت شرعاً جائز ہے۔ عالمگیری ص ۲۱۷ ج ۵ میں ہے۔ **ان کانت الدار بین رجلین فاقتسما علی ان یاخذ احدهما الثلث من مؤخرها بجمیع حقه ویاخذ الاخر الثلثین من مقدمها بجمیع حقه فلکل واحد منهما ان یرجع عن ذالک مالم تقع الحدود بینهما ولا یعتبر رضاهما بما قالا قبل وقوع الحدود وانما یعتبر رضاهما بعد وقوع الحدود کذا فی الذخیرہ۔** واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۴ جمادی الثانیہ ۱۳۱۸ھ

زراعت اور مساقات کا بیان

ایک کھیت سے مزارع کو بیسواں اور باقی تمام کھیتوں سے نصف الخارج دینا

﴿س﴾

احقر نے اپنی زمین جو ایک مربع جو پچیس کھیتوں پر مشتمل ہے ایک کاشتکار کو بٹائی پر دی ہے۔ مزارعت کی جملہ صورتیں کنز وقدوری کے موافق ہیں۔ صرف ایک ان میں شبہ ہے کہ بٹائی کی تقسیم کی نسبت تمام زمین یعنی تمام کھیتوں میں مالک اور مزارع کے درمیان نصف نصف ہے۔ مگر کھیت نمبر ۱۵ میں تقسیم کی نسبت ایک بیس کی بطریق رضامندی فریقین طے پائی ہے۔ حاصل یہ کہ چوبیس کھیتوں کی مزارعت میں مزارع کو فصل کا نصف ملے گا۔ ہل چلانا گوڈی وغیرہ دینے کی کار جس طرح مربعہ کے چوبیس کھیتوں میں مزارع کے ذمہ طے پائی ہے اسی طرح اس تعیین شدہ کھیت نمبر ۱۵ میں گوڈی وغیرہ کرنے کی کارروائی مزارع کے ذمہ طے پائی ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس تعیین شدہ کھیت نمبر ۱۵ میں سے تو مزارع کو بیسواں حصہ فصل کا ملے گا اور باقی اراضی سے نصف حصہ۔ مزارعت کی یہ مذکور صورت مالک اور مزارع کے درمیان رضامندی سے طے ہوئی ہے کسی قسم کا جبر نہیں کیا گیا۔ مزارع کو زمین دیتے وقت یہ مذکورہ صورت بٹائی وغیرہ کی پوری طرح دو چار گواہوں کے سامنے سمجھا دی گئی تھی کہ اس صورت پر میں اپنی زمین تم کو بٹائی پر دے سکتا ہوں۔ اگر طبیعت چاہتی ہے تو عقد کر لو اور اگر نہیں چاہتی تو نہ کرو۔ چنانچہ مزارع نے بطوع خاطر اس بٹائی پر رضامندی کا اظہار فرماتے ہوئے یادداشت کے لیے مجھے مستقل تحریر مذکورہ صورت پر رضامندی کی لکھ کر دے دی۔ اب فدوی عرض گزار ہے کہ یہ تعیین شدہ کھیت نمبر ۱۵ میں مزارع سے بعینہ زمین کی طرح ہل چلوا کر گوڈی وغیرہ کروا کر اس کو مقرر شدہ بیسواں حصہ کھیت کی آمدنی کا دے کر باقی آمدنی اس کھیت کی اپنے پاس رکھنا شریعت مطہرہ کی رو سے جائز ہے یا نہیں۔ براہ کرم جواب مرحمت فرما دیں۔

محمد طفیل قیوم روتس والا لائلپور

﴿ج﴾

جب کھیت متعین میں بھی اور دوسرے کھیتوں میں بھی مزارع کا حصہ فی الخارج مشاع مقرر ہے تو اجارہ صحیح ہے۔ فساد تو نہیں ہے لیکن $\frac{1}{20}$ حصہ مزارع کے لیے مقرر کرنا اجر مثل سے قلیل ہے۔ جس میں مزارع کے لیے غبن فاحش ہے۔ اس لیے وہ اگر چہ دوسری زمین کی مزارعت کی وجہ سے مجبوراً اس پر رضا کا اظہار کرتا ہے۔ تب بھی عرف عام کے اعتبار

سے اس عقد کو اس کے لیے غبن فاحش ہی کہا جائے گا اور عقد بالغبن الفاحش مکروہ تحریمی ہے اور خلاف مرتبت ہوتا ہے۔ اس لیے اچھا یہ ہے کہ کل زمین بجائے نصف کے ۲/۵ پر مثلاً مزارع کو دی جائے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مزارع کو زمین ۱۰۰ من گندم پر دینا جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر زمین کسی مزارع کو دی جائے اور ٹھیکہ کر دیا جائے کہ اس زمین کے مجھے سال میں مثلاً ۱۰۰ من دانا دینا شرعی طور پر۔ یہ جائز ہے یا نہیں۔

نوٹ: اگر حصہ پر دیدی جائے تو پھر بروقت ہمیں نگرانی کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے تکلیف سے بچنے کے لیے ٹھیکہ پر دی جائے تو جائز یا نہیں۔

﴿ج﴾

شرعاً یہ اجارہ جائز ہے لیکن گندم کی ادائیگی کی تاریخ کا تعین کرنا ضروری ہے۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ محرم ۱۳۸۹ھ

بائع کا قلعہ بندی والوں سے ساز باز کر کے مبیعہ زمین سے درخت واپس لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے زمین خریدی۔ چالیس سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے اس میں آموں کے پیڑ تھے جو بائع نے لگائے تھے۔ زمین مبیعہ میں سے ایک ایکڑ مشترک تھا جس میں ۲۹ مرلے پر بائع کا قبضہ تھا۔ اس مقبوضہ مرلوں میں بھی آموں کے پیڑ تھے اور لائن بھی موجود تھی۔ لائن کے اندر آموں کے پیڑ تھے۔ اب دوسرے شریک محکمہ قلعہ بندی والوں سے ساز باز کر کے لائن کی سیرائی ایسی کرائی کہ آموں کے دو پیڑ اس کی طرف آ گئے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سیرائی لائن کی وجہ سے ہماری زمین جو اس کی طرف آ گئی ہے اس میں آموں کے دو پیڑ ہیں۔ شرعاً وہ آم کس کے بنتے ہیں اگرچہ زمین کے عوض زمین آ گئی لیکن آم کس کے ہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس سلسلہ میں محکمہ قلعہ بندی کا جو طریقہ ہے یعنی اگر وہ زمین کے ساتھ درخت بھی دے جاتے ہیں اور درختوں کا علیحدہ حساب نہیں ہوتا تو پھر جس کو زمین ملی ہے درخت بھی ان کی ملکیت ہوئی اور اگر وہ درختوں کا علیحدہ حساب لگاتے

ہیں تو پھر اس کی ملکیت نہیں ہوگی۔شرعاً یہی مسئلہ ہے اس بارے میں کہ زمین دیتے وقت اگر درختوں کا استثناء نہ کیا جائے تو درخت بھی زمین کے ساتھ لینے والے کی ملکیت ہو جاتی ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح مفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم ۱۳۸۹ھ

جب بیج ، بیل اور محنت ایک شخص کی اور زمین دوسرے کی ہو تو کیا یہ جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں زمیندار اپنی زمین مزارعت پر دیتے ہیں اور اُس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مزارع زمین میں بیج بھی اپنی طرف سے ڈالے اور ہل اونٹ وغیرہ بھی اپنا استعمال کرے اور کام بھی اس میں خود کرے۔اس کے بعد جب فصل آئے تو مالک زمین اس میں سے اپنا نصف حصہ تقسیم کرالیتا ہے۔کیا یہ صورت جائز ہے۔زمیندار بیج سمیت نصف تقسیم کرالیتا ہے۔بھوسہ وغیرہ بھی تقسیم کراتا ہے۔

(۲) مزارعت کی کون سی صورتیں جائز اور کون سی ناجائز ہیں۔باحوالہ جواب باصواب سے سرفراز فرمادیں۔

﴿ج﴾

(۱) مسئولہ صورت جائز ہے کما فی الہدایہ ص ۴۲۴ ج ۴ **وان کا الارض لواحد والعمل والبقرة والبذر لواحد جازت۔**

(۲) مزارعت کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل بحر الرائق اور شامی وغیرہ میں موجود ہے۔البتہ مزارعت کے متعلق قاعدہ کلیہ بتائے دیتا ہوں کہ اگر زمین کسی ایک کی ہے تو صرف تین صورتیں اتفاقاً اور ایک صورت اختلافاً جائز ہے۔باقی ناجائز ہیں۔نمبر (۱) زمین اور تخم ایک کا ہو اور بیل اور عمل ایک کا **ان کانت الارض والبذر لفر احد والبقر والعمل لواحد جازت** الخ نمبر (۲) زمین ایک کی اور عمل اور بیل اور تخم دوسرے کا **وان کانت الارض لواحد والعمل والبقر والبذر لواحد جازت۔** (۳) زمین اور تخم اور بیل ایک کا اور عمل دوسرے کا **وان کانت الارض والبذر والبقر لواحد والعمل من الاخر جازت** نمبر (۴) زمین اور بیل ایک کا اور تخم اور عمل ایک کا اس میں اختلاف ہے۔**وان کانت الارض والبقر لواحد والبذر والعمل لاخر فهی باطلة وهذا الذی ذکره ظاهر الروایة وعن ابی یوسف انه یجوز ایضاً** ص ۴۲۴ ج ۴ الخ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

کیا مزارعت کی مندرجہ ذیل صورتیں جائز ہیں

﴿س﴾

اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

(۱) زمین کاشت کے لیے مزارع کو مٹے پر دینا جائز ہے یا کہ محصول پر۔ پوری تفصیل سے آگاہ کر دیجیے۔

(۲) ہمارے علاقہ میں ایک قلعہ کا مٹہ ۲ من یا ڈھائی من مالک کو ڈھیری پر دیا جاتا ہے جائز ہے یا ناجائز۔

(۳) یا ایک چاہ کی زمین کا کاشت کے واسطے مزارع کو مٹہ پر دے دی جس کا مٹہ مثلاً ۳۰ من مقرر ہوا تو باقی ہر ایک فصل مزارع اپنی مرضی سے کاشت کر سکتا ہے۔ اس میں مالک زمین کا کوئی حق نہیں ہوتا تو وہ صرف تیس من گندم کا حقدار ہوتا ہے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز۔

﴿ج﴾

(۱) دونوں طرح جائز ہے لیکن طریقہ مزارعت کا یہ ہو کہ جو پیداوار ہو اس میں نصف یا ثلث مثلاً مالک کو ملے اور باقی مزارع کو گویا مالک اور مزارع کے حصص متعین ہوں۔

(۲) اس طرح جائز نہیں کہ مالک کو ۲ من مثلاً دیے جائیں اور باقی مزارع کے۔ اس طرح تو ممکن ہے کہ فصل خراب ہو اور صرف دو من کی پیداوار ہو تو مزارع کو کیا ملا۔

(۳) نیز نمبر ۳ بھی جائز نہیں۔ جواز کے لیے ضروری ہے کہ ایک ایک دانہ میں دونوں اپنے اپنے حصص کے مطابق شریک ہوں۔ کوئی خاص فتویٰ ایک کے لیے مقرر نہ ہو۔ واللہ اعلم

محمود عفی اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

کیا محنت کے ساتھ ساتھ ٹیوب ویل کا خرچہ مزارع پر ڈالنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص اپنی زمین دوسرے شخص کو بطور مزارعت دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میری مملوکہ زمین کاشت کر جو پیداوار ہوگی میرے تیرے درمیان ۴/۲ یا ۴/۳ یا نصف النصف حصہ پر ہوگی یا صرف ایک تہائی تجھے دے دی جائے گی اور اسی حساب سے خرچہ ہوگا۔ وہ بھی مزارع کو دینا ہوگا۔ مثلاً پانی ٹیوب ویل کا خرچہ حصہ رسد ہوگا۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ بینوا توجروا

مولوی نذیر احمد مدرس وخطیب جامع مسجد دیناپور تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

جائز ہے۔وان كانت الارض لواحد والعمل والبقر والبذر لواحد جازت لانه استجار الارض ببعض معلوم من الخارج فيجوز كما اذا قيل استاجرها بدراهم معلومة (ہدایہ ص۴۲۴ ج۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

کیا افیون کی زراعت، خرید وفروخت جائز ہے

﴿س﴾

علماء کرام وفقہاء اسلام دریں مسئلہ شرعیہ چہ میفر مایند کہ در بعض ممالک زراعت وخرید وفروخت افیون از طرف حکومت ممنوع است وباوجود ایں اگر شخص تجارت آنرا شغل خود قرار دادہ دریں حالت قتل گردد آیا ایں مقتول شہید میشود یانہ۔
ونیز قطع نظر از ممانعت کردن حکومت زراعت وخرید افیون مطابق حکم اللہ جائز است یانہ۔

﴿ج﴾

خرید وفروخت افیون وزراعت او در شرع جائز است۔پس اگر کسے تجارت افیون کند وبریں بنا کسے او را قتل کند شرعاً مقتول شہید خواہد شد۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جان از در خطر انداختن روانیست لہٰذا ازیں قسم تجارت احتراز باید کرد۔
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مزارع سے سیکورٹی کے طور پر رقم لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں رواج ہے کہ زمیندار جب کسی مزارع کو اپنی زمین بطور مزارعت دیتا ہے تو اُس سے بطور زرِ ضمانت ایک مخصوص رقم لے لیتا ہے۔شرط یہ ہوتی ہے کہ یہ رقم مالک زمین کے پاس رہے گی۔جب مزارع زمین واپس کرے گا تو اپنی دی ہوئی رقم واپس لے لے گا۔دیہات کی اصطلاح میں اُسے تقاویٰ کہتے ہیں یہ رقم اس لیے لی جاتی ہے کہ مزارع مالک کو پیداوار دینے سے تنگ نہ کرے اور زمین کا قبضہ واپس کرنے میں بھی تنگ نہ کرے۔واضح رہے کہ تقاویٰ لینے کا معاہدہ باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔عموماً یہ ہوتا ہے کہ زمیندار اس رقم کو

لے کر اپنی ضروریات میں استعمال کرتا ہے اور اُس سے مفاد اُٹھاتا رہتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ تقاوی لینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو کیا اس کا استعمال اور زمیندار کا اپنے مفاد میں اس رقم سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔
سجاد احمد چاون تعلق روڈ ملتان

﴿ج﴾

زمیندار کے لیے مزارع سے رقم لینا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم ۱۳۹۶ھ

مزارع سے رقم تقاوی لے کر اس سے فائدہ اُٹھانا تو جائز نہیں ہے۔ البتہ اس رقم کو بطور ضمان کے کسی بنک میں اماناً رکھ دینا جائز ہے۔ تاکہ مزارع زمین کے فارغ کرنے میں پس و پیش نہ کرے یا محصول کے ادا کرنے میں تنگ نہ کرے۔
والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

زمیندار کا مزارع پر یہ شرط لگانا کہ زکوٰۃ، عشر وغیرہ فلاں خاص جماعت کو دو گے

﴿س﴾

سوال یہ ہے کہ زید ایک اسلامی جماعت کا رکن ہے۔ وہ اپنی زمین مزارعت کے لیے اس شرط پر دیتا ہے کہ جو آدمی مسلمان ہونے کی حیثیت سے دینداری و زکوٰۃ کا پابند ہونے کا عہد کرے اور جو مال نصاب کا زکوٰۃ کا اور جو غلہ اس کے پاس اس وقت موجود ہے اس کی زکوٰۃ اور غلہ کا عشر اس وقت ادا کرے آئندہ اپنی زکوٰۃ اور جو غلہ زید کی زمین سے خارج ہوا اس کا عشر سب یا اکثر حصہ یا کچھ کم لازماً اس جماعت اسلامی کے بیت المال میں شامل کرے جو اقامت دین کے لیے جدوجہد کر رہی ہے۔ اگر اس مزارع نے اپنی زکوٰۃ یا عشر اس جماعت کے بیت المال میں داخل نہ کیا تو زید اس سے زمین واپس لے لیتا ہے۔ مزارعت پر نہیں دیتا۔ مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ زید کا مزارعت پر زمین دینا شرعاً جائز ہے یا ناجائز ہے۔ برائے مہربانی مدلل جواب بحوالہ کتب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

زمین مزارعت پر لینا جائز ہے لیکن شرط لازم نہیں ہوگی اگر مناسب خیال کرے اور یہ اُمید ہو کہ مالک زمین فقہ حنفی کے مطابق باقاعدہ تملیک عشر کو مصارف میں صرف کروں گا تو عشر دے دے ورنہ خود مطابق فقہ حنفی تقسیم کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ

جس شخص کو قرضہ دیا ہو اُس کی زمین مزارعت پر لینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص زید نے بکر کو غیر مشروط طور پر قرضہ دیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اب زید بکر سے مزارعت پر زمین لینا چاہتا ہے۔ زمین کے معاملہ سے قرض کا کوئی تعلق نہیں۔ کیا زید کے لیے بکر سے مزارعت پر زمین لینا جائز ہے یا نہیں۔

عطا محمد موضع تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زید کے لیے بکر سے زمین لینا مزارعت پر جائز ہے۔ اس قرض کی وجہ سے مزارعت پر زمین دینے میں کوئی حرمت نہیں آتی۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

مزارع کا زمین آگے کسی اور کو مزارعت پر دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے کسی کو مزارعت کے لیے زمین دی ہے اور پھر مزارع نے کسی شخص کو دے دی اب حصہ مقرر ہے۔ مالک نے ایک حصہ اپنے لیے مقرر کیا اور باقی مزارع کے لیے پھر مزارع دوسرے شخص کو دیتا ہے اس شرط پر کہ ایک حصہ تمہارا اور باقی میرا۔ آیا مزارع اول کے لیے بغیر کسی مشقت کے حصہ مقررہ لینا جائز ہے یا نہیں۔

حبیب اللہ سکنہ راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر مالک زمین نے مزارع اول کو کسی اور شخص کو زمین مزارعت پر دینے کی اجازت دے دی ہو تو مزارع کے لیے ہر صورت میں (یعنی چاہے تخم بھی مالک زمین کی طرف سے ہو یا مزارع کی طرف سے ہو) دوسری جگہ زمین مزارعت پر دینا اور اپنے لیے حصہ مقرر کر دینا جائز ہے۔ اگر مالک زمین نے اجازت نہیں دی لیکن تخم مزارع کی طرف سے ہے تب بھی اس کے لیے دوسری جگہ مزارعت پر زمین دینا جائز ہے اور اگر تخم بھی مالک کی طرف سے ہے اور اس نے اجازت بھی نہیں دی پھر مزارع اول کے لیے دوسرے شخص کو زمین مزارعت پر دینا جائز نہیں۔

قال فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش العالمگیریة ص ۱۸۹ ج ۳ رجل دفع ارضه مزارعة فدفعها العامل الی غیره مزارعة فان کان صاحب الارض قال للعامل اعمل فیه برایک یجوز دفع العامل الی غیره علی کل حال وان لم یقل صاحب الارض ذلک فان کان البذر من قبل صاحب الارض کان للعامل ان یذرعها بنفسه واجرائه ولیس له ان یدفعها الی غیره مزارعة (الی ان قال) وان کان البذر من قبل العامل کان له ان یدفع الارض الی غیره مزارعة لان البذر اذا کان من قبل العامل یکون هو مستاجر الارض وللمستاجر ان یدفع الارض مزارعة اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

مزارع کا مالک زمین کو اس شرط پر قرضہ دینا کہ قرض کی واپسی تک زمین سے کوئی تعلق نہ ہوگا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے عمر کو چار صدروپیہ قرض بایں شرائط دیا کہ زید عمر کی زمین بر طریق عام مروجہ کاشت کرے گا۔ یعنی عمر محصول چھوٹا یا تہائی لیتا رہے گا۔ یہ بات شرط کی گئی کہ جب تک عمر چار صدروپے ادا نہ کرے گا زمین سے تعلق نہ رہے گا۔ کیا زید کا قرض دے کر اس کی زمین مزارعت پر لینا تا وقت ادائیگی قرض جائز ہے یا نہ۔

حافظ محمد الیاس امام مسجد عالیہ محمودیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اس قسم کی مزارعت فاسد ہے اور ناجائز ہے۔ کما قال الشامی فی ردالمحتار (باب ما یبطل بالشرط الفاسد ولا یصح تعلیقه به) (قوله لا نها اجارة فیکونان معاوضة مال بمال فنیفسد ان بالشرط الفاسد ولا یجوز تعلیقهما بالشرط کمالو قال زارعتک ارضی او ساقیتک کرمی علی ان تقرضنی الفا او قدم زید و تمامه فی البحر الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

مالک زمین کے لیے قبل از وقت مزارع سے زمین خالی کرانا جائز نہیں ہے

﴿س﴾

شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ والی بال کا میچ ہو رہا تھا جس پر اتفاق جھگڑا ہو گیا یہ تنازعہ پھر قوم گیر ہو گیا۔ ایک طرف قوم بلوچ تھی اور دوسری طرف قوم سندیلہ تھی۔ یہ جھگڑا تین ماہ تک جاری رہا۔ قوم سندیلہ کے علاقہ میں جو بلوچ جاتا سندیلہ قوم کے افراد اسے پیٹتے اور اگر کوئی سندیلہ قوم کا فرد یا ہمسایہ بلوچ قوم کے علاقہ میں مل جاتا تو بلوچ قوم کے افراد اسے پیٹتے۔ آخر کار کافی کوششوں کے بعد دیوان غلام عباس بخاری ایم بی اے کی سرکردگی میں تصفیہ ہوا۔ جس میں دعا خیر کہی گئی کہ اس فیصلہ کے مطابق کوئی فریق زیادتی کا مرتکب نہیں ہوگا۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کا یہ ارتکاب دعا کے خلاف ہوگا۔ اس تصفیہ کے مطابق آمد و رفت بحال ہو گئی۔ مگر اس تصفیہ کے ایک ہفتہ بعد سندیلہ قوم کے چند افراد جو خود بھی اس قدر زمیندار ہیں کہ ان کی زمین کاشت کے لیے دوسروں کے پاس ہے نے بیٹ علاقہ میں انتقال مستاجری کرالیا جو بلوچ قوم کے زیر کاشت تھا اور یہ اراضی تقریباً چار سال سے بلوچ قوم کے افراد کے قبضہ میں ہے اور اس کا حصہ محصول سابق مالک جو آپس میں متفق ہیں اور چاہتے ہیں کہ بلوچ قوم اپنے قبضے چھوڑ دے اور زمین مالکوں کے حوالے کر دے مگر بلوچ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اب کاشت کا وقت ہے اس فصل کی برداشت کے بعد قبضہ چھوڑ دیں گے۔ مگر مالک اس پر رضامند نہیں آخر کار معاملہ تھانے پر گیا۔ اب تھانے نے یہ معاملہ پھر دیوان غلام عباس بخاری ایم پی اے کے سپرد کر دیا ہے۔ مگر دیوان صاحب سب معاملہ کو شرعی طور پر حل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا عرض ہے کہ شریعت اس معاملہ کا کیا حل سوچتی ہے۔

﴿ج﴾

مزارع حضرات نے زمین کو آباد کر لیا ہے تو از روئے شریعت مطہرہ ان کو مالکان اس محنت کا پھل حاصل کر لینے دیں۔ فوری طور پر اس سے پہلے کہ وہ اپنی محنت کا پھل زمین سے حاصل کر لیں انہیں بے دخل کر دینا ناجائز ہے۔ کیونکہ دو چیزیں یہاں ایک دوسرے کے مقابلہ میں ہیں۔ ایک تو مزارع کے حق محنت کو باطل کرنا اور دوسرا مالکان کا اپنی زمین کو حاصل کرنے میں تاخیر کرنا یعنی اگر مزارع اس وقت زمین چھوڑ دیں تو ان کی محنت ضائع ہو جاتی ہے اور حق باطل ہوتا ہے اور اگر نہ چھوڑیں تو مالکان کو اپنی اراضی کے حاصل کرنے میں دیر ہوتی ہے تو فقہاء کرام نے یہاں پر مزارع کے حق کا لفظ کیا ہے اور مالکان کو دیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ہدایہ شریف میں ہے والتاخیر اھون من الابطال ص ۴۲۷ ج ۴ یعنی مالکان کا زمین کو دیر سے حاصل کرنا آسان ہے، اس لیے کہ مزارع کو حق دیا جائے لہٰذا مالکان دیر کریں۔ یہاں تک کہ مزارعان موجودہ محنت کا فائدہ اٹھالیں۔ فقط واللہ اعلم

ابوالانور محمد سرور القادری نائب مفتی مدرسہ عربی انوار العلوم ملتان

۲۳ شوال ۱۳۹۷ھ

﴿ھوالمصوب﴾

واضح رہے کہ مزارعت کے لیے مدت کا بیان کرنا مثلاً ایک سال یا دو سال وغیرہ ضروری ہوتا ہے۔ اگر مدت بیان نہ کی جائے تو اس صورت میں شرعاً پہلی فصل تک کی مزارعت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر پہلی فصل حاصل کر لینے کے بعد بھی مزارع اس زمین میں کاشت کرے اور مالک زمین کو علم ہو جائے تو وہ مزارعت ہی شمار ہوتی ہے۔ اگرچہ تجدید عقد نہ بھی کریں کما قال فی العالمگیریہ ص ۲۳۶ ج۵ واما الذی یرجع الی المدة فهو ان تکون المدة معلومة فلا تصح المزارعة الا ببیان المدة لتفاوت وقت ابتداء الزراعة حتی انه لو کان فی موضع لا یتفاوت یجوز من غیر بیان المدة وهو علی اول زرع یخرج هکذا فی البدائع وفیها ایضًا ص ۲۷۲ ج۵ رجل دفع الی رجل ارضا مزارعة سنة لیزرعها المزارع ببذره فزرعها ثم زرعها بعد مضی السنة بغیر اذن صاحبها فعلم صاحبها بذلک قبل نبات الزرع او بعده فلم یجز قالوا ان کانت العادة فی تلک القریة انهم یزرعون مرة بعد اخری من غیر تجدید العقد جاز وکان الخارج بینهما علی ما شرطا فی العقد فیما مضی الخ.

اسی طرح جب مدت بیان نہ کی گئی ہو اور ایک فصل ختم ہو جائے اور مزارع دوسری فصل کے لیے زمین کو تیار کرے اور مالک کو علم ہو اور نہ روکے اور پھر روکنا چاہے تب اگر عرف عادت اس طرح ہو کہ مالک اس وقت سے بیج روکتا ہے اور اپ دور سے کتایا ہے اور مدت گزر گئی ہو تو اس صورت میں وہ مزارع کے پاس درحاکم اس کا ہبہ اگر لینا چاہے تو لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ تخم مزارع کی طرف بیج کمائی الہدایہ ج ۲۸۸ فتاویٰ التفصیلی (عبارت نہایت خستہ ہے) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳۸۷ھ

اگر مزارع کے ہاتھوں کوئی چور غلطی سے قتل ہوا تو مقدمہ کا خرچ کس کے ذمہ ہو گا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بندہ کمترین اس امر کا مستفتی ہے کہ زید ایک رقبہ زمین کا مالک ہے اور عمر اس مربعہ کی کاشت کرتا ہے بطریقہ معروف نصف بٹائی پر تو مالک زمین نے کہہ رکھا تھا کہ اگر کوئی چوری کرے تو فوراً میرے پاس لاؤ یا اس کو سمجھاؤ ڈانٹو۔ بعدازاں ایک چور پکڑا جاتا ہے تو عمر جو کہ مزارع ہے اُس نے بغیر ارادہ قتل لاٹھی وغیرہ سے مارا تو وہ مر گیا۔ حاصل یہ کہ نہ مالک کا ارادہ قتل ہے اور نہ مزارع کا تو اس مقدمہ پر جو خرچ آیا ہے تقریباً چھ ہزار دو صد روپیہ تو آیا مالک زمین کو بھی اس میں سے نصف ادا کرنا پڑے گا یا نہیں۔ ایک آدھ کتاب کا بھی حوالہ دیں۔

السائل کمترین بشیر احمد چشتی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں خرچ مقدمہ صرف مزارع پر ہوگا مالک پر نہیں۔ البتہ بطور احسان کے اگر خرچ ادا کر دے تو اچھی بات ہے لازم نہیں۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ ملتان
۷ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

مالک زمین کا مزارع سے ٹیکس کاٹنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب جائیداد اپنی زمین کاشت کے لیے مزارعین کو اس شرط پر دیتا ہے کہ حاصل زمین نصف نصف ہوگا اور ٹھیکہ بھی نصف نصف ہوگا اور یہ بھی شرط لگاتا ہے جو مزارع کا نصف ٹھیکہ آتا ہے اس کے ہر روپیہ پر دس آنے بھی مالک زمین کو ادا کرے وہ مالک زمین ہر روپیہ پر دس آنے اس لیے وصول کرتا ہے کہ حکومت کو زرعی ٹیکس ادا کرے۔ حالانکہ زرعی ٹیکس صرف مالک زمین کے ذمہ ہوتا ہے اور زراعت کا تخم وغیرہ جو زمین میں ڈالا جاتا ہے وہ بھی مزارع کے ذمہ ہوتا ہے اور مزارع ان شرائط کو منظور کرتا ہے۔ کیا ان شرائط میں کوئی شرعی نقص تو نہیں اگر ہے تو کسی قسم کا آیا درجہ حرمت پر یا درجہ کراہت پر ہے یا کوئی حرج نہیں ہے یا صرف مروت کے خلاف ہے۔

عبد العلی خطیب

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ یہ عقد شرعاً فاسد ہے۔ مالک زمین کے لیے مزارع سے نصف ٹھیکہ اور اس کے نصف ٹھیکہ کے ہر روپے پر دس آنے مزید وصول کرنا جائز نہیں۔ شرعاً اس عقد مزارعت کو فسخ کرنا لازم ہے۔ مالک زمین کو چاہیے کہ پیداوار میں حصہ زائد لے لے بجائے نصف کے ۲/۳ یا ۳/۵ یا ۴/۷ لے لے لیکن زرعی ٹیکس اور مالیہ ٹیکس خود ادا کرے مزارع پر کوئی شرط اس قسم کی نہ لگائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

مزارع اگر مشتری کی زمین کا قبضہ نہیں چھوڑتا تو یہ ظلم ہے
مشتری بطور مصالحت دوسری زمین لے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص عبد الخالق نامی نے ایک زمین ڈیڑھ کنال ملک ریاض سے

خریدی ہے اور اس نے اس زمین کا قبضہ دے دیا ہے۔ عبدالخالق نے اس زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کے بعد اس کے مزارع نے کسی مہینے کے بعد اس کے قبضے کے ملبے کو توڑ دیا۔ ایک سال گزرنے کے بعد کہا کہ میں آپ کو یہاں زمین نہیں دوں گا۔ آخر کار عبدالخالق مالک کے پاس گیا مالک نے کہا جو جگہ آپ نے لی ہے جس کا میں نے آپ کو قبضہ دیا تھا وہ مہرے کی زمین تھی۔ اب میں آپ کو پیچھے زمین دیتا ہوں آپ اس پر قبضہ کر لیں۔ پھر اُس نے زمین دی ہے عبدالخالق نے قبضہ کر لیا ہے۔ مالک نے کہا کہ یہ ظلم آپ پر مزارع نے کیا ہے کہ وہ زمین جو سڑک پر واقع تھی وہ اُس نے نہیں دی۔ لہٰذا میں آپ کو اتنی زمین دوں گا۔ یقیناً قیمت کے اعتبار سے یہ زمین اُس زمین جیسی نہیں ہے۔ جو کہ مُہرے کی تھی۔ مالک نے کہا کہ آپ کسی منصف آدمی سے دونوں رقبوں کی قیمت کرا کر اپنی زائد رقم مزارع سے لے لو۔ کیا عبدالخالق یہ دونوں رقبوں کی اس وقت قیمت کسی معتبر آدمی سے قیمت کرا کر وہ زائد رقم لے سکتا ہے۔ مزارع سے جس نے عبدالخالق کے مَہرے کی زمین پر جبراً قبضہ کر لیا تھا یا کہ نہیں۔

عبدالخالق

﴿ج﴾

بشرط صحت سوال جب عبدالخالق نے ریاض سے زمین مہرے کی خرید کر اس پر قبضہ کر لیا تو شرعاً اس زمین کا مالک عبدالخالق بن گیا اور مزارع کا اس زمین پر قبضہ کرنا شرعاً ناجائز اور ظلم ہے اور اس کی آمدنی حاصل کرنا حرام ہے۔ مزارع پر لازم ہے کہ وہ زمین کا قبضہ عبدالخالق کو دے دے۔

البتہ اگر مصالحت کی صورت میں ریاض اور زمین عبدالخالق کو دے دے اور مزارع سے زائد قیمت لینے پر عبدالخالق راضی ہو جائے تو یہ بھی درست ہے۔ بہرحال مزارع پر زمین کا واپس کرنا لازم ہے۔ اگر عبدالخالق قیمت لینے پر راضی ہو تو قیمت دینا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳ رجب ۱۳۹۵ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

مزارع خرچ کی ہوئی رقم مالک زمین سے لے سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عمر نے زید کی زمین کچہ کی آباد کی۔ (یعنی بیٹ کی زمین) اس کی صفائی پر نصف قیمت اصل زمین کی بہ نسبت خرچ ہوئی اور محصول زید کا ہے عمر تو صرف مزارع ہے۔ وہ اگر دوسرے فریق کو حصہ پر

دے اور احکام میں حصہ ۳/۱ ٹھہرا لے اور تخم بھی اپنے حصہ کا دے کیا وہ شخص یعنی عمر اپنی مزدوری یعنی صفائی زمین کے عوض فصل پر حصہ لے سکتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ مزارع مزارعت کی زمین کو کسی دوسرے شخص کو مزارعت پر شرعاً دے سکتا ہے جبکہ تخم مالک زمین کی طرف سے نہ ہو اور اگر تخم مالک زمین کی طرف سے ہو تب دوسرے کو مزارعت پر تب دے سکتا ہے جبکہ مالک زمین کی طرف سے اس کی صراحۃً اجازت اس کو مل گئی ہو یا دلالۃً بایں طور کہ اس کو کہہ دیا گیا ہو کہ اعمل برایک یعنی آپ اپنی رائے کے ساتھ اس میں عمل کریں اس کے لیے ضروری ہے کہ مالک زمین اور مزارع دوم کا حصہ معلوم ہو جو بھی حصہ طے کیا جائے شرعاً جائز ہے۔

صورت مسئولہ میں اگر عمرو نے زید مالک زمین سے زمین مزارعت پر اس شرط پر لی تھی کہ مالک کو ۳/۱ حصہ دیا جائے گا اور پھر عمر نے تخم دے کر یا مزارع دوئم کے ذمہ تخم لگا کر کسی دوسرے شخص کو مزارعت پر دے دی بایں طور کہ مزارع دوئم کو کل فصل کا ۳/۱ ملے گا۔ تب مزارع اول کے لیے ۳/۱ حصہ بچ جائے گا گویا کہ ان دونوں میں سے جس کے ساتھ جیسے طے کیا ہو ویسے ہی حصہ اس کو دے گا۔ خواہ مزارع اول کے لیے کچھ بچے یا نہ بچے۔ **قال فی العالمگیریہ ص ۲۵۰ ج۵ اذا اراد المزارع ان یدفع الارض الی غیرہ مزارعۃ فان کان البذر من قبل رب الارض لیس لہ ان یدفع الارض الی غیرہ مزارعۃ الا ان اذن لہ رب الارض بذلک دلالۃً بان یقول رب الارض اعمل فیہ برأیک. وفیھا ایضًا ص ۲۵۱ ج۵ واذا دفع الرجل الی الرجل ارضا یزرعھا سنۃ ھذہ ببذرہ علےٰ ان الخارج بینھما نصفان وقال لہ اعمل فی ذلک برأیک اولم یقل فدفعھا المزارع وبذرامعھا الی رجل مزارعۃ بالنصف فھو جائز** الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

پھلوں کے باغ کو خاص رقم پر مزارع کو دینا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ

(۱) کہ ایک شخص نے اپنا باغیچہ حصہ پر دے دیا اپنے مزارع کو یا کسی شخص کو یعنی چوتھائی وغیرہ پر اور اس نے یہ بات

طے کر لی کہ جب پھل پک جائے گا اس وقت باغیچہ فروخت کریں گے اتنے تک اس باغیچہ کی دیکھ بھال اور رکھوالی میرے ذمہ ہے جس وقت باغیچہ فروخت ہو جائے گا تو کل رقم کا ایک حصہ تجھے اور دو حصے میں لوں گا۔ایسا کرنا درست ہے۔

(۲) ایک شخص نے اپنی زمین کا مٹھ کر لیا۔مثلاً دس بیگھے زمین ہے جب گندم پک کر تیار ہو جائے تو اس میں سے بیس من گندم میری باقی مزارع کی ہوگی کیا یہ مزارعت جائز ہے۔

﴿ج﴾

(۱) اس طرح معاملہ کرنا کہ میوہ میں اتنا حصہ تمہارا اتنا میرا یہ جائز ہے۔پک جانے کے بعد خود فروخت کریں یا جو کچھ دونوں کی مرضی ہے۔

(۲) یہ مزارعت ناجائز ہے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس زمین میں نشانات قبر ہوں اُس کو فروخت کرنا، مذکورہ زمین کو مشتری آباد کر سکتا ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام شرع متین دریں صورت کہ ایک جگہ جہاں مدت قدیم سے چند قبور تھیں جن میں سے صرف ایک دو قبروں کا نشان موجود ہے۔باقی جتنی قبریں تھیں وہ تمام کی تمام مسمار ہو چکی ہیں۔شنید میں آیا ہے کہ یہاں کفار ہندو اپنی چھوٹی اولاد کو دفن کیا کرتے تھے۔زمانہ قدیم سے ملکیت مسلمانوں کی ہے اور اس بات کا پورا علم نہیں ہے کہ جب ہندوؤں نے اپنے بچے بچیاں پہلے پہل دفن کرنا چاہا اجازۃً یا بغیر اجازت کے دفن کر دیا کیونکہ وہ زمین تقریباً پچاس بیگھہ ہے جو کہ بنجر قدیم سرکاری کاغذات میں تحریر کی جاتی ہے۔پہلے زمانہ میں زمین کی قدر و قیمت کم تھی۔مقابر کے سوا اکثر زمین آباد ہو چکی ہے۔اب مالک زمین (مقابر والی زمین جو کہ تقریباً ۴ کنال ہوگی) فروخت کرنا چاہتا ہے۔صرف دو ایک قبر کے نشان باقی ہیں۔مقابر والی زمین جہاں کہیں کھودی گئی ہے قبر کی لحد کا نشان ملتا ہے۔

(۱) کیا مالک زمین (مقابر والی زمین جو کہ اس کی مملوکہ ہے۔جہاں ظاہری نشان قبور کے نہیں ہیں کھودنے سے لحد وغیرہ کے نشان ملتے ہیں) فروخت کر سکتا ہے یا نہ۔

(۲) مشتری زمین لینے کے بعد جہاں پر لحد وغیرہ کے نشان ملتے ہیں۔اپنے تصرف کے بعد زمین کو آباد کر سکتا ہے۔یعنی کھیتی وغیرہ یا مکان وغیرہ بنوا سکتا ہے یا نہ۔

(۳) جو ایک دو قبروں کے نشان باقی ہیں (مدت مزید گزر جانے سے جس کا پورا اور مکمل علم اجازت نا اجازت کا

نہیں کہ مالک زمین کے اجداد وغیرہ نے ہندوؤں کو بچے بچیاں دفن کرنے کی اجازت دی تھی یا نہیں، بائع یا مشتری اپنے تصرف میں مسمار کر سکتے ہیں یا نہ۔

المستفتی محمد بخش تحصیل شجاع آباد

﴿ج﴾

قال فی الدر المختار کما جاز زرعه والبناء علیه اذ بلی وصار ترابًا زیلعی جب قبر پرانی ہو جائے اور میت کی لاش خاک میں بدل جائے تو اس پر زراعت وغیرہ کرنا جائز ہے اور یہاں تو قبور اولاد مشرکین کے ہیں۔ جو دنیوی احکام میں اسی کے تابع ہیں۔ لہٰذا ان کی کوئی خاص حرمت نہیں کہ ان کی قبروں کی تعظیم کی جائے بلکہ اُن کو مکمل مسمار کر کے اس پر زراعت وغیرہ کی جا سکتی ہے مالک زمین اس کو فروخت کر سکتا ہے اور مشتری اس کو اپنی تصرف میں لا سکتا ہے لیکن ایک بات قابل تنقیح ہے کہ یہ زمین جب بنجر قدیم ہے تو مالک اس کا مالک کیسے بن گیا۔ بنجر قدیم کے آباد کرنے والا ہی اس کا مالک ہوتا ہے۔ احیاء موات فقہ کا ایک مشہور باب ہے جس سے یہ ثابت ہے کہ بنجر کے آباد کرنے والا ہی اس کا مالک ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ من احییٰ ارضا میتة فهی له معلوم ہوتا ہے کہ فقط سرکار انگریزی کے کاغذات میں کسی کے نام پر درج ہونے سے وہ اس کا مالک متصور ہو رہا ہے یہ شرعاً مالکیت کے لیے سبب نہیں ہے۔ اس تنقیح کے بعد معلوم ہو جائے گا اگر وہ مالک شرعاً نہیں ہے تو اب فروخت نہیں کر سکتا بلکہ اس کو آباد کر کے بعد ہی شرعی مالک ہونے پر وہ فروخت کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی دوسرے کی زمین میں درخت لگائے اور فوت ہو گیا تو اب یہ درخت کس کے ہوں گے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کسی شخص نے کسی اور کی زمین میں رہائش اختیار کر لی اور وہاں مکان بنائے اور درخت لگائے اب وہ خود مر جاتا ہے اور اُن کے ورثاء موجود ہیں۔ اب مالکان زمین دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ درخت ہمارے ہیں اس لیے کہ یہاں زمین ہماری ہے اور ورثاء دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ درخت ہمارے ہیں اس لیے کہ ہم نے ان کی پرورش کی ہے۔ اب شرعاً وہ درخت مالکان زمین کے ہوں گے یا پرورش کنندگان کے ورثاء کے ہوں گے۔

﴿ج﴾

اگر وہ درخت خود بخود پیدا ہو گئے ہیں تو پھر وہ مالک زمین کو ملیں گے۔ وفی العالمگیریة ص ۹۴ ج ۴ ولو

نبت زرع بلا انبات احد فلصاحب الارض ۔البتہ اگر ان درختوں کو زمین میں سکونت اختیار کرنے والوں نے لگایا ہے تو پھر یہ درخت ان کے وارثوں کو ملیں گے۔ **وفیہ ایضًا اذا ادعی علی عرصہ کذا بالمیراث وقضی القاضی للمدعی بالعرصة بنیة اقامها ثم اختلف المقضی له بالعرصة والمقضی علیه بالعرصة فی الاشجار والسکنی ولا بنیة لواحد منهما فقیل القول قول المقضٰی علیه بالعرصة**۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ہوالمصوب﴾

درخت لگانے والے کے ہیں اور اُن کے مرجانے کی صورت میں اُن کے ورثاء کو ملیں گے۔مگر مالک زمین جب چاہے زمین خالی کرا سکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ مئی ۱۳۹۷ھ

مرتہن کے لیے مرہونہ زمین سے نفع اُٹھانا، مزارع کا مالک زمین کو روپے دے کر زمین اپنے قبضہ میں رکھنا، اونی کپڑوں کے جائے نماز میں نماز کا حکم

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زمین رہن رکھنا اور مرتہن کے لیے زمین مرہونہ کی پیداوار کھانا شریعت محمدیہ کی رو سے جائز ہے یا نہ تو اس کی کوئی صورت اگر جائز ہوسکتی ہے بیان فرمادیں۔

(۲) یہکہ مزارع صاحب زمین کو رقم دے دے اس شرط پر کہ زمین کا حاصل نصف صاحب زمین کا ہے۔ جب تک صاحب زمین رقم ادا نہ کرے گا اس وقت تک زمین اس کے یعنی مزارع کے قبضہ میں رہے گی کیا یہ صورت جائز ہے یا ناجائز ہے۔مفصل طور پر تحریر فرمادیں۔

(۳) اونی کپڑا جیسے لوکار یا کمبل ہے اس پر نماز جائز ہے یا ناجائز ہے۔فقط واللہ اعلم

محمد موسیٰ صاحب متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

(۱) مرتہن کے لیے مرہونہ زمین سے انتفاع جائز نہیں ہے۔

(۲) البتہ اگر مرتہن زمین مرہونہ کو بطور مزارعت کے لینا چاہے تو مزارعت کی تمام شرطیں (جو فقہا نے تحریر کی ہیں) پوری کر کے لے سکتا ہے۔ ان شرطوں کی تفصیل بہشتی زیور میں بھی موجود ہے۔

(۳) اس کمبل یا اونی کپڑے کو بچھا کر اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس کی زمین میں بند یا حوض ہے وہ پانی کا زیادہ حقدار ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بند جو کہ غیر آباد زمین میں ہے عرصہ چند سال سے ہم نے اس بند کو آباد کیا ہے اس پر ایک شخص مدعی نے دعویٰ کیا ہے کہ تمہارا اس بند میں پانی کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ اوپر والا بارانی پانی جو کہ جمع ہو کر آتا ہے اس سے پہلے ہم سیرابی کیا کرتے تھے۔ حالانکہ اس مدعی کی ملکیت میں اس بند سے نہ تو اوپر زمین ہے اور نہ نصف میل تک زمین ہے۔ نصف میل دور اس کی نیچے زمین ہے اور جس پانی سے وہ بند آباد ہوتا ہے وہ پانی ہماری زمین سے گزر کر آتا ہے۔ اب مدعی کہتا ہے کہ وہ پانی جو تمہارے بند سے گزرتا ہے اس میں تمہارا حق نہیں ہے بلکہ یہ پانی ہماری طرف آنے دو اور ہمارے بند کی سیرابی کا ذریعہ اس پانی کے بغیر کوئی نہیں۔ اگر اس پانی سے آباد نہ کریں تو وہ غیر آباد رہ جاتا ہے اور اوپر سے جو بارانی پانی جمع ہو کر آتا ہے وہ بھی ہماری زمین میں جمع ہوتا ہے تو ہم اس زمین کو پہلے آباد کر کے بعد میں اس کو وہ پانی دینے کے لیے تیار ہیں لیکن وہ کہتا ہے کہ تم اپنی زمین آباد کیے بغیر پانی نیچے آنے دو۔ اب ہم شریعت پر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جو شریعت مقدسہ فیصلہ دے ہم اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن وہ مدعی شریعت پر نہیں آتا اب فرمائیں کہ اس پانی میں کس کا حق ہے اور یہ بھی فرمادیں کہ جو شریعت کا فیصلہ نہ مانے اس کا شرعاً کیا حکم ہے۔

نوٹ: ہمارے ہاں عرفاً اولاً اوپر والی ملکیت والا پہلے بند سیراب کرتا ہے اس کے بعد نیچے والے کو بچا ہوا پانی دیتے ہیں اور جس پانی سے یہ بند سیراب ہوتا ہے وہ پانی ہماری اپنی زمین میں جمع ہو کر آتا ہے اور اس سے ہم بند سیراب کرتے ہیں۔ نیز سرکاری کاغذات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ پانی نیچے والے مدعی کا ہے اس میں مدعی جن کی اوپر ملکیت ہے اور جن کی زمین میں پانی جمع ہوتا ہے ان کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیا شرعاً بھی اس قانون کے مطابق پانی کا حق نیچے والے کا ہے یا اوپر والے کا واضح فرمادیں۔

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں جبکہ یہ پانی بند سیراب کرنے والے کی اپنی زمین سے جمع ہو کر اس کی زمین سے گزرتے ہوئے

بعد میں اس بند سے پچھلے والا سیراب کرتا ہے اگرچہ یہ بند پہلے آباد نہ تھا تو چونکہ یہ پانی بند والے کا اپنا ہے اس لیے شرعاً اس کا اپنا حق ہے کہ اس پانی سے بند سیراب کرے۔ دوسرے آدمی مدعی جس کی زمین تقریباً نصف میل نیچے ہے اس کا دعویٰ کرنا شرعاً غلط و ناجائز ہے اور سرکاری کاغذات میں جو یہ پانی نیچے والے کا حق لکھا گیا ہے اور اگلے کو روکنے کا حق نہیں دیا گیا یہ غلط اور خلاف شریعت ہے۔ اس لیے اس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ البتہ اگر اگلے بند والے خوشی سے اپنا حق چھوڑیں اور اس پانی کو نہ روکیں تو ان کے لیے جائز ہے۔ الحاصل جب تک اگلے اس پانی کو فارغ نہ کردیں پچھلے اس پانی سے زمین سیراب نہیں کر سکتے اور اگر یہ پانی مدعی علیہ کی زمین سے جمع ہو کر نہ بھی آتا ہو تو پھر بھی چونکہ عرفاً اگلی زمینیں سیراب کی جاتی ہیں اس لیے شرعاً بھی اگلے بند والے کا حق مقدم ہے۔ ان کی ضرورت سے فارغ ہو کر پچھلی زمین والا اپنی زمین اس بچے ہوئے پانی سے سیراب کر سکتا ہے۔ لہٰذا مدعی کا دعویٰ شرعاً بے جا اور غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کھڑی فصل کو معین مقدار کے عوض فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ کھیت گندم قریب القطع ہو چکا ہے۔ مالک زمین اپنے مزارع کو کہتا ہے کہ میں نے اپنا تمام حصہ گندم و بھوسہ تجھے دیا۔ اس کے عوض میں بیس من گندم صاف وزن کر کے دے دو کیا یہ جائز ہے۔

﴿ج﴾

اگر بالیقین معلوم ہو کہ کھیت کے اندر جو غلہ ہے وہ بیس من سے کم ہے اور بیس من زیادہ ہے تو جائز ہے اس لیے کہ من میں سے کچھ غلہ کھیت کے غلہ کے بدلہ میں ہو جائے گا اور باقی کھیت بھوسہ کے بدلے میں ہوگا اور اگر کھیت کے اندر کا غلہ مساوی بیس من ہو یا زیادہ ہو یا معلوم نہ ہو سکے تو جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے **ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل بمهملة الشیرج حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیکون قدره بمثله والزائد بالثقل وکذا کل مالثفله قیمة** (ص ۱۸۴ ج ۵ باب الربوا) الخ گندم کے ثفل یعنی بھوسہ کی چونکہ قیمت ہے اس لیے وہ بھی اسی صورت میں داخل ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ

عشر کی ادائیگی مالک زمین کے ذمہ ہے یا مزارع کے

﴿س﴾

ابھی تک ہمارا خیال تھا کہ زمین کی پیداوار سے عشر (۱۰/۱) حصہ مالک کے ذمہ ادائیگی ہوتی ہے۔حضرت مولانا تھانوی صاحب کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ عشر کی ادائیگی بذمہ مزارع ہے۔

چونکہ ہم عام آدمی ہیں شاید صحیح مطلب نہ سمجھ سکے ہوں مہربانی فرما کر اپنی رائے عالی سے مطلع فرمادیں۔

امیر حمزہ خان نمبردار ولد محمد عمر خان مرحوم موسیٰ زئی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کلاچی

﴿ج﴾

مزارعت یعنی بٹائی کی صورت میں عشر دونوں پر ہے یعنی جس قدر غلہ مالک زمین کے حصہ میں آئے اس کا عشر وہ دیوے اور جس قدر کاشتکار کے حصہ میں آئے اس کا عشر وہ دیوے۔ **وفی المزارعة انکان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة** (الدر المختار باب العشر ص ۳۳۵ ج ۲) مولانا تھانوی صاحب رحمہ اللہ بہشتی زیور میں لکھتے ہیں۔ یہ بات کہ یہ دسواں یا بیسواں حصہ کس کے ذمہ ہے۔مگر ہم آسانی کے واسطے یہی بتلایا کرتے ہیں کہ پیداوار والے کے ذمہ ہے۔سو اگر کھیت ٹھیکہ پر ہو خواہ نقدی یا غلہ پر تو کسان کے ذمہ ہوگا اور اگر کھیت بٹائی پر ہو تو زمیندار اور کسان دونوں اپنے اپنے حصہ کا دیں۔(بہشتی زیور ص ۳۹ حصہ ثالث) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر مالک زمین نے بھوسہ اور گندم کے مخصوص وزن کی شرط لگائی ہو تو اب شرعی فیصلہ کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی اراضی بکر کاشت کرتا ہے۔بکر نے زید کو مسئلہ کی تحریر کردی تھی کہ زمین کی پیداوار سے پندرہ ٹوپہ کروں گا۔۱۲ ٹوپہ گندم تین سوٹوپہ نخود بوقت برداشت فصل مذ ادا کیا جائے گا۔بھوسہ کا حصہ ہر صورت زید نے لینا ضروری تحریر کرالیا تھا۔گزشتہ سال فصل خریف میں زیر تل کاشت کیے گئے۔فصل ربیع میں بکر نے گندم ۱۲ ٹوپہ ۳ ٹوپہ نخود کل منجملہ ۱۵ ٹوپہ جنس تحریر مذ والی کے مطابق زید کے حوالہ کی گئی۔زید نے مذ جنس تو وصول کرلیا لیکن بھوسہ کا مطالبہ کیا بکر نے کہا کہ جب گندم کا وجود بھی نہیں ہے بھوسہ کہاں سے پیدا کیا جائے ہر دو فریقین نے چاہا کہ شریعت کے حکم کے مطابق جو فیصلہ ہو منظور ہوگا۔شریعت کیا حکم دیتی ہے۔عدالت میں دعویٰ زید نے بکر کے خلاف دائر کر رکھا ہے۔

﴿ج﴾

یہ عقد فاسد ہے۔ شرعاً اس کا توڑنا لازم ہے۔ گزشتہ کا فیصلہ اس طرح ہوگا کہ زمین کی پیداوار تو سالم کاشتکار بکر کی ہوگی اور بکر نے زید کی زمین سے جو نفع اٹھایا ہے عرف کے مطابق جو اجر مثل دو عادل تجربہ کار ثالث بکر کے ذمہ لگا دیں گے وہ زید کو دیا جائے گا۔ بھوسہ و گندم کی شرط لغو ہے۔ آئندہ عقد اس طرح کریں کہ یا تو زمین متاجری پر دے دیں اور مخصوص اجرت مقررہ سالانہ زید وغیرہ کو دی جائے یا زمین کی پیداوار میں سے ۲/۱ یا ۳/۱ جو طے ہو غلہ اور بھوسہ وغیرہ سب میں سے زید کو دیا جائے۔ گندم و نخود یا اس کی کوئی مقدار کا مخصوص کرنا ٹھیک نہیں۔ صرف پیداوار کا حصہ مقرر ہو۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

زرعی زمین اگر زمین سے تبدیل کی تو بیع تام ہے کسی فریق کو انکار کی گنجائش نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے شہر کی زمین رہائشی مکانوں کے لیے باہر کی مزروعہ زمین سے تبادلہ کیا۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

زید نے جو زمین رہائشی مکانوں کے لیے بکر سے لی وہ ایک کنال انیس مرلے تھے جو بکر کو زمین دی گئی وہ شہر سے باہر تھی اور کم قیمت تھی۔ اس لیے ہزار روپے نقد اس صورت میں ادا کیا کہ پانچ صد روپیہ نقد اور پندرہ ہزار پختہ اینٹ۔ زمین بائیس کنال یعنی اس طرح سمجھئے کہ زید نے ایک کنال انیس مرلے بکر سے لے لی اور بکر کو بائیس کنال زمین پانچ صد روپے نقد پندرہ ہزار پختہ اینٹ دے دی۔ یہ سودا ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کو قبضہ دے دیا گیا اور اپنی اپنی متبادلہ زمینوں پر ہر شخص نے تصرف شروع کر دیا۔ زید نے مکانوں کے لیے تھلہ وغیرہ مارا اور چھ ماہ تک سوائے تعمیر مکان کے اس زمین پر ہر قسم کا تصرف کیا۔ مگر انتقال قانونی یعنی سرکاری نہیں ہوا تھا۔ نقد پانچ صد روپیہ زید نے بکر کو ادا کیا لیکن پندرہ ہزار اینٹ دینے کا وعدہ کیا یا بنیادوں والی اینٹ اکھیڑ لینے کا حق دیا۔ یعنی بکر جس وقت چاہے اکھیڑ لے باوجود ان تصرفات اور ادائیگی نقد کے زید نے چھ ماہ بعد تبادلہ اراضی سے انکار کر دیا۔

کیا یہ تبادلہ شرعاً پختہ ہے اور زید کی تملیک صحیح ہے اور زید پر تبادلہ کی ادائیگی شرعاً واجب ہے یا نہ۔

نوٹ: نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ زید زبان سے تو کہتا ہے کہ شریعت کا کہنا بسر و چشم مگر یہ تبادلہ زمین نہیں کروں گا۔ کیا اس کا زبان سے اقرار اور دل سے انکار صاف ظاہر ہے۔ کیا زید پر کوئی شرعی سزا آ سکتی ہے یا نہ۔

یعنی زید کا حسب منشا شریعت کا فیصلہ ہو تو مانتا ہے اور شریعت کا حکم زید کے منشا کے خلاف ہو تو انکاری ہے۔

سلطان تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ عبدالملک خطیب جامع مسجد

﴿ج﴾

جب ایک دفعہ ایجاب وقبول کے ساتھ صحیح معاملہ بیع کیا گیا اور اس میں کوئی شرط خیار وغیرہ نہیں رکھی گئی تو بیع لازم ہے اور تبادلہ شرعاً پختہ ہے بغیر رضامندی فریقین کے یہ فسخ نہیں ہوسکتا ہے کما قال فی الهداية ص ۲۵ ج ۳ واذا حصل الايجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما الامن عيب او عدم روية. ہاں اگر بکر زید کے ساتھ اس بیع کا اقالہ (فسخ) کردے اور زید کی اس بیع پر ندامت کی وجہ سے بکر بھی بیع کی فسخ پر رضامند ہو جائے تو بکر کو بڑا ثواب ملے جائے گا لیکن بکر کو فسخ کرنے کے لیے شرعاً مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے من اقال نادما بيعته اقال الله عثراته يوم القيامه او كما قال هدايه ص ۱۷ ج ۳۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ محرم ۱۳۸۹ھ

پہاڑی ندیوں کا پانی کس طرح تقسیم کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ہمارے علاقہ میں ندیاں ہیں بعض بڑی بعض چھوٹی۔ ان میں لوگ تصرف کرتے ہیں بعض شرکاء پہلے بعض پچھلے یعنی اوپر اور بعض نیچے تو یہ نیچے والے اوپر والوں کو کہتے ہیں کہ تم سب پانی اپنی اراضی پر استعمال نہ کرو ہمارا بھی حق ہے اور پہلے ورثا اور شرکاء کہتے ہیں کہ چونکہ ہم پہلے ہیں لہٰذا جتنا پانی ہمیں ضرورت ہو اس کو ہم استعمال کر کے جب ہم سے فارغ ہو جائے تو پھر تم استعمال کرتے رہنا۔ تو کیا پہلے (اوپر والے) شرکاء اس پانی کو مکمل استعمال کر سکتے ہیں یا نہ جبکہ تقسیم اسی مذکور طریق پر ہے۔

(۲) بعض لوگوں نے وادی یعنی ندی جس میں بارش کا پانی آتا ہے تقسیم کیا ہے باوجود یکہ سخت بارش ہوتی ہے۔ تو ندی بارش سے بھر جاتی ہے۔ کیا باوجود پانی زیادہ ہونے کے بعض اوقات پانی کی یہ تقسیم صحیح ہے یا نہ۔ ہاں جب بارش نہ ہو تو وادی خالی رہتی ہے۔

﴿ج﴾

(۱) وفی العالمگيرية ص ۳۹۲ ج۵ والماء الذی ينحدر عن الجبل فی الوادی اختلفوا فيه لاهل الاعلى السكر والمنع عن اهل الاسفل ولكن ليس لهم قصد الاضرار باهل الاسفل فی منع

الماء ماوراء الحاجة واختاره السرخسی رحمه الله

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اس پانی کی تقسیم کے بارے میں فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ آپس میں مختلف ہیں۔ حضرت سرخسی رحمہ اللہ علیہ کا یہ قول ہے کہ اس پانی کو پہلے اوپر والے ضرورت کے مطابق استعمال کریں گے اور اس کے بعد نیچے والوں کی باری آئے گی۔

(۲) اگر تمام کی رضامندی سے پانی تقسیم کیا گیا ہے تو یہ درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ رجب ۱۳۹۹ھ

ایک شخص کے کھیت سے پانی تجاوز کر کے دوسرے شخص کی کھیت کو خراب کرتا ہے کیا حکم ہے

﴿س﴾

ازراہ کرم مطلع فرمادیں کہ زید اور عمر کا کھیت شرقاً وغرباً اوپر اور نیچے ہیں جس کا نقشہ حسب ذیل ہے۔ نمبر ۱، ۲ زید کا کھیت ہے اور نمبر ۳، ۴ عمر کا کھیت ہے۔ زید کا بیان ہے کہ مجھ سے اصل (لٹھ) مسدود نہیں ہو سکتی اس لیے تھوڑا سا ٹکڑا ویراں پڑا رہے۔ مگر عمر کہتا ہے کہ نہ تو کمارہ مشکل ہے اور نہ تو لٹھ کی اتنی لمبائی اور چوڑائی ہے جس کا مکمل کرنا یا کرانا مشکل ہو حقیقت میں لٹھ زید نے مکمل ہی کرنی ہے۔ جس کا نقشہ حسب ذیل ملاحظہ فرمادیں۔ کیا شرعاً مکمل کرنا کس پر لازم ہے۔

اس سے پانی آ کر یعنی اس کے اندر آ کر کھیتوں کو آباد کرتا ہے۔ ہم اس کو لڑھا بولتے ہیں۔ اب پانی نمبر ۳ میں جب آتا ہے تو پانی نمبر ۵ میں جا کر ان کے فصلات یا سیراب کھیت کو نقصان دیتا ہے کیونکہ مالکان نمبر ۲ نے اصل حدود لینے لٹھ کو چھوڑ کر نقشہ کو مسدود کرتے ہیں اس کو بالکل مسدود نہیں کرتے۔ اصل میں پانی نمبر ۳ کو اگر ان کے نمبر ۲ سے جو ویران ٹکڑا سے گزر کر نمبر ۵ میں جا کر نقصان دیتا ہے۔ اس نقصان ہونے کا ذمہ دار اور مالک نمبر ۱ و نمبر ۲ یا نمبر ۳ و نمبر ۴ ہے۔ جو ذمہ دار ہو ہم کو شرعاً کتب معتبرہ سے مستفیض فرمادیں مگر نمبر ۳ و نمبر ۴ کا یہ ٹکڑا نہیں ہے۔ صرف پانی جو ہے وہ نمبر ۳ و نمبر ۴ کا آ کر گزر کرتا ہے یہ صرف مسدود نمبر ۱، نمبر ۲ مالکان کے نہ کرنے کا موجب نقصان نمبر ۵ کو دیتا ہے عین نوازش ہوگی۔

﴿ج﴾

قطعہ اراضی نمبر ۵ کو جو نقصان پانی کے آنے سے پہنچ رہا ہے اس نقصان کا ذمہ دار شرعاً قطعہ اراضی نمبر ۳ کا مالک ہے جس کو سائل نے عمرو کے نام سے مسمّی کیا ہے۔ قطعہ اراضی مالک نمبر ۲ کا مالک نمبر ۵ کے اس نقصان کا ذمہ دار نہیں کیونکہ نمبر ۲ کے مالک نے تو اپنے پانی کو بند (لٹھ) کے ذریعہ سے مسدود کر دیا ہے اور اپنی زمین میں سے ایک ٹکڑے کو غیر آباد چھوڑنے سے یہ کسی کے ضرر بین کا مرتکب تو نہیں بن رہا ہے۔ ہاں قطعہ نمبر ۳ کی طرف سے چونکہ یہ پانی گزر کر قطعہ

نمبر۳ کو سیراب کر کے نمبر۵ کے نقصان کا باعث بن رہا ہے اسی واسطے نمبر۳ کا مالک اس کا ذمہ دار ہوگا جبکہ اس کی زمین میں پانی ٹھہرتا نہ ہو یا جتنا ٹھہر سکتا ہو اس سے وہ زیادہ پلاتا ہے اور نمبر۵ کے ضرر کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا مالک نمبر۳ کو لازم ہے کہ بند باندھ لے ورنہ نمبر۵ کے مالک کے کہنے اور اس پر گواہ بنانے کے بعد بھی اگر وہ اس قسم کی مضرت کا باعث بنا تو نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ کما قال فی الدر المختار فی مسائل شتی من الاجارۃ ص ۸۹ ج ۲ (سقی ارضہ سقیًا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدھا (ضمن) لانہ مباشر لا متسبب وقال الشامی تحتہ (قولہ لا تحملہ) یعنی لا تحتمل بقاءہ بان کانت صعودا و ارض جارہ ھبوطًا یعلم انہ لو سقی ارضہ نفذ الی جارہٖ ضمن ولو کان یستقر فی ارضہ ثم یتعدی الی ارض جارہ فلو تقدم الیہ بالاحکام ولم یفعل ضمن ویکون ھذا کاشھاد علی حائطٍ ولو لم یتعدم لم یضمن کما فی جامع الفصولین شرنبلالیۃ اقول زاد فی نور العین عن الخانیۃ بعد قولہ ضمن مانصہ ویؤمر بوضع المسناۃ حتی یسیر مانعا و یمنع عن السقی قبل وضع المسناۃ وفی الفصل الاول لا یمنع عن السقی یعنی بالفصل الاول صورۃ عدم التقدم اھ

حررہ عبداللطیف

اگر چہ شرعاً بند باندھنا اس جگہ پر جو کہ عمر کے کھیت نمبر۳ کی حد ہے جس سے پانی گزر کر کھیت نمبر۵ کو نقصان پہنچاتا ہے عمر پر لازم ہے اور بصورت بند نہ باندھنے کے اگر نمبر۵ والے کا عمرو کی طرف آنے والے پانی سے نقصان ہو جائے تو اس کا عمر ضامن ہے لیکن نمبر۵ والے کو بھی اپنے کھیت کی حفاظت کے لیے جس جگہ سے اس کی زمین کی حد سے پانی گزر کر نقصان پہنچاتا ہے بند باندھنا چاہیے تاکہ جھگڑا پیدا نہ ہو لیکن اگر وہ بند نہ بھی باندھے تو بھی جواب مذکور بالا ہے۔

الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ

ذبح ،قربانی اور عقیقہ کا بیان

اگر جانور ذبح کرے تو نماز قضا ہوتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو جانور مردار ہو جاتا ہے کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص صبح کو فجر کی نماز کے وقت بیدار ہوا تو گائے بھینس مری جا رہی تھی۔ اگر ان جانوروں کو حلال کرتا ہے۔ نماز قضاء ہوتی ہے اگر نماز پڑھتا ہے تو جانور حرام ہوتے ہیں اب کیا کرے۔ جنبی شخص جانور کو ذبح کر سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ایسی صورت میں جائز ہے کہ جانور ذبح کرے اور نماز کی قضاء کرے اور اگر کوئی صورت ممکن ہو سکے کہ جانور بھی ذبح ہو جائے اور نماز بھی قضا نہ ہو تو اس پر عمل کرے ورنہ قضاء کرنے کی گنجائش ہے۔ کیونکہ بتصریح فقہاء مال کے ضائع ہونے کی صورت میں نماز کا توڑنا جائز ہے۔ لہٰذا تاخیر بھی جائز ہوگی۔ **کما قال في الدر المختار مع رد المحتار ص ۶۵۴ ج ۱ (باب مکروهات الصلوٰة) ويباح قطعها نحو لقتل حية وند دابة وفور قدر وضياع ما قيمته درهم له او لغيره۔**

جنبی شخص جانور ذبح کر سکتا ہے کیونکہ ذابح کا مسلمان یا کتابی ہونا شرط ہے۔ اس کے طاہر ہونے کی قید کوئی نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ذبح فوق العقدہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک جانور گھنڈی سے اوپر ذبح کیا گیا ہے اس کا کھانا حلال ہے یا حرام ہے یا مکروہ۔

چیمہ کمیشن شاہ فتح پور تحصیل لیہ

﴿ج﴾

جانور کے حلال ہونے کا مدار اس بات پر ہے کہ ان چار رگوں (حلقوم، مری، ودجان) میں سے کم از کم کوئی تین کٹ جائیں۔ اگر تین نہ کٹیں گے تو جانور حرام ہے۔ اس بات پر تو اتفاق ہے کہ گھنڈی کے اوپر ذبح کرنے کی صورت میں اگر تین رگ کٹ جاتے ہیں تو جانور حلال ہے ورنہ حرام ہے۔ **کما قال الشامی ص ۲۹۵ ج ۲ اقول والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق فالحق ما قاله شراح الهداية تبعًا للرستغنی والافالحق خلافه اذ لم یوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب ویظهر ذلک بالمشاهدة او سوال اهل الخبرة فاغتنم هذا المقال ودع عنک الجدال** لیکن ذبح فوق العقدہ میں چونکہ کم از کم تین رگ کٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کا فتویٰ ہے اور مولانا اشرف علی صاحب نے بھی اسی کی طرف رجوع فرمایا ہے جو امداد الفتاویٰ ص نمبر ۵۳۶ تا ۵۳۹ ج ۳ پر موجود ہے اور خود ہمارا بھی یہی مشاہدہ ہے۔ اس لیے ایسا جانور حلال ہے۔ فتاویٰ دار العلوم ص ۹ ج ۸ پر مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

سودی رقم سے خریدے گئے گوشت کی خرید وفروخت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ایک آدمی کسی سے سود پر روپیہ لے کر پھر اسی رقم پر بھینس گائے وغیرہ خرید کر ذبح کرنے کے بعد پھر لوگوں پر اسی جانور کا گوشت فروخت کر رہا ہے اور جو لوگ اس آدمی سے گوشت خرید کرتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔

ایک یہ کہ ان کو پتہ ہے کہ یہ سودی رقم پر لیا ہوا گوشت ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کو پتہ نہیں کہ یہ سودی رقم پر لیا ہوا گوشت ہے اور دونوں صورتوں میں گوشت کو پھر کھاتے ہیں۔ آپ سے ان دونوں صورتوں کا حکم مطلوب ہے۔ آیا دونوں صورتوں میں گوشت کھانا حلال ہے۔ خریدنے والوں کے لیے یا کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے یا ایک صورت میں حلال ہے۔ اگر ایک صورت میں حلال ہے تو یہ تعین فرمادیں۔

محمد شعیب بزاروی کمرہ نمبر ۲ دار العلوم عیدگاہ کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

حرام مال اگر نقد ہے تو اس میں کرخی کا قول ہے کہ اگر بوقت اشتراء اس خاص رقم کی طرف اشارہ کیا ہو اور پھر ادا بھی اس سے کیا ہو تو خرید کردہ اشیاء حرام ہوں گی۔ اگر بوقت اشتراء اس حرام رقم کی طرف اشارہ نہ کیا یا اشارہ کیا مگر اس سے ادا نہیں کیا بلکہ دوسری رقم سے ادا کیا تو اس حالت میں خریدی ہوئی اشیاء میں کوئی کراہت نہیں۔ موجودہ زمانہ میں عام طور پر اشتراء مطلق ہوتا ہے۔ کسی خاص رقم کی طرف اشارہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر اشارہ اور رقم کی طرف کیا مگر ادا اس سے کیا تو کرخی کے نزدیک اس میں بھی کراہت نہیں۔ بعض نے کرخی کے خلاف بھی تصحیح کی ہے اور ترجیح بھی اسی کی معلوم ہوتی ہے کہ ہر حال میں حرام مال سے حاصل کردہ اشیاء حرام ہیں خواہ اشارہ کیا ہو یا نہ اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔ **وان كان مما لا يتعين فعلى اربعة اوجه فان اشار اليها ونقدها فكذلك يتصدق وان اشار اليها ونقد غيرها او اشار الى غيرها ونقدها او اطلق ولم يشر و نقدها لايتصدق فى الصور الثلاث عند الكرخى. قيل و به يفتى والمختار انه لا يحل مطلقا كذا فى الملتقى ولو بعد الضمان هو الصحيح كما فى فتاوىٰ النوازل واختار بعضهم الفتوىٰ على قول الكرخى فى زماننا لكثرة الحرام وهذا كله على قولهما وعند ابى يوسف لا يتصدق شئ منه كما لو اختلف الجنس ذكره الزيلعى فليحفظ. وفى الشامية تحت (قوله قيل وبه يفتى) قاله فى الذخيرة وغيرها كما فى القهستانى (الى ان قال) قال مشائخنا لا يطيب قبل ان يضمن وكذا بعد بعد الضمان بكل حال هو المختار لا طلاق الجواب فى الجامعين والمضاربة الخ. وايضا فى الشامية ولا يخفى انهما (اى قول الكرخى وخلافه) قولان مصححان وايضًا فيها عن الحميدى عن صدر الاسلام ان الصحيح لايحل له الاكل ولا الوطى لان فى السبب نوع خبث اه فليتامل** (شامی ص۱۵۹ ج۶ کتاب الغصب)

الحاصل باوجود علم کے اس گوشت کا استعمال درست نہیں۔ اگر لاعلمی میں کھالیا تو گناہگار نہیں ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

دریا کے تمام جانور حلال جاننے والی قوم مسلمان ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کہیل ایک قوم ہے جو کہ ہماری ذبیحہ چیز کھاتے ہیں۔ نکاح اور طلاق بھی

شریعت کے موافق ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ وہ قوم دریا کے سارے جانور حلال جانتے ہیں اور کھاتے ہیں۔ آیا یہ قوم شرعاً مسلمان ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر ضروریات دین پر ایمان ہے تو اس عقیدہ سے کہ دریا کے جانوروں کو حلال سمجھتے ہیں اسلام میں کوئی خلل نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ خود مجتہدین میں مختلف فیہ ہے اگرچہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ صرف مچھلی ہی کو حلال سمجھتے ہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کن چیزوں سے ذبح جائز ہے

﴿س﴾

کن کن اشیاء سے ذبح جائز ہے۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

ہر وہ چیز جو دھاردار ہو جس سے رگیں کٹ جائیں اور خون بہہ جائے جیسے چھری دھاردار پتھر، گنے یا بانس کا چھلکا وغیرہ سب سے ذبح کرنا جائز ہے درمختار ص ۲۹۵ ج ۶ میں ہے۔ **وحل الذبح بكل ما افرى الاوداج وانحر الدم...... الا سنا وظفر اقائمين**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

خرگوش حلال ہے یا حرام

﴿س﴾

چہ مے فرمایند علماء کرام دریں مسئلہ کہ خرگوش حرام ہے یا حلال۔ بینوا توجروا

عبدالغفور ایرانی مدرسہ عربیہ تجوید القرآن

﴿ج﴾

حلال است **كما في الهداية ص ۴۳۹ ج ۶ ولا بأس باكل الارنب لان النبي صلى الله عليه وسلم اكل منه حين اهدى اليه مشويًا وامر اصحابه رضى الله عنهم بالاكل منه** فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۷ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

کیا طوطا و مینا واقعی حلال ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ ہمارے اسکول میں ایک ہمارے دینی و مذہبی تعلیم دینے کے لیے استاد مقرر ہیں جو کہ عالم مستند ہیں وہ فرماتے ہیں کہ طوطا اور مینا (لالی) حلال پرندے ہیں اور ثبوت کے لیے فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد دوم مصنف سابق مفتی دیوبند مولانا محمد شفیع صاحب ہیں کیا دونوں پرندے حلال ہیں یا حرام۔ جواب سے ممنون و مشکور فرمائیں۔

﴿ج﴾

ہر دو پرندے جن کی نسبت پوچھا گیا ہے حلال ہیں۔ کیونکہ یہ پرندے اگرچہ کھاتے وقت خوراک کو پنجے سے پکڑتے ہیں لیکن پنجے سے شکار نہیں کرتے کیونکہ یہ شکاری جانور نہیں۔

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس جانور کی چار رگیں کٹ گئی ہوں لیکن ذبح گھنڈی سے اوپر ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) اگر جانور ذبح کرنے کے وقت چاروں رگیں کٹ جائیں لیکن گھنڈی دھڑ کے ساتھ مل جائے تو کیا مذبوحہ حلال ہے یا نہیں۔

(۲) اگر کوئی جانور بے احتیاطی سے مر جائے اور مرنے کے بعد اس پر تکبیر پڑھ لی جائے۔ کیا چمڑی حلال ہو جائے گی یا نہیں۔ اس میں کوئی شک کی بات نہیں کہ گوشت تو اس کا حرام ہے لیکن اس کے چمڑے کے حلال ہونے کی وجہ اور صورت کیا ہے۔ کیا وہ چمڑا تکبیر پڑھنے کے بعد حرام ہے یا حلال۔ بینوا توجروا

حکیم شیخ فضل الرحمٰن ضلع جھنگ

﴿ج﴾

(۱) جب رگیں کٹ چکی ہیں تو اس کے حلال ہونے میں ہرگز شبہ نہیں کرنا چاہیے۔ بہر حال یہ مذبوحہ حلال ہے۔ اس کا استعمال درست ہے۔

(۲) اس کے چمڑے کو دھوپ وغیرہ میں سکھایا جائے تو اس کا بیچنا اور استعمال کرنا درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۱ جمادی الثانیہ ۱۳۹۷ھ

مرزائی کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

(۱) ایک مرزائی کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا حرام مع دلائل مفصل کے رقام فرمادیں۔

(۲) مرزائی قصاب سے گوشت خریدنے کا کیا حکم ہے۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب

السائل محمد اسلم فاروقی

﴿ج﴾

(۱) مرزائی مرتد ہے۔ مرتد کا ذبیحہ میتۃ (مردار) کے حکم میں ہوتا ہے۔ کما ہو فی جمیع کتب الفقہ۔

(۲) مرتد سے کسی چیز کا خریدنا جائز نہیں ہے۔ اس کے تصرفات (خرید وفروخت) وغیرہ سب باطل بالوقوف ہیں اور اگر اس کے پاس گوشت اس کا اپنا ذبیحہ ہے پھر تو بوجہ مردار ہونے کے بھی اس کا خریدنا جائز نہیں۔ وہ مال نہیں ہے۔ جملہ کتب الفقہ میں یہ مسئلہ درج ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۳ ذی الحج ۱۳۷۶ھ

رات کے وقت ذبح کرتے وقت اگر ایک رگ رہ جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ بوقت شب تقریباً ساڑھے نو بجے رات ہم نے بیل ذبح کیا تمام رگیں کٹ گئیں لیکن حلقوم والی ایک گانٹھ جسم کی طرف رہ گئی اور ہم سمجھے کہ بیل صحیح ذبح ہو گیا ہے لیکن بعد میں تسلی سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ حلقوم والی گانٹھ میں غلطی ہے تو ہم نے حلقوم والی گانٹھ دوبارہ کاٹ ڈالی لیکن اس وقت بیل کا سانس ختم ہو گیا تھا اور کسی قسم کی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ اب آپ ہمیں وضاحت سے بتادیں کہ آیا بیل مکروہ ہو گیا یا حلال ہو گیا۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اگر تمام رگیں بیل کو ذبح کرنے سے کٹ گئی تھیں۔ صرف ذبح کرنے سے ایک گانٹھ جسم کی طرف رہ گئی یعنی ذبح فوق العقدہ ہوا تو یہ بیل حلال ہے کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ اگر چہ ذبح فوق العقد ہو جائے۔ یعنی ذبح کرنے کے بعد عقدہ (گانٹھ) دھڑ کے ساتھ لگ جائے تو بھی رگیں کٹ جاتی ہیں کیونکہ مری کی انتہاء عقدہ پر نہیں بلکہ

عقدہ سے آگے سر کی طرف چلی گئی ہے۔اس لیے وہ ضرور کٹ جاتی ہیں۔نیز حدیث شریف میں آتا ہے کہ الذبح مابین اللبة واللحیین جو کہ مطلق ہے کوئی قید اس میں فوق العقدہ اور تحت العقدہ کی نہیں مزید تحقیق اس مسئلہ کی امداد الفتاویٰ کی جلد۳ کتاب الذبائح ص۵۳۵ تا ۵۳۹ ج۳ پر موجود ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللطیف غفرلہ مدرس مدرسہ قاسم العلوم ملتان

طوطا حلال ہے یا نہیں، مرغی کو اگر گھنڈی کے اوپر ذبح کیا گیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین واقف اسرار شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) طوطا حلال ہے یا حرام۔

(۲) مرغ کو ذبح کیا گیا ہے فوق العقدہ یعنی گنڈھ دھڑ کے ساتھ ہوگئی ہیں آیا مرغی حلال ہے یا حرام۔

﴿ج﴾

(۱) طوطا حلال ہے۔کذا فی جمیع الکتب الفقہ۔

(۲) مرغی کے رگوں کی تمیز نہیں ہوسکتی۔اس لیے اس میں احتیاط جمہور کے قول میں ہے کہ مافوق العقدہ مذبوحہ کو نہ کھایا جائے۔باقی بکری وغیرہ بڑے جانوروں میں صاحب بصیرت اور تجربہ کار لوگ دیکھ لیں۔اگر دونوں رگ اور خوراک کی نالی تینوں کٹ چکی ہیں تو کھایا جائے اور اگر ان میں سے بھی کوئی رہ گئی ہے تو نہ کھایا جائے کذا فی الشامی کتاب الذبائح ص۲۹۵ ج۶۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

بکری کو جلد بازی میں فوق العقدہ ذبح کیا گیا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری مرتی جاتی ہو مسلمان مرد بھاگتا ہوا تکبیر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے لیکن شتابی کرنے میں عقدہ دھڑ کی طرف چلی جائے اور جانور ابھی تڑپ رہا ہو۔فوراً عقدہ کاٹ لے تو اُس کا کھانا کیسا ہے۔اگر عقدہ نہ کاٹے تو کیا ہے۔مفصل تحریر فرمادیں کیونکہ دو رگیں عقدہ تک ختم ہوجاتی ہیں۔لہٰذا دو رگیں کٹ جاتی ہیں۔نصف سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن اضطراری کا کوئی فرق ہوتا کہ علم ہوجائے۔بینوا توجروا

﴿ج﴾

اس صورت میں دوبارہ کاٹنا تو مفید نہیں ۔ جب ایک مرتبہ رگیں کاٹ لیں اور حلقوم کا اعلیٰ حصہ بھی کاٹ لیا تو اس جانور کی موت اس کی طرف منسوب ہوگئی ۔ دوبارہ کاٹنے کی ضرورت نہیں ۔ البتہ پہلی مرتبہ جب عقدہ سے اوپر کاٹا تو اس جانور کو کسی تجربہ کار آدمی کے ذریعہ سے دیکھا جائے ۔ اس حلقوم کے ساتھ مری (کھانے پینے کا راستہ) بالکل ایک پردہ کے اندر متصل ہوتا ہے ۔ اگر وہ ابھی نہیں کٹی (اور اکثر ایسا ہوتا ہے) تو جانور حرام ہے اور اگر وہ کٹ چکی ہے تو بوجہ تین کے کٹ جانے کے حلال ہے ۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذیقعدہ ۱۳۷۷ھ

چور اگر چوری کردہ بکری کو ذبح کرے تو حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ چور نے ایک بکری چوری کی ۔ دوسرے گاؤں میں جا کر ذبح کر دی ۔ بکری کا مالک بھی وہاں پہنچ گیا ۔ اب بکری ذبح چور نے کی تھی چور نے چونکہ تکبیر تین بار پڑھی ۔ بکری حلال ہے یا حرام ہے ۔
السائل مولوی ثناء اللہ بمعرفت ماسٹر محمد قاسم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

اگر چور مذکور نے ذبح کرتے وقت عمداً تکبیر ترک کی تو جانور مردار ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے اور اگر تکبیر پڑھ چکا ہے یا پڑھنا بھول گیا تو جانور حلال ہے ۔ **قال تعالیٰ لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیۃ** باقی مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کرنے کی صورت میں جانور مردار نہیں بن جاتا بلکہ اس کا گوشت حلال ہے ۔ اگرچہ چوری کرنے کا بہت بڑا گناہ چور کے سر پر ہوگا ۔ حتیٰ کہ اصل مالک اگر یہ مذبوحہ جانور اس سے لے تو وہ کھا سکتا ہے یا یہ چور ضمان ادا کر دے تو اس کے لیے بھی کھانا جائز ہو جاتا ہے جیسا کہ فقہاء نے ذبح غاصب کی صورت میں لکھا ہے ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ جمادی الآخری ۱۳۸۵ھ

﴿ھو المصوب﴾

صحیح ذبح کی صورت میں اگرچہ گوشت اس جانور کا مردار نہیں ہے لیکن اس کا کھانا مالک کی اجازت کے بغیر حرام قطعی ہے ۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

مشینی ذبح کے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی بے مثال تحقیق

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ یہاں انگلستان میں لاکھوں مسلمانوں کو ایک اجتماعی مسئلہ درپیش ہے اور وہ ہے حلال گوشت کا۔ کافی عرصہ سے ہمارے ہاں کمشنر صاحب نے ایک فتویٰ جو کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی طرف سے تھا یہاں کی حکومت کو پیش کیا کہ یہ گوشت جو کہ جانور کو حلال کرنے سے قبل بجلی کا جھٹکا لگا کر یا گولی مار کر حلال کیا جائے وہ گوشت حلال ہے اور اسلام میں اس بات کی اجازت ہے لیکن ہم لوگوں نے اس کو فی الحال نامنظور کر دیا ہے اور کہا ہے کہ جب تک ہمارے علماء دین اس مسئلہ میں اپنا فتویٰ نہ دیں یہ گوشت ہمارے لیے حلال نہیں ہوگا۔ یہاں بہت علماء دین آئے مثلاً مولوی مودودی صاحب اور انہوں نے بھی اس گوشت کو حلال قرار دیا اور خاموش رہے لیکن ہمیں اب بھی تسلی نہیں ہوئی اور گوشت کھانا ترک کر دیا ہے۔ آپ کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ آپ نے ایک فتویٰ کے ذریعہ ایسے گوشت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ناجائز اور حرام قرار دیا اس لیے مختصر الفاظ کے ساتھ حاضر خدمت ہوں کہ مذکورہ فتویٰ ٹھیک نقل عبارت فرما کر مشکور فرمائیں۔ گستاخی معاف فرمائیں۔ عرض کردہ اس سلسلہ میں جتنے اخراجات ہوں گے بندہ شکریہ کے ساتھ حاضر کرے گا۔

راقم محمد عارف صدر جمعیت تبلیغ اسلام

﴿ج﴾

میں سمجھتا ہوں کہ بٹن دبانے والا مسلمان بھی ہو اور بٹن دباتے وقت تسمیہ بھی پڑھے تب بھی مشین کے مروجہ ذبیحہ کو حلال نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ مردار ہی ہے آپ یہ دیکھیں کہ بٹن دبانے والے نے صرف یہی تو کیا ہے کہ برقی طاقتور مشین کا جو کنکشن (تعلق رابطہ) کٹ چکا تھا اور ان دونوں کے درمیان جو مانع تھا اس کو روک دیا اور پھر سے کنکشن جوڑ دیا اور بس۔ دراصل مشین کی چھری کو چلانے والی اور جانور کا گلا کاٹنے والی برقی لہر (کرنٹ) ہے نہ کہ ایک مسلمان کے ہاتھ کی قوت محرکہ امر یہ گلا کاٹنا برقی قوت اور مشین کا فعل ہے نہ کہ اس مسلمان کا۔ ذبح اختیاری میں ذبح کا فعل (اپنے ہاتھ سے گلا کاٹنا) اور اس کی تحریک کا موثر ہونا شرط ہے۔ یہاں تو بٹن دبانے والے کا فعل سوائے ''رفع مانع'' (رکاوٹ کو ہٹا دینے) کے اور کچھ نہیں۔ ''رفع مانع'' (رکاوٹ دور کر دینے) سے فعل ذبح کی نسبت ''رافع'' (ہٹانے والے) کی طرف کس طرح ہو سکتی ہے؟ اس کی مثال اس طرح سمجھیں۔

(۱) ایک مجوسی چھری ہاتھ میں لے کر کسی جانور کو ذبح کرنا چاہتا تھا کہ کسی شخص نے اس کا ہاتھ لیا اور ذبح کرنے سے

روک دیا۔ اب ایک مسلمان شخص بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اس روکنے والے کا ہاتھ کھینچ لے اور مجوسی کا ہاتھ چھڑا دے اور وہ فوراً جانور کی گردن پر چھری پھیر دے تو کیا یہ ذبیحہ حلال ہو جائے گا۔ دیکھیے اس مثال میں ''رفع مانع (رکاوٹ ہٹانے) کا فعل تو ایک مسلمان نے کیا ہے اور تسمیہ پڑھ کر کیا ہے اور وہ ذبح کا اہل بھی ہے لیکن چونکہ اصل ذبح کرنے والا جس کی تحریک موثر ہے وہ مجوسی ہے۔ اس لیے لازماً اصل محرک و موثر کو دیکھ کر ہی اس ذبیحہ کے حرام ہونے کا حکم لگایا گیا اور ''رفع مانع'' (رکاوٹ دور کرنے والے) کے فعل کا اعتبار نہیں کیا گیا۔

(۲) اسی طرح اگر ایک تیز دھار آلہ مثلاً چھری کسی رسی سے بندھا ہوا لٹک رہا ہے اور اس کے نیچے بالکل سیدھ میں مرغی یا بکری کا بچہ یا کوئی جانور کھڑا ہے اب اگر کوئی مسلمان تسمیہ پڑھ کر رسی کاٹ دے اور وہ آلہ اپنے طبعی نقل سے نیچے گر کر اس جانور کا گلا کاٹ دے تو کیا یہ ذبیحہ حلال ہوگا؟ اور یہ فعل ذبح اس ''رافع مانع'' مسلمان کی طرف منسوب ہوگا اور اس کو جانور ذبح کرنے والا اور اس جانور کو مسلمان کا ذبیحہ کہا جائے گا؟ اگر ان دونوں مثالوں میں اس ذبیحہ کا حکم حلت کا نہیں ہے اور یہ ذبیحہ حلال نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو مشینوں کے ذبیحہ پر حلت کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ اگر اس حقیقت کو نظر انداز بھی کر دیا جائے اور ایک لمحہ کے لیے تسلیم کر لیا جائے کہ ''بٹن دبانا ایک موثر اور اختیاری عمل'' ہے تو بٹن دبانے والے کا فعل تو بٹن دباتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مشین کے چلنے اور گلے کٹنے کے وقت تو اس کا فعل موجود نہیں ہوتا۔ مشین چلتی رہتی ہے اور گلے کٹتے رہتے ہیں۔ وہ تو گلے کٹنے سے پہلے ہی اپنے عمل سے فارغ ہو جاتا ہے۔

یہ صورت حال ''ذبیحہ اضطراری'' (مجبوری کی ذبح) میں تو شرعاً گوارا ہے کہ تیر پھینکتے ہی رامی (پھینکنے والے) کا عمل ختم ہو جاتا ہے اور اصابت سہم (تیر لگنے) کے وقت بظاہر اس کا فعل باقی نہیں ہوتا مگر اس صورت میں شریعت نے صرف عذر اضطرار (مجبوری کے عذر) کی وجہ سے اصابت سہم کی نسبت کو رامی (پھینکنے والے) کے ساتھ قائم کر دیا ہے۔ اور اس کو ذبح کرنے والا قرار دے دیا۔ دراصل اس کا فعل صرف رمی (پھینکنا) ہے اور بس حتیٰ کہ (۱) اور اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ تیر میں بذات خود شکار جا کر لگنے کی طاقت مطلق نہیں یہ طاقت تیر میں رامی نے پیدا کی۔ موثر درحقیقت صرف ایک ہی ہے اور وہ رامی کی قوت اس کے برعکس مشین میں موثر برقی طاقت ہے وہی مشین کی چھری کو چلاتی ہے۔ بٹن دبانے والے کی قوت اس میں مطلق موثر نہیں ہے لہٰذا مشین کا بٹن دبانے والے کے فعل کو رامی (تیر چلانے والے) کے فعل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ''اصابت سہم'' (تیر لگنے) کے وقت اس رامی کا اہل رہنا بھی ضروری نہیں۔ جبکہ رمی (پھینکنے) کے وقت وہ اہل تھا امام ابوبکر کاسانی بدائع صنائع ص ۴۹ ج ۵ میں لکھتے ہیں **ولو رمی او ارسل وھو مسلم ثم ارتدا و کان حلالا فاحرم قبل الاصابۃ واخذ الصید یحل ولو کان مرتد اثم اسلم وسمی لایحل لان**

المعتبر وقت الرمی و الارسال فتراعی الاهلية عند ذلک (اگر تیر پھینکا یا سدھایا ہوا شکاری جانور چھوڑا اس حالت میں کہ وہ مسلمان تھا پھر فوراً تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا یا حلال تھا اور پھر فوراً احرام باندھ لیا اور شکار کو جا لیا تو وہ شکار حلال ہو گا اور اگر تیر پھینکنے یا شکاری جانور چھوڑنے کے وقت مرتد تھا اور پھر مسلمان ہو گیا اور تسمیہ بھی پڑھ لیا تو وہ شکار حلال نہ ہو گا۔ اس لیے اعتبار تیر پھینکنے یا جانور چھوڑنے کے وقت ہے۔ اسی وقت اہلیت ذبح کو دیکھا جائے گا۔ اسی طرح ہدایہ ج ۴ ص ۵۰۰ پر لکھا ہے۔ ولان الكلب والبازی آلة والذبح لايحصل بمجرد الآلة الا بالاستعمال وذلک فيهما بالارسال فنزل منزلة الرمی وامرار السكين. (اس لیے کہ سدھایا ہوا کتا اور باز آلہ کے حکم میں ہیں اور ذبح آلہ سے کام لیے بغیر نہیں پائی جا سکتی اور کتے اور باز کی صورت میں ان کا چھوڑنا ہی ان سے کام لینا ہے۔ یہ چھوڑنا تیر پھینکنے اور چھری چلانے کے قائم مقام ہے۔ ذبح اضطراری اور ذبح اختیاری کا بنیادی فرق یہی ہے کہ اختیاری ذبیحہ میں امرار سکین (چھری چلانا) ہی عمل ذبح ہے اور ذبح اضطراری میں رمی (تیر پھینکنا) اور ارسال (سدھائے ہوئے شکاری جانور کو چھوڑنا) از روئے عمل ذبح کے قائم مقام ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اختیاری ذبح یعنی ''فعل انسانی'' کو شرط قرار دیتے ہیں۔ کتاب الام ص ۲۳۴ ج ۲ پر فرماتے ہیں۔ والزكوة وجهان وجه فيما قدر عليه الذبح والنحر وفيما لم يقدر عليه مانا له الانسان بسلاح بيده او رميه بيده فهي عمل يده وما احل الله عزوجل من الجوارح المعلمات التي تاخذ بفعل الانسان كما يصيب السهم فاما الحفرة فانها ليست واحد من ذا كان فيها سلاح اولم يكن ولو ان رجلا نصب سيفا اورمحا ثم اضطر صيدا فاصابه فزكاه لم يحل اكله لانما زكوة بغير قتل احد.

ترجمہ: ذبح شرعی کی دو صورتیں ہیں ایک صورت یہ ہے کہ جانور قابو میں ہے اس صورت میں ذبح کرنا نحر کرنا ہے اور جانور قابو میں نہ ہو تو اس صورت میں انسان اپنے ہاتھ سے ہتھیار کے ذریعہ قتل کر دے یا اپنے ہاتھ سے تیر پھینک کر یا ان سدھائے ہوئے جانوروں کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے (شکار کے لیے) کیے ہیں۔ جو تیر کی طرح انسان کے فعل (چھوڑنے) سے کام کرتے ہیں شکار کرے باقی گڑھا کھود دینا چاہے اس میں ہتھیار ہو یا نہ ہو وہ ان دونوں صورتوں میں سے ایک میں نہیں آتا اور اگر کسی آدمی نے کوئی تلوار یا نیزہ کسی جگہ گاڑ دیا اور پھر شکار کو اس طرف بھاگنے پر مجبور کیا اور اس نیزے یا تلوار سے گلا کٹ گیا تو اس کا کھانا حلال نہ ہو گا، اس لیے کہ وہ بغیر کسی انسان کے فعل کے ذبح ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ برقی مشین سے جو جانوروں کے گلے کٹتے ہیں وہ یقیناً نہ انسان کا فعل ہے نہ اس کے ہاتھ کی قوت کو اس میں کوئی دخل ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی اس کو انسان کا فعل نہیں کہہ سکتا اسی لیے اس کو مشینی ذبیحہ کہتے ہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ذبح کے وقت جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جانور کو ذبح کرتے وقت مذبوحہ کا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا شرط ہے یا ذابح کا منہ کرنا قبلہ کی طرف شرط ہے۔ اگر مذبوحہ کی توجیہ شرط ہے تو مروجہ ذبح میں تو مذبوحہ کی پیشانی (منہ) مشرق کی جانب رہتی ہے اور پاؤں وغیرہ قبلہ کی طرف رہتے ہیں۔ حالانکہ شرعی شرط مذبوحہ کی توجیہ ہے وہ مفقود ہے۔ اگر ذابح کی توجہ شرط ہے تو فقہاء کی عبارات میں لفظ توجیہ آتا ہے۔ جس کے معنی (یعنی توجیہ الذابح المذبوحۃ) سے مذبوحہ کی توجیہ کرنا معلوم ہوتی ہے اور پہلی شق سے جو خرابی لازم آتی تھی اس کی وجہ مذبوحہ کو مروجہ طریق کے برعکس لٹا کر اُسے ذبح کرنا چاہیے تاکہ منہ مذبوحہ کا قبلہ کی طرف متحقق ہو جائے فقہاء کی عبارات میں توجہ و توجیہ دونوں آتے ہیں۔ لہٰذا برائے مہربانی اس مسئلہ کی تفصیل اور توجیہ عبارات فقہاء بیان فرمادیں۔

مستفتی عبدالغفور

﴿ج﴾

جانور کا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا ذبح کے وقت مستحب ہے اور ترک اس کا مکروہ ہے۔ مگر گوشت بلا کراہت حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے اور جب جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا مستحب ہوا تو ذابح کا منہ بھی قبلہ کی طرف ہی ہونا مستحب ہو گا۔ کیونکہ ذبح حلقوم کی طرف سے ہوتا ہے۔ قفا کی طرف سے نہیں تو جب جانور کا منہ قبلہ کی طرف ہو گا تو اس کا سر شمال کو اور پاؤں جنوب کو ہوں گے یا بالعکس اور ذابح اس کی گردن کی طرف کھڑا ہو کر کے حلقوم (گلے) کی طرف سے ذبح کرتا ہو گا تو اس کا چہرہ بھی قبلہ کی طرف ہی ہو گا۔ تو فقہاء کی عبارات میں کوئی تعارض و تدافع نہیں ہے۔ ویسے توجیہ و توجہ حل ذبیحہ کے لیے شرط کوئی نہیں۔ کما قال خلاصۃ الفتاوی ص ۳۰۸ ج ۴ وفی الاصل یستحب توجیھھا الی القبلۃ فی وقت الذبح. وفی العالمگیریۃ ص ۲۸۸ ج ۵ واذا ذبحھا بغیر توجہ القبلۃ حلت ولکن یکرہ کذا فی جواھر الاخلاطی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

بلی نے مرغا پکڑ لیا مرنے سے پہلے ذبح کر لیا گیا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرغ جس کو بلی نے پکڑا ابھی تک مرا نہیں تھا کہ اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا جب ذبح کیا گیا تو مرغ نے بالکل حرکت نہیں کی لیکن خون اس سے کافی نکلا آیا حلال ہے یا حرام۔

﴿ج﴾

اگر ذبح سے قبل متصل اس کی حیات یقینی ہو تب تو ذبح سے وہ حلال ہوتا ہے خواہ حرکت کرے یا نہ کرے اور خواہ خون نکلے یا نہ نکلے اور اگر حیات یقینی نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو ایسی حرکت ہو جو علامات حیات کی ہو جیسے منہ کا بند کرنا یا آنکھ کا بند کرنا یا پاؤں کا سمیٹ لینا یا بال کھڑے ہو جانا یا ایسا خون نکلے جیسا زندہ کے نکلتا ہے تب تو حلال ہے ورنہ حرام۔ لما في الدرالمختار ص ۳۰۸ ج ۶ ذبح شاة مريضة فتحركت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حياته عند الذبح وان علم حياته حلت مطلقا وان لم تتحرك ولم يخرج الدم. وفي ردالمحتار قوله فتحركت اى بغير نحومد رجل وفتح عين مما لا يدل على الحياة كما ياتي قوله او خرج الدم اى كما يخرج من الحي الى قوله وهو ظاهر الرواية. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ صفر ۱۳۹۱ھ

جس مرغی کا سر بلی نے الگ کر لیا ہو کیا اس کا ذبح جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مرغی کو بلی نے پکڑ کر اس کا سر توڑ لیا۔ اس کے بعد وہ مرغی اچھی طرح پوری حیاتی سے کچھ دیر تک زندہ رہی اور پھرتی رہی۔ تو اسی اثنا میں ایک مسلمان آدمی اُس مرغی کی باقی ماندہ گردن پر جس کے ساتھ کہ مرغی کا سر نہیں تھا تکبیر پڑھ کر چھری چلائی اور ذبح کیا اور اُس کا پیٹ بھی تکبیر پڑھ کر کچھ چاک کیا۔ اس کے بعد بھی وہ مرغی اپنی حیات سے کچھ دیر حرکت کرتی رہی۔ کیا یہ مرغی حلال ہوگی یا نہ۔

فتاویٰ بزازیہ اور عالمگیریہ میں بظاہر دو متضاد عبارتیں ہمیں معلوم ہوتی ہیں ان دونوں عبارتوں کا مطلب بھی ہمیں واضح فرمادیں۔

(۱) شاه قطع الذئب او داجها وهى حية لا تزكى لفوات محل الذبح عالمگيريه باب الثالث

فی المتفرقات.

(۲) ولو انتزع الذئب رأس الشاة وبقيت حية تحل بالذبح بين اللبة واللحيين. بزازيه كتاب الذبائح عبارت سے مرغی کا حرام ہونا اور عبارت سے مرغی کا حلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

مولوی عبیدالرحمٰن درسگاہ محمدیہ امین العلوم خان

﴿ج﴾

اگر بلی نے اسکا سر بدن سے جدا کردیا تھا تو پھر یہ مرغی ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگی۔ سنور قطع رأس دجاجة فالباقي لاتحل بالذبح وان كان يتحرك كذا في الملتقط عالمگيريه ص۲۸۷ ج ۵.

ان دونوں جزئیات میں کوئی تعارض نہیں اس لیے کہ جزئیہ نمبرا میں محل ذبح فوت ہونے کی وجہ سے حرمت کا حکم کیا گیا ہے جبکہ جزئیہ نمبر۲ میں محل ذبح موجود ہے۔ پس اگر حیاۃ کے ہوتے ہوئے اس جگہ پر چھری پھیر دی تو وہ حلال ہو جائے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

جان کر تکبیر نہ پڑھنے والے کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کوئی آدمی جب وقت ذبح تکبیر دانستہ نہیں پڑھتا اور اس کی جگہ کلمہ شریف تین دفعہ پڑھتا ہے تو ذبیحہ حرام ہوگا یا حلال۔ مسلمان کے لیے کھانا جائز ہے۔

محمد یعقوب

﴿ج﴾

اگر تسمیہ کی نیت سے پورا کلمہ شریف پڑھ کر جانور ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہے لیکن تسمیہ کے لیے اس صورت کو اختیار کرنے میں کراہت ہے۔

لما في الهداية ص ۴۳۴ ج۴ ونظيره ان يقول بسم الله محمد رسول الله لان الشركة لم توجد ولم يكن الذبح واقعاله الا انه يكره لوجود القرآن صورة فيتصور بصورة المحرم اھ۔ اگر بلانیت تسمیہ کلمہ پڑھا تو ذبیحہ حرام ہے۔ لما في الهندية ص ۲۸۶ ج ۵ وكذا اى لايحل لوسبح او هلل او كبر ولم يرد به التسمية على الذبيحة اھ۔ اور اگر بنیت تسمیہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر ذبح کیا تو جانور حلال ہے۔ لما

فی الھندیہ ص ۲۸۵ ج ۵ ومنھا التسمیة حالة الذکواة عندنا ای اسم کان...... وکذا التھلیل والتحمید والتسبیح اھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

اگر مری اور حلقوم (رگیں) نہ کٹیں تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

فقیر محمد نے ایک بکرا ذبح کیا غلطی سے مری اور حلقوم قطع نہ ہو سکیں۔ایک مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ ذبح اختیاری میں کم از کم تین رگوں کا کاٹنا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک لازمی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک چاروں کا کاٹنا ضروری ہے۔چونکہ اب تین یا چار رگیں قطع نہ ہوئیں لہٰذا بکرا حرام ہے لیکن ایک صاحب کہتے ہیں اور اپنے دعویٰ کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا پی لے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس کی نیت روزہ کے توڑنے کی نہیں۔اسی طرح ذابح کی نیت مذبوحہ کو حرام کرنے کی نہ تھی لیکن غلطی سے ایسا ہو گیا تو مذبوحہ حلال ہے۔اب ان دو میں سے کس کا قول صحیح ہے۔

رحیم اللہ بخش،محمد بخش سوداگراں ہوت والا نزد اسٹیشن جمن شاہ تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

سابق الذکر مولوی صاحب کی بات صحیح ہے دوسرے مولوی نے قیاس فرمایا ہے وہ صحیح نہیں۔واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ شوال ۱۳۸۵ھ

اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے بیل ذبح کیا اور بوقت ذبح دوسری رگیں کٹ گئیں اور نرخرہ بھی کٹ گیا۔مگر نرخرہ میں کوئی ایک چوڑی بھی نہ لگی ہوئی تھی۔تو کیا ایسا ذبح حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

﴿ج﴾

علامہ شامی نے اس میں بہت سا اختلاف نقل کر کے آخر میں فیصلہ کیا ہے کہ اگر منجملہ چار رگوں میں سے تین رگیں کٹ گئیں تو حلال ہے ورنہ حرام ہے اور وہ چار رگیں یہ ہیں۔مری حلقوم اور دو ودجان خلاصہ یہ ہے کہ نرخرہ اگر کٹ

جائے پھر دیکھنا چاہیے کہ آیا واجبین جیسے محاسبہ رگیں کہتے ہیں بھی کٹ گئی ہیں یا نہیں۔ اگر وہ دونوں کٹ گئی ہوں تو حلال ہے ورنہ حرام۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ شوال ۱۳۷۹ھ

بوقت ذبح سر کا دھڑ سے الگ ہو جانا اور پیٹ چاک کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ذبح کرتے وقت اگر آلہ تیز ہونے کی وجہ سے یا کسی مجبوری کی وجہ سے گردن سے سر الگ ہو جائے تو کیا وہ مذبوحہ مرغی وغیرہ حلال ہے یا مکروہ یا حرام۔

(۲) ذبح کرنے کے بعد پیٹ چاک کرنا ضروری ہے کہ بعد میں سر جدا کرے۔ اگر ذبح کے بعد پیٹ چاک کرنے سے پہلے سر جدا کیا جائے تو کیا حکم ہے۔

حافظ غلام مجتبیٰ مدرس گورنمنٹ ہائی سکول تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

ذبح کرنے میں اگر مرغی کا گلا کٹ گیا اور سر جدا ہوا تو اس کا کھانا درست ہے مکروہ بھی نہیں۔ البتہ اتنا زیادہ ذبح کر دینا یہ فعل مکروہ ہے۔ مرغی مکروہ نہیں ہوتی۔ **قال فی الھدایہ ص ۴۳۶ ج ۴ ومن بلغ بالسکین النخاع او قطع الرأس کرہ لہ وتوکل ذبیحتہ۔**

(۲) پیٹ چاک کرنے کے بعد سر جدا کرنا ضروری نہیں پہلے بھی درست ہے بہتر یہ ہے کہ پہلے الگ کر کے دم مسفوح یعنی گردن کا خون دھو کر بعد میں پیٹ چاک کرے تا کہ یہ خون گوشت کے ساتھ نہ لگے کیونکہ یہ خون نجس ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر بندوق سے جانور کا سر الگ ہو جائے لیکن گردن مکمل باقی ہو تو کیا حکم ہے
زمین سے عشر نکالتے وقت آبیانہ اور ٹیکس مستثنیٰ ہوں گے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلے کے بارے میں کہ

(۱) عشر یا نصف عشر کل کھیتی کے ماحصل سے ادا کیا جائے گا یا گندم کی صفائی کی اجرت، بار برداری کے اخراجات اور آبیانہ وغیرہ کے اخراجات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۲) اگر بندوق کی گولی یا اور کسی ذریعہ سے جانور کی کھوپڑی گردن سے جدا ہو جائے اور رگیں باقی ہوں یعنی گردن سالم رہ جائے تو کیا ذبح کرنے سے یہ جانور حلال ہو جائے گا یا نہیں۔

اور اگر گردن بالکل کٹ جائے تو اس صورت میں ذبح کرنے کی صورت کیا ہوگی جبکہ اس کی حیات ابھی باقی ہو۔

مولوی عبدالسلام تحصیل خانیوال

﴿ج﴾

(۱) بلا وضع مصارف کل پیداوار میں عشر واجب ہے۔ بارانی زمین میں عشر اور جس زمین کا آبیانہ ادا کیا ہو جاتا ہے اس میں نصف عشر (بیسواں) ہے۔ بہر حال عشر یا نصف کل پیداوار میں ہے۔ سوال میں مذکورہ اخراجات وضع کیے بغیر کل ماحصل ہی پر عشر لازم ہے۔ قال فی شرح التنویر بلا رفع مؤن ای کلف الزرع وبلا اخراج البذر لتصریحهم بالعشر فی کل الخارج (درمختار ص ۳۲۹ ج ۲)

(۲) اس بارہ میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہے کہ عند الذبح کس قدر حیات کی موجودگی شرط ہے۔ صاحبین کے ہاں حیات مستقر (یعنی فوق مایکون فی المذبوح) ضروری ہے اور امام صاحب کے ہاں مطلق حیات شرط ہے۔ یعنی بوقت ذبح حیات قلیلہ خفیفہ بھی کافی ہے اور یہی قول مفتی بہ ہے۔ پس صورت مسئولہ میں چونکہ محل ذبح (یعنی مابین الحلق واللبة) موجود ہے اور جانور میں حیات بھی باقی ہے اگرچہ قلیلہ ہے لہٰذا امام صاحب کے قول پر یہ جانور بعد الذبح حلال ہے۔ (وعلیہ الفتویٰ)

البتہ جدا شدہ کھوپڑی حرام ہے۔ لقوله علیه السلام ما ابین من الحی فهو میت) اگر محل ذبح بالکل نہ رہے تو جانور حرام ہے۔ اس لیے کہ ذبح متحقق نہیں۔ والدلائل فی العالمگیریه کتاب الصید و هدایه۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۹ رجب ۱۳۹۶ھ

اگر جلدی میں ''بسم اللہ اللہ اکبر'' میں ہ پر زیر نہیں پڑھی گئی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص کا بکرا رات کو بوجہ گوارہ کھانے سے پیٹ میں ہوا بھر گئی۔ بکرا اچانک مرنے کے قریب ہو گیا تو مالک

نے جلدی میں ذبح کر دیا۔ نیز تکبیر کے الفاظ اس طرح۔ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھے۔ (ھا کی زیر نہیں پڑھی گئی)

(۲) گھنڈی تمام کی تمام دھڑ کے ساتھ چلی گئی۔ بہت معمولی سی سر کے ساتھ تھی۔ پھر کھال اُتارنے کے بعد سر علیحدہ کیا گیا بعد میں شبہ ہوا کہ صحیح تکبیر نہیں ہوئی۔ تو بکرے کا سر مولوی کے پاس لے جایا گیا تو ایک شخص نے گواہی دی کہ تمام رگیں صحیح کٹ گئی ہیں۔ اس گواہی پر مولوی صاحب نے بکرا درست قرار دے کر گوشت کھلا دیا۔ عوام میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔

بشرف نگاہ عبدالستار معرفت محمد یعقوب خان ضلع میانوالی

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بسم اللہ اللہ اکبر کے آخر پر یعنی بسم اللہ کے آخر میں اعراب ظاہر کیے بغیر تکبیر درست ہے اور گھنڈی کے اوپر ذبح کرنے سے بھی چونکہ عروق یعنی رگیں کٹ گئی ہیں اس لیے ذبیحہ بلاشبہ حلال ہے اور گوشت کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ شوال ۱۳۹۵ھ

اگر جانور ذبح کے بعد حرکت نہ کرے لیکن خون بہہ پڑے تو حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک بھیڑ کا بچہ جو کہ تقریباً دو ماہ سے کچھ زائد ہے۔ کسی علالت کی وجہ سے کمزور ہو گیا۔ مالک نے اُسے چار ٹانگوں پر کھڑا کیا ہوا تھا۔ اُسے اٹھا کر دوسری جگہ لٹا کر ذبح کیا گیا اور وقت ذبح سانس یقیناً جاری تھا۔ مگر بعد از ذبح کے حرکت اعضاء کی خبر نہیں ہوئی اور خون فوارہ مار کر نہیں نکلا بلکہ اگر نکلا ہے تو تقریباً تین بالشت سے کچھ زائد فاصلہ پر رواں ہوا ہے۔ آیا یہ مذبوحہ حلال ہے یا حرام۔ بینوا توجروا

احمد حسن ولد غلام محمد نمبردار تحصیل ضلع جھنگ

﴿ج﴾

اگر ذبح کرتے وقت حیات یقینی تھی تو مذبوحہ حلال ہے۔ اگرچہ حرکت اعضاء کی خبر نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ شعبان ۱۳۹۵ھ

زندہ جانور کی کھال و گوشت فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اندریں مسئلہ کہ

(۱) بعض حضرات میں یہ رواج مروج ہے کہ زندہ جانور کے گوشت کی بیع کر کے یا کھال کی بیع کر کے بیچ دیتے ہیں کیا یہ بیع صحیح ہے۔

(۲) دور بائع بائع اور مشتری کے لیے کیا شریعت فرماتی ہے۔

(۳) اگر بائع اور مشتری کے سوا اور کوئی اسی جانور کا بچا ہوا گوشت خرید کر کے کھائیں تو کیا جائز ہے یا ناجائز۔

﴿ج﴾

زندہ جانور کے گوشت اور کھال کو قبل از ذبح فروخت کرنا بیع فاسد ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں گنہگار اور آثم ہوں گے۔ ان کو توبہ کرنا لازم ہے اور گوشت اور کھال مشتری کے حوالہ نہ کرے بلکہ وجوباً بیع فسخ کر دے۔ ہر ایک اس کو فسخ کر سکتا ہے اور کھال و گوشت کے قبض ہو جانے سے اگر چہ وہ مشتری کی ملک میں آ جاتا ہے اور وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے لیکن چونکہ یہ ملک خبیث ہے اس لیے بیع کو فسخ کر کے واپس بائع پر رد کر دیا جائے یہ واجب ہے۔ اگر بالفرض آگے ہی مشتری نے دوسرے کسی شخص پر فروخت کر دیا تو اگر چہ وہ گنہگار ہوگا اور واپس بائع پر ہی رد کرنا لازم ہوگا لیکن پھر بھی جس شخص نے اس سے گوشت یا کھال خریدا ہے اس لیے استعمال جائز ہوگا۔ کذا فی الفتاویٰ الفقہ

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۶ ذی قعدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید لاعلم بندہ ہے کبھی اس نے ذبح وغیرہ نہیں کی۔ اس نے ایک بکرا جو حرام ہو جانے کا ڈر تھا اور اس وقت اور کوئی قابل آدمی بھی موجود نہ تھا۔ اس خطرے سے بچنے کی وجہ سے بکرا کو حرام ہونے سے بچانے کی خاطر تکبیر چلائی۔ تکبیر چلاتے وقت بجائے بسم اللہ اللہ اکبر کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اللہ اکبر پڑھا اور ذبح میں کوئی شک نہیں۔ ذبح ٹھیک تھا لیکن کلمے ٹھیک نہیں تھے کیونکہ بسم اللہ اللہ اکبر کی بجائے یہ کلمے پڑھے۔ اب مہربانی فرما کر یہ فرما دیں کہ بکرا حلال ہے یا حرام بالدلائل فقہ بیان فرما دیں کیونکہ ہمارے چک میں ایک اہل حدیث زیادہ تر نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ میں فقہ کا مقلد نہیں ہوں اگر ہو سکے حدیث سے بھی ثابت کریں۔

محمد عبدالمجید

﴿ج﴾

قوله تعالى كلو مما ذكر اسم الله عليه (۲) وما لكم ان لاتأكلو مما ذكر اسم الله عليه (سوره انعام ركوع ۳) بخارى شريف ص ۸۲۷ ج۲ عن عباية بن رفاعة بن افع عن جده ان قال يارسول الله ليس معنامدى فقال ما انهر الدم و ذكر اسم الله عليه فكل الحديث. درمختار مع شرحه ردالمحتار ص ۳۰۱ ج۶ والشرط في التسمية هو الذكر الخالص عن شوب الدعاء وغيره فلا يحل بقوله. اللهم اغفرلي لانه دعاء وسوال بخلاف الحمدلله او سبحان الله مريدًا به التسمية فانه يحل الخ وفي الشامية (قوله والشرط في التسمية هو الذكر الخالص) باى اسم كان مقرونًا بصفة كالله اكبر او اجل او اعظم اولا كالله او الرحمن جهل التسمية او لا باالعربية اولا ولو كان قادرًا عليها. یہ قرآن پاک کی آیات ہیں اور حدیث بخاری ہے اس کے علاوہ کتب حدیث میں اس قسم کی بہت سی روایتیں موجود ہیں جو صراحۃً دال ہیں اس بات پر کہ جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے پس وہ حلال ہے اس سے تم کھاؤ نیز درمختار اور شامی کی عبارت سے یہ صاف واضح ہے ذکر خالص اللہ کا کرے۔ دعا کرنے کے ارادہ سے اللہ کا نام نہ لے پھر چاہے جس اسم اللہ سے بھی ذبح کرے اعظم اجل وغیرہ کی صفت اس اسم کے ساتھ ملا دے اور اللہ اکبر او اجل اور اعظم ایک سے یا فقط اسم ذکر کرے صفت اکبر وغیرہ کی نہ ملاوے وہ مذبوحہ جانور حلال ہے۔ نیز یہ بھی درمختار اور شامی کی عبارت میں مذکور ہے کہ تسبیح وتہلیل سے بھی ذبح درست ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اس آدمی نے ذبح درست کیا ہو اور کوئی خرابی نہ ہو اور اس نے بسم اللہ کلمہ طیبہ، اللہ اکبر ذبح کرتے وقت پڑھا ہے تو یہ مذبوحہ جانور بلاشبہ حلال ہے اور مولوی صاحب نے اس کی حلت کا فتویٰ درست دیا ہے کھانا صحیح ہے البتہ مستحب ذکر ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر ہے تو لہٰذا یہ ذکر خلاف مستحب ہے یہ نہیں کہ اس سے مذبوحہ جانور حلال نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کسی مزار پر ذبح کرنے کی منت ماننا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص کسی پیر یا ولی کے مزار پر منت مان کر مویشی یا نر بکرا ذبح کر سکتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں ٹھوس دلائل سے جواب دے کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی

﴿ج﴾

اس میں تفصیل ہے ایک یہ صورت ہے کہ کسی شخص نے غیر اللہ کے نامزد کوئی جانور کر دیا اور اس نیت سے اس کو ذبح کیا گو وقت ذبح بسم اللہ بھی کہے یہ صورۃ باتفاق و باجماع حرام ہے اور یہ جانور میتۃ ہے اس کے کسی جزء سے انتفاع جائز نہیں اور آیۃ کریمہ وما اہل لغیر اللہ میں اس کا داخل ہونا متفق علیہ اور مجمع علیہ ہے اور کتب فقہ در مختار وغیرہ میں تصریحاً مذکور ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ غیر اللہ کا نام محض تعبیر و عنوان میں ہے نیت میں ان کا تقرب و ترضی مقصود نہیں جیسے حدیث میں عقیقہ کے وقت یہ کہنا وارد ہے ھذا عقیقة فلان یہ بلا شبہ حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

اگر کوئی جانور مر رہا ہو تو شیعہ کا ذبح کرنا جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بیل پر ہل چلاتے وقت اچانک موت واقع ہو گئی تو اس وقت میں ایک مذہب شیعہ کے علاوہ کوئی ایسا شخص مسلمان موجود نہیں تھا جس کو ذبح کرنے کا طریقہ ہو اور بوجہ جہالت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مذہب شیعہ انسان سے ذبح کروانا نامناسب ہے۔ تو حالت اضطراری میں بوجہ مجبوری اس سنی شیعہ سے وہ بیل ذبح کرایا گیا اُس بیل کا کھانا حلال ہے یا حرام ہے۔ جواب بالوضاحت مع الدلائل عنایت فرمائیں۔

﴿ج﴾

واضح رہے کہ جو شیعہ ضروریات دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر ہو یعنی شیعہ غالی ہو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہو یا افک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قائل ہو یا الوہیت علی رضی اللہ عنہ کا قائل ہو وغیرہ ذلک یا شیعہ ترابی سبی ہو جو سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو جائز اور کار خیر سمجھتا ہو تو ایسا شیعہ کافر ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے اور جو اس قسم کا غالی شیعہ نہ ہو یعنی امور دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر نہ ہو اور سب صحابہ کو کار خیر نہ سمجھتا ہو تو وہ مسلمان ہے اور اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ ھکذا فی الشامیة اس سے آپ کو مسئول صورت کا حکم معلوم ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

ذبح فوق العقدہ اور عورت کے ذبح کے متعلق کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ

(۱) ذابح سے تقدیراً عقدہ (گھنڈی) جانور کے جسم کی طرف چلی گئی ہو تو مذبوحہ حلال ہے یا حرام۔

(۲) اگر وہ حلال ہے تو جو کہے کہ اگر چہ یہ حلال بھی ہو تب بھی میں کسی کتاب حدیث یا فقہ کے قول کو نہیں مانتا اور وہ لوگوں کا امام بھی ہو کیا اس کو اس بات کے کہنے سے توبہ کرنی ضروری ہے یا نہیں۔

(۳) عورت اگر ذبح کرے تو جائز ہے یا ناجائز۔ بحوالہ کتب معتبرہ فقہ سے جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔ بینوا توجروا

عبدالمجید ضلع راولپنڈی

﴿ج﴾

(۱،۲) ذبح فوق العقدہ کے متعلق علماء میں اختلاف ہے علامہ شامی نے بعد تحقیق کے فیصلہ فرمایا ہے کہ اگر تین رگیں کاٹی گئیں تو ذبح جائز ہے۔ اہل تجربہ سے استفسار کے بعد فتویٰ اس پر ہے کہ ذبح فوق العقدہ اگر اتفاقاً ہو جائے تو مذبوحہ حلال ہے اور عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے سوال میں جو الفاظ نقل کیے گئے ہیں ان الفاظ کے کہنے میں خطرہ ہے۔ مسلمان کو ایسے الفاظ استعمال کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جس نے یہ الفاظ استعمال کیے ہوں اس پر توبہ کرنی لازم ہے۔ واللہ الموفق

(۳) عورت اگر ذبح کرنا جانتی ہو تو اس کا ذبح بلاشک درست ہے۔ واللہ اعلم

محمد عبدالشکور ملتانی عفی عنہ
۱۵ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح محمد غلام سرور قادری خادم الافتاء مدرسہ انوار العلوم ملتان
۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ

الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر قصاب شیعہ ہوں تو گوشت کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ہمارے شہر میں گوشت کا کام شیعہ مذہب کے لوگ کرتے ہیں بعض بکری

ذبح کرنے والے قصائی شیعہ قسم کے لوگ ہیں لہٰذا فتویٰ طے فرمادیں کہ سنی لوگ اُسے جائز سمجھ کر کھا سکتے ہیں مہربانی ہوگی۔

ضلع مظفرگڑھ تحصیل علی پور، حافظ عبدالمجید امام مسجد

﴿ج﴾

حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں شیعہ کے ذبیحہ کی حلت میں علماء اہل سنت کا اختلاف ہے، راجح اور صحیح یہ ہے کہ حلال ہے **قال الشامی و کیف ینبغی القول بعدم حل ذبیحتہ مع قولنا بحل ذبیحۃ الیہود و النصاری** (امداد الفتاویٰ ص ۶۰۸ ج ۳) لیکن مجھے اس مسئلہ میں تا حال تشفی نہیں ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کچھ تشفی ہوسکتی ہے وہ یہ کہ کفر کا حکم کیا جا سکتا ہے اسلام کا حکم اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے احتیاط ہے اور حکم ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار میں یہ احتیاط ہے پس احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا۔ یعنی اس سے نا تو مناکحت کی اجازت دیں گے نہ اس کی اقتدا کریں گے نہ اس کا ذبیحہ کھائیں گے اور نہ اس پر سیاست کافرانہ جاری کریں گے۔ اگر تحقیق کی قدرت ہو اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو ویسے احکام جاری کریں گے اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو تو سکوت کریں گے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں گے۔ الخ (امداد الفتاویٰ ص ۵۴۲ ج ۴۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۳ رجب ۱۳۸۷ھ

عورت کا ذبیحہ کن صورتوں میں حلال ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا مسلمان عورت جو ذبیحہ اور تسمیہ جانتی ہو اس کا ذبیحہ کن کن صورتوں میں حلال ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

المستفتی غلام فرید معرفت ڈاکٹر محمد نواز خان میڈیکل ہال محمود کوٹ تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفرگڑھ

﴿ج﴾

مسلمان عورت کا ذبیحہ بہر صورت حلال ہے اگر اور کوئی خرابی صورتِ ذبح میں نہ ہو تو صرف عورت ہونے کی وجہ

سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ یہ صرف عوام کے غلط مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے کہ عورت ذبح نہیں کر سکتی۔ کذا فی جمیع کتب الفقہ واللہ اعلم

مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۳۰ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

اگر جانور ذبح کرنے کے بعد حرکت نہ کرے لیکن خون نکلے اور خرخراہٹ کی آواز ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس شرعی مسئلہ میں کہ ایک بیل اسی وقت بیمار ہوا اور آج صبح کو بے ہوش ہو کر گر پڑا ہے۔ حلق پر فوراً چھری چلائی گئی ہے خون کی دھار تقریباً دو فٹ کے فاصلہ پر پہنچی ہے اور حلق سے خرخراہٹ کی آواز بھی نکلتی رہی ہے لیکن ذبح کے بعد اس کے جسم کو کوئی حرکت نہیں ہوئی ہے بعض حاضرین موقع کہتے ہیں کہ حلال ہے اور بعض دیگر حرام کہتے ہیں۔ آپ ہمیں شرعی فیصلہ سے مطلع فرما کر اجر دارین حاصل کریں۔

المستفتی محمد علی سکنہ نیل کوٹ ملتان

﴿ج﴾

صورۃ مسئولہ میں یہ جانور مذبوحہ حلال ہے۔ فی الدر المختار ص ۳۰۸ ج ۶ ذبح شاۃً مریضۃ فتحرکت او خرج الدم حلت والا فلا ان لم تدر حیاته عند الذبح وان علم حیاته حلت مطلقًا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم۔ وفی الشامیۃ قوله فتحرکت ای بغیر مدنحو رجل وفتح عین مما لا یدل علی الحیاۃ. کمایأتی قوله او خرج الدم ای کما یخرج الحی الی قوله وھو ظاھر الروایۃ. واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ

اگر بیمار بھینس سے ذبح کے بعد مرغی جتنا خون نکلے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بھینس کو بے ہوشی کی حالت میں ذبح کیا گیا ذبح کی حالت میں بھینس نے حرکت بھی نہیں کی اور نہ ہی خون آیا لیکن ذبح درست ہوا۔ ذبح ہو جانے کے تھوڑی دیر بعد تھوڑا سا خون آیا جتنا کہ دو مرغیوں کا خون ہوتا ہے۔ کیا یہ بھینس حلال ہے یا حرام۔

عبدالرشید صدیقی معرفت حاجی غلام محمد تحصیل وضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

اگر ذبح کرتے وقت بھینس میں حیات کی کسی قسم کی علامت موجود ہو تو ذبیحہ حلال ہے ورنہ نہیں اگر خون اس طریقہ سے نکلا جیسا کہ عام طور پر ذبح کے وقت جانور سے نکلتا ہے تو یہ بھی حیات کی علامت ہے لیکن اگر بغیر کسی تیزی کے پانی کی طرح بہہ گیا تو حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا جس چاقو چھری سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے اس کا دستہ لکڑی کا ہونا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں ایک اور مسئلہ درپیش ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز حلال کی جائے تو جب تک چاقو کے ساتھ لکڑی نہ ہو تو وہ چیزیں حلال نہیں ہوتیں۔ پیتل کے دستہ والے جو چاقو ہیں ان سے حلال نہیں ہوتا کیا پیتل کے دستہ سے حلال ہوتا ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

در مختار مع شامی ص ۲۹۵ ج ۶ میں ہے۔ **وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل الاربعة تغلیبًا وانهر الدم ولو بنار او بلیطة او مروة هی حجر ابیض کالسکین یذبح بها الاسنا او ظفرا قائمین ولو کانا منزو عین حل عندنا مع الکراهة** الخ درمختار کی عبارت سے واضح ہے کہ جس چیز سے ذبح کیا جائے اور رگیں کٹ جائیں اور خون بہہ جائے تو مذبوح حلال ہے چاہے آگ یا کانے کے چھلکے یا تیز پتھر سے بھی کاٹے جائیں۔ حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ ہر تیز چیز سے جس سے مذبوح کی رگیں کٹ جائیں مذبوح حلال ہو جاتا ہے۔ خالص پیتل کی چھری یا چاقو بھی کیوں نہ ہو۔ اس بات کے لیے کوئی اصل نہیں کہ پیتل کے دستہ سے حلال نہیں اور لکڑی سے حلال ہے۔

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۳ رجب ۱۳۸۱ھ

جانور ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' پڑھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ حلال جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر تک پڑھنے سے جانور حلال

ہوتا ہے یا نہیں بعض علماء مصر ہیں کہ جانور ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد تک نہ پڑھا جائے تو جانور حلال نہیں ہوتا۔ پس بسم اللہ اللہ اکبر تک پڑھنے سے ذبیحہ درست نہیں ہے۔ لہٰذا صحیح کتاب وسنت کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرما دیں۔

محمد خان ملتان شہر

﴿ج﴾

وفی الدر ص ۳۰۱ ج ۶ والمستحب ان یقول بسم اللہ اللہ اکبر بلا واو الخ۔ روایت بالا سے معلوم ہوا کہ بسم اللہ اللہ اکبر تک کہنے سے جانور حلال ہو جائے گا۔ لہٰذا ذبح کا حلال ہونا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد تک پڑھنے پر موقوف نہیں ہے۔ اس لیے بعض علماء کا اصرار غلط ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ

جانور کو ذبح کرنے کے بعد عقدہ کو دوبارہ کاٹنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ایک شخص نے بکری [illegible] کیا لیکن قبل الموت فوراً مذبوحہ کی عقدہ کاٹ دی۔ عقدہ کاٹنے کے بعد مذبوحہ حرکت کر کے ختم ہوگئی۔ کیا یہ مذبوحہ حلال ہے یا [illegible] مفصل محقق جواب تحریر فرما دیں۔

مستفتی محمد شفیع مقام لال گڑھ تحصیل حرام پور ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

فوق العقدہ ذبح کرنے کے بعد جب اس کی موت یقینی ہوگئی اور اس میں مذبوح جانور جتنی حیات سے زیادہ حیات نہ تھی تو اس کی موت اسی ذبح ما فوق العقدہ کی جانب منسوب ہوگی۔ دوبارہ تحت العقدہ کاٹنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ البتہ مذہب محقق اور صحیح یہ ہے کہ ذبح ما فوق العقدہ کی صورت میں اگر دو رگ اور مری کٹ چکے ہیں تو ذبیحہ حلال ہے ورنہ نہیں۔ اب صورت مسئولہ میں اگر پہلی ذبح میں دونوں رگ اور مری مقطوع ہو چکے ہیں تو بہر حال اس کو حلال کہا جائے گا۔ شامی ص ۲۹۵ ج ۶ کتاب الذبائح میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ ذی الحجہ ۱۳۷۴ھ

شیعہ کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ جو لوگ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں یعنی شیعہ حضرات اُن کے ذبیحہ جانور کا گوشت کھانا درست ہے کہ نہیں اور بریلوی حضرات کے ہاتھ کا ذبیحہ جانور کے گوشت کا کھانا ٹھیک ہے یا نہیں۔

ملک محمد اشرف ضلع مظفر گڑھ تحصیل علی پور

﴿ج﴾

جو شیعہ امور دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر ہو مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا قائل ہو یا جبرئیل علیہ السلام کے وحی لانے میں غلطی کا قائل ہو یا صحبت صدیق کا منکر ہو یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھتا ہو وہ کافر ہے اور اس کا ذبیحہ حلال نہیں اور جو ایسا نہیں اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۸ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

اگر ما اہل بہ لغیر اللہ کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے تو حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کے مقتدیان اختلاف عقیدہ کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ نذر نیاز و ما اہل بہ لغیر اللہ حرام ہے اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ حلال ہے۔ نیز دلیل پیش کرتا ہے کہ ذبح کے وقت یہ نہیں کہتے کہ بسم اللہ فلاں بسم اللہ فلاں بلکہ تکبیر پڑھ کر ذبح کرتے ہیں اور تکبیر سے چیز حلال ہوتی ہے اور فریق اول کہتا ہے کہ جو نذر و نیاز اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی نبی، ولی یا جن، فرشتہ کے نام پر مانی جائے اسی وقت حرام ہو جاتی ہے۔ اگر بوقت ذبح تکبیر بھی پڑھی جائے ہرگز حلال نہیں ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے ہر دو فریق اس مسجد میں یکے بادیگر اوقات پنجگانہ میں نماز با جماعت الگ الگ مقام میں ادا کرتے ہیں۔ کیا اس صورت میں دونوں جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔ نیز جمعیت اکابرین اہل سنت کے عقیدے کے مطابق کون سا فریق اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔

اللہ بخش ضلع اٹک

﴿ج﴾

فریق اول کی بات صحیح ہے اور فریق ثانی کا استدلال غلط ہے نذر و نیاز غیر اللہ کی ہرگز جائز نہیں، ماسوی اللہ کے تقرب اور تعظیم کے لیے کوئی چیز دی جائے یا کوئی جانور ذبح کیا جائے وہ ما اہل لغیر اللہ اور ما ذبح علی النصب میں داخل

ہے۔ ایسے نذر و نیاز والے جانور پر ذبح کے وقت اگر صرف تکبیر ہی کہی جائے غیر اللہ کا نام نہ بھی لیا جائے لیکن جب مقصود تقرب اور تعظیم غیر اللہ کی ہے پھر بھی حرام ہے۔ قال فی الدرالمختار ص ۳۰۹ ج ۶ (ذبح لقدرم الامیر) ونحوہ کو احدمن العظماء (یحرم) لانہ اھل بہ لغیر اللہ (ولو) وصلیۃ (ذکر اسم اللہ تعالٰی ولو) ذبح (للضیف لا یحرم) لانہ سنۃ الخلیل و اکرام الضیف اکرام اللہ تعالٰی والفارق انہ ان قدمھا لیاکل منھا کان الذبح للہ والمنفعۃ للضیف وللولیمۃ او للربح وان لم یقد مھا لیاکل منھا بل یدفعھا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم وقال فی البحر الرائق واما انزر الذی ینذرہ اکثر العوام شاھد کان یکون لانسان غائب او مرنص او لہ حاجۃ ضروریۃ فیاتی بعض الصلحاء فیجعل سزا علی راسہ بالیدی فلان ان رد غائبی او عوفی مریض او آفت حاجتی فلک من الذھب کذا او من الفضۃ کذا او من الطفام کذا او من الماء کذا ادین شمع کذا او من الذیت کذا فھذ النذر باطل بالاجماع لوجوہ منھا انہ نذر مخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز لانہ عبادۃ والعبادۃ لاتکون للمخلوق ومنھا ان المنذور لہ میت والمیت لا یملک ومنھا ان لحن ان المیت یتصرفھا فی الامور دون اللہ تعالٰی و اعتقادہ ذالک کفر الھم الا الخ. لہٰذا جو جانور کسی نبی، ولی وغیرہ کے تقرب کے لیے نامزد کیا گیا ہو اس کو ذبح کرتے وقت اگر صرف تکبیر ہی کہی جائے وہ حلال نہیں ہوتا ہے۔ درمختار کی عبارت میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ہاں اگر اس عقیدہ تقرب سے قبل از ذبح رجوع کر کے صرف اللہ جل مجدہ کے تقرب اور تعظیم کے لیے ذبح کیا جائے پھر حلال ہے۔ فقط واللہ تعالٰی اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

اگر رات کو روشنی کا انتظام نہ ہو تو یہ ذبح اضطراری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بکری رات کو مرنے کے قریب ہوئی تو اس نے فوراً چراغ جلا کر چاقو تلاش کیا اور بکری کو ذبح کرنے کے لیے لٹایا کہ بکری نے چراغ میں پیر مار کر گرا دیا اس نے فوراً اندھیرے میں بکری پر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چاقو چلا دیا۔ بکری سے خون کافی نکلا اور اس کی دونوں رگیں کٹ گئیں۔ اس نے رات کو کپڑے میں لپیٹ کر بکری کو رکھ دیا۔ صبح کو خود کھایا اور دوسروں کو کھلایا کیا یہ بکری حرام ہے یا حلال ہے۔

حافظ سلطان احمد ضلع مظفر گڑھ تحصیل کوٹ ادو

﴿ج﴾

یہ ذکوٰۃ اضطراری ہے اس لیے جب رگیں کٹ گئیں اور بکری کا خون کافی نکلا تو یہ بکری حلال ہوگئی ہے اور کھانا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ شعبان ۱۳۸۲ھ

حلال جانور کے خصیے حلال ہیں یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ حلال جانور کے خصیے حلال ہیں۔ ان کو کھایا جائے یا حرام ہیں ان کو نہ کھایا جائے یا مکروہ وغیرہ ہیں۔

محمد سلیم

﴿ج﴾

حلال جانور کے خصیے کھانا مکروہ تحریمی ہے کھانا جائز نہیں۔ قال فی بدائع الصنائع واما بیان مایحرم اکله من اجزاء الحیوان الماکول فالذی یحرم اکله منه سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة و المرارة لقوله عزشانه ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث وهذه الاشیاء السبعة مما تستخبثه الطبائع السلیمة فکانت محرمة وروی عن مجاهد رضی الله عنه انه قال کره رسول الله صلی الله علیه وسلم من الشاة الذکر والانثین والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم فالمراد منه کراهة التحریم الخ بدائع صنائع ص ۶۱ ج ۵ وفتاوی العالمگیریہ ص ۲۹۰ ج ۵ درمختار ص ۷۴۹ ج ۶ وکنز الدقائق ص ۴۹۶ مسائل شتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ محرم ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

طوطا حلال ہے

﴿س﴾

مہربانی فرما کر طوطے کے متعلق تحریر کریں کہ وہ حلال ہے کتاب کے حوالے دے کر مشکور فرمادیں۔ اگر حلال ہے تو کس امام کے نزدیک اور اگر حرام ہے تو کس امام کے نزدیک۔

جناب اعراب دین خٹک تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

ہر اس پرندے کا کھانا حرام ہوتا ہے جو کہ پنجہ کے ساتھ شکار کرتا ہو اور درندہ پرندہ ہو۔ طوطا چونکہ اس قسم کا پرندہ نہیں ہے لہٰذا اس کا کھانا حلال ہے جیسا کہ **کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة** ص۲ ج۲ پر ہے۔ **ویحل من الطیر اکل العصافیر والسمان والقنبر والزرزور والقطا والکروان والبلبل والببغاء والبعامه والطاؤس وقال فی حاشیة الشافعیة. قالوا لایحل اکل البغاء۔** ہاں امام شافعی کے نزدیک طوطے کا کھانا جائز نہیں ہے اور فتاویٰ دارالعلوم امداد المفتین ص ۷۶۹ جلد دوم پر ہے۔ طوطا بلاشبہ حلال ہے اور زید جو حرمت پر استدلال کرتا ہے صحیح نہیں کیونکہ ذی مخلب جس کو حدیث میں حرام فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ نہیں کہ پنجہ سے پکڑ کر کسی چیز کو کھائے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ جانور جو پنجہ سے شکار کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ طوطا شکاری جانور نہیں اور نہ پنجہ سے جانوروں کا شکار کرتا ہے الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

ہمارے ہاں جو کوا عام ہے یعنی ''کاں'' یہ حلال ہے یا حرام ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ موجودہ کوا جس کو عام زبان میں کاں بولتے ہیں یہ ہوتے بھی کثرت سے ہیں اس کا کھانا حلال ہے یا حرام یا مکروہ یا مباح۔

بندہ اسحاق موضع محال تحصیل و ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

واضح رہے کہ فقہاء کرام نے غراب (کوا) کی تین قسمیں ذکر کی ہیں اور تینوں کے احکام علیحدہ ہیں۔ ایک وہ غراب

ہے جو صرف نجاست اور مردار چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا ناجائز ہے۔ اور ایک وہ ہے جو محض غلہ جات دانے اور پاک چیزیں کھاتا ہے اس کا کھانا حلال ہے۔ اور ایک وہ ہے جو مردار چیزیں اور دانے دونوں قسمیں کھاتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اسے مکروہ کہتے ہیں اور امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کو اصح کہا گیا ہے۔ **كما قال في البحر الرائق ص ١٧٢ ج٨ تحت قول الكنز (وغراب الزرع) لانه ياكل الحب وليس من سباع الطير ولا من الخبائث قال رحمه الله (الا الابقع الذي ياكل الجيف والضبع والضب والزنبور والسلحفاة والحشرات والحمر الاهلية والبغل) يعني هذه الاشياء لا توكل اما الغراب الابقع فلانه ياكل الجيف فصار كسباع الطير والغراب ثلاثة انواع نوع يأكل الجيف فحسب فانه لا يؤكل ونوع ياكل الحب فحسب فانه يؤكل ونوع يخلط بينهما وهو ايضا يوكل عند الامام وهو العقعق لانه ياكل الدجاج وعن ابي يوسف انه يكره اكله لانه غالب اكله الجيف والاول اصح وهكذا في الفتاوى العالمگيرية ص٢٩٠ ج٥۔**

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ذبح فوق العقدہ کی صورت میں بعض علماء حلت اور بعض حرمت کے قائل ہیں صحیح کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ذبح ما فوق العقدہ جائز ہے یا نہ۔ جواز کے قائلین امام رستغنی کی عبارت کو پیش کرتے ہیں اور صاحب ملتقی کی عبارت پیش کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عقدہ سے آگے مری اور حلقوم گزر گئے ہیں اور جامع صغیر اور مبسوط کی عبارت کی تعمیم سے استدلال کرتے ہیں اور حرمت کے قائلین صاحب وقایہ کی عبارت اور ان کے شرح ذخیرہ وغیرہ کی عبارت اور فتویٰ سمرقندی کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ نیز مجوزین فتاویٰ دار العلوم دیوبند کی عبارت پیش کرتے ہیں اور حرمت کے قائلین امداد الفتاویٰ کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ فیصلہ کن بات مدلل مع عبارات مطلوب ہے اور مجوزین کے دلائل کے جوابات عنایت فرمائیں۔

اگر کوئی شخص ذبح ما فوق العقدہ کی حرمت کا فتویٰ دے دے اور کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق یہ کہے کہ یہ جانور حرام نہیں جبکہ وہ آدمی خود امام ہے اور لوگ اس کے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیں ایسے مفسد کا کیا حکم ہے حالانکہ مفتی صاحب نے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں ایک جرح دی ہے۔

ای سعد اللہ شاہ بنوی تحصیل لکی مروت ضلع بنوں صوبہ سرحد

﴿ج﴾

علامہ شامی نے جلد سادس ص ۲۹۵ پر ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ اگر مری کٹ جائے بدوں حلقوم کے اگر چہ یہ نادر ہے۔ **لا تصالهما تو للاکثر حکم الکل** کے ماتحت جائز ہے **و الافلا قال الرملی لایلزم منہ عدم قطع المری اذ یمکن ان یقطع الحرقد کز برج وھو اصل اللسان وینزل علی المری فیقطعہ فیحصل قطع الثلاثۃ** اور اسی نادر صورت کو علامہ شامی نے مدنظر رکھ کر کہا ہے۔ **والتحریر للمقام ان یقال ان کان بالذبح فوق العقدۃ حصل قطع الثلاثۃ من العروق فالحق ما قالہ شراح الھدایۃ تبعًا للرستغفنی والا فالحق خلافہ اذ لم یوجد شرط الحل باتفاق اھل المذھب ویظھر ذلک بالمشاھدۃ او سوال اھل الخبرۃ فاغتنم ھذا المقال ودع عنک الجدال** ۔ حرمت کے قائلین جو امداد الفتاوی کا حوالہ دیتے ہیں اگر کہیں ان سے ثابت ہوا ہے تو اس سے رجوع بھی انہوں نے کیا ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔ امداد الفتاوی ج ۳ ص کتاب الذبائح مدت ہوئی کہ احقر نے اس کی حرمت کا فتوی کتب فقہ سے نقل کیا تھا۔ اب اس سے رجوع کرتا ہوں۔ انتہی) گویا مولانا تھانوی رحمہ اللہ اب مطلقاً حرمۃ کا فتوی نہیں دیتے بلکہ علامہ شامی کی تفصیل مندرجہ ذیل پر فتوی دیتے ہیں۔

اس میں علامہ شامی نے بہت سا اختلاف نقل کر کے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تجربہ کاروں سے دریافت کرنا چاہیے کہ فوق العقدہ ذبح کرنے سے تین رگیں منجملہ چار رگ یعنی حلقوم و مری دو ودجین کے قطع ہو جاتی ہیں یا نہیں۔ اگر قطع ہو جاتی ہیں تو حلال ہے ورنہ حرام اور وہ امام جو اس ذبیحہ کے حرمت کا قائل ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے۔ اس میں نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ واللہ اعلم

نائب مفتی عبدالرحمن بنوی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۷ ذیقعدہ ۱۳۷۸ھ

ایصال ثواب کے لیے مزار پر مینڈھا ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک مسلمان شخص نے ایک مینڈھا اس نیت سے خریدا کہ میں اس جانور کو کسی ولی اللہ کے مزار کے پاس لے جا کر اللہ کے نام پر ذبح کروں گا اور اس کا ثواب اسی ولی اللہ کی روح کو بخشوں گا۔ پھر وہ اسی نیت پر قائم رہا پھر اس نے کچھ عرصہ کے بعد اسی جانور کو ولی اللہ کے مزار کے پاس خالص نیت واسطے خدا تبارک وتعالی کے ذبح کیا اور اس کا ثواب ولی اللہ کو بخشا کیا حلال ہو یا نہیں۔ کیا مسلمان اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

اگر خالصۃً شرعی طریقہ سے تکبیر کے ساتھ اس جانور کو ذبح کیا ہے تو یہ ذبح درست اور گوشت حلال ہے لیکن مزار کے پاس لے جانا یا وہاں ذبح کرنے کا تعین کرنا درست نہیں آئندہ اس سے احتراز کریں۔

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ

کیا ذابح اور مذبوح دونوں کا منہ قبلہ کی طرف ہونا شرط ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید پوچھتا ہے کہ جانور کو ذبح کرتے وقت مذبوحہ کا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا شرط ہے یا ذابح کا منہ کرنا قبلہ کی طرف شرط ہے۔ اگر مذبوحہ کی توجیہ شرط ہے تو مروجہ ذبح میں تو مذبوحہ کی پیشانی (منہ) مشرق کی جانب رہتی ہے اور پاؤں وغیرہ قبلہ کی طرف رہتے ہیں۔ حالانکہ شرعی شرط مذبوحہ کی توجیہ ہے وہ مفقود ہے۔ اگر ذابح کی توجہ شرط ہے تو فقہاء کی عبارات میں فقط توجہ آتی ہے۔ جس کے معنی (یعنی توجیہ الذابح المذبوحۃ) سے مذبوحہ کی توجیہ کرنا معلوم ہوتی ہے اور پہلے شق سے جو خرابی لازم آتی تھی اس کی وجہ مذبوحہ کو مروجہ طریق کے برعکس لٹا کر اُسے ذبح کرنا چاہیے تاکہ منہ مذبوحہ کا قبلہ کی طرف متحقق ہو جائے۔ فقہاء کی عبارات میں توجہ و توجیہ دونوں آتے ہیں لہٰذا برائے مہربانی اس مسئلہ کی تفصیل سے جواب مع توجیہ عبارات فقہاء بیان فرما دیں۔

مستفتی عبدالغفور

﴿ج﴾

جانور کا چہرہ قبلہ کی طرف کرنا ذبح کے وقت مستحب ہے اور ترک اس کا مکروہ ہے مگر گوشت بلا کراہت حلال ہے او
اس کا کھانا جائز ہے اور جب جانور کا منہ قبلہ کی طرف کرنا مستحب ہوا تو ذابح کا منہ بھی قبلہ کی طرف ہی ہونا مستحب ۔
کیونکہ ذبح حلقوم کی طرف سے ہوتا ہے۔ قفا کی طرف سے نہیں تو جب جانور کا منہ قبلہ کی طرف ہوگا تو اس کا سر ہو اور
پاؤں جنوب کو ہوں گے یا بالعکس اور ذابح اس کی گردن کی طرف کھڑا ہو کر حلقوم کی طرف سے ذبح کرتا ہے س کا چہرہ
بھی قبلہ کی طرف ہی ہوگا۔ تو فقہاء کی عبارات میں کوئی تعارض و تدافع نہیں ہے۔ ویسے توجیہ و توجہ حل کے لیے شرط
کوئی نہیں۔ کما قال فی خلاصۃ الفتاوی ص ۳۰۸ ج ۴ وفی الاصل یستحب تو جی القبلۃ فی
وقت الذبح. وفی العالمگیریۃ ص ۲۸۶ ج ۵ واذا ذبحھا بغیر توجہ القبلۃ لکن یکرہ کذا
فی جواہر الاخلاطی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

الجوا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

غالی شیعہ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ کی ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

محمد فاضل

﴿ج﴾

شیعہ اگر بڑا سخت غالی ہے اس حد تک کہ اس کا غلو کفر تک پہنچ گیا ہے اور اس کے معتقدات کسی نص قطعی سے متصادم ہیں پھر تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے اور اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور اگر شیعہ ہے لیکن کافر نہیں ہے اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ قال فی الدرالمختار علی هامش الشامیة ص ۲۹۸ ج ۲ لا (تحل ذبیحة) غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد) بخلاف یهودی او مجوسی تنصر لانه یقر علی ما انتقل الیه عندنا وقال الشامی تحت قوله بخلاف یهودی) مرتبط بقوله و مرتد وقوله لانه یقرالخ هو الفرق بینهما فان المسلم اذا انتقل الی ای دین کان لا یقر علیه فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ

اہل کتاب کے ذبیحہ سے متعلق مفصل تحقیق

﴿س﴾

کیا تے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس گوشت کی شرعی حیثیت یعنی حلت وحرمت کے لحاظ سے کیا ہے جو کہ کسی حلال جانور از ر، بیل، اونٹ، بکری، دنبہ وغیرہ میں سے ہو اور کسی مغربی ملک امریکہ وغیرہ میں کسی یہودی یا عیسائی ادارہ میں مندرجہ ذ تہ سے ذبح کیا گیا ہو اور پھر کھانے کے لیے مختلف تعلیمی اداروں میں مہیا کیا گیا ہو جہاں مسلمان طلباء زیر تعلیم ہو ر

(۱) جانور کو (ذبیحہ) ، پچھاڑ کر پچھلی ٹانگوں کے بل اُلٹا لٹ ا مذبح میں لے جا کر ذبح کرنے کی جگہ پر بجلی کے کرنٹ کے ذریعہ یا بندوق سے ز گردن کی جگہ کاٹ دی جائے تا کہ اخراج خون کا عمل مکمل ہو جائے۔

(۲) بجلی کے ذریعہ یا بندوق۔ نے کے عمل کے دوران اگر ذبیحہ ایسی حالت میں ہو کہ اس میں زندگی کے آثار باقی ہوں پھر اس کو اُلٹا لٹکا کر گردن کا

ے

(۳) بجلی کے ذریعہ یا بندوق سے پچھاڑنے کے عمل کے نتیجہ میں بے ہوش ہو جائے یا مکمل طور پر بے جان ہو جائے یعنی مرجائے دونوں حالتوں کے متعلق فتویٰ درکار ہے۔

(۴) عیسائی اور یہودی چونکہ اہل کتاب ہیں اس لیے اس امر کا لحاظ مدنظر رکھیے۔

عبدالقادر رلدھیانوی معرفت انور پاشا ملتان چھاؤنی

﴿ج﴾

اہل کتاب کا ذبیحہ بنص قرآنی حلال ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ غیر اللہ کے نام سے ذبح نہ کرے۔ **قال اللہ تعالی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم. وفی الدر المختار ۹۷ ج ۶ او کتابیا ذمیا او حربیاً الا اذا سمع منه عند الذبح ذکر المسیح** اور بعض فقہاء نے کتابی کے ذبیحہ کے حلال ہونے میں شرط بھی لگائی ہے کہ وہ کتابی اگر یہودی ہو تو حضرت عزیر علیہ السلام کی الوہیت کا معتقد نہ ہو اور اگر نصرانی ہو تو معتقد الوہیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ ہو۔

نیز اہل کتاب کسی قوم کا نام نہیں بلکہ اُس مذہب والوں کا نام ہے جو نبی مرسل کی تصدیق کرتے ہوں کسی کتاب منزل کا اقرار کرتے ہوں پس اگر کوئی یہودی یا نصرانی مذہب کے اعتبار سے الحاد اور دہریت کے خیالات رکھتے ہوں تو اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا پس اگر ذبیحہ کرنٹ دینے یا بندوق مارنے سے اس حد پر پہنچے کہ اس کی زندگی کی اُمید نہ ہو لیکن حیاۃ اس میں موجود ہے اور پھر اُسے ذبح کی جگہ پر سے گردن کاٹی جائے اور بسم اللہ اللہ اکبر اس پر کہا جائے اور تینوں رگیں کٹ جائیں تو اس ذبح کو حلال کہا جائے گا۔ اگر بھول سے تسمیہ کہنا رہ جائے تو اُس سے حرام نہ ہوگا۔ البتہ اگر قصداً چھوڑے گا تو حرمت کا حکم کیا جائے گا اور اگر کرنٹ دینے یا بندوق مارنے سے جانور بالکل مر گیا ہے اس میں حیات باقی نہیں ہے تو وہ جانور حرام ہو گیا ہے۔ اخراج خون کو مکمل کرنے کے لیے گردن کاٹنے سے حلال نہ ہوگا اور اگر بجلی کے کرنٹ سے مشین جانور کے گردن پر سے گزری ہے جس سے گردن کٹ گئی ہے تو یہ صورت بھی ناجائز ہے۔ اُس سے بھی جانور حلال نہیں ہوگا۔

واضح ہو کہ جانور کو ذبح کرنے سے قبل بجلی کے کرنٹ یا بندوق مارنے سے بے ہوش کرنا اسی طرح جانور کو اُلٹا لٹکا کر ذبح کرنا یہ فعل درست نہیں ہے لیکن اس عمل کا ذبح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

پس اگر جانور میں حیاۃ موجود ہے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہے اور غیر اللہ کا نام بوقت ذبح نہیں کیا گیا اور تسمیہ قصداً نہ چھوڑا گیا ہو اور ذابح دہری اور ملحد نہ ہو تو اس ذبیحہ کو حلال کہا جائے گا۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۷ھ

یورپ والے خصوصاً ان شرائط کا جو جواب میں مذکور ہیں بالکل لحاظ نہیں کرتے۔ لہٰذا ان کا ذبح شدہ اور ڈبوں والا گوشت مطلقاً حرام اور قابل احتراز ہے بچنا چاہیے۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

کیا اگر گائے کمزور ہو تو اس میں پانچ سے زیادہ آدمی شریک نہیں ہو سکتے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اس علاقہ میں لوگوں کا رجحان اس طرف ہے کہ کمزور گائے میں قربانی کے لیے ۵ آدمی حصہ دار ہو سکتے ہیں تو براہ کرم یہ بتائیں کہ مذکورہ فعل شرعاً جائز ہے۔ اگر نہیں تو شرع محمدی کا مسلک کیا ہے۔ جو لوگ ایسا کریں ان کے ساتھ حصہ رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

محمد امین تحصیل و ضلع جھنگ

﴿ج﴾

واضح رہے کہ اتنا دبلا پتلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو اس کی قربانی درست نہیں ہے اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلا ہونے سے کچھ حرج نہیں اس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔ گائے، بھینس، اونٹ (چاہے کمزور ہوں چاہے موٹے تازے) میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے اور اگر سات آدمیوں سے کم لوگ شریک ہوئے جیسے پانچ آدمی شریک ہوئے یا چھ آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں تب بھی سب کی قربانی درست ہے۔ لہٰذا یہ رجحان رکھنا کہ کمزور گائے میں پانچ آدمی حصہ دار ہو سکتے ہیں درست نہیں بلکہ سات تک حصہ دار بن سکتے ہیں البتہ اگر پانچ شریک ہوئے تو بھی ان کی قربانی درست ہے اور ان کے ساتھ حصہ رکھنا درست ہے لیکن پانچ کی تعیین اس وجہ سے نہ کرے کہ زیادہ (یعنی سات آدمی) شریک نہیں ہو سکتے ویسے اگر سات شریک نہ ہوں تو بھی جائز ہے۔ **فی الدر المختار ص ۳۱۵ ج ۶ وتجب شاۃ او سبع بدنۃ ھی الابل والبقر ولو لاحد ھم اقل من سبع لم یجز عن احد وتجزی عما دون سبعۃ بالاولی الخ۔** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

قربانی کی کھال لائبریری پر صرف کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ آیا قربانی کی کھالیں لائبریری کے مصرف میں آ سکتی ہیں جبکہ لائبریری صرف دینی کتب اور اسلامی تاریخی کتابوں پر مشتمل ہو اس سے کوئی دنیاوی غرض مقصود نہ ہو بلکہ صرف اشاعت دین مراد ہو۔

اراکین انجمن بخاری لائبریری لوکوشید خانیوال

﴿ج﴾

قربانی کی کھال کو لائبریری پر صرف کرنا درست نہیں کیونکہ اس میں تملیک متحقق نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قربانی کی کھالوں کی رقم کو قبرستان پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کیا قربانی کی کھالوں کی رقم قبرستان کی مرمت یا چاردیواری وغیرہ پر لگانا جائز ہے یا نہیں۔ قربانی کی کھالوں کا پیسہ کس جگہ پر خرچ کرنا چاہیے۔

﴿ج﴾

قربانی کی کھال تو ہر کسی کو دینا جائز ہے اور اپنے استعمال میں لانا بھی جائز ہے لیکن قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یعنی فقراء اور مساکین کو ملک کر دینا قربانی کی کھال کی قیمت سے مسجد یا عیدگاہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۴ صفر ۱۳۹۰ھ

جس گائے کے جسم میں کوئی چیز رکھ دی گئی ہو اس کی قربانی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک گائے جس کے فرج میں جہاں سے پیشاب آتا ہے لڑکوں نے لکڑی داخل کی ہے جس کی وجہ سے وہ کئی دن جب پیشاب کرتی تو خون بھی ساتھ آتا تھا اس کے بعد اس کو آرام ہوا اب جب پیشاب کرتی ہے تو دم کو اوپر کرتی ہے باقی ظاہری کوئی عیب معلوم نہیں ہوتا۔ شرع کی رو سے فرما دیں کہ آیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں اور یہ بھی فرما دیں کہ جو گائے کبھی بچہ نہ جنتی ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

عبدالغنی مدرس مدرسہ احیاء العلوم ضلع مظفرگڑھ تحصیل علی پور

اس کی قربانی جائز ہے۔ کیونکہ یہ کوئی عیب فاحش نہیں اور جو گائے بچہ نہ جنتی ہو تو اس کی بھی قربانی درست ہے۔
کما قال العالمگیریة ص ۲۹۷ ج۵ واما صفته فهو ان یکون سلیما من العیوب الفاحشة کذا فی البدائع. وفیها بعد السطر. ویجوز المجبوب العاجز عن الجماع والتی بها السعال والعاجزة عن الولادة لکبر سنها والتی بها کی والتی لاینزل لها لبن من غیر علة والتی لها ولد. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

جس گائے کا ایک کان دو انگلی اور دوسرا ایک انگل کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گائے قربانی کی ایک شخص نے خریدی ہے۔ اس کے دو کان بالکل صاف کٹے ہوئے ہیں نہ پھاڑے ہوئے ہیں بلکہ ایک کان کی مقدار دو انگلی سے کچھ حصہ کٹا ہوا ہے اور دوسرا کان صرف ایک انگلی کے برابر کٹا ہوا ہے۔ اس میں جو باقی لوگ شریک ہیں وہ شبہ کرتے ہیں کہ ہماری قربانی ناجائز ہے اور قربانی کا جانور بھی نہیں خرید سکتے۔ کہتے ہیں کہیں سے فتویٰ منگوا دیجیے تاکہ ہمیں اطمینان ہو جائے۔ سب لوگ اسی فتویٰ کے منتظر ہیں۔

مولوی عنایت اللہ ضلع ساہیوال

﴿ج﴾

قول مفتی بہ کے مطابق اگر دونوں کانوں کی کٹی ہوئی مقدار کو جمع کر کے ایک کان کا نصف یا اس سے زائد بنے تو اس جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی ورنہ اس کی قربانی درست ہے۔ کما قال فی الدر المختار مع شرحه رد المختار ص ۳۲۳ ج۶ لا (مقطوع اکثر الاذن او الذنب ای التی ذهب اکثر نور عینها فاطلق القطع علی الذهاب مجازًا وانما یعرف بتقریب العلف (او) اکثر (الالیة) لان للاکثر حکم الکل بقاء وذهابا فیکفی بقاء الاکثر وعلیه الفتویٰ. وفی الشامیة وفی غایة البیان ووجه الروایة الرابعة وهی قولهما والیها رجع الامام ان الکثیر من کل شئ اکثره وفی النصف تعارض الجانبان اه ای فقال بعدم الجواز احتیاطا بدائع وبه ظهر ان ما فی المتن کالهدایة والکنز والملتقی هو الرابعة وعلیها الفتویٰ کما یذکر الشارح عن المجتبی وکانهم اختاروها لان المتبادر من قول الامام السابق هو

الرجوع عما هو ظاهر الروايه عنه الى قولهما وفي البزازية هل تجمع الخروق اذني الاضحية اختلفوا فيه قلت وقدم الشارح في باب المسح على الخفين انه ينبغي الجمع احتياطا. واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

جس شخص کے پاس پچاس روپے ضرورت اصلیہ سے زائد ہوں اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ پچاس روپیہ وجوب قربانی کے لیے اور صدقہ فطر کے لیے نصاب ہو سکتا ہے یا نہ۔ یعنی جس شخص کے پاس پچاس روپیہ حوائج اصلیہ سے زائد موجود ہو کیا اس پر قربانی واجب ہے یا نہ۔

حافظ خیر محمد امام مسجد عالیہ محمودیہ تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

آج کل کا پچاس روپیہ پاکستانی نصاب سے کم ہے۔ اس مقدار پر فطرانہ اور قربانی واجب نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ ۲۰۰ درہم شرعی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت کا حوائج اصلیہ سے زائد اگر مال کسی شخص کے پاس موجود ہو تو اس پر فطرانہ اور قربانی واجب ہوا کرتے ہیں اور پچاس روپیہ پاکستانی سے ساڑھے باون تولہ چاندی نہیں آیا کرتی۔ اگر ایک تولہ چاندی میں تین روپیہ تولہ آئے تو قدر نصاب بحساب روپیہ پاکستانی ایک سو ساڑھے ستاون روپیہ بنتا ہے۔ كما قال في تنوير الابصار ص ۳۰۰ ج ۲ وغالب الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب غشه يقوم وفي الشامية (فرع) في الشرنبلالية الفلوس ان كانت اثمانا رائجة او سلعا للتجارة تجب الزكاة في قيمتها والا فلا اھ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۵ ذیقعدہ ۱۳۸۷ھ

عید کی نماز سے پہلے جانور کو ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر عید پڑھنے سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کرنا جائز ہے

یا نہیں۔یعنی کہ عید پڑھنے سے پہلے قربانی جائز ہے یا کہ نہیں۔جبکہ عیدگاہ موجود اور عید کی نماز ذوق وشوق سے پڑھی جاتی ہو تقریباً ساڑھے آٹھ یا نو بجے عید پڑھی جاتی ہو تو اگر قربانی کر لی جائے تو اس کے متعلق شرع شریف کا حکم ہے۔

﴿ج﴾

بقرعید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔**كما في الهداية ص ۴۴۳ ووقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انه لا يجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلي الامام العيد فاما اهل السواد فيذبحون بعد الفجر. والاصل فيه قوله عليه السلام من ذبح قبل الصلوٰة فليعد ذبيحته ومن ذبح بعد الصلوة فقدتم نسكه واصاب سنة المسلمين وقال عليه السلام هذا الشرط في حق من عليه الصلوٰة وهو المصري دون اهل السواد** عید کی نماز سے پہلے جو قربانی کی ہے وہ جائز نہیں ہوئی دوبارہ کرنا ضروری ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ خادم الافتاء مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

قربانی کی کھالوں سے مسجد کے لیے قرآن کریم، امام کے لیے کتب خریدنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام قابل احترام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر ایک مسجد کے بالکل متصل کچھ جگہ بچوں کی تعلیم کے لیے رکھی گئی ہو تا کہ اس جگہ پر بیٹھ کر بچے قرآن مجید وغیرہ کی تعلیم حاصل کریں آیا اس پر چرمہائے قربانی کا صرف کرنا جائز ہے یا نا جائز یعنی ان پیسوں سے اس کی تعمیر کر کے ضرورت میں لایا جا سکتا ہے یا نہ۔

(۲) اگر ایک امام مسجد نصاب سے کم مالیت کا مالک ہو اور اس کو دینی کتابیں درکار ہوں آیا قربانی کا چمڑا بیچ کر دینی کتابیں لے سکتا ہے یا کہ نہ۔

(۳) مسجد میں لوگوں کے لیے قرآن مجید کا سیٹ قربانی کی کھال سے لینا جائز ہے یا نہ۔

محمد انور فاروقی گلگشت کالونی ملتان

﴿ج﴾

(۱) قیمت چرم قربانی تعمیرات میں صرف کرنا جائز نہیں۔قیمت چرم قربانی کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ ہے۔البتہ چرم قربانی اپنے استعمال میں لانا یا کسی ایسے شخص کو خود چرم قربانی ہی ملک کر دینا جو مصرف زکوٰۃ نہ ہو جائز ہے۔البتہ

قصاب کو اُجرت میں دینا جائز نہیں۔

(۲) اگر کتابیں خرید کر امام صاحب کی ملک کردی جائیں تو جائز ہے بشرطیکہ وہ مصرف زکوٰۃ ہو۔

(۳) جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۶ ذی الحجہ ۱۳۹۱ھ

کسی حیلہ کے ذریعہ قربانی کی کھالوں کی رقم کو مساجد پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چرم قربانی بلا وجہ و بلا تاویل و حیلہ یا مع تاویل و حیلہ مساجد پر لگ سکتے ہیں۔ چونکہ مسئلہ مذکورہ میں اختلاف ہو گیا ہے کہ کنز الدقائق اور ہدایہ وغیرہ میں **یتصدق بجلدھا** کا ذکر ہے۔ یہ عبارت مجمل ہے۔ دونوں فریق آپس میں تاویل کرتے ہیں۔ برائے مہربانی نفیاً و اثباتاً دلائل و حوالہ جات کی روشنی سے تشفی اور فیصلہ صادر فرمادیں بمعہ مہر مدرسہ چونکہ معترض کی نظر میں بہشتی زیور اور فتاویٰ دیوبند کوئی معتبر نہیں ہے دست بستہ عرض ہے کہ سلف صالحین کی کتابوں سے حوالہ بمع تحقیق ہو تاکہ قطع تنازع ہو۔ بینوا توجروا

سائل اللہ یار

﴿ج﴾

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب تک کھال فروخت نہ ہو اس وقت تک اس کا حکم مثل لحم اضحیہ کے ہے۔ ہر شخص کو اس کا دینا اور خود بھی اس سے منتفع ہونا جائز ہے۔ غنی کو بھی دینا جائز ہے۔ جبکہ اس کو تبرعاً دیا جائے اس کی کسی خدمت و عمل کے عوض میں نہ دیا جائے اور جب اس کی ملک کر دیا جائے اس کے لیے اس کو فروخت کر کے اپنے تصرف میں لانا بھی مثل دیگر اموال مملوکہ کے جائز ہے۔

اور جب فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اور تصدق کی ماہیت میں تملیک ضروری ہے اور چونکہ یہ صدقہ واجبہ ہے اس لیے اس کے مصارف مثل مصارف زکوٰۃ کے ہیں اور زکوٰۃ کی رقم مسجد پر نہیں لگ سکتی۔ **ولا یبنی بھا المسجد ولا یکفن بھا میت لانعدام التملیک وھو الرکن (ھدایہ جلد اوّل باب من یجوز دفع الصدقات الیہ)** بنا بریں قربانی کی کھال کی قیمت مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے۔ البتہ فقہاء نے تعمیر مسجد اور اس قسم کے امور کے لیے جواز کی یہ صورت لکھی ہے کہ چرم قربانی کی قیمت اولاً کسی ایسے شخص کی ملک کر دیا جائے جو اس کا مصرف ہو پھر وہ شخص اس قیمت چرم کو اپنی ملک اور قبضہ میں لے کر غرض مذکور میں صرف کر دے۔ یہ احکام مختلف ابواب سے لیے گئے ہیں۔ **فی الدر المختار ص ۳۲۸ ج ۲ ویتصدق بجلدھا او یعمل منہ غربال وجراب وقربۃ**

وسفرة ودلو او يبدله بما ينتفع به باقيا كما مر لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه كدراهم فان بيع اللحم او الجلدبه اى بمستهلك او بدارهم تصدق بثمنه الخ وفي الدر المختار ۱۹۸ ج ۵ قبيل باب الرجوع في الهبة والصدقة كالهبة وقال في الدر المختار ص ۶۸۷ ج ۵ في بدء كتاب الهبة هي (اى الهبة) تمليك العين مجانا وفيه باب المصرف للزكوٰة ص ۳۵۱ ج ۲ وجازت التطوعات من الصدقات وغلة الاوقاف لهم الخ وفي الدر المختار ص ۲۷۱ ج ۲ وحيلة الكتفين التصدق بها على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد اھ۔ ان روایات سے ثمن جلد (قیمت چرم) کے تصدق کا وجوب اور تصدق میں اشتراط تملیک اور صدقات واجبہ کا مصرف مثل زکوٰۃ اور حیلہ مذکورہ کے ساتھ مسجد میں صرف کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ صفر ۱۳۸۹ھ

کیا حق مہر سے عورت مالدار بن سکتی ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ عورت مالک نصاب ہوگئی ہے لیکن یہ مال وہ مہر ہے جو اس کے شوہر نے دیا ہے اور اس عورت کے پاس اس مہر کے سوا دوسرا کوئی مال نہیں ہے تو کیا اس عورت پر قربانی واجب ہے۔

سائل عبدالحمید امام مسجد بل چوک زکی ملتان

﴿ج﴾

اس عورت پر قربانی واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

قربانی کی کھالیں مسجد پر کس طرح صرف ہو سکتی ہیں مفصل فتویٰ

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قربانی کی کھالیں مسجد میں لگ سکتی ہیں یا نہیں۔ اگر قربانی کی کھالیں مسجد میں لگ سکتی ہیں تو اس کا کیا طریقہ ہونا چاہیے۔ حیلہ وغیرہ کی ضرورت ہے یا نہیں۔

مولوی ریاض الدین مدرس مدرسہ عربیہ دار الھدیٰ ضلع میانوالی

﴿ج﴾

چرم قربانی کو فروخت کرنے سے پہلے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے اور استعمالی چیزیں بنا سکتا ہے۔ مسجد کے ڈول وغیرہ اس سے بنا سکتا ہے۔ مگر فروخت کرنے کے بعد اپنے مصرف میں نہیں لاسکتا اور نہ مسجد میں یا مدرسین یا امام اور مؤذن کی تنخواہ میں دے سکتا ہے۔ قیمت چرم قربانی واجب التصدق ہے اور تملیک فقراء اس میں بھی زکوٰۃ کی طرح ضروری ہے۔ یعنی فروخت کرنے کے بعد قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ **فان بیع اللحم او الجلدبه ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه (درمختار مع شرحه ردالمختار کتاب الاضحیة ص ۳۲۸ ج ۶ وفی جامع الرموز ص ۳۶۵ ج ۳ فان بیع الجلد (ای جلد الاضحیة) الی قوله یتصدق بثمنه لان القربة انتقلت الیه. وفی الشامی (قوله ای مصرف الزکوة والعشر الخ هو مصرف ایضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة کما فی القهستانی وقال فی الهدایة ص ۴۴۸ ج ۴ کتاب الاضحیة ولو باع الجلد او اللحم بالدراهم او بما لا ینتفع به الابعد استهلاکه تصدق بثمنه لان القربة انتقلت الی به له الخ قوله تصدق بثمنه لان معنی المتول سقط عن الاضحیة فاذا تمولها بالبیع انتقلت القربة الی بدله فوجب التصدق** اھ بدائع الصنائع ص ۸۱ ج ۴ میں ہے۔ **وله ان ینتفع بجلد اضحیته (الی قوله) وله ان یبیع هذه الاشیاء بما یمکن الانتفاع به مع بقاء عینه من متاع البیت کالجراب والمنخل لان البدل الذی یمکن الانتفاع به مع بقاء عینه یقوم مقام المبدل فکان المبدل قائما معنی فکان الانتفاع به کالانتفاع بعین الجلد بخلاف البیع بالدراهم والدنانیر لان ذلک مما لا یمکن الانتفاع به مع بقاء عینه فلا یقوم مقام الجلد فلا یکون الجلد قائما معنی** اھ ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ چرم قربانی کو فروخت کرنے سے پہلے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے اور واجب التصدق نہیں لیکن فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے اور قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے اور چونکہ قیمت چرم قربانی کی تملیک فقراء کو واجب ہے اس لیے بغیر حیلہ تملیک مسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا یا امام اور مؤذن کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں حیلہ تملیک کے بعد صرف کرنا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۴ محرم ۱۳۹۴ھ

قربانی کی کھالوں کی رقم سول ڈیفنس پر خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ملک کو جو حالات اس وقت درپیش ہیں حکومت پاکستان نے اپنے دفاع کے لیے مخصوص تنظیمیں قائم کی ہیں۔ جن میں سول ڈیفنس ایک ایسی تنظیم ہے جو بغیر کسی معاوضہ کے دوران جنگ میں اپنی خدمات پیش کرتی ہے۔ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تنظیم شہری دفاع کو وردیاں وسامان وغیرہ کی اشد ضرورت ہے۔ اس سامان میں زخمیوں کی امداد کے لیے دوائیوں ریسکیو کے لیے ملبہ کو صاف کرنے اور ہٹانے کے لیے سامان، آگ بجھانے کے لیے بالٹیاں سٹریپ لیمپ وغیرہ شامل ہے۔

کیا قربانی کی کھالیں اس مقصد کے لیے شریعت کی رو سے قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ مکمل اور مدلل جواب سے آگاہ فرمادیں۔

ملک حیات محمد نسیم ہیڈ وارڈن انچ گروپ ملتان

﴿ج﴾

جائز نہیں۔ سول ڈیفنس میں مختلف مصارف ہیں بعض مصارف تو چرم قربانی کی قیمت کے ہیں اور بعض نہیں۔ اس لیے چرم قربانی کی قیمت کا اپنے مصرف پر لگانا یقینی نہیں۔ اس لیے چرم قربانی کی قیمت اس فنڈ میں داخل نہ کی جائے۔ البتہ اگر غریب مریضوں کی، زخمیوں کی مرہم پٹی دوائی وغیرہ پر خرچہ کر کے ان کی تملیک کر دی جائے تو یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر سات شریکوں میں سے ایک نے بلا نکاح عورت گھر میں رکھی ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گائے قربانی کے لیے ہے جس میں سات افراد نے حصہ رکھا ہے اور ان حصہ داروں میں سے ایک شخص نے بغیر نکاح کے عورت بٹھا رکھی ہے اور اس میں سے اولاد حرام بھی ہے۔ تو کیا ان سب کی قربانی جائز اور ادا ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں ہوتی تو کیا یہ دوبارہ کریں یا نہ اور ایک مولوی جائز کرنے والا کیسا ہے اس کی امامت خطابت جائز ہے یا نہیں۔

ظہور الحق بمقام مسجد فاروقیہ احمد پور سیال جھنگ

﴿ج﴾

کسی عورت کے ساتھ حرام کاری اور زنا کرنا سخت گناہ ہے اور اسی طرح بغیر نکاح اسے گھر بٹھانا سخت ترین جرم ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے شخص کو حد لگائی جاتی، سنگسار کیا جاتا درے مارے جاتے اور اب جبکہ ہم اس نعمت سے محروم ہیں کہ ہمارے ملک کے اندر حدود الٰہی قائم نہیں ہیں۔ تو عام مسلمانوں اور رشتہ داروں کا فرض ہے کہ ایسے آدمی سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کریں اور بائیکاٹ کلی کر دیں یہاں تک کہ وہ تائب ہو کر وہ اس عورت کو علیحدہ کرنے پر مجبور ہو جائے۔ قربانی میں اس آدمی کا حصہ رکھنا اچھا نہیں ہے کیونکہ اس کو تنبیہ نہیں ہو سکتی لیکن اس کے باوجود جبکہ اس کا حصہ رکھ لیا گیا ہو تو قربانی ادا ہو گئی اور خطیب صاحب کا حکم جواز قربانی بھی صحیح ہے اور اس کی خطابت و امامت بھی جائز ہے لیکن خطیب صاحب کو ازالہ منکر کے لیے بائیکاٹ کی طرف توجہ دلانا بھی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ ہذا
الجواب صحیح عبداللہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

کیا کھالوں کی رقم کا وہی مصرف ہے جو زکوٰۃ کا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھالیں یا کھالوں کی قیمت کا مصرف مصرف زکوٰۃ ہے یا عام صدقہ کے حکم میں ہے۔ اگر اس رقم سے مسجد کے لیے لاؤڈ سپیکر خریدا جائے تو کیا جائز ہے یا نہ۔

مولوی غلام احمد صاحب معرفت مولوی نصیر احمد ڈیروی

﴿ج﴾

فتاویٰ دار العلوم میں ہے ص ۱۷۹ ج ۱ قربانی کی کھال قیمت مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ مگر کسی محتاج کی تملیک کر کے یعنی پھر وہ محتاج اپنی طرف سے مسجد میں صرف کر سکتا ہے کذا فی در المختار اس سے معلوم ہوا کہ کھال قربانی کا مصرف وہی ہے جو مصرف زکوٰۃ ہے بغیر تملیک لاؤڈ سپیکر خریدنا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

حصہ پر پالنے والے سے گائے قربانی کے لیے خرید کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین بابت اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی گائے بکر کو نصف (ادھار) پر دی۔ بکر اس پر راضی ہو

گیا اور وہ گھر لے گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے اپنی مرضی سے یا کسی کے کہنے پر بلا اجازت زید نے گائے عمر کو دے دی۔ عمر نے اس گائے کو قربانی کے لیے خریدا۔

(۱) کیا بکر اس گائے کو فروخت کرنے کا مجاز تھا۔ جب کہ زید سے پوچھا تک نہیں۔

(۲) عمر نے جو گائے خریدی اور اس کی قربانی کی۔ کیا وہ قربانی اس کی ہوگئی عمر کو بتلایا گیا کہ وہ گائے اس کی ملکیت ہے۔

(۳) شریعت بکر پر امانت میں خیانت کرنے کا مجرم قرار دیتی ہے یا نہیں۔ اگر وہ مجرم ہے تو وہ کس طرح توبہ کرے۔

غلام جعفر

﴿ج﴾

اس قسم کے ایک مسئلہ سے متعلق مولانا تھانوی اصلاح الرسوم لکھتے ہیں کہ عام رواج ہے کہ گائے بھینس کا بچہ پرورش کے لیے حصہ پر دیتے ہیں۔ یعنی اپنی گائے کا بچہ عمر کو یہ شرط کر کے دیتا ہے کہ تم اپنے طور پر اس کی خدمت کرو، کھلاؤ پلاؤ جب بڑا ہو جائے آدھا ہمارا اور آدھا تمہارا اور یہی اس کا حق الخدمت و اجرت پرورش ہے۔ پس کبھی وہ زید کے پاس رہتا ہے اور وہ اجرت و قیمت عمر کو دیتا ہے۔ کبھی بالعکس چونکہ کسی عقد صحیح میں داخل نہیں اس لیے یہ معاملہ حرام ہے اور اگر خدمت کرنے والے کے پاس وہ جانور رہا تو اس کی ملک خبیث حاصل ہے۔ پس بعض لوگ ایسا جانور خرید کر اس پر قربانی کیا کرتے ہیں چونکہ اس صورت میں وہ تملیک خبیث حاصل ہوگا اس لیے قربانی اس کی مردود ہونی چاہیے کہ اس معاملہ کو بھی ترک کر دیں اور ایسے جانور کی قربانی بھی نہ کریں۔

(۱) بکر اس گائے کو فروخت کرنے کا مجاز نہیں تھا۔ بکر پر لازم ہے کہ وہ اس کی قیمت زید کو واپس کر دے۔

(۲) فریضہ قربانی اس سے ساقط شمار ہوگیا۔

(۳) بکر گائے کی قیمت زید کو واپس کر دے اور اس کو راضی کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ جمادی الاولی ۱۳۹۳ھ

شیعوں اور سنیوں کا ایک قربانی میں شریک ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قربانی کے جانور میں سنی اور شیعہ شریک ہوتے ہیں اور شیعہ وہ ہیں جو سب شیخین کرتے ہیں۔ کیا یہ قربانی درست ہوگی۔

منظور حسین

﴿ج﴾

اگر شیعہ امور دین میں سے کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر نہیں یعنی الوہیت علی کا قائل نہ ہو۔ جبرئیل علیہ السلام کے وحی لانے میں غلطی کا قائل نہ ہو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان (تہمت) نہ لگاتا ہو وغیرہ ذلک تو وہ کافر نہیں لیکن سب شیخین کی وجہ سے فاسق وفاجر ہے۔ پس اگر کسی مسئلہ ضروریہ کا منکر شیعہ سنیوں کے ساتھ ذبیحہ قربانی میں شریک ہوگا تو سب کی قربانی جائز نہیں۔ کیونکہ قربانی کا ایک حصہ غیر عبادت کے طریقہ پر ہے اور مکمل ذبح اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں ہوا اور اگر فاسق شیعہ سنیوں کے ساتھ قربانی میں شریک ہوگا تو اگر چہ قربانی سب کی صحیح ہو جائے گی لیکن ایسے فاسق و فاجر کو بھی قربانی میں جو ایک عبادت ہے شریک نہ کرنا چاہیے اور ان سے احتراز کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۱ ذیقعدہ ۱۳۹۰ھ

مرزائیوں کو قربانی میں شریک کرنا اور اُن سے ہمدردی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) مسلمان اپنی قربانی میں مرزائی کا حصہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں رکھ سکتے تو مدلل دلائل سے ثابت کر دیں کیونکہ مرزائی کہتے ہیں کہ ہم قرآن شریف ایک ہی پڑھتے ہیں کلمہ ایک ہی پڑھتے ہیں تو ہماری قربانی مسلمانوں کے ساتھ کیوں جائز نہیں۔ اس کے علاوہ وہ مرزائی ربوہ کے جلسہ پر بھی جاتے ہیں اور مرزائی کو اگر مرتد کہا جائے اور دائرہ اسلام سے خارج کہا جائے تو ان کو آگ لگ جاتی ہے۔ آیا ایسے مرزائی کا حصہ مسلمان کو اپنی قربانی کے ساتھ رکھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) جو شخص مرزائی کی تہہ دل سے ہمدردی کرے اور مرزائیوں کو اگر برا بھلا کہا جائے تو غصہ کرے تو اس کو مسلمان کیسا سمجھا جائے گا۔

مولوی غلام نبی مقیم مدرسہ تعلیم القرآن لودھراں

﴿ج﴾

(۱) مرزائی کا حصہ قربانی میں نہیں رکھا جا سکتا سب کی قربانی ناجائز ہوگی۔ مرزائی جھوٹ کہتے ہیں ان کا نبی جدا ہے۔ نماز منافقانہ ہے ان کا جلسہ بمنزلہ حج کے ہے جو جدا ہے۔

(۲) ایسا شخص منافق ہے مسلمان نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۱۴ محرم ۱۳۹۴

جو شخص چھ صد روپے کا مقروض ہو گیا وہ قربانی دے سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص چھ صد روپیہ کا مقروض ہے اس کے باوجود وہ باخوشی نفلی قربانی کرنا چاہتا ہے کیا عنداللہ اس کی قربانی مقبول ہوگی یا نہیں۔

﴿ج﴾

مقروض کے لیے نفلی قربانی جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ وہ پہلے قرضہ ادا کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۷ ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ

مدرسہ کی عمارت یا طلباء پر کھالوں کی رقم کو خرچ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ مدرسہ کی عمارتوں پر یا استادوں کی تنخواہوں میں یا مدرسہ کے طالب علموں پر صدقہ فطر اور قربانی کی کھال صرف ہو سکتی ہے یا نہیں۔

ذوالفقار علی

﴿ج﴾

قیمت چرم قربانی اور صدقہ دونوں کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ یعنی دونوں میں تملیک مسکین بلا معاوضہ شرط ہے۔ تعمیرات مدرسہ یا مسجد میں صرف کرنا یا مدرسین اور ائمہ مساجد کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۹ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

کسی غریب آدمی کا رقم زکوٰۃ اور چرم قربانی وصول کر کے مسجد پر خرچ کرنا

کپاس کو تیار ہونے سے قبل فروخت کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) بعض آدمیوں نے زکوٰۃ اور صدقہ فطر اور چرم قربانی جمع کر کے ایک فقیر عالم باعمل کو دے دیے ہیں۔ پھر اس

نے بعد الترغیب اپنی کامل رضامندی سے تمام مال مذکورہ مسجد میں دے دیا ہے۔ انتظامیہ نے تمام مال مسجد میں لگا دیا ہے۔ کیا یہ زکوٰۃ شرعاً ادا ہوگی یا ضائع ہوگی۔

(۲) بوقت ادائیگی زکوٰۃ یا بوقت تملیک نوٹ ہوں یا سکے والے روپیوں کا ہونا لازمی ہے۔

مولوی فضل الدین موضع کوٹلی

﴿ج﴾

(۱) شرعاً یہ زکوٰۃ وغیرہ ادا ہو گئیں۔

(۲) سکے والے روپیوں سے زکوٰۃ ادا کی جائے کیونکہ زکوٰۃ میں نوٹ دیے جانے کے بعد اگر زکوٰۃ لینے والا ان نوٹوں سے قرضہ اُتارے گا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ البتہ اگر ان نوٹوں سے اپنے استعمال کی چیزیں خرید لیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

بندہ احمد عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح مفتی عبداللہ عفی عنہ

کیا قربانی کے دنبے اور دنبی کے لیے چکی والا ہونا ضروری ہے

﴿س﴾

ہمارے علاقہ مروت میں الجذع من الضان کے بارے میں سخت اختلاف واقع ہے۔ بعض علماء کرام فرماتے ہیں الجذع میں جواز کے لیے کابلی قسم کہ جس کا دم گول اور مدور ہو شرط قرار دیتے ہیں اور استدلال ان کا یہ ہے کہ ردالمحتار میں مذکور ہے (مالہ الیتہ) اور الیتہ سے مراد وہ دنبہ ہے کہ جو کابلی قسم کا ہو۔ لہٰذا ہمارے علاقہ میں جو مادہ قسم کے بھیڑ ہوتے ہیں اس پر بوجہ انتفاء شرط کے اضحیہ کے لیے جواز کا حکم نہیں دیتے۔ اگرچہ بہت موٹا تازہ ہو۔ اور بعض علماء کرام یوں فرماتے ہیں کہ حدیث میں اور مجتہدین اور محدثین اور دیگر فقہاء اور تمام اہل ہند کے علماء کے فتاویٰ میں یہ شرط کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا ردالمحتار کا قول کچھ معتبر نہیں لہٰذا براہ مہربانی آپ حضرات اپنی طرف سے اس مسئلہ میں جو امر حق پر ہو دلائل سے منور فرمادیں اور جو غیر حق پر ہو ان کی تردید واضح کریں کہ آیا یہ قید ردالمحتار کی احترازی یا وضاحت کے لیے ہے۔

مولوی گل محمد خطیب جامع مسجد بیگو خیل

لغت کی معتبر کتب اور تصریحات فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ضان کا لفظ عربی زبان میں عام ہے۔ اون والے

جانور میں خواہ بھیڑ ہو یا دنبہ یعنی ذوات الالیہ ہو یا غیر دوات الا لیہ۔ بنا بریں ابن اثیر میں اور اس کی تلخیص مصنفہ سیوطی میں ہے ضان ؎ مثل غنم ذات صوف عجاف ضوائن جمع صنائنة وهي الشاة من الغنم خلاف المعز نهایه بحواله فتاویٰ دار العلوم دیوبند امداد المفتین ص ۷۹۷ جلد دوم ردالمختار باب زکوٰۃ الغنم میں ہے والضأن ما كان من ذوات الصوف والمعز من ذوات الشعر "قهستانی" اسی طرح عام کتب لغت میں یہ الفاظ ضأن کی تفسیر میں منقول ہیں۔ ذوالصوف خلاف من الغنم جمعه ضأن و ضئين الخ۔ حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی قدس سرہ نے من الضان وضئین کا ترجمہ یہ فرمایا ہے'' بھیڑ میں سے دو'' الخ۔

اس سے معلوم ہوا کہ بھیڑ غیر چکی دار جو عموماً ہمارے شہروں میں پائی جاتی ہے یہ بھی ضان کے اندر داخل ہے اور بلاشبہ اس کی قربانی جائز ہے۔ جمہور امت کے خلاف ایک قول کو اختیار کرنا شرعاً معتبر نہیں اور ردالمختار کی کتاب الاضحیہ میں علامہ شامی نے یا جس کسی اہل لغت نے مالہ الیۃ سے تفسیر کر دی ہے یہ تعریف ببعض الاوصاف ہے جیسے کوئی کہے المرأة من لها ثديان ناهدان اور یہ تعریف بلحاظ کثرت فی بلاد العرب ایسا کیا ہے۔ تخصیص کی کوئی دلیل نہیں جیسا کہ خود علامہ شامی نے باب زکوٰۃ الغنم میں اس کو عام قرار دیا ہے بہشتی زیور مدلل کے حاشیہ میں ہے فما نقل العلامه ابن عابدين في كتاب الاضحية عن المنح في تفسير الضان هو ماله الية فيه نوع قصور فانه يوهم منه تخصيصه باحد نوعيه وليس التخصيص فانه رحمه الله ذكر في زكوٰة الغنم عن القهستاني ان الضان ما كان من ذوات الصوف اه وذوات الصوف لا تختص بما له الية فليتنبه (بہشتی زیور ص ۲۵۵ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان) حضرت مولانا گنگوہیؒ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ وفي المعراج الضان جمع ضائن كركب جمع راكب من ذوات الصوف فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۰ صفر ۱۳۹۷ھ

جس گائے کے تھن کے نشان ہی نہ ہوں تو کیا قربانی جائز ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گائے کا ضرع اور ثدی بالکل نہیں اور ضرع کی جگہ بالکل قاعاً صفصفاً ہے یعنی ضرع کا نشان بھی نہیں اور فرج اس گائے کی ہے۔ اس کی قربانی جائز ہے یا نہ۔

مولوی محمد یوسف مدرس مدرسہ

﴿ج﴾

وفی العالمگیریة ص ۲۹۷ ج ۵ ویجوز المجبوب العاجز عن الجماع الی قوله والتی لاینزل لها لبن من غیر علة روایت سے معلوم ہوا کہ گائے مذکورہ کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ

شریکوں کا قربانی کے گوشت کو اندازہ سے تقسیم کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر قربانی کے گوشت کو اندازہ سے تقسیم کر کے بعد میں ایک دوسرے کو معاف کر دیں تو یہ تقسیم صحیح ہوئی یا نہیں اور اس گوشت کو کھانا جائز ہے یا نہ۔

محمد اسحاق

﴿ج﴾

وفی الدر ص ۳۱۷ ج ۵ ویقسم اللحم وزنا لاجزافا وفی الشامیة وبه ظهر ان عدم الجواز بمعنی انه لایصح ولا یحل لفساد لمبادلة خلافا لما بحثه فی الشرنبلالیة من انه فیه بمعنی لا یصح ولا حرمة فیه. روایت بالا سے معلوم ہوا کہ قربانی کے گوشت کو اندازہ سے تقسیم کرنا جائز نہیں ہے اور گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفراللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ

البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور چرم ملا کر اندازہ سے تقسیم کیا جائے تو درست ہے اور کھانا جائز ہے۔ کما فی الدرالمختار مع شرحه ردالمختار ص ۳۱۷ ج۵ ویقسم اللحم وزنا لاجزافا الا اذا ضم معه من الاکارع او الجلد صرفا للخبس لخلاف جنسه اه. وفی العالمگیریة ص ۲۹۸ ج۵ وان قسموا مجازفة یجوز اذا کان اخذ کل واحد شیئا من الاکارع او الرأس او الجلد.

والجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳۰ ذوالحجہ ۱۳۹۶ھ

اگر دنبہ کی ساری چکی قربانی والے نے رکھ لی تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ ایک دنبہ قربانی کیا گیا ذبیحہ کی چکی (دم) ساری کی ساری قربانی کرنے والا خود رکھ لے یا اس کے تین حصے کرے۔

﴿ج﴾

وندب ان لا ینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعة علیهم (درمختار ۳۲۸ ج ۶)

عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عیالدار ہے تو اپنے عیال پر فراخی سے صرف کر کے کھلانا تیسرے حصے کے خیرات کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے۔ اگر عیالدار نہ ہو تو اس کے لیے تیسرے حصے کا صدقہ کرنا مستحب ہے۔ واجب نہیں۔ چکی کا تیسرا حصہ صدقہ کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۹ ذی قعدہ ۱۳۷۱ھ

قربانی کی کھال اپنی ضرورت کے لیے استعمال ہو سکتی ہے
قصاب وغیرہ کو قربانی کے گوشت پوست سے اُجرت دینا جائز نہیں ہے
قربانی کی کھال سے اپنا حصہ صدقہ کرنا، محض گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کرنا

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک چرم قربانی کا صدقہ ادا کرتا ہے اور باقی شریک صدقہ ادا نہیں کرتے۔ کیا اس شخص کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

(۲) قربانی میں سے چوتھائی پہلے ہوتی ہے۔ اس سے قصاب کی مزدوری دیتے ہیں اور اس سے مروت کردہ آدمیوں کو دیتے ہیں اور چرم معمولی رقم پر موچی کو دے دیتے ہیں۔

(۳) اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ جس طرح ثلث حصہ بیچ دیا جاتا ہے اس لیے چرم بھی ثلث حصہ پہلے دیتے ہیں۔ کیا قربانی ہو گی یا نہیں۔

(۴) ایک شخص محض گوشت کھانے کی نیت سے حصہ رکھتا ہے کیا باقی شرکاء کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں۔

محمد حسین

﴿ج﴾

(۱) چرم قربانی کا تصدق واجب نہیں خود اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔ البتہ فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہوگا اب اگر قیمت کا تصدق باقی شرکاء نہیں کرتے تو وہ مواخذہ ان سے ہوگا۔ اس ایک کی قربانی میں خرابی نہیں۔

(۲) قصاب یا دیگر کام کرنے والوں کو گوشت سے اجرت دینا ٹھیک نہیں بلکہ جائز نہیں۔

(۳) تہائی کا دینا مستحب ہے واجب نہیں۔ چرم کا حکم جواب نمبر ا سے معلوم ہو گیا۔ اجرت جزار کے دینے سے واجب اگرچہ ساقط ہو جاتا ہے لیکن قربانی کے ثواب سے محروم ہوگا۔ جتنا گوشت اجرت میں دیا ہے اس کی قیمت کا تصدق واجب ہے۔

(۴) گوشت کی نیت سے جو شریک ہوگا تو سب کی قربانی جائز نہیں۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

سات سال سے قضا شدہ قربانی کی نیت سے گائے کو ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے سات سال سے قربانی ادا نہیں کی۔ اب اس سال ایام نحر میں گزشتہ سات سالوں سے ایک گائے قضا کی نیت سے ذبح کر لیتا ہے۔ کیا زید کی گزشتہ سالوں کی قربانی ادا ہوئی یا نہ۔

(۲) زید نے کئی سال سے قربانی نہیں کی اور اس کے والدین نے بھی کئی سال سے قربانی نہیں کی۔ اب زید اپنے اور والدین کی طرف سے گزشتہ سالوں کی قربانی ادا کرنے کے لیے اس سال ایام نحر میں گائے ذبح کر لیتا ہے تو کیا یہ قربانی صحیح ہوئی یا نہیں۔ اگر صحیح نہیں ہوئی تو زید گزشتہ سالوں میں قربانی کیسے ادا کرے۔

عبدالجلیل ضلع بنوں

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں زید کی گزشتہ سالوں کی قربانی ادا نہیں ہوئی۔ **قال فی الفتاویٰ قاضیخان سبعة اشترو ابقرة للاضحية فنوی احدهم الا ضحية عن نفسه لهذه السنة ونوی اصحابه الاضحية عن السنة الماضية قالو يجوز الاضحية من هذا الواحد ونية اصحابه السنة الماضية باطلة وصاروا متطوعين**

ووجبت الصدقة عليهم بلحمها وعلى الواحد ايضا لانه نصيبه شائع. ولو اشترى بقرة للاضحية ونوى السبع منها لعامه هذا وستة اسباعه عن السنين الماضية لايجوز الماضية ويجوز من العام. ولو اشترك سبعة في بدنة ونوى بعض الشركاء التطوع وبعضهم يريد الاضحية للعام الماضية الذى صار دينا عليه وبعضهم الاضحية الواجبة عن عامه ذلك جاز عن الكل ويكون من الواجب عمن نوى الواجب عن عامه ذلك ويكون تطوعا عمن نوى القضاء عن الماضي ولا يجوز عن قضا بل يتصدق بقيمة وسط لماهي (قاضی خان ص۳۴۹ ج ۳) فقہاء کی ان جزئیات سے واضح ہوا کہ گزشتہ سالوں کی قربانی ادا کرنے کے لیے گائے ذبح کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوئی۔ پس صورت مسئولہ میں زید کے ذمہ گزشتہ سالوں کی قربانی اب بھی باقی ہے۔

(۲) اس صورت میں بھی زید اور اس کے والدین کی سالہائے گزشتہ کی قربانی گائے ذبح کرنے سے ادا نہیں ہوئی۔ گزشتہ سالوں کی قربانی ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر جانور خرید لیا ہے یا ذبح کے لیے متعین کر لیا ہے تو اس کو زندہ کسی مسکین مستحق زکوٰۃ کو دے دے۔ اگر جانور خریدا نہیں تو درمیانے قسم کا جانور جس کی قربانی صحیح ہو سکے قیمت لگا دیں اور ہر سال کے عوض ایک ایک جانور کی مثلاً بکری کی قیمت کسی مسکین کو دے دے یا گائے کے ساتویں حصے کی قیمت صدقہ کر دے۔ عام کتب فقہ میں اگر چہ قیمت سبع بقرہ کا ذکر نہیں مگر قیمت بکری کی قید احترازی نہیں کیونکہ صدقہ ادائے واجب ہے۔ شاۃ کی قیمت ہو یا سبع بقرہ کی یا نفس شاۃ ہو یا نفس سبع بقرہ ہو بہر حال جانور ذبح کرنے سے گزشتہ سالوں کی قربانی ادا نہیں ہوتی لیکن اگر جانور ذبح کر دیا تو گوشت کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر گوشت کی قیمت متوسط جانور کی قیمت کے برابر ہوا اور اس سارے گوشت کو مسکین کی ملک کر دیا ہے تو صدقہ ہونے کی وجہ سے قربانی صحیح ہو جائے گی لیکن ذبح کرنے سے قربانی گزشتہ سالوں کی ادا نہیں ہوئی۔ ولو تركت التضحية ومضت ايامها تصدق بها حية نا ذر لمعينة ولو فقيراً ولو ذبحها تصدق بلحمها ولو نقصها تصدق بقيمة النقصان ايضاً (الى ان قال) وتصدق بقيمتها غنى شراها اولا لتعلقها بذمته بشرائها اولا فالمراد (بالقيمة قمية شاة تجزى فيها (الدر المختار مع رد المختار کتاب الاضحیہ ص۳۲۰ ج ۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

بکری کا سینگ اگر ٹوٹا ہوا ہو تو قربانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بکری ہے۔ جس کا ایک سینگ کچھ ٹوٹا ہوا ہے اور چار انگل تقریباً باقی ہے۔ کیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

صوفی دین محمد صاحب

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس بکری کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۶ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

۱۳ ذی الحجہ کو پیدا ہونے والے بکرے کی آئندہ سال قربانی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید ایک بکرے کی قربانی کرنا چاہتا ہے۔ بکرے کی پیدائش مورخہ ۱۳ ذی الحجہ بروز منگل ۱۳۹۳ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۳ء کی ہے جو کہ ایام قربانی شروع ۱۰ ذی الحجہ سے تین یوم اور اختتام قربانی بوقت عصر سے پندرہ گھنٹے کی کمی واقع ہوتی ہے۔ بکرا جو زید نے قربانی کی نیت سے پرورش کی ہے ماشاء اللہ فربہ طاقتور تندرست ہے۔ کسی قسم کا شرعی نقص مثلاً ٹانگوں سینگ اور آنکھوں وغیرہ میں نہیں ہے اور ایک سال کے بکروں میں ملتا ہے۔ اگر کمی ہے تو صرف ایام یا گھنٹوں کی ہے۔ براہ کرم اس قربانی والے مسئلے کو دوبارہ کمی ایام یا گھنٹے جو کہ از سال ہیں مطابق حدیث وفقہ کی روشنی میں حل کر کے جواب دیا جائے کہ یہ بکرا قربانی کرنا بروئے حدیث وفقہ درست ہے یا نہیں۔

سید محمد حسین شاہ چشتی صابری تحصیل بھکر ضلع میانوالی

﴿ج﴾

اضحیہ یعنی ذبح کرنے کے وقت تک جب یہ پورے سال کا نہیں تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ پورے سال کا ہونا ضروری ہے۔

عیسوی تاریخ لکھنے میں تو آپ سے سہو ہو چکی ہے۔ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۹۳ھ منگل کے دن ۸ جنوری ۱۹۷۴ء بنتا ہے۔ اسی طرح استفتاء کی تاریخ ۲۰ ذیقعدہ کی جگہ ۲۰ ذی الحجہ غلط درج کیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۱۸۰ افراد والے گاؤں میں صبح صادق کے بعد قربانی کے جانور کو ذبح کرنا

﴿س﴾

شہر سے دور جنگل میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جس کی کل مردم شماری (خورد و کلاں) ستر یا اسی افراد ہیں۔ وہ لوگ ہر سال نماز عید کے قبل قربانی کا جانور ذبح کر لیتے ہیں۔ احتیاطاً گاؤں کے حدود کے باہر جنگل میں ذبح کرتے ہیں۔ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ جس گاؤں میں نماز عید پڑھنے کا رواج ہو وہاں نماز عید کے قبل قربانی کا ذبح جائز نہیں ہے خواہ گاؤں کے اندر ذبح ہو یا باہر جنگل میں۔ کیا فقہ حنفی کے رو سے یہ قربانی جائز ہے یا نہیں۔

محمد حسن عربی معلم گورنمنٹ ہائی سکول جیکب آباد

﴿ج﴾

اس گاؤں میں جس کی آبادی ستر اسی افراد ہے جمعہ اور عیدین جائز نہیں۔ یہ قریہ صغیرہ ہے اور جمعہ کے لیے شہر یا قریہ کبیرہ ہونا شرط ہے۔ ایسی بستی میں طلوع صبح صادق کے بعد قربانی درست ہے اور شہر یا قریہ کبیرہ کے رہنے والے اگر قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دیں تو اس کی قربانی نماز عید سے پہلے جائز ہے اگرچہ وہ شہر میں موجود ہوں۔ الحاصل صورت مسئولہ میں ان لوگوں کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ صفر ۱۳۹۵ھ

چرمہائے قربانی کی رقم سے کوارٹر بنوا کر مدرسہ کے مفاد کے لیے کرایہ پر دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ ایک ہمارا ادارہ راجپوت برادری کا گوجرانوالہ میں دینیات کا مدرسہ ہے۔ اس ادارہ میں زکوٰۃ و قربانی کی کھالوں کی رقم جمع رہتی ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس رقم سے زمین خرید کر کوارٹر وغیرہ بنا دیے جائیں۔ جو اس سے آمدنی ہوگی اس کو مدرسہ ہذا میں لگا دیا جائے۔ شرع متین ان وجوہات کی اجازت دیتی ہے یا کہ نہیں۔

حاجی محمد ابراہیم محمد جمیل گلاس سٹیل ورکس بیرون کھیالی گیٹ گوجرانوالہ

﴿ج﴾

زکوٰۃ اور قربانی کی کھالوں وغیرہ کی رقوم میں تملیک ضروری ہے۔ تملیک کے بعد ان رقوم کو مدرسہ کی ہر ضرورت میں صرف کرنا درست ہے تملیک کا طریقہ یہ ہے کہ یہ رقوم کسی مستحق زکوٰۃ کے ملک کرائی جائیں پھر وہ شخص ان رقوم کو

مدرسہ میں جمع کرادے۔ اس طرح تملیک کے بعد ان رقوم کو مدرسہ کی تمام ضروریات، مدرسین کی تنخواہیں اور مدرسہ کے لیے کمرہ جات اور مدرسہ کی آمدنی کے لیے دکانیں بنانا جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲ رجب ۱۴۰۰ھ

مولانا عبدالحی رحمہ اللہ کے مطابق چھ ماہ کے بھیڑ، دنبہ کی قربانی درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ بھیڑ، مینڈھا چھ ماہ کی قربانی درست ہے یا نہیں۔ حدیث پاک سے اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں۔ فتویٰ مولانا عبدالحی رحمہ اللہ میں پر لکھا ہے کہ چھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی میں درست نہیں ہے۔

حافظ غلام حسین خان پور ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

دنبہ یا بھیڑ اور مینڈھا اگر موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو اور سال بھر والے بھیڑ یا دنبہ میں اگر چھوڑ دو تو کچھ فرق معلوم نہ ہوتا ہو تو ایسے وقت چھ مہینے کا دنبہ اور بھیڑ کی بھی قربانی درست ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا گنگوہی اور مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ میں تامل ہے۔ بہر حال اس مسئلہ میں علماء و مفتی حضرات کا فتویٰ جواز کا ہے۔ ملاحظہ ہو امداد الفتاویٰ و بہشتی زیور مع حواشی وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۵ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

بڑے جانور میں سات سے کم لوگوں کا شریک ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قربانی کی گائے میں سات حصص سے کم حصص رکھنا جائز ہے یا نہ۔ مثلاً چھ آدمی گائے کو برابر رقم دے کر خرید کر کے یا دو آدمی نصف و نصف خرید کر کے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں۔

﴿ج﴾

گائے کے اندر زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں شرط یہ ہے کہ اس میں سے کسی کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور اگر کسی کا حصہ ساتویں سے کم ہو تو ان شرکاء میں سے کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوتی۔ سات آدمیوں سے کم حصے دار ایک گائے کی قربانی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ خواہ ہر ایک نے برابر قیمت ادا کی ہو یا ایک نے زیادہ ادا کی ہو اور کسی نے کم بشرطیکہ کم قیمت والا شخص بھی کم از کم ساتویں حصہ کی رقم ادا کر چکا ہو۔ کما قال فی الدر المختار مع

شرحه ردالمختار ص ۲۲۲ ج۵ (اوسبع بدنة) هی الابل و البقر سمیت به لضخامتها و لولا حدهم اقل من سبع لم یجز من احد و تجزی عمادون سبعة بالاولی. وقال الشامی تحته (قوله تجزی عمادون سبعة بالاولی عمن لان مالما یعقل و اطلقه فشمل ما اذا اتفقت الانصباء قدرًا اولا لکن بعد ان لا ینقص عن السبع الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۵ محرم ۱۳۸۶ھ

جماعت اسلامی والوں کو قربانی میں شریک کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید قربان سے قبل یہاں کے امام مسجد صاحب نے جو خیر سے جمعیۃ العلماء اسلام احرار تحفظ ختم نبوت سبھی سے اپنے کو منسوب کرتا ہے یہ اعلان برسر منبر کیا کہ جو لوگ جماعت اسلامی والوں کے ساتھ جانور کی قربانی میں حصہ لیں گے ان کی قربانی نہیں ہوگی۔ اس فتویٰ سے خلجان پیدا ہو چکا ہے۔ مہربانی کر کے پوری احتیاط سے بدلائل واضح کیا جائے کہ مفتی مذکور کا یہ فتویٰ شریعت کے مطابق ہے یا اس کے خلاف ہے۔

محمد سراج دین مخدوم پور ضلع ملتان

﴿ج﴾

واضح رہے کہ قربانی میں شریک ہونا ہر اس شخص کے ساتھ جائز ہے جو مسلمان ہو اور ثواب کی نیت سے قربانی کرتا ہو۔ ہاں اس شخص کے ساتھ قربانی میں شریک ہونا جائز نہیں ہے جو کافر ہو یا گوشت حاصل کرنے کی غرض سے قربانی کرتا ہو۔ ثواب کی نیت نہ رکھتا ہو۔ کما قال فی الکنز ص ۳۶۵ وان کان شریک الستة نصرانیا او مریدا اللحم لم یجز عن واحد منهم

جماعت اسلامی والوں کو کسی مشہور عالم نے ابھی کافر یا مرتد نہیں کہا ہے لہٰذا ان کے ساتھ جو شخص قربانی میں شریک ہوگا اس کی قربانی ہو جائے گی۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ مودودی صاحب کے مخصوص عقائد و خیالات والے اشخاص کو علماء کرام نے گمراہ ضرور کہا ہے اس لیے ان کے ساتھ قربانی میں شریک نہ ہوں تو بہتر ہے اگرچہ ان کے ساتھ قربانی میں شریک ہونے سے قربانی ادا ہو جائے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم محرم ۱۳۸۶ھ

مولوی صاحب مذکور کا یہ فتویٰ زجر و توبیخ کی وجہ سے ہوگا جس کا اسے حق پہنچتا ہے۔
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اصول وفروع نہ رکھتا ہو اور چار صدروپے کا مالک ہو کیا اس پر قربانی واجب ہے

﴾س﴿

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص منفرد ہے اس کے پاس کوئی مکان اور دکان ہے نہیں بلکہ کسی ایک چھوٹی سی دکان میں رہتا ہے اور صرف ۳۵ روپے ماہوار آمدن ہے اور دو ایک وقت کی روٹی بھی کسی کے گھر کھاتا ہے اور اس کے پاس تین چار سوروپیہ جمع ہے۔کیا ایسے شخص پر بھی قربانی واجب ہے اور اس کو صاحب نصاب سمجھا جائے گا۔
حافظ عبدالرشید ضلع ملتان

﴾ج﴿

جو شخص اتنے مال کا مالک ہو جو نصاب کو پہنچے یعنی اس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جا سکے اور یہ مال اس کی حاجات اصلیہ از قسم قرضہ اسباب خانہ ضروریہ سے فارغ ہو تو اس شخص پر قربانی اور فطرانہ واجب ہے۔اگر چہ اس مال پر اس کے پاس پورا سال نہ بھی گزر چکا ہو۔ چونکہ تین چار سوروپیہ یقیناً نصاب ہے۔اگر اس شخص پر کوئی قرضہ نہ ہو اور نہ خانگی اسباب وغیرہ کی ضرورت ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔قربانی کا نصاب اور صدقہ فطر کا نصاب ایک ہی ہے۔ **وقال فی الکنز ص ۶۵ تجب علی حر مسلم ذی نصاب فضل عن مسکنہ وثیابہ واثاثہ وفرسہ وسلاحہ وعبیدہ** الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ذوالحجہ ۱۳۸۷ھ

درج ذیل عیوب میں مبتلا جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) کان تہائی سے کٹا ہوا کیا حکم ہے۔

(۲) قربانی کے جانور کا تہائی سے تھوڑے دانت نکلے ہوئے ہوں تو کیا حکم ہے۔

(۳) سینگ تہائی سے کم کٹا ہوا ہو تو کیا حکم ہے۔دم تہائی سے تھوڑا کٹا ہوا ہو تو کیا حکم ہے۔

(۴) لاچاری یا غیر لاچاری کوئی فرق ہے یا نہ یعنی لاچاری کے لیے جائز ہو اور غیر لاچاری کے لیے منع ہو یہ کیا فرق ہے۔

﴿ج﴾

(۱) جائز ہے۔

(۲) دانت تہائی سے زیادہ بھی نکلے ہوں لیکن جب اس سے خورد و گھاس کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(۳) سینگ سارا بھی گر گیا ہو تب بھی جائز ہے۔ جب تک مغز کو نقصان نہ پہنچا ہو۔

(۴) جائز ہے۔

(۵) جو ناجائز ہے وہ ہر صورت میں ناجائز ہے اور جو جائز ہے لیکن اس میں تھوڑا عیب ہو تو وہ بغیر لاچاری کے مکروہ ہے اور لاچاری میں مکروہ بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

چرم ہائے قربانی کو مسجد پر خرچ کرنا، گائے بھینس میں عقیقہ کے حصے رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

(۱) قربانی کے جانوروں کی کھالوں کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اگر خرچ کیا جا سکتا ہے تو کس حیثیت ہے اور اگر نہیں خرچ کیا جا سکتا تو کس بنا پر۔

(۲) شرعی رو سے گائے ہو یا بھینس اس میں سات آدمی قربانی کے لیے شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک بھینس میں پانچ حصے قربانی کے لیے رکھے جائیں اور دو حصہ عقیقہ کے لیے تو اس حیثیت سے عقیقہ اور قربانی درست ہے یا نہیں۔

عبدالغفور متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

(۱) **فان بیع اللحم والجلد به ای بمستهلک او بدارهم تصدق ثمنه الدر المختار ص ۳۲۸** ج ۶ قربانی کے جانوروں کی کھالوں کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کرنا جائز نہیں اس لیے کہ جب کھال فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے اور تملیک تصدق کی ماہیت میں داخل ہے تو تملیک کرنا لازم ہے اور مسجد کی تعمیر میں تملیک نہیں پائی جاتی **کما فی الدر المختار ص ۳۴۵ ج ۲ باب المصرف ولا یصرف الی نحو بناء مسجد**

ولا الی کفن میت وقضاء دینه الی ان قال لعدم التملیک وهو الرکن الخ

(۲) وکذا لو اراد بعضهم العقیقة عن ولد قد ولد له من قبل لان ذلک جهة التقرب بالشکر علی نعمة الولد الخ شامی ص ۳۲۶ ج ۶ اس عبارت سے واضح ہے کہ صورت مسئولہ جائز ہے۔ یعنی عقیقہ قربانی کی گائے میں ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبداللہ عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ ہذا

گائے میں ساڑھے تین تین حصے رکھنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ گائے کی قربانی میں ساڑھے تین حصے زید کے ہوں اور ساڑھے تین حصے بکر کے ہوں تو یہ قربانی شرعاً جائز ہے یا نہ ساتواں حصہ آدھا آدھا ہو گیا ہے۔

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں قربانی جائز ہے۔ اگر چہ ساتواں حصہ نصف نصف ہو گیا ہے کیونکہ گائے میں اشتراک کے جواز کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایک شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو زائد کی کوئی پرواہ نہیں ہے کما قال فی الدرالمختار مع شرحه ردالمختار ص ۳۱۵ ج ۶ (او سبع بدنة) هی الا بل والبقر سمیت به لضخامتها ولو لاحدهم اقل من سبع لمن یجز عن احد وتجزیٔ عمادون سبعة بالاولی وقال الشامی تحته (قوله وتجزی عمادون سبعة) الاولی عمن لان ما لما لا یعقل واطلقه فشمل ما اذا اتفقت الانصباء قدرًا اولا یکن بعد ان لا ینقص عن السبع. وفی العالمگیریة ص ۳۰۵ ج ۵ وفی اضاحی الزعفرانی ولو کانت البدنة او البقرة بین اثنین فضحیا بها اختلف المشائخ فیه والمختار انه یجوز ونصف السبع تبع فلا یصبر لحما قال الصدر الشهد رحمه الله تعالیٰ وهذا اختیار الامام الوالد وهو اختیار الفقیه ابی اللیث رحمه الله تعالیٰ کذا فی الخلاصة فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۰ صفر ۱۳۸۶ھ
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جس گائے کے سینگ ایک تہائی ٹوٹے ہوئے ہوں قربانی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے جو کہ تین دفعہ بچے جن چکی ہے اور بالکل موٹی تازی ہے صرف اس کے سینگ کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا ہے۔ کیا اس گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

شاہ محمد محرر شریف آباد تحصیل وہاڑی ملتان

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں اس گائے کی قربانی جائز ہے۔ هدایه ص ۴۴۶ ج ۴ ویجوز ان یضحی بالجماء وهی التی لاقرن لها لان القرن لایتعلق به مقصود وکذا مکسورة القرن لما قلنا اور شامی ص ۳۲۳ ج ۶ میں ہے وکذا العظماء التی ذهب بعض قرنها بالکر او غیره فان بلغ الکسر الی المخ لم یجز قهستانی فقط واللہ اعلم

احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح عبد اللہ عفا اللہ عنہ

کیا خصی جانور کی قربانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خصی جانور کی قربانی جائز ہے یا ناجائز۔ حدیث نبوی سے جواب عنایت فرمادیں۔

مستفتی محمد یعقوب مہاجر محلہ بھارتیاں ملتان شہر

﴿ج﴾

خصی جانور کی قربانی جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود دو خصی دنبوں کی قربانی فرما چکے ہیں۔ عن جابر بن عبداللہ قال ذبح النبی صلی الله علیه وسلم یوم الذبح کبشین اقرنین املحین موجوئین (ای خصیین) فلما وجهها قال انی وجهت وجهی الخ رواه ابوداؤد مشکوٰة شریف ص ۱۲۸ وفی الفتاوی العالمگیریة ص ۲۹۹ ج ۵ والخصی افضل من الفحل لانه اطیب لحمًا کذا فی المحیط فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۹ شوال ۱۳۸۵ھ

جس دُنبے کے سینگ کٹوا دیے گئے ہوں قربانی جائز ہے

﴿س﴾

دنبہ کے سینگ کٹوائے گئے ہیں۔ جن سے خطرہ تھا کہ آنکھوں کو نقصان دیں گے۔ بتائیں کہ قربانی جائز ہے یا ناجائز ہے۔ کچھ حصہ سینگوں کا باقی ہے۔

﴿ج﴾

اس کی قربانی جائز ہے۔ **ویضحی بالجماء وهي التي لاقرن لها خلقة وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر** شامی ۳۲۳ ج ۶۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

خصی جانور کی قربانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ خصی بکرا بیل جھوٹا قربانی ہوسکتا ہے یا نہیں اور کیا خصی ہونا جانور میں عیب ہے یا نہیں۔

اللہ بخش تونسہ شریف

﴿ج﴾

جواز قربانی سے وہ عیب مانع ہے جس سے قیمت میں کمی ہو اور خصی کرنے سے جانور کی قیمت اور بڑھ جاتی ہے۔ جانوروں میں خصی ہونا عیب نہیں۔ لہٰذا اس کی قربانی جائز ہے اور اس عضو کا ذھاب یعنی معطل ہونا مضر نہیں۔ جیسا کہ عالمگیری میں مجبوب کی قربانی کا جواز تحریر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۳ رجب ۱۳۹۶ھ

گابھن گائے کی قربانی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گائے قربانی کے لیے خریدی گئی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا وہ گائے گابھن ہے۔ جبکہ بچہ دینے میں تھوڑے دن باقی ہیں۔ کیا اس کے بدلے میں دوسرا جانور خریدا جا سکتا ہے یا اس کو دینا ضروری ہے مع حوالہ جواب عنایت فرمادیں۔

احقر محمد کریم عفا اللہ عنہ

﴿ج﴾

صورت مسئولہ میں بر تقدیر صحت واقعہ بہتر یہ ہے کہ شرکاء کی رضامندی سے دوسری خرید لی جائے ورنہ اس کو دینا ضروری ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ویکرہ ذبح الشاۃ اذا تقارب ولا دتہا لانہ یضع ما فی بطنہا (ص ۱۷۶ جلد ۸ بحرالرائق اس حاملہ جانور کی قربانی مکروہ ہے جس کے بچہ میں روح پڑ چکی ہو۔ کیونکہ وہ ذبح کرنے سے ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کو بدل دیا جائے اور قربانی کا بدلنا جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ اگر کسی فقیر نے جس پر قربانی واجب نہ تھی کوئی جانور خرید کیا تو وہ نذر بن جاتا ہے اور واجب ہو جاتا ہے اس کا بدلنا جائز نہیں ہے اور اغنیاء بڑی خوشی سے بدل سکتے ہیں۔ بلکہ اس صورت میں کراہت سے بچنے کے لیے ضرور بدل دینی چاہیے۔

والجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۴ ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

حاجی کو کتنی قربانیاں کرنی چاہییں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص حج پر گیا ہے۔ وہاں قربانی حجاج کرتے ہیں وہ قربانی تو کرے گا لیکن دوسری واجب قربانی بوجہ مالیت واجب ہے وہ کرے گا یا نہیں۔

غلام قادر سیال مدرس شادن لنڈ تحصیل وضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

مسافر پر قربانی واجب نہیں اگرچہ اس کے پاس نصاب ساتھ ہی موجود ہو۔ **لما فی الدر المختار ص ۳۱۲ ج ۶ وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار الذی یتعلق بہ. وفی الشامیۃ (قولہ والاقامۃ) فالمسافر لاتجب علیہ وان تطوع بہا اجزأتہا عنہا فلا تجب علی حاج مسافر** یعنی حاجی مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ منی میں قربانی متمتع اور قارن پر واجب ہے مفرد پر مستحب ہے۔ گھر والوں پر حاجی کی طرف سے قربانی واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
یکم ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

جس بھینس کی عمر دو سال ہو لیکن پکے دانت نہ نکلے کیا حکم ہے

﴿س﴾

ایک بھینس جس کی عمر دو سال چار مہینہ مکمل ہو چکی ہے باتحقیق اور ابھی اس کے دو دانت نہیں نکلے جو کہ بطور نشانی کے ہوتے ہیں کہ یہ جانور دو سال کا مکمل ہو چکا ہے تو کیا اس بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر مسئلہ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادیں یعنی دو دانت نکلے نہیں۔ باقی دانت پورے ہیں۔

اللہ دتہ

﴿ج﴾

اگر بھینس کی عمر پورے دو سال یا اس سے زائد ہے اور صرف دو دانت ابھی نکلے نہیں باقی دانت پورے صحیح سالم ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۷ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ

دیہات میں عید کی نماز سے قبل ذبح جائز اور شہر میں ناجائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) ایک شخص شہری عیدالاضحیٰ کے روز نماز پڑھنے سے پہلے اپنے جانور کی قربانی کر کے بعد کو عید نماز جا کر پڑھتا ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں کیا دوبارہ قربانی کرے۔

(۲) ایک شخص دیہاتی ہے عید کے دن اس نے عید نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی دیہاتی کی قربانی کا شرعاً کیا فیصلہ ہے۔ یہ دونوں سوالوں کا مدلل جواب دیں۔

رشید احمد خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) شہری کے لیے شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ اگر نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ صحیح نہیں۔ دوبارہ قربانی نماز کے بعد واجب ہے۔ قال فی الهداية ص ۴۴۳ ج ۴ ووقت الاضحية يدخل بطلوع الفجر من يوم النحر الا انه لايجوز لاهل الامصار الذبح حتى يصلى الامام العيد فاما اهل السواد فيذبحون بعد الفجر الخ

(۲) دیہاتی پر نماز عید فرض نہیں وہ دیہات میں دس ذی الحجہ کے طلوع فجر کے بعد ذبح کر سکتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۶ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ

اگر پیدائشی طور پر کسی جانور کے خصیتین خراب ہوں قربانی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک دنبہ جو کہ موٹا تازہ ہے لیکن پیدائشی طور پر دنبے کے خصیتین کی ایک طرف ماری ہوئی ہے اور خصیتین کی دوسری طرف بحال ہے کیا ایسے دنبہ کی قربانی جائز ہے۔فتویٰ درکار ہے۔
احمد حسین انصاری ملتان

﴿ج﴾

ایسے دنبہ کی قربانی جائز ہے۔خصیہ کا ذہاب مضر نہیں۔جیسا کہ عالمگیری میں مجبوب کی قربانی کا جواز مصرح ہے۔خصی کے اطلاق سے بھی اس صورت کا جواز معلوم ہوتا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

جانور کے ذبح کے بعد ایک شریک کا حصہ سے انکار کرنا اور دوسرے کو اپنی جگہ شریک کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ

(۱) زید نے قربانی کا جانور خریدا، بعد میں حصے دار مقرر کیے ان کے مجموعہ میں سے عمر کا حصہ شمار کیا گیا۔جو کہ زید کا برادر خورد ہے اور وہ عام طور پر اس کا کاروبار کرتا ہے۔جب اطلاعاً زید نے عمر کو کہا کہ میں نے تیرا حصہ مقرر کیا ہوا ہے تو عمر نے انکار کر دیا کہ میرے پاس ثمن نہیں ہے۔زید نے کہا ثمن ایک ماہ بعد کو ادا کرنا تب عمر خاموش ہو گیا۔جب زید مجلس سے چلا گیا پھر سے باقی شرکاء کے سامنے اقرار کیا۔میں بھی شریک ہوں اس گائے میں۔پھر جب ثمن کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے کہہ دیا کہ میں شریک ہونا نہیں چاہتا۔اب اس کے قائم مقام دوسرے آدمی بکر کو شریک کیا آیا قربانی کس کی ہوگی۔اگر قربانی عمر کی ہوتی ہے تو اُس نے ذبح کی اجازت نہیں دی ہے اگر اس بیع کا اقالہ کیا جائے اقالہ کرنے کے بعد تیسرے آدمی کے پاس فروخت کیا جائے کیا یہ قربانی صحیح ہے۔حالانکہ اقالہ حق ثالث میں بیع جدید ہوتی ہے اور قربانی کے جانور کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

(۲) کنویں کے پانی نکالنے میں تواتر شرط ہے یا نہیں، اگر تواتر شرط ہے تو کچھ پانی ایک دن نکالا اور کچھ دوسرے دن کنواں پاک ہو جائے گا یا نہیں۔

﴿ج﴾

(۱) عمر اگر صاحب نصاب ہے تو اگر چہ وہ پہلے شریک بھی ہو چکا ہو لیکن پھر اس کو دوسری جگہ بیچ سکتا ہے اور بکر کی شرکت بھی صحیح ہے اور قربانی بھی سب کی صحیح ہے اور اگر وہ فقیر ہے تب بھی وہ اگر اس حصہ کو فروخت کردے اور دوسرے کے حوالہ کردے تو دوسرے شخص کی قربانی صحیح ہو جائے گی اور سب شرکاء کی صحیح ہوگی اگر چہ یہ گنہگار ہوگا۔ اس کو فروخت کرنا نہیں چاہیے تھا اس لیے کہ یہ تعین اور اضحیہ علی الروایۃ ہو چکی تھی۔ **فاشتری شاہ بنیة لا ضحیة ان کان المشتری غنیاً لاتصیر واجبة بالاتفاق الروایات فله ان یبیعها ویشتری غیرها وان کان فقیرا ذکر شیخ الاسلام خواهر زاده فی ظاهر الروایة تصیر واجبة بنفس الشراء وروی الزعفرانی عن اصحابنا لا تصیر واجبةً واشار الیه شمس الائمة سرخسی فی شرحه والیه مال شمس الائمة حلوانی فی شرحه وقال انه ظاهر الروایة**

(۲) پانی نکالنے میں تواتر اور اتصال شرط نہیں ہے **کما یفهم من عبارة قاضی خان علی هامش العالمگیریة ص ۱۱ ج ۱ هذه وثمرة ذلک تظهر فی الرجل اذ اخذ فی النزح فعیی فجاء من الغدو وجد الماء اکثر مما ترک فمنهم من قال ینزح جمیع الماء ومنهم من قال ینزح مقدار الماء الذی بقی عند الترک وهو الصحیح** الخ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۱۹ ذی الحجہ

بالغ یا نابالغ اولاد کی طرف سے والدین پر قربانی واجب ہے یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ قربانی واجب ہے یا سنت ہے۔

زید اور بکر دو حقیقی بھائی ہیں اور دونوں مالدار ہیں۔ زید کے صرف تین لڑکے ہیں جو کہ عاقل اور بالغ ہیں۔ یہ تینوں زید کے ساتھ ایک مکان میں رہتے ہیں اور زید ان تینوں کی روٹی وقدرے خرچ خانگی مثلاً ملازم یعنی جھاڑو دینے والا پانی بھرنے والا وغیرہ کا کرتا ہے۔ ان میں سے دو شادی شدہ ہیں اور صاحب اولاد ہیں اور اولاد نابالغ ہے اور یہ دونوں صاحب مال ہیں جو کہ ان کا خود پیدا کردہ ہے اور ذریعہ معاش نوکری و زراعت ہے۔ باقی تمام خرچ نجی کپڑا وغیرہ خود کرتے ہیں اور جو کچھ کماتے ہیں وہ اپنے قبضہ میں رکھتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں اور مال مویشی علیحدہ بنایا ہوا ہے اور جو زید کی آمدنی ہے وہ زید خود رکھتا ہے ان کو کچھ نہیں دیتا ہے۔ اور تیسرے کا تمام خرچ زید کے ذمے ہے۔ لہٰذا التماس ہے

کہ ان دونوں کی قربانی کا شریعت میں کیا کیا ہے۔ قربانی خود اپنے عیال کے اطفال نابالغ کی خود کریں یا زید کرے۔ بکر کے دولڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ ایک لڑکا شادی شدہ اور دوسرا نابالغ ہے اور دو لڑکیاں نابالغہ ہیں۔ ایک بالغ عاقل ہے اور یہ سب کے سب بکر کے ساتھ ہیں۔ ان کے تمام اخراجات بکر کرتا ہے اور نہ ہی اُس کی اولاد نے کوئی مال ونقدی علیحدہ بنایا ہوا ہے۔ یعنی ایک ہی کنبہ ہے۔ ان کی قربانی بکر کرے یا وہ خود کریں اور قربانی میں صاحب نصاب ہونا شرط ہے اور حولان حول بھی شرط ہے یا نہیں۔ اور نصاب کا ہونا مثل زکوٰۃ ہے یا صرف نصاب کی شرط ہے۔ بسند کتب فقہ زیر قلم فرما کر ممنون فرمادیں۔

سائل احمد بھبر ووال تحصیل کبیر والا

﴿ج﴾

مطلق صاحب نصاب ہر خواہ نامی یا غیر نامی حولان حول ہو چکا ہو یا نہ ہوا ہو جب اس کی حاجت اصلیہ سے زائد اور فارغ ہو قربانی واجب ہے ہر ایک شخص پر اپنی ہی قربانی واجب ہوتی ہے۔ اُس پر اہل وعیال بالغ یا نابالغ کی جانب سے واجب نہیں ہوتی۔ یہ صدقۃ الفطر کی طرح نہیں ہے اب زید کی اولاد میں اگر مذکورہ بالا شرطیں پائی جائیں تو ان پر خود قربانی واجب ہے ورنہ نہیں۔ زید پر تو بہر حال ان کی قربانی واجب نہیں۔ اور بکر کی اولاد پر قربانی واجب نہیں ہے کیونکہ وہ خود صاحب نصاب نہیں اور نہ ان کے والد بکر کے ذمہ ہے۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۳ ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ غلام فرید نے قربانی کے لیے ایک دنبہ پال رکھا ہے جس کی عمر ایک سال ہے۔ جسمانی لحاظ سے کافی فربہ ہے لیکن اتفاقاً اس کے ایک سینگ کا اکثر حصہ ٹوٹ گیا بوقت خرید سالم تھا۔ سینگ چھوٹے چھوٹے نکلے (تقریباً ایک ایک انچ) ایک سینگ کے ٹوٹ جانے سے مذکورہ دنبہ کی قربانی شرعاً جائز ہے۔ واضح ہو کہ بندہ صاحب نصاب زکوٰۃ بھی نہیں ہے۔

غلام فرید

﴿ج﴾

جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ سے ٹوٹ گیا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ ہاں سینگ جڑ سے اکھڑ گیا

ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے۔ تو اس کی قربانی درست نہیں۔ صورت مسئولہ میں قربانی اس جانور کی جائز ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ شوال ۱۳۹۷ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

اگر کسی گھر میں میاں بیوی اور بیٹی کمانے والے ہوں اور ہر سال ایک ہی فرد قربانی کرے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک گھر میں تین افراد موجود ہیں۔ جب قربانی کا موقعہ آتا ہے تو زوجہ خاوند کو کہتی ہے کہ اگلے سال قربانی آپ نے کی اس سال میں کروں گی۔ لڑکی کہتی ہے آئندہ سال میں کروں گی۔ مال گھر میں مشترک ہے۔ جیسا کہ ہر گھر میں کچھ کمائی خاوند کی ہوتی ہے، کچھ بیوی کی، کچھ لڑکی کی۔ گھر میں سردار خاوند پر تو ہر سال واجب ہوگی اگر عورت کرے تو عورت کی قربانی ہوگی یا نہیں۔ خاوند پر نہ کرنے کا گناہ ہوگا یا نہیں۔

غلام محمد صاحب فانی ولد غلام رسول تحصیل خوشاب

﴿ج﴾

جائیداد کا مالک اگر مرد ہے تو قربانی مرد پر ہوگی۔ عورت اور اس کی لڑکی پر قربانی لازم نہیں ہوگی۔ البتہ اگر یہ تینوں افراد نصاب کے مالک ہیں اور یہ لڑکی بالغ ہے تو تینوں الگ الگ قربانی کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۵ صفر ۱۳۹۸ھ

عید کے دن پیدا ہونے والے بکری کے بچے کی آئندہ سال قربانی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ عید کے دن شام کو پیدا ہونے والے بچہ (بکرا) کی قربانی آنے والی عید الاضحیٰ پر جائز ہے کہ نہیں۔

عبدالخالق ریونیو آفیسر واپڈا خانیوال

﴿ج﴾

عیدالاضحیٰ کے تین دنوں میں بکری کا اگر بچہ پیدا ہو گیا ہے تو دوسرے سال اس بچے کی قربانی اس ٹائم پر اور اس کے بعد بھی (جس ٹائم پر وہ پیدا ہوا تھا) شرعاً جائز ہے ولا شک فیہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۳ محرم ۱۳۹۸ھ

کیا فربہ گھر کے پلے ہوئے ۱۱ ماہ کے بکرے کی قربانی درست ہے

﴿س﴾

• کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک شخص نے ایک بکرا قربانی جس کی عمر عیدالاضحیٰ تک سال سے ایک ماہ کم بنتی ہے خوب کھلاتا پلاتا ہے اور یہ بکرا حقیقتاً ایک سال والے سے موٹا نظر آتا ہے۔ کیا اس صورت میں جبکہ بکرا سال سے ایک ماہ کم ہے قربانی جائز ہے یا نہیں۔

ملتان کینٹ ۲۹ کیولری خطیب حافظ نور احمد عباسی ملتان کینٹ

﴿ج﴾

بکرا یا بکری ایک برس سے چھوٹی قربانی میں درست نہیں۔ البتہ مینڈھا یا دنبہ آٹھ دس ماہ کا بشرطیکہ فربہ ہو جو ایک برس کا معلوم ہوتا ہو درست ہے۔ یہ حدیث شریف میں آیا ہے اور اس کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ صفر ۱۳۹۸ھ

جس گائے بھینس کے پیدائشی طور پر دو ہی تھن ہوں کیا قربانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بھینس یا گائے جس کے صرف دو تھن ہوں اور تھن پیدا ہی نہ ہوئے ہوں اور اُن کا نشان بھی نہ ہو اور وہ بھینس یا گائے ابھی گابھن بھی نہ ہوئی ہوں کیا ایسی بھینس یا گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔

مدرسہ محمدیہ تعلیم القرآن ماڑی بھاگو خان تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

ناجائز ہے۔وفی العالمگیریة ص ۲۹۹ ج۵ وفی الشدة والمعز اذا لم تکن لهما احدی حلمتیها خلقة. او ذهبت بآفة وبقیت واحدة لم تجز وفی الابل والبقران ذهبت واحدة تجوز وان ذهبت اثنتان لاتجوز کذا فی الخلاصة. فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۸صفر ۱۳۹۸ھ

بریلویوں کوشریک کرنے سے قربانی ضائع نہیں ہوتی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اضحیہ کے جانور یعنی گائے بھینس کے سات شرکاء میں اگر کوئی بریلوی شریک ہو جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر، عالم الغیب، مختار کل اور اولیاء کو نفع نقصان دینے والا سمجھتا ہو تو کیا باقی شرکاء کی قربانی درست ہے یا نہیں۔

مولوی امداد اللہ پیش امام لوہاری مسجد لاڑکانہ

﴿ج﴾

بریلوی عقائد کے لوگوں کو اضحیہ میں شریک کرنے سے دیگر لوگوں کا اضحیہ ضائع نہ ہوگا یہ لوگ مبتدع ہیں کافر نہیں ہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۷شوال ۱۳۹۹ھ

ادھار سے قربانی کا جانور خریدنا، قربانی کا گوشت کیسے تقسیم کیا جائے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) زید کے پاس فی الحال رقم نہیں ہے جس سے قربانی خریدے اور زید مقروض ہے۔ بلکہ زید کی فصل اور دیگر آمدنی تقریباً تین چار ہزار روپے کی ہوگی۔اب اگر زید قربانی کا جانور اُدھار خرید کر قربانی کرے اور فصل آنے پر اُدھار ادا کرے تو جائز ہے یا نہ۔

(۲) قربانی کا گوشت کیسے تقسیم کیا جائے اگر کوئی شخص قربانی کرتا ہے اور قربانی کا گوشت تقسیم نہیں کرتا بلکہ اپنے گھر میں سوکھا کر رکھتا ہے اور سارا سال کھاتا ہے تو کیا جائز ہے یا نہیں۔

حافظ چراغ دین سکنہ نور گڑھ تحصیل لودھراں ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) جائز ہے۔

(۲) مستحب یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کرے۔ ایک حصہ فقراء و مساکین کو دے اور ایک حصہ دوست و احباب کو اور ایک حصہ خود استعمال کرے اور اگر تمام گوشت خود رکھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

اگر بھیڑ کو کم عمر ہونے کی وجہ سے فروخت کر دیا اور گائے میں حصہ ڈال دیا تو زائد رقم صدقہ کرے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے قربانی کے لیے ایک بھیڑ خریدی جو کہ کچھ ماہ سے زیادہ تقریباً آٹھ ماہ کی عمر کی تھی لیکن بعد میں اسے معلوم ہوا کہ سال سے کم عمر کی بھیڑ کی قربانی میں علماء دین کا اختلاف ہے تو اس شخص نے بر بنائے احتیاط اس بھیڑ کو بیچ دیا جو کہ اکتالیس روپے میں فروخت ہوئی اور اس نے ستر روپے کی گائے میں حصہ ڈال لیا ہے اور باقی چوبیس روپے کی ایک اور بھیڑ آئندہ سال کی قربانی کے لیے خریدی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس کا لینا شریعت میں جائز ہے یا ناجائز ہے۔ عدم جواز کی صورت میں ان چوبیس روپے کا کیا کرے۔

السائل فارغ التحصیل محمد حنیف مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

عالمگیری ص ۳۰۱ ج ۵ پر ہے **ولو باع الاضحیة جاز خلافا لابی یوسف رحمه الله و یشتری بقیمتها اخری ویتصدق بفضل مابین القیمتین** الخ اس عبارت سے یہ واضح ہے کہ اضحیہ کی بیع جائز ہے اور اس قیمت سے دوسرا جانور یا جانور میں حصہ خریدے گا اور جو رقم باقی رہ جائے اسے صدقہ کرنا ہوگا۔ لہٰذا صورۃ مسئولہ میں بھیڑ کے فروخت کرنے کے بعد دوسرے جانور میں حصہ خرید لینا صحیح اور باقی چوبیس روپے کو اس آدمی کو صدقہ کرنا ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

فوت شدہ والدین، اولاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہے اس نے پہلے سال جو قربانی دی تھی وہ اللہ کے واسطے کی تھی

پھر دوسرے سال اس شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کی پھر تیسرے سال اس شخص کا خیال یہ ہے کہ میں اپنے بیٹے کے نام پر کروں جوفوت ہو چکا ہے کیا یہ شخص اپنے نام پر بھی کرے یا صرف اپنے بیٹے کے نام پر کرے جوفوت ہو چکا ہے یا دو قربانیاں کر کے ایک اپنے نام لے اور ایک لڑکے کے نام لے۔ ایک درست ہے یا دو قربانیاں۔

خواجہ محمد صفیہ

﴿ج﴾

اگر آپ غنی ہیں تو چونکہ آپ پر قربانی کرنا واجب ہے اس لیے بیٹے یا کسی دوسرے کے نام قربانی کر لینے سے آپ کا ذمہ بری نہ ہوگا۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے نام قربانی کرنے سے آپ کی واجب قربانی ادا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے باقی بندوں کے نام پر قربانی کریں گے اسے ثواب پہنچ جائے گا چاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کریں یا کسی دوسرے کی طرف قربانی کرنا صحیح ہوگا لیکن واجب قربانی ادا نہیں ہوگی اور اگر آپ فقیر ہیں تو آپ پر اپنی قربانی واجب نہیں۔ اپنی طرف سے کریں گے تو نفلی ہوگی۔ نیز دوسروں کے نام کی بھی کر سکتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر

جس جانور کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی ہو اس کی قربانی درست نہیں

جس شخص نے بغیر نکاح کے عورت پاس رکھی ہو اس کو قربانی میں شریک کرنا

اگر جانور کے دانت ٹوٹے ہوئے ہوں تو قربانی کب تک درست ہے

﴿س﴾

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب مطلوب ہے جواب سے ممنون فرمائیں۔

(۱) ایک گائے جس کی ایک آنکھ خراب ہو چکی ہے۔ اس سے تھوڑی سی دید پڑتی ہے اور دوسری آنکھ ٹھیک ہے کیا اس کی قربانی جائز ہے۔

(۲) ایک آدمی نے ایک عورت بلا نکاح بٹھائی ہوئی ہے۔ اس سے اس کی حرامی اولاد بھی پیدا ہوئی ہے۔ کیا اس کے ساتھ قربانی کے جانور میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص اس کے ساتھ گائے کی قربانی میں شریک ہو جائے تو ان کی قربانی کا چمڑا مدرسہ کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

(۳) اگر گائے وغیرہ یا قربانی کے جانور کے دانت ٹوٹ جائیں تو کس حد تک ان کی قربانی جائز ہے۔

محمد عبداللہ فارغ شدہ مدرسہ قاسم العلوم ملتان ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) صورت مسئولہ میں اگر اس گائے کی خراب آنکھ کی بینائی نصف یا نصف سے زائد ختم ہوگئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر اکثر بینائی باقی ہو یعنی نصف سے کم بینائی ختم ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔ شامی ص ۳۲۴ ج ۶ والرابعة هي قولهما قال في الهداية وقالا اذا بقي اكثر من النصف اجزأه وهو اختيار الفقيه ابي الليث وقال ابو يوسف اخبرت بقولي ابا احنيفة فقال قولي هو قولك قيل هو رجوع منه الى قول ابي يوسف الى ان قال وعليها الفتوىٰ الخ بینائی کی مقدار معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دو دن اس گائے کو گھاس وغیرہ ڈالنے کے وقت اس کی خراب آنکھ باندھ لیں کچھ فاصلہ سے جہاں پہلے سے گھاس نظر نہ آئے گھاس گائے کو قریب کرتے جائیں جس جگہ سے گھاس اسے نظر آنے لگے وہاں نشان لگا دیں۔ پھر اس کی وہ ٹھیک آنکھ باندھ لیں اور اسے اسی طرح گھاس قریب کرتے جائیں اور جہاں سے اسے گھاس نظر آنے لگے وہاں دوسرا نشان لگا دیں۔ اگر نشان سے دوسرے نشان کا فاصلہ کم ہے دوسرے نشان سے گائے کی جگہ تک کے فاصلے سے تو اس کی دید نصف سے زیادہ ہے۔ اس گائے کی قربانی جائز ہوگی اور اگر پہلے نشان سے دوسرے نشان تک کا فاصلہ دوسرے نشان سے گائے کی جگہ تک کے فاصلہ سے زیادہ یا اس کے برابر ہے تو اس کی بینائی اکثر نہیں ہے۔ شامی ص ۳۲۴ ج ۶ ومعرفة المقدار في غير العين متيسرة وفي العين قالو تشد المعينة بعد ان لا تعتلف الشاة يوماً او يومين ثم يقرب العلف قليلاً قليلاً فاذا رأت من موضع اعلم عليه ثم تشد الصحيحة وقرب العلف اليها كذلك فاذا رأته من مكان اعلم عليه. ثم ينظر تفاوت ما بينهما فان كان ثلثا فالذاهب هو الثلث وان نصفا فالذاهب النصف الخ

(۲) صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص باوجود سمجھانے کے اس حرام کاری سے باز نہیں آتا تو عامۃ المسلمین اور برادری پر یہ فرض ہے کہ اس سے قطع تعلق کریں اس کا حقہ پانی بند کریں اس کو قربانی وغیرہ میں شریک نہ کریں اس کے ساتھ برتاؤ نہ کریں۔ لیکن اگر اس سے قطع تعلق نہ کریں گے اور اس کے ساتھ قربانی میں شریک ہوں گے تو قربانی واجب تو سب کی ادا ہو جائے گی لیکن سب شرکاء گنہگار و ماخوذ ہوں گے اور قطعاً ایسے حرام کار سے جب تک کہ تائب نہ ہو اور اس عورت کو الگ نہ کرے یا جائز طریقہ سے آباد نہ کرے دینی درسگاہ کے لیے کھال قبول نہ کریں۔

(۳) اگر یہ گائے جس کے دانت ٹوٹے ہیں گھاس و چارہ وغیرہ کھاتی ہے چرتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ عالمگیری ص ۲۹۸ ج۵ واما الهتماء وهي التي لا اسنان لها فان كانت ترعى وتعتلف جازت والا فلا الخ اور اگر چرتی نہیں گھاس نہیں کھا سکتی تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ احمد عفا اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۹۹ھ

کیا مال لقطہ کی قربانی جائز ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ مال لقطہ کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک بچھڑی تقریباً چالیس برس کا عرصہ ہوا کہ کسی آدمی کے چھیڑ میں خدا جانے کہاں سے مل گئی اب تک کوئی مالک نہیں بنا اور وہ بہت پھلی ہوئی ہے۔ اب اس کی اولاد بہت جگہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس گائے مذکورہ کی فرع کسی آدمی سے مول لے کر قربانی کرتا ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں اور قربانی کرنے والے کو علم بھی ہے کہ یہ اس گائے مذکور کی نسل ہے۔ نیز اگر جس کو ملی ہے وہی اس کو قربانی کرنا چاہے تو کرنا جائز ہے یا نہیں۔

عبدالقیوم تحصیل منچن آباد ضلع بہاولنگر

﴿ج﴾

مال لقطہ جس شخص نے اسے یا اس کے فرع کو خریدا ہے وہ تو اس کی قربانی کر سکتا ہے کیونکہ لینے والے کے لیے بعد مایوس ہونے مالک کے ملنے سے اس کی بیع جائز ہے نیز اس کا کسی فقیر پر صدقہ کرنا جائز ہے اور خود بھی اگر وہ فقیر ہے اس سے انتفاع لے سکتا ہے ہاں خود اس لینے والے کی قربانی اس پر اور اس کے فرع پر صحیح نہ ہوگی اور دوسرا شخص جس نے خرید لیا ہے یا اس پر صدقہ کیا گیا ہے اس کے لیے جائز ہے۔ **قال فی منحة الخالق علی البحر الرائق کتاب اللقطة ص ۱۸۷ ج ۵ (قوله بان یتملکها) قال فی النهر معنی الانتفاع بها صرفها الی نفسه کما فی الفتح وهذا لا یتحقق ما بقیت فی یده لا تملکها کما توهم فی البحر لما انها باقیة علی ملک صاحبها مالم یتصرف فیها** الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

غنی شخص کا قربانی کی کھالوں کی رقم سے اپنا قرضہ ادا کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے بکر سے مبلغ اکیس سو روپیہ بطور قرض حسنہ دینی مدرسہ سے لیا۔ کچھ دن بعد زید کو چرم قربانی کی رقم تملیک کرنے کے لیے دی گئی۔ جب رقم زید کے ہاتھ میں آئی تو اس نے وہ اکیس سو روپیہ جو قرض لیا تھا اس چرم قربانی کی رقم سے واپس ادا کر دیا اور کہا کہ یہ میرا قرض ادا ہو گیا جبکہ باقی رقم سے اُس نے اپنی زکوٰۃ بھی ادا کر دی۔ چونکہ زید مذکور غنی اور صاحب جائیداد ہے کیا اس طرح اس کا قرض ادا ہوا یا نہیں۔ چرم قربانی کی رقم جو اس

کو تملیک کے لیے دی گئی تھی جبکہ وہ اس کا مستحق بھی نہیں وہ اپنے تصرف میں اس کو لا سکتا ہے یا نہیں اگر وہ نہیں لا سکتا تو اس سے وہ رقم بہ مذہب حنفیہ واپس لی جا سکتی ہے یا نہیں۔ جبکہ تملیک کے لیے چرم قربانی کی رقم زید نے از خود کہہ کر مانگی کہ میں تملیک کر کے دیتا ہوں لیکن بعد میں وہ خود مالک بن بیٹھا۔

حافظ عطاء اللہ تحصیل و ضلع ملتان

﴿ج﴾

اگر زید مذکور غنی اور صاحب جائیداد ہے تو مذکورہ بالا طریق پر چرم ہائے قربانی کی قیمت اس کے ہاتھ آنے سے تملیک صحیح نہیں ہوئی۔ لہٰذا زید کا اس رقم کو اپنے قرضہ میں دے دینے سے اس کا قرضہ ادا نہ ہوگا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

ہر سال قربانی کرنا اور بھائی کو مال زکوٰۃ دینا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ

(۱) قربانی ہر سال کرنی واجب ہے یا نہیں۔

(۲) کیا آدمی اپنے بھائی کو مال زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) صاحب نصاب مال دار شخص پر ہر سال قربانی کرنی واجب ہے۔ جب وہ غنی ہے تو اس کے ذمے اپنی طرف سے ہر سال قربانی کرنی ضروری ہے۔ جب مسکین ہو جائے تو پھر اس کو قربانی کرنا ضروری نہیں ہے۔

(۲) مال زکوٰۃ بھائی کو دے سکتا ہے جبکہ اس کا حساب علیحدہ ہے۔ مال زکوٰۃ اپنی اولاد کو دینا جائز نہیں ہے اور نہ اپنے باپ دادا، والدہ نانے اور دیگر اصول کو دینا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبد اللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

اگر کسی شخص نے بکری کے بچے کی قربانی دینے کی نیت کی ہو لیکن وہ بچہ مر جائے تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

بندہ کی ایک بکری حاملہ تھی میں نے وعدہ کر رکھا تھا کہ جس وقت بکری کو بچہ پیدا ہوگا میں اس کی خدمت کروں گا۔ جب وہ بڑا ہو جائے گا تو اس کی قربانی کروں گا۔ بکری سے بچہ پیدا ہوا کچھ عرصہ کے بعد وہ بیمار ہوا میں نے اس کو ذبح کر کے فی سبیل اللہ بانٹ دیا اور کھال مدرسہ عربیہ طلباء کے لیے بھیج دی۔ میں غریب اور عیال دار آدمی ہوں زکوٰۃ اور قربانی

کی طاقت نہیں رکھتا۔ ویسے ہی دل میں وعدہ کر رکھا تھا کہ یہ بکری کا بچہ جب بڑا ہو جائے تو اس کو قربانی کروں گا۔ یہ بکری کا بچہ قربانی سے پہلے ہی چلا گیا اس کے عوض میں اور قربانی کرنے کا حکم تو نہیں۔

غلام محمد وارڈ نمبر ۲ محلہ برتیاں ملتان شہر

﴿ج﴾

اس سے قربانی واجب نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

بغیر چکی والے دُنبے کا قربانی کے لیے کتنی عمر والا ہونا ضروری ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چھترا جس کی دم ہو چکلی نہ ہو قربانی کے لیے کتنی عمر ہونا ضروری ہے۔

عبدالقدوس براستہ کسووال ضلع ساہیوال

﴿ج﴾

بھیڑ دنبہ چکی دار ہو یا غیر چکی دار ہو ۶ ماہ کا یا اس سے قدرے زیادہ ہو مگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے۔ قال فی الدر المختار ص ۳۲۱ ج ۶ وصح الجذع ذوستة اشهر من الضأن ان كان بحيث لو اختلط بالثنا يا لايمكن التمميز من بعد وفی الشامية وان كان لها الية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز۔ اور اس حکم کو چکی دار کے ساتھ خاص کرنا جمہور اُمت کے خلاف ہے۔ کیونکہ لغت کی معتبر کتب اور فقہاء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ ضان کا لفظ عربی زبان میں عام ہے۔ اون والے جانور میں خواہ بھیڑ ہو یا دنبہ یعنی ذات الیہ ہو یا غیر ذات الالیہ۔ نہایہ ابن اثیر میں اور اس کی تلخیص مصنفہ سیوطی میں ہے۔ ضأن كمثل غنم ذات صوف ضوائن جمع ضائنة وهی الشاة من الغنم بخلاف المعز نهايه اس طرح عام کتب لغت میں یہ الفاظ اس کی تفسیر میں منقول ہیں۔ ذو الصوف خلاف الغنم جمعه ضان وضنين فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
یکم شعبان ۱۳۹۸ھ

آٹھ ماہ کی بھیڑ کی قربانی درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بھیڑ جس کی عمر آٹھ ماہ ہے اور اتنی موٹی تازی اور قد آور ہے کہ ایک سال کی بھیڑوں میں چھوڑی جاتی ہے تو اُن کے برابر دکھائی دیتی ہے۔ کیا اس کی قربانی صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

محمد بلال گلگشت ملتان

﴿ج﴾

صحیح ہے۔ **کما فی الدر ص ۲۳۳ ج ۵ وصح الجذع ذوستة اشهر من الضأن ان کان بحیث لو خلط بالثنایا لا یمکن التمییز من بعید** فقط واللہ اعلم

محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

جس شخص پر زنا کا الزام ہو اس کو قربانی میں شریک کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ ایک شخص پر زنا کرنے کا الزام ہے حقیقت میں یہ الزام غلط لگایا گیا ہے۔ بالفرض اگر یہ الزام صحیح بھی ہو تو کیا ایسا آدمی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں۔

فتح محمد ضلع ڈیرہ غازی خان

﴿ج﴾

شخص مذکور پر اگر یہ الزام صحیح بھی ہو تو اس پر صدق دل سے توبہ واستغفار لازم ہے اور وہ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ قربانی میں شریک ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذیقعدہ ۱۳۹۸ھ

امام مسجد کی اگر تنخواہ مقرر ہے تو کھالیں دی جا سکتی ہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ امام مسجد جس کی تنخواہ بھی مقرر ہے لیکن عیالداری کی وجہ سے تنخواہ بمشکل پوری ہوتی ہو۔ کیا قربانی کی کھالیں یا قیمت دی جا سکتی ہے یا نہیں۔ بطور امداد کے تنخواہ کی مد میں۔

﴿ج﴾

بطور معاوضہ درست نہیں۔ بطور امداد مستحق زکوٰۃ کو قیمت چرم قربانی دینا جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ

مخنث جانور کی قربانی درست نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ اگر عید قربانی کا جانور مخنث پایا جائے تو کیا قربانی جائز ہوگی یا نہیں۔
عبدالباقی بلوچستان

﴿ج﴾

مخنث جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔لما فی الدر ص ۳۲۵ ج ۶ ولا بالخنثی لان لحمها لا ینضج۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۷صفر ۱۳۹۹ھ

چرم قربانی کا صحیح مصرف کیا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ چرم ہائے قربانی کا از روئے شریعت صحیح مصرف کیا ہے۔
غلام سرور شاہ صاحب

﴿ج﴾

قربانی کے گوشت اور چرم کا ایک حکم ہے بعینہ اس کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے لیکن اگر قربانی کے چمڑے کو فروخت کردے تو اس قیمت کا تصدق واجب ہے۔اس قیمت کا مصرف فقراء ومساکین ہیں۔قیمت نہ خود استعمال کرے اور نہ ایسے آدمی کو دے جو زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے۔امداد الفتاویٰ ص ۵۶۰ ج ۳۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۴ ربیع الثانی ۱۳۹۹ھ

خصی بکرے نے اگر فوطوں پر سے کھال ہٹادی پھر بھی قربانی درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بکرا جو قربانی کے لیے مخصوص ہے چند ہفتوں قبل خصی کرایا گیا لیکن اس کے بعد بکرے نے اپنا منہ مار کر فوطوں کے اوپر سے کھال اتار دی۔بعض ادویات کے لگانے کے بعد زخم بالکل ختم ہوگیا

لیکن ایک فوطہ بالکل خالی اور معمولی نشان کی مانند رہ گیا۔ جبکہ دوسرا اُسی طرح تقریباً مرغی کے انڈے سے کچھ چھوٹا موجود ہے اور ممکن ہے اُس میں ابھی سوزش بھی ہو ویسے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ کیا ایسی صورت میں وہ بکرا قربانی کے لیے جائز ہے۔

چودھری عبدالسلام تحصیل خانیوال

﴿ج﴾

اس بکرے کی قربانی جائز ہے جبکہ عمر کے اعتبار سے پورا ہو فوطوں کی اس تکلیف کی وجہ سے قربانی کے لائق ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۹ شوال ۱۳۹۷ھ

قربانی کے لیے خریدی گئی گائے کا دودھ بچھڑے کو پلانا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ تقریباً عرصہ تین ماہ کا ہوا ہے کہ حاجی نور محمد پٹھان نے ایک عدد گائے مبلغ ۱۸۰ روپیہ میں شاہدہ ولد امیرا کو فروخت کر دی۔ اصل میں شالا (نام) نے گائے قربانی کرنے کے لیے خریدی لیکن ایک شیر خوار بچہ گائے کا تھا جس کا یہ وعدہ زبانی گواہاں کے ہوا تھا کہ بچہ گائے کا واپس لے لیں گے۔ اس وقت بچھڑے کی عمر ۲ ماہ کی تھی۔ و جی شاہدہ نے خودی کو مبلغ ایک صد تیس روپیہ دیے اور پچاس روپیہ اور بچھڑا دینے کا واپس وعدہ کر لیا۔ اب مسمیہ باجی شاہدہ کو ایک مولوی نے شبہ ڈال دیا کہ اس گائے کی قربانی جائز نہیں ہے۔ باجی مذکورہ نے یہ سوچ کر گائے پر قربانی جائز نہیں ہے اس لیے آگے فروخت کی اپنی رقم کھری کر لی۔ فدوی کو نہ واپس بچھڑا دیا نہ پچاس روپیہ۔ لہٰذا بذریعہ درخواست ہذا ہم کو شرع محمدی فتویٰ سے آگاہ کریں۔

السائل فدوی نور محمد ولد تھانے قوم ماچھی تحصیل خانیوال ضلع ملتان

﴿ج﴾

جس گائے کے متعلق پوچھا گیا ہے اس کو قربانی میں ذبح کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ قربانی بالکل درست ہے۔ بچھڑے کے متعلق چونکہ بائع نے صاف کہہ دیا تھا کہ یہ بیع میں داخل نہیں ہے اس لیے اس کا واپس کر دینا مشتری پر واجب ہے۔ نیز بچھڑے کو مشتری کے پاس گائے کے دودھ سے پرورش کے لیے جو رکھا گیا ہے اس کی شرط بیع میں نہیں لگائی ہے۔ بلکہ تبرعاً مشتری نے رکھا ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

قربانی کے لیے نامزد جانور اگر ایام قربانی میں ذبح نہ ہو سکا تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی زید نے ایک جانور کو برائے قربانی نامزد کیا اور قربانی کے ایام سے پہلے کسی ضروری کام کی وجہ سے کسی دوسری جگہ چلا گیا اور امر مجبوری ایام قربانی میں واپس آ کر جانور کو ذبح نہ کر سکا کیا اب مسمی زید جانور مذکور کو آئندہ سال کے لیے رکھ چھوڑے یا ذبح کر کے بطور صدقہ غرباء و مساکین میں تقسیم کر دے۔ بینوا توجروا

ہذا مسکین محمد حیات بقلم خود

﴿ج﴾

اس جانور کو زندہ تصدق کر دے اور اگر ذبح کیا تو گوشت و پوست خیرات کر دے۔ خود نہ کھائے ذبح کرنے سے اگر اس کی قیمت کم ہو گئی تو یہ کمی پوری کر دے۔ یعنی حقیقی قیمت کم ہوئی اتنی رقم گوشت و پوست وغیرہ کے علاوہ صدقہ کرے۔ کذا فی الدر المختار ص ۳۲۰ ج ۶ ولو ترکت التضحیة ومضت ایامها تصدق بها حیة ناذر لمعینة ولو فقیرًا ولو ذبحها تصدق بلحمها انتهٰی۔ واللہ اعلم

عبدالرحمٰن نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر کچہری روڈ
محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان شہر
۲۶ شعبان ۱۳۷۹ھ

مذکورہ فی السوال شخص پر قربانی واجب ہے اور زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید کے پاس پانچ بھینس بیس بکریاں ہیں جو تجارت کے لیے نہیں ہیں اور اس کے پاس غلہ بھی سال کا موجود ہے لیکن اس کے پاس رکھی ہوئی رقم موجود نہیں ہے اور وہ کسی دوسری اشیاء میں بھی صاحب نصاب نہیں ہے ہاں البتہ اگر وہ ایک بھینس فروخت کرے تو وہ تین ہزار روپے کا مالک بن سکتا ہے تو کیا اب زید پر فطرانہ اضحیہ اور زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں ہے۔ نیز فقہ کی کتابوں میں جو آتا ہے کہ جو آدمی صاحب نصاب ہو اور حاجت اصلیہ سے وہ نصاب میں زائد ہو تو کیا زید کو صاحب نصاب کہا جائے گا یا نہیں۔ نیز اگر زید کو صاحب نصاب اس حال میں نہ کہا جائے تو کیا اُس کو زکوٰۃ فطرانہ وغیرہ لینا درست ہے یا نہ۔

عبدالقادر بنگلانی ضلع جیکب آباد

﴿ج﴾

اس شخص پر قربانی اور صدقہ فطر واجب ہے۔زکوۃ لینا اس کے لیے درست نہیں ہے۔البتہ ان جانوروں کی زکوۃ زید پر فرض نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۴ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ
الجواب صحیح بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گائے میں سات آدمیوں کی شرکت کا ذکر حدیث میں ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ بڑے جانور یعنی گائے وغیرہ کے اندر سات حصہ دار یا پانچ ہونے چاہئیں مسئلہ کا جواب احادیث کی روشنی میں حل فرمادیں کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حدیث میں سات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عبدالغفور کبیر والا ضلع ملتان

﴿ج﴾

وفی المشکوۃ ص ۱۲۷ ج ۱ وعن جابر انه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال البقرة من سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم ابو داؤد.

وفیه ایضًا ص ۱۲۸ ا وعن ابن عباس رضی الله عنه قال کنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشتر کنا فی البقرة سبعة الخ رواه الترمذی والنسائی وابن ماجة)

مندرجہ بالا دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ گائے وغیرہ بڑے جانوروں میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ محرم ۱۳۹۶ھ

کیا مرحوم والد کی طرف سے قربانی کرنے والے پر قربانی واجب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ زید نے اپنے متوفی والد صاحب کی طرف سے قربانی کی ہے۔کیا اس پر اپنی قربانی کرنی لازم ہوتی ہے یا نہیں۔

﴿ج﴾

زید قربانی اپنے نام کی کرے اور اس کا ثواب والد کو بخش دے اور اگر قربانی متوفی والد کے نام کر دی گئی تو پھر زید پر اگر صاحب نصاب ہے تو اپنی طرف سے دوسری قربانی لازم ہوگی۔ واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

بکری کا کان اگر تین اُنگل کٹا ہوا ہو تو کیا حکم ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ ایک بکری ہے جس کے کان تیسرے حصہ سے کم کٹے ہوئے ہیں۔ یعنی ۱۲ انگل اس کے کان موجود ہیں جبکہ تقریباً ۱۵ انگل ہوتے ہیں۔ کیا اس کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

شامی میں ص ۳۲۴ میں ہے۔ **والصحیح ان الثلث وما دونہ قلیل وما زاد علیہ کثیر وعلیہ الفتویٰ**

روایت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر ایک تہائی تک کان کٹے ہوئے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے اور صورت مسئولہ میں تو ایک تہائی سے بھی کم کٹے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس جانور کی قربانی بغیر تردد کے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

کھال کی قیمت بھائی کو دینا درست ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت اپنی بہن بھائی کو دے دی کیا ان کی قربانی جائز ہے یا نہ۔

﴿ج﴾

قربانی کی کھال کی قیمت واجب التصدق ہے۔ اس کا مصرف فقراء و مساکین ہیں لہٰذا لڑکیوں کو اس کی قیمت دینا جائز نہیں۔ البتہ بہن اگر غریب ہو تو اس کو دی جا سکتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۴ ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ

لنگڑا پن کی کتنی مقدار مانع قربانی ہے، جانور خریدنے کے بعد جانور میں عیب کا پیدا ہونا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک بیل لنگڑا ہے جو کہ قربانی کے لیے خریدا گیا جس پاؤں سے لنگڑا ہے اس کو آدھا زمین پر لگا کر چلتا ہے اور اس لنگڑے پاؤں کا سہارا بھی لیتا ہے آدھا میل سے کچھ زائد فاصلہ پر قصبہ سے لایا گیا ہے۔ کئی آدمی قربانی کے لیے شامل بھی ہو گئے ہیں۔ بیل مذکورہ وجود میں موٹا چربی والا ہے۔ مولوی صاحب خطیب مسجد قصبہ نے اس بیل کی قربانی ناجائز قرار دی ہے۔

(۲) ایک آدمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مولوی محمد شفیع صاحب مہتمم مدرسہ قاسم العلوم سے زبانی سنا تھا کہ جانور قربانی کے لیے خرید لیا گیا بعد میں کوئی عیب اس میں پیدا ہو گیا تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے جو پہلے سے عیب دار ہو وہ قربانی کے لیے جائز نہیں۔

ہم دیہاتی لوگ بہشتی زیور کو ضروری مسئلہ جات کا ثبوت لے کر عمل کرتے ہیں۔ جناب کا مسئلہ عید الاضحیٰ کا اشتہار بھی ہم ناخواندہ مخلوق کو قابل ثبوت ہے جو ہمارے پاس آج شاہد ثبوت ہے۔ ہمارا عمل تہائی دانت، کان دم یا لنگڑا جو ذبح کی جگہ تک چل سکے جائز ہے۔

(۳) مولوی صاحب خطیب مسجد نے جمعہ کی تقریر میں مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ میں روزہ بوجہ تقاضائے حسن جماع حلال سے افطار کروں۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے شرم آتی ہے آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ دریافت فرما کر مجھے سمجھا دیں۔ ایسے مسئلہ پر کچھ لوگ معترض ہیں ایسے خلاف تہذیب مسئلے تقریر میں لانا کیسا ہے۔

﴿ج﴾

(۱) ایسا لنگڑا جانور جو لنگڑے پاؤں کا چلتے وقت سہارا لیتا ہے اور چلتے وقت اس پاؤں کو زمین پر ٹیک کر کے چلتا ہے اس کی قربانی جائز ہے ہاں اگر جانور اتنا لنگڑا ہو کہ لنگڑے پاؤں کا سہارا نہ لیتا ہو اور ذبح کی جگہ تک نہ چل سکتا ہو تو ایسے جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔ **کما قال فی ردالمحتار تحت قول صاحب الدرالمختار ص ۳۲۳ ج ۶ (والعرجاء التی لاتمشی الی المنسک) ای الی المذبح (قوله العرجاء) ای التی لا یمکنها المشی برجلها. العرجاء انما تمشی بثلاث قوائم حتی لو کانت تضع الرابعة علی الارض**

وتستعين بها جاز، عناية، وقال في البزازية والعرجاء التي تمشي بثلاث قوائم ولا تضع الرابعة علے الارض لا وان كان تضع وضعًا ضعيفاً الا انها تتمايل مع ذالک يجوز انتهى

(۲) جانور خواہ خریدنے سے پہلے عیب دار ہو یا خریدنے کے بعد عیب دار ہو جائے دونوں صورتوں میں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ ہاں ذبح کے وقت جانور کے ہلنے اور حرکت کرنے کی وجہ سے اگر اسے کوئی عیب لگ جائے مثلاً آنکھ وغیرہ زیادہ نقصان ہو جائے تو ایسی صورت میں قربانی ہو جائے گی۔ قال في الدر المختار ص ۳۲۵ ج ۲ (ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع) كما مر (فعليه اقامة غيرها مقامها ان) كان (غنيًا وان) كان (فقيرًا اجزأ ذالک) وكذا لو كانت معيبة وقت الشراء لعدم وجوبها عليه بخلاف الغني ولا يضر تعيبها من اضطر ابها عند الذبح.

(۳) ہر صحیح مسئلہ جس کی ضرورت خطیب صاحب محسوس کرے اور موقع کے مناسب سمجھے اور صحیح انداز کے ساتھ پیش کرے تو وہ تہذیب کے خلاف نہیں ہے اور اس خاص مسئلہ کا مجھے علم نہیں۔

حررہ عبداللطیف غفرلہ معاون مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح محمد عظیم کان اللہ لہ
۱۸ ذوالحجہ ۱۳۸۳ھ

بیوی نے اگر قربانی کی نیت سے بکرا پالا ہو اس کی وفات کے بعد شوہر بیچ سکتا ہے مقروض امام مسجد کے لیے قربانی کی کھالیں جائز ہیں یا نہیں

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ

(۱) ایک عورت نے قربانی کی نیت سے ایک بکرا پالا اور جب ماہ شوال آیا تو عورت فوت ہو گئی اور اس کے خاوند نے ہندہ کی وفات کے بعد اس کا بکرا جو کہ قربانی کی نیت کا تھا بیچ دیا ہے اور خاوند پر بھی قربانی واجب ہے اور صاحب نصاب ہے لہٰذا جو بکرا خاوند نے بیچا ہے کیا وہ بیچ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) ایک امام مسجد ایک گاؤں میں امامت کرتا ہے۔ اس امام مسجد کے گھر میں چوری ہو گئی ہے اور چوروں نے گھر کا تمام سامان نکال لیا ہے۔ مولوی صاحب نے قرضہ بھی مبلغ گیارہ سو روپیہ دینا ہے کیا اس مولوی صاحب کے لیے قربانی کی کھالیں لینا جائز ہے یا نہیں۔ اگر لوگ اپنی قربانی کی کھالیں مولوی صاحب کو دے دیں تو جائز ہے یا نہیں۔

مستری محمد رفیق تحصیل لیہ ضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

(۱) عورت مذکورہ جب فوت ہوگئی تو اس کا مال ترکہ بن گیا ہے۔ اب تمام ورثاء کی رضامندی سے اس بکرے کو قربانی کے لیے رکھا جا سکتا تھا اور بیچنا بھی اس کا درست ہے ہر وارث اس کی قیمت سے اپنا اپنا حصہ لے لے۔

(۲) امام مذکور اگر غریب اور زکوٰۃ کا مستحق ہے تو اس کے لیے قربانی کی کھالیں لینا جائز ہیں لیکن امامت کی اجرت میں نہ دی جائیں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

مال زکوٰۃ یا چرم قربانی اگر طلباء وصول کر کے مدرسہ میں جمع کرائیں تو پھر بھی حیلہ کی ضرورت ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ

(۱) چرم قربانی، زکوٰۃ، عشر وغیرہ مدارس عربیہ دینیہ میں دینا جائز ہے یا نہیں اور مہتمم بعد حیلہ تملیک تنخواہ مدرسین تعمیر مدرسہ میں خرچ کر سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) چرم قربانی زکوٰۃ، عشر وغیرہ جو طلباء خود لوگوں سے لے کر آئیں یا لوگ خود مدرسہ میں طلبا کو دے کر جائیں اور طلبہ مدرسہ میں جمع کرا دیں تو صورت حیلہ کی ضرورت باقی رہتی ہے یا نہیں۔

(۳) زید کہتا ہے کہ مدرسہ میں زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز نہیں اور حیلہ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ براہ کرم مدلل جواب عنایت فرمادیں تاکہ تسلی ہو جائے۔

﴿ج﴾

(۱) قیمت چرم قربانی، زکوٰۃ، عشر وغیرہ صدقات واجبہ میں بلاعوض تملیک فقراء ومساکین کو دینا ضروری ہیں۔ اہل مدارس اگر یہ صدقات واجبہ طلبہ پر صرف کریں تو جائز ہے لیکن ان صدقات کی رقم کو مدرسہ کی تعمیرات پر خرچ کرنا یا مدرسین کو تنخواہ میں دینا جائز نہیں البتہ حیلہ تملیک کے بعد مدرسہ کی جملہ ضروریات میں اس رقم کو خرچ کرنا جائز ہے۔ فان بیع اللحم والجلد به ای بمستهلک او بدراهم تصدق بثمنه الخ درمختار کتاب الاضحیه ص ۳۲۸ ج ۶ باب المصرف ای مصرف الزکوٰة والعشر الی قوله وهو فقیر الخ قال الشامی قوله ای مصرف زکوٰة والعشر الخ وهو مصرف ایضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة کما فی القهستانی الدر المختار مع رد المحتار ص ۳۳۹ ج ۲۔

(۲) عام طور پر طلبہ جو چرم قربانی زکوٰۃ وغیرہ لوگوں سے لے کر مدرسہ میں لے آتے ہیں وہ بطور وکیل کے ہوتے

ہیں۔طلبہ کو خود وہ لوگ بطور تملیک کے صدقات نہیں دیتے بلکہ مدرسہ میں پہنچانے کے لیے حوالہ کر دیتے ہیں اس لیے اس سے تملیک متحقق نہیں ہوتی۔تملیک دوبارہ ضروری ہے۔لوگ خود مدرسہ میں اگر طلبہ کو تملیکاً دے دیں تو دوبارہ تملیک کی ضرورت نہیں وہ طالب علم کی ملکیت ہو جائے گی۔پھر آگے مدرسہ کو دے یا نہ دے یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔اگر دے گا تو اس کی طرف سے صدقہ شمار ہوگا۔

(۳) حیلہ شرعاً جائز ہے اور اس کی اصل یہ ہے کہ حیلہ میں قانونی اور اصولی بات طے ہو جاتی ہے۔مثلاً زکوٰۃ کا مصرف فقیر ہے وہ اُسے مل گئی۔اب وہ بحیثیت مالک ہونے کے جو چاہے کر سکتا ہے شامی میں ہے **وحيلة التكفين لها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد** (الدرالمختار ۲۷۱ ج ۲ کتاب الزکوٰۃ) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۸ ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ

دہریہ کو قربانی میں شریک کرنے سے سب کی قربانی خراب ہو جائے گی

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ قربانی کے بیل کے اندر بہت سے لوگ شریک ہیں لیکن ان میں ایک شیعہ یا دہریہ غالی خیالات کا ہے۔کیا یہ قربانی جائز ہوگی یا نہ۔

کاتب الحروف محمد عطاء اللہ متعلم مدرسہ قاسم العلوم ملتان

﴿ج﴾

دہریہ کے ساتھ شریک ہو کر کسی کی قربانی صورت مسئولہ میں صحیح نہیں اگر شیعہ سبی ہے یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل ہو (اور آج کل اکثر ایسے ہی ہیں) تو اس کی شرکت سے بھی سب کی قربانی ناجائز ہوگی۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۵ ذوالحجہ ۱۳۷۹ھ

قربانی کا گوشت بغیر تقسیم کیے گھر میں استعمال کرنا

جس پر صدقۃ الفطر واجب ہے کیا اس پر قربانی واجب ہے

جس بچے کا عقیقہ تین سال بعد کیا جائے تو بالوں کے برابر وزن چاندی کا کیا حکم ہے

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) چند آدمی مل کر قربانی کرتے ہیں جانور ذبح کرنے کے بعد گوشت کو تین حصوں میں تقسیم نہیں کرتے تمام گوشت اپنے گھر لے جا کر خود اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔کیا یہ درست ہے۔

(۲) بہشتی زیور میں لکھا ہوا ہے کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر قربانی واجب ہے حالانکہ صدقہ فطر تو چھوٹے بڑے سب کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔کسی کے پاس قربانی کرنے کی وسعت نہیں ہوتی آیا وہ ضروری کرے یا نہ کرے۔

(۳) ایک شخص کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔اب اُس نے اپنے لڑکے کا عقیقہ تین سال یا پانچ سال بعد کرنا ہے لیکن اُس نے اپنے بچے کے جب سر کے بال اتروائے تو اُس نے ان کو ناپ تول کر کہیں ڈال دیے لیکن اب جب وہ عقیقہ کرتا ہے کیا وہی پہلے اترے ہوئے بالوں کے برابر سونا چاندی دے یا اس وقت جو اس کے سر پر ہوں ان کے برابر ادا کرے۔

احقر محمد صدیق تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان

﴿ج﴾

(۱) تین حصوں میں تقسیم کیے بغیر تمام گوشت اپنے گھر میں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

(۲) آپ نے غلط سمجھا ہے۔بہشتی زیور تیسرے حصے میں صدقہ فطر کا بیان دیکھ لیں تو آپ کا اشکال رفع ہو جائے گا۔

(۳) ساتویں دن سر کے بال جو منڈوائے ہیں اس کے برابر سونا یا چاندی تول کر خیرات کرے۔فقط واللہ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۵ محرم ۱۳۹۵ھ

عقیقہ کس کس جانور کا درست ہے اور کب کرنا چاہیے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کس کس جانور کا درست ہے۔عقیقہ کی شرائط کیا ہیں۔

سائل غلام احمد مرچنٹ کبوتر منڈی ملتان شہر

﴿ج﴾

جس کا اضحیہ (قربانی) صحیح ہو اُس جانور کا عقیقہ بھی صحیح ہے ورنہ نہیں۔مستحب یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں دن ہو ورنہ چودھویں یا اکیسویں دن کرے بہر حال ساتویں دن کا لحاظ رہے۔عقیقہ خود واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اس لیے اس مستحب طریقہ ہی سے کرے اگر ساتویں دن کے بغیر عقیقہ کر گیا تو عقیقہ ہو جاتا ہے لیکن مستحب ادا نہ ہو گا عقیقہ کے ساتھ یہ بھی مسنون ہے کہ اسی دن لڑکے کے بال مونڈے جائیں اور بالوں کے برابر چاندی کے ساتھ وزن کر کے اس کو صدقہ کرایا جائے۔واللہ اعلم

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۲۸ ذی قعدہ

عقیقہ کرنا سنت ہے یا مستحب، عقیقہ کے دو بکروں میں سے ایک کو صبح دوسرے کو شام ذبح کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ

(۱) عقیقہ کرنا سنت ہے یا مستحب ہے اگر سنت ہے تو اس کی وضاحت حدیث کے ساتھ کی جائے اور اگر مستحب ہے تو اُس کی وضاحت بیان کریں۔

(۲) ایک آدمی دو بکریاں عقیقہ کے لیے منتخب کرتا ہے۔ اس کے بعد ایک بکری صبح کے وقت ذبح کی اور دوسری شام کے وقت بعد میں بچے کے بال اُتارے گئے۔ کیا دوسری اور پہلی بکری میں جو فرق آیا ہے یہ جائز ہے یا نہیں ہے۔

سید فدا حسین

﴿ج﴾

(۱-۲) جس کے ہاں کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو مستحب ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے۔ عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکریاں یا دو بھیڑیں اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کر دے اور سر کے بال منڈوا دے دیوے اور بالوں کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کر دے۔ سر مونڈنے کے بعد ذبح کرے یا پہلے ذبح کرے دونوں صورتوں میں جائز ہیں۔ **يستحب لمن ولد له ولد ان يسميه يوم اسبوعة ويحلق رأسه ويتصدق عند الائمة الثلاثة بزنة شعره فضة او ذهبا ثم يعق عند الحلق الخ (شامی ص ۳۳۶ ج ۲) عن سمرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه** (مشکوٰۃ ص ۳۶۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ
الجواب صحیح محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۳ھ

ایک بڑے جانور میں متعدد بچوں کا عقیقہ کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ کئی جگہ سنا گیا ہے کہ عقیقہ میں دو چار لڑکے لڑکیوں کی طرف سے سات حصے شمار کر کے ایک گائے دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں جس طرح قربانی کے جانور میں سات حصے دار شامل ہو سکتے ہیں اسی

طرح عقیقہ کے ایک جانور میں بھی تین چار بچے شامل ہو سکتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کسی حدیث یا فعل صحابہ سے عقیقہ میں اونٹ یا گائے کا ذبیحہ بھی درست ہے۔قربانی کی حصہ داری تو ظاہر ہے۔کیا عقیقہ کی حصہ داری پر بھی کوئی واضح ثبوت ہے۔عقیقہ کو قربانی کا مترادف قرار دینا کہاں تک درست ہے۔

حکیم سید بشیر احمد سہروردی ملتان شہر

﴿ج﴾

عقیقہ میں بھی چند آدمیوں کی شرکت گائے میں جائز ہے۔قال فی البدائع الصنائع ولو ارادوا القربة الاضحية او غيرها من القرب اجزأهم سواء كانت القربة واجبة او تطوعا او وجبت على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة او اختلفت بان اراد بعضهم الاضحية وبعضهم جزاء الصيد وبعضهم هدى الاحصار وبعضهم كفارة شي اصابه فی احرامه وبعضهم هدى التطوع وبعضهم دم المتعة والقران وهذا قول اصحابنا الثلاثة (الى ان قال) (ولنا) ان الجهات وان اختلفت صورة فهي في المعنى واحد لان المقصود من الكل التقرب الى الله عزوجل شانه وكذلك ان اراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل لان ذلك جهة التقرب الى الله تعالىٰ عزشانه بالشكر على ما انعم عليه من الولد كذا ذكر محمد رحمه الله فی نوادر الضحايا اھ (بدائع الصنائع ص ۷۱ ج۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۲ھ

کیا دو سال کی گائے میں سات بچوں کا عقیقہ ہو سکتا ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک بندہ اپنے بچے کا عقیقہ کرتا ہے۔دو سال کی گائے قربان کرتا ہے اس بارے میں وضاحت فرما دیں کہ ہر دو سال کی گائے جائز ہے یا نہیں۔اس میں ایک عقیقہ ہوتا ہے اب مہربانی فرما کر زیادہ وضاحت سے تحریر فرما دیں۔

(۲) ایک بندہ ہے جس نے اپنی بیٹی کی دعا فرما دی ہے جس میں قرآن مجید کا ایک رکوع تلاوت ہوا۔اب اس نے انکاری ہو کر بیٹی کا دوسری جگہ رشتہ کر دیا ہے یعنی اپنی لڑکی دے دی ہے۔اب طلب امر یہ ہے کہ مومن مسلمان ان کے ساتھ برتاؤ کر سکتا ہے یا نہیں اگر کر سکتا ہے تو کس طریقہ سے کر سکتا ہے۔جواب سے مطلع فرما دیں۔

﴿ج﴾

(۱) ۲ سال کی گائے میں ایک تا سات آدمیوں کا عقیقہ جائز ہے۔

(۲) اگر پہلے شخص کے ساتھ صرف وعدہ ہوا ہے نکاح نہیں ہوا ہے تو دوسری جگہ رشتہ دینا خلاف وعدہ ہے اور یہ صحیح اور نافذ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ عبداللطیف غفرلہ معین مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
الجواب صحیح بندہ احمد عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

گابھن گائے کو تبدیل کر کے اس کی جگہ دوسری کو قربان کرنا

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے گائے بہ نیت قربانی خریدی۔ مگر چند دن بعد معلوم ہوا کہ وہ گائے گابھن ہے۔ کیا اب اس گائے کے بدلے میں دوسری گائے کی قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر تبدیل ہو سکتی ہے تو کیا اس کی قیمت کے برابر کی گائے ہو یا کم وبیش قیمت والی گائے کی بھی قربانی ہو سکتی ہے۔

فیض احمد تحصیل وضلع مظفر گڑھ

﴿ج﴾

تبدیل کرنا درست ہے لیکن دوسری گائے اس گائے سے کم قیمت کی نہ ہو۔ اس کے برابر کی قیمت کی ہو یا بیش قیمت درمختار میں ہے۔ ص ۲۲۴ ج۵ و کذا الثانیه الی قوله و یتصدق بلافرق بین غنی و فقیر۔ فقط واللہ اعلم

بندہ محمد اسحاق غفر اللہ لہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان
۱۲ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

عقیقہ کب تک کیا جا سکتا ہے اور عقیقہ کن لوگوں کے لیے سنت یا مستحب ہے

﴿س﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کی مدت کتنی ہے تولد ہونے کے بعد کہاں تک عقیقہ کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ عقیقہ کس پر ہے مالیت کتنی ہو یا قرض ہے یا واجب حکم تحریر فرما دیں۔

﴿ج﴾

بہشتی زیور ص ۲۵۸ ج ۳ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

جس کے ہاں کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن ان کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے عقیقہ کر دینے سے بچے کی سب بلا دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔ عقیقہ کا طریقہ یہ ہے کہ اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے یا قربانی کی گائے میں لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لے اور سر کے بال منڈوا دے اور بال کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کر دے اور لڑکے کے سر میں اگر دل چاہے زعفران لگا دے اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال بہتر ہے اور اس کا طریقہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہو تو بدھ کو کر دے چاہے جب کرے وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔ عقیقہ والد پر ہے مقدارِ مالیت کی تعیین نہیں لڑکے کے لیے دو بکری اور لڑکی کے لیے ایک جتنی قیمت کی ہو جائے عقیقہ مستحب ہے۔ **يستحب لمن ولد له ولد ان يسميه يوم اسبوعه ويحلق راسه ويتصدق عند الائمة الثلاثة بزنة شعر فضة او ذهبا ثم يعق عند الحلق عقيقه اباحة (شامی ص ۳۳۶ ج ۶) الغلام مرتهن لعقيقه تذبح عنه الخ شكواة ص ۳۶۲ وهي شاة تصلح للاضحية تذبح للذكر والانثى وعن بريدة قال كنا في الجاهلية اذا ولد لاحدنا غلاما ذبح شاة ولطخ راسه بدمها فلما جاء الاسلام كنا نذبح السابع يوم الشامي ونحلق راسه ونلطخه بزعفران رواه ابو داؤد مشكوة ص ۳۶۳ قال في المرقات ص ۴۸ ج ۷ وذهب جماعة الى ان يذبح عن الغلام بشاتين وعن الجارية بشاة الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم**

حررہ محمد انور شاہ غفرلہ نائب مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۱۳ رجب ۱۳۸۹ھ